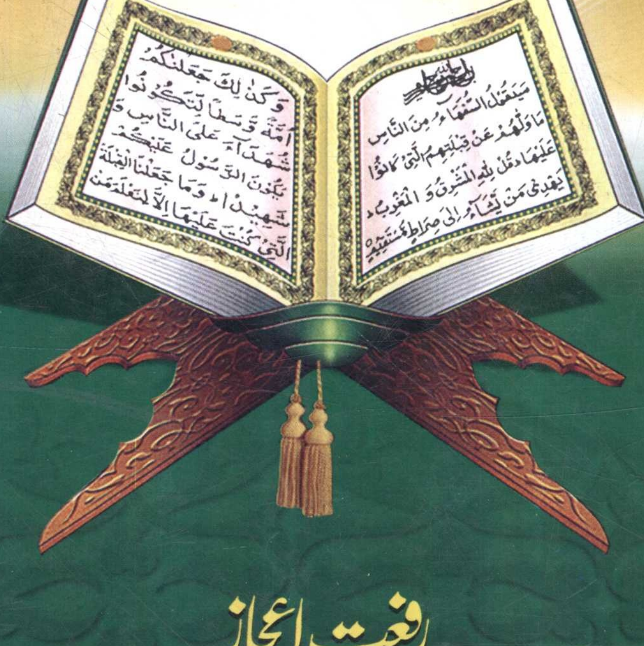
مفہوم القرآن

جلد سوئم



رفعت اعجاز

بیت القرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ [سورة القمر ۱۷]

"اور یقیناً ہم نے اِس قرآن کو سمجھنے کیلئے بالکل آسان بنا دیا ہے پھر کوئی نصیحت لینے والا ہے"؟

مطالب قرآن آسان زبان میں

مفہوم القرآن

جلد سوم

﴿ پارہ 11 تا 15 ﴾

رفعت اعجاز

BAIT-UL-QURAN

بیت القرآن

لاہور۔ پاکستان

نام کتاب	مفہوم القرآن جلد سوم ﴿پارہ 11 تا 15﴾
تالیف	رفعت اعجاز
نظر ثانی	ابوعکاشہ عبداللطیف حلیم
کمپوزنگ سیٹنگ	حافظ سعید عمران، مدثر بن یوسف حجازی، قاری اکرم محمدی
ایڈیشن سوم	اشاعت سوم اپریل 2011
پبلشر	بیت القرآن لاہور پاکستان
ہدیہ	65 روپے

برائے رابطہ ہیڈ آفس

بیت القرآن

پوسٹ بکس نمبر 150، جی پی او، لاہور، پاکستان۔

فون: 111 737 111-042 ایکسٹینشن 115

فیکس 111 737 111-042 ایکسٹینشن 111

ویب سائٹ www.bait-ul-quran.org

ای میل info@bait-ul-quran.org

سیل پوائنٹ اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

کتاب سرائے

فسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور۔

فون: 042-7320318 فیکس: 042-7239884

فضلی بک سپر مارکیٹ

نزد ریڈیو پاکستان، اُردو بازار، کراچی۔

فون: 021-2629724 فیکس: 021-2633887

پبلشر نوٹ

1. ہر خاص و عام کو اطلاع دی جاتی ہے کہ ادارہ ''بیت القرآن'' اپنی مطبوعات پر منافع وصول نہیں کرتا بلکہ اشاعت فنڈ وصول کرتا ہے جو کہ صرف کتاب کی پرنٹنگ، کاغذ اور بائنڈنگ کی لاگت ہے، البتہ تاجران کتب پرنٹ شدہ ہدیہ وصول کر سکتے ہیں۔
2. ''بیت القرآن'' کی مطبوعات منظر عام پر آئیں تو بہت سے حضرات وخواتین نے اس منفرد کام کو سراہتے ہوئے اس کارِ خیر میں مالی تعاون کی پیشکش کی ہے تو اس حوالے سے عرض ہے کہ ادارے سے مالی تعاون کی بجائے اس کارِ خیر میں شرکت کی بہترین اور واحد صورت یہ ہے کہ آپ ''بیت القرآن'' کی مطبوعہ کتب خرید کر لوگوں میں تقسیم فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیراً۔

سرٹیفکیٹ تصحیح

الحمد للہ میں نے قرآن مجید کے ان پاروں کے تمام متن کو حرفاً حرفاً بغور پڑھا ہے، میں پورے وثوق سے تصدیق کرتا ہوں کہ اب ان پاروں کے متن میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے، تاہم انسان غلطی سے مبرا نہیں ہوسکتا، اس لیے اگر آپ کو اس کلام مجید میں کوئی غلطی نظر آئے تو وہ سہواً ہوئی ہے، آپ ہمیں اطلاع دیں، ہم فوراً اُسے درست کریں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔

محمد مستمر خان

رجسٹرڈ پروف ریڈر حکومت پاکستان

فہرس

يَعۡتَذِرُوۡنَ

منافقین کے بہانے اور مسلمانوں کو ہدایات

يَعۡتَذِرُوۡنَ اِلَيۡكُمۡ اِذَا رَجَعۡتُمۡ اِلَيۡهِمۡ‌ؕ قُلْ لَّا تَعۡتَذِرُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَـكُمۡ قَدۡ نَبَّاَنَا
اللّٰهُ مِنۡ اَخۡبَارِكُمۡ‌ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمۡ وَرَسُوۡلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوۡنَ اِلٰى عٰلِمِ
الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿94﴾ سَيَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ لَـكُمۡ اِذَا
انْقَلَبۡتُمۡ اِلَيۡهِمۡ لِتُعۡرِضُوۡا عَنۡهُمۡ‌ؕ فَاَعۡرِضُوۡا عَنۡهُمۡ‌ؕ اِنَّهُمۡ رِجۡسٌ‌ وَّمَاۡوٰٮهُمۡ
جَهَـنَّمُ‌ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ﴿95﴾ يَحۡلِفُوۡنَ لَـكُمۡ لِتَرۡضَوۡا عَنۡهُمۡ‌ۚ فَاِنۡ
تَرۡضَوۡا عَنۡهُمۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرۡضٰى عَنِ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِيۡنَ ﴿96﴾

ترجمہ: جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تو تم سے عذر کریں گے۔ تم کہنا کہ عذر مت کرو ہم ہرگز تمہاری بات نہیں مانیں گے اللہ نے ہم کو تمہارے سب حالات بتا دیے ہیں، ابھی اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے عملوں کو اور دیکھیں گے، پھر تم غائب و حاضر کے جاننے والے اللہ وحدہٗ لاشریک کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور جو عمل تم کرتے رہے ہو وہ سب تمہیں بتائے گا۔ (94) جب تم ان کے پاس لوٹ کر جاؤ تو تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے درگزر کرو سو تم ان سے التفات نہ کرنا یہ ناپاک ہیں اور ان کے اعمال کے بدلے ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ (95) یہ تمہارے آگے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے خوش ہو جاؤ لیکن اگر تم ان سے خوش ہو جاؤ گے تو اللہ نافرمان لوگوں سے خوش نہیں ہوتا۔ (96)

تشریح: پچھلی آیات میں غزوۂ تبوک کے لیے نکلنے سے پہلے منافقین کے جہاد پر نہ جانے کے حیلے بہانوں کا ذکر ہے۔ یہ آیات غزوۂ تبوک سے واپس آنے سے پہلے نازل ہو چکی تھیں کہ اب جب آپ واپس پہنچیں گے تو پھر منافقین کا عمل وہی ہوگا یعنی قسمیں کھائیں گے، جھوٹے بہانے بنائیں گے، چاپلوسی کریں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے پہلے سی ہدایات دے دیں کہ انکو بتا دینا اللہ سب کچھ جانتا ہے اس نے تمہارے دل کے کھوٹ، جھوٹے حیلے بہانے اور منافقت سب کچھ مجھے بتا دیا ہے اور اب تمہیں مہلت دی جاتی ہے کہ اپنی منافقت سے توبہ کر لو تو تمہیں معاف کر دیا جائے گا۔ پھر فرمایا کہ آپ ان لوگوں پر اپنا وقت ضائع نہ کریں اور نہ ہی ان کے ساتھ خوشدلی سے پیش آئیں۔ کیونکہ یہ ناپاک لوگ ہیں اگر آپ ان سے راضی ہو بھی گئے تو اللہ ان سے ہرگز راضی نہ ہوگا۔ یہ آپ کو دھوکہ دے سکتے ہیں مگر اللہ کو ہرگز دھوکہ نہیں دے سکتے کیونکہ ان کو موت کے بعد اللہ کے حضور تو ہر صورت میں پیش ہونا ہے اس وقت یہ اپنے اعمال کو خود دیکھ لیں گے اور پھر ان کے بدلے میں ملنے والی سزا کو بھی خوب

اچھی طرح دیکھ لیں گے اور وہ دردناک عذاب ہے۔ یہ جھوٹی قسمیں کھائیں اپنے دل کی غلاظت کو چھپائیں اللہ ان سے نہ راضی ہوسکتا ہے۔ اور نہ ہی ان کو معاف کرسکتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے کفرو منافقت پر قائم ہیں۔

دیہاتی منافقوں اور دیہاتی مومنوں کا کردار

اَلۡاَعۡرَابُ اَشَدُّ كُفۡرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجۡدَرُ اَلَّا يَعۡلَمُوۡا حُدُوۡدَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴿97﴾ وَمِنَ الۡاَعۡرَابِ مَنۡ يَّتَّخِذُ مَا يُنۡفِقُ مَغۡرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيۡهِمۡ دَآئِرَةُ السَّوۡءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿98﴾ وَمِنَ الۡاَعۡرَابِ مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنۡفِقُ قُرُبٰتٍ عِنۡدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوۡلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرۡبَةٌ لَّهُمۡ ؕ سَيُدۡخِلُهُمُ اللّٰهُ فِىۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿99﴾

ترجمہ: دیہاتی لوگ کفر اور منافقت میں بہت سخت ہیں اور اس قابل نہیں کہ وہ ان حدود کو جان سکیں جو اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل کی ہیں اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔(97) اور بعض دیہاتی ایسے ہیں کہ جو خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں اور تمہارے حق میں مصیبتوں کے منتظر ہیں۔ انہی پر بری مصیبت واقع ہو اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔(98) اور بعض دیہاتی ایسے ہیں کہ اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو اللہ کی قربت اور پیغمبر کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ سنو! بیشک یہ ان کے لیے نزدیکی کا ذریعہ ہے اللہ ان کو عنقریب اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(99)

تشریح: ان آیات میں مدینہ کے گردونواح میں رہنے والے دیہاتیوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔ مدینہ میں رہنے والے مشرک، منافق اور کفار مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے اسی طرح یہ دیہاتی لوگ اپنی کم علمی اور اکھڑ پنے کی وجہ سے اسلام کو سمجھنے کی صلاحیت کم رکھتے تھے۔ جبکہ شہری لوگ ان کی نسبت زیادہ عقل سمجھ اور تہذیب وتمدن کو اپنانے کی صلاحیت رکھتے ہیں، یہ ایک عام سی بات ہے آج کل بھی ہر جگہ یہ فرق شہری اور دیہاتی میں پایا جاتا ہے۔ عرب کے دیہاتی لوگوں نے اسلام کو پھلتے پھولتے دیکھا تو مجبوراً اور مصلحتاً اسلام قبول کرلیا تو اسلام کے قوانین کو سوچے سمجھے بغیر عمل میں لانا پڑا۔ مثلاً بے دلی سے نماز پڑھتے اور انتہائی مشکل سمجھتے ہوئے زکوٰۃ دیتے اور اکثر یہ کہتے کہ یہ مسلمانوں والی مصیبت کہاں سے ہمارے سر آپڑی اللہ کرے ان کا خاتمہ ہوجائے اور ہماری یہ پابندیاں ختم ہوجائیں تو اللہ رب العزت فرماتا ہے مسلمان تو مخلص اور اللہ والے لوگ ہیں۔ اللہ تو ان

کی ہر صورت مدد کرے گا، البتہ منافقوں کی خیر نہیں وہ اپنے اعمالِ بد کی سزا ضرور پائیں گے اللہ تو ہر بات کو جاننے والا اور تمام معاملات کو حکمت و دانائی سے نمٹانے والا ہے۔ وہ ہر معاملہ دیکھ رہا ہے سن رہا اور خوب اچھی طرح جانتا بھی ہے۔ کچھ دیہاتی نیک فطرت اور سمجھدار بھی ہیں جو نیکی کی تلاش میں رہتے ہیں تو ایسے لوگ اسی ماحول میں رہتے ہوئے بھی نیک راستہ تلاش کر لیتے ہیں۔ ایسے نیک فطرت دیہاتی اللہ پر ایمان رکھتے ہیں خلوص نیت سے آخرت پر بھی ان کا پکا یقین ہے، اسی لیے وہ جو زکوٰۃ دیتے ہیں تو تاوان سمجھ کر نہیں دیتے بلکہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے اور اسلام کا فرض ادا کرنے کے لیے خوش دلی سے زکوٰۃ دیتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ رسول ﷺ ان سے خوش ہو کر ان کے لیے دعائیں کریں گے اور اللہ تو ہے ہی رحمن و رحیم۔ وہ ان کے تمام گناہ معاف کر دے گا اور آئندہ ان کو اپنی رحمت اور فضل و کرم سے مالا مال کر دے گا۔ معاف کرنا اور رحم کرنا اللہ کی صفت ہے۔ یا اللہ تو ہمارے گناہ بھی معاف کر دے ہمارے اوپر رحمتوں اور فضل و کرم کی بارش کر دے۔ آمین!

مہاجرین اور انصار صحابہ کے لیے خوشخبری اور منافقوں کے لیے عذاب

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ
رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿100﴾ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۚ
وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ڀ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۣ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۭ
سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿101﴾ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا
بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿102﴾ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ
عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿103﴾

ترجمہ: مہاجرین اور انصار میں سے جن لوگوں نے ایمان لانے میں سبقت کی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں۔ اور اللہ نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔ (100) اور تمہارے گردونواح کے بعض دیہاتی منافق ہیں اور بعض مدینہ کے لوگ نفاق پر اڑ رہے ہیں۔ آپ ان کو نہیں جانتے ہمیں ان کا علم ہے۔ عنقریب ہم ان کو دہرا عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ (101) کچھ اور لوگ ہیں جو اپنے گناہوں کا صاف اقرار کرتے ہیں انہوں نے اچھے برے عملوں کو

وقف منزل مع 5

ملا جلا دیا تھا۔ امید ہے کہ اللہ ان کو معاف کر دے کیونکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(102) ان کے مال میں سے زکوٰۃ قبول کر لو کہ اس صدقہ سے آپ ان کے ظاہر و باطن کو پاک کرتے ہیں اور ان (کے نفسوں) کا تزکیہ کرتے ہیں اور ان کے حق میں دعائے خیر یں کرتے ہیں کیونکہ آپ کی دعا ان کے لیے تسکین کا باعث ہے۔ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔(103)

تشریح: پچھلی آیات میں دیہاتی مومنین کا ذکر تھا اب یہاں تمام مخلص مومنین کا ذکر ہے اور پھر ان کے اعمال کے مطابق ان کے درجات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو نبی اکرم ﷺ کی آواز پر فوراً مسلمان ہو گئے (جن میں مہاجرین وانصار شامل ہیں) اور کچھ نیک نیتی سے آہستہ آہستہ ان کے بعد مسلمان ہوتے گئے اور ان سب نے پورے خلوص کے ساتھ اسلام کے قوانین کی پابندی کی۔ پہلے گروہ کو صحابہ اور دوسرے کو تابعین کہیں گے اور بعض نے قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کو ان میں شامل کیا ہے۔ دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ غزوۂ تبوک کے لیے کچھ انصار و مہاجرین فوراً جہاد کے لیے تیار ہو گئے جبکہ کچھ مسلمان صرف سستی کی وجہ سے کچھ دیر کے بعد جہاد کے لیے تیار ہوئے اور کچھ مسلمان صرف کاہلی کی وجہ سے جہاد سے پیچھے رہ گئے مگر پھر ان کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور انہوں نے پوری عاجزی اور انکساری سے معافی مانگ لی اور آئندہ ہر قسم کی کوتاہی اور نافرمانی سے سچی توبہ کر لی۔ اور پھر ایک طبقہ منافقین کا بھی تھا جو کہ بظاہر توبہ کر رہا تھا مگر وہ توبہ میں مخلص نہ تھے اور نہ ہی ان کے دل صاف تھے ان تمام باتوں کی وضاحت کے لیے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کو خبر دی اور یہ رہبری یا اصول تمام امتِ مسلمہ کے لیے تا قیامت جاری رکھنے کی ہدایت ہے۔ ہدایت یہ ہے کہ تمام مسلمان جو قرآن وحدیث کے پابند ہیں اللہ کا خوف رکھتے ہیں پکے مسلمان ہیں ان کے لیے جنت کی خوشخبری ہے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

دوسرے درجہ پر وہ منافقین آتے ہیں جو اپنے نفاق کو اس خوبصورتی سے چھپاتے ہیں کہ بشر ہونے کے ناطے نبی اکرم ﷺ بھی دھوکہ کھا جاتے تھے تو ان کی نشاندہی اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ کرتا رہا اور پھر فرمایا کہ ایسے لوگ دہرے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ ایک تو نفاق کو چھپانے کی فکر اور دوسرے نفاق کے ظاہر ہو جانے کا خوف اس طرح ان کا سکون غارت ہو جاتا اور بے سکونی زندگی کو عذاب میں ڈال دیتی ہے۔ آخر میں فرمایا کہ مرنے کے بعد ان کے نفاق اور نافرمانی کی وجہ سے ان کو دردناک اور بہت بڑا عذاب دیا جائے گا جو کہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والا ہو گا۔

تیسرے درجہ پر ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو نیک اور بد، ملے جلے اعمال کرنے والے مسلمان ہیں۔ نیک اعمال تو یہ ہیں کہ ایمان لے آئے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ جیسے فرائض کی پابندی کرتے رہے، پہلے غزوات میں بھی شامل رہے، مگر انسان ہونے کے ناطے ان سے کچھ کوتاہی ہو گئی جیسا کہ غزوۂ تبوک میں سستی کاہلی کی وجہ سے شامل نہ ہو سکے۔ لیکن بعد میں بڑے شرمندہ ہوئے اور استغفار کی۔ رسول اللہ ﷺ سے سچے دل معافی مانگی۔ تو ان کے لیے اللہ غفور ورحیم فرماتا ہے کہ اللہ معاف کرنے والا ہے ان کی سچی توبہ قبول کر لی جائے اور ایسے لوگوں کے لیے بھی جنت کی خوشخبری ہے۔ یہ آیت اگرچہ خاص لوگوں کے

لیے خاص موقع پر نازل ہوئی ہے مگر یہ بھولنے والے، غلطی سے غلط کام کرنے والے اور سچی معافی مانگنے والے تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ خبردار کرتے ہیں کہ یہاں کوئی دھوکہ اور چالاکی کام نہیں دے سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید اور ہر شخص کی نیت کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ معافی ان کو ملتی ہے جو معافی کی تمام شرائط پوری کر کے معافی مانگتے ہیں تو اللہ اپنی رحمت سے ان کی معافی ضرور قبول کرتا ہے۔ حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک اسے غرغرہ (عالم نزع کا طاری ہونا) شروع نہ ہو۔''

(جامع ترمذی؛ ابواب الدعوات)

ندامت سے رونا اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسند ہے جو شخص اس قدر نادم ہو کہ رو رو کر معافی مانگے وہ سچا ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ملے جلے اعمال کے مالک، یعنی غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہونے والے مخلص مسلمان اگر اب توبہ کرتے ہیں اور توبہ کی قبولیت کے لیے نیک کام کرتے ہیں، یعنی صدقہ وخیرات اور مال دیتے ہیں تو آپ ان کے صدقات و مال قبول کر لیں اور ان کے لیے دعا کریں اس طرح ان کے دلوں کو سکون ملے گا اور وہ مزید نیکی کی راہ اختیار کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر بات کو سنتا ہے اور ہر عمل کو جانتا ہے۔ صدقہ وخیرات کی بڑی فضیلت ہے۔ صدقہ مال کو پاک صاف کرتا ہے اور رحمتوں اور برکتوں میں اضافہ کرتا ہے۔ انسان کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور مشکلات آسان ہوتی ہیں اور انسان کے دل کو سکون ملتا ہے۔ معاشرے سے بہت سی برائیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ انسانی ہمدردی، فراخدلی اور نیکی کے جذبات بڑھتے ہیں۔ لالچ اور خودغرضی ختم ہوتی ہے۔ سب سے بڑی بات کہ اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے جو ہماری آخرت کی زندگی کو بہترین بنانے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ یہ آیت امت محمدیہ کے لیے ہے کیونکہ یہ صرف اس وقت کے مسلمانوں کے لیے خاص نہیں بلکہ قیامت تک تمام مسلمان اس سے فائدہ حاصل کریں اور جو بھی حاکم وقت ہو اس کا فرض ہے کہ صدقات وزکوٰۃ وصول کرنے اور ان کو بہترین جگہ پر خرچ کرنے کا پکا بندوبست کرے۔ اس میں کوئی کوتاہی قابلِ معافی نہ ہوگی۔ زکوٰۃ، اسلامی نظامِ مالیات کا بہترین قانون ہے کہ جس کی وجہ سے بیروزگاری ختم ہوئی، اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر خودکفیل مضبوط اور ناقابلِ تسخیر مملکت وجود میں آئی اور اسلامی پرچم دنیا کے بڑے حصے پر لہراتا نظر آیا۔ اصل میں صدقہ وزکوٰۃ اسلام کا رکن ہے اور اسلامی مملکت کے محکمہ مالیات کا ایک بہت بڑا ستون ہے۔ لہٰذا خطاکار کو معاف کرنے اور اسی کی طرف سے صدقہ وزکوٰۃ قبول کرنے سے انسان میں بہتری پیدا ہوتی ہے اور وہ برائیوں سے ہٹ کر نیکیوں کی طرف راغب ہوتا ہے اور اللہ تو بہت مہربان، بخشنے والا، دیکھنے اور جاننے والا ہے۔ اس کو تو کوئی بھی دھوکہ نہیں دے سکتا، اس لیے جو معافی مانگے اور سچے دل سے معافی مانگے تو اس کے لیے اچھا ہے۔ اگلی آیات اسی سلسلے میں ہیں۔

اللہ توبہ قبول کرنیوالا، غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿104﴾ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿105﴾

ترجمہ: کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور صدقات وخیرات لیتا ہے اور بیشک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔(104) اور ان سے کہہ دو کہ عمل کیے جاؤ اللہ اس کا رسول ﷺ اور مومن سب تمہارے عملوں کو دیکھ لیں گے اور تم غائب وحاضر کے جاننے والے اللہ واحد کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر جو کچھ تم کرتے رہے ہو وہ سب تم کو بتا دے گا۔(105)

تشریح: ان آیات میں سچے اور مخلص مومن اور منافق کا فرق بتایا گیا ہے۔ اللہ رب العزت رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ ان کا رابطہ سیدھا اللہ سے ہے وہی ان کے صدقات وخیرات قبول کرتا ہے اور وہی توبہ بھی قبول کرتا ہے۔ خیرات کا اصل مقصد اور توبہ کی سچائی، سب اللہ کو معلوم ہے۔ مگر یہاں فرمایا کہ تم عمل کرتے جاؤ اللہ، رسول اور مومنین سب تمہیں پہچان جائیں گے کہ تم سچے ہو یا کہ جھوٹے؟ سچے کی تو توبہ قبول ہو جائے گی اور جھوٹے کی نہ توبہ قبول ہوگی نہ اس پر رحمت وبرکت نازل ہوگی اور بتایا جا رہا ہے کہ مخلص اور غیر مخلص کو لوگ کیسے پہچانیں تو اس کے لیے تین نشانیاں بتائی گئی ہیں۔ مخلص مومن کا رویہ یہ ہوگا۔

1 وہ اپنے گناہ کا اعتراف کرلے گا اور ادھر ادھر کی باتیں یا ثبوت پیش نہیں کرے گا۔

2 اس کی سابقہ زندگی کا جائزہ لیا جائے گا۔ اگر اس سے پہلے کبھی وہ غیر مخلص نہ رہا ہو اور ہمیشہ بڑھ چڑھ کر رفاعی اور دفاعی کاموں میں حصہ لیتا رہا ہو اور اب جو غلطی ہوگئی تو وہ صرف انسانی کمزوری کے تحت ہوگئی ہو۔

3 اس کے آئندہ اعمال وکردار پر کڑی نظر رکھی جائے کہ کیا واقعی وہ اپنی غلطی پر شرمندہ ہے اور اس کی تلافی وہ پوری کوشش سے کرتا رہتا ہے۔

گناہ کی تلافی کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں صدقہ وخیرات خلوص دل اور پوری خوشی سے کیے جائیں۔ آخر میں اللہ تعالیٰ خبردار کر رہا ہے کہ تمہارے معاملات تو اللہ کے ساتھ ہیں اور وہ اس قدر جاننے والا ہے کہ تمہارے ظاہر عمل اور دل کی نیت

سب کو اچھی طرح جانتا ہے، اس لیے انسان اپنے عمل سے لوگوں کو تو دھوکہ دے سکتا ہے مگر اللہ کو ہر گز دھوکہ نہیں دے سکتا اس کے بعد یہ بات بھی دھیان میں رکھیں کہ ہر شخص نے مر جانا ہے اور پھر اس کا ٹھکانا موت کے بعد اللہ کے پاس ہی ہوگا۔ یہ بات ایسے ہی سچی ہے جس طرح تم دنیا میں آئے اور مر گئے۔ یہاں تم نے جو کچھ کیا ہے اس کا بدلہ ٹھیک ٹھیک تمہیں ضرور دیا جائے گا۔ اس میں ہر گز شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اب تو سائنس دان بھی اس بات کے ثبوت دے رہے ہیں۔ جیسا کہ سلطان بشیر محمود صاحب اپنی کتاب ''قیامت اور حیات بعد الموت'' میں لکھتے ہیں:

''1994ء میں یہ ثابت ہوا کہ ایک منبع سے نکلنے والی روشنی کے دو فوٹون اگرچہ ایک دوسرے سے کروڑوں میل کی مسافت تک بھی جدا ہو جائیں ان کا کسی نامعلوم نظام کے تحت آپس میں تعلق قائم رہتا ہے۔ ہمارے سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر روشنی کے ایک منبع سے جدا ہونے والے فوٹون ایک دوسرے کو نہیں بھولتے تو انسانی جسم کے ایٹمی ذرات کیسے ایک دوسرے کو بھول سکتے ہیں۔ چنانچہ انہیں جب بھی مناسب ماحول ملے گا وہ دوبارہ اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ ایک دوسرے کو باہم بلا سکتے ہیں اور اپنے پرانے ڈیزائن کے مطابق ترتیب پا کر دوبارہ باہم زندگی کا نیا سفر شروع کر سکتے ہیں، یعنی حیات بعد الموت کوئی اچنبھا نہیں بلکہ قدرت کے ڈیزائن کا ایک ضروری حصہ ہے اور یہ ہو کر رہے گا'' اس حقیقت کو قرآنِ پاک میں بہت دفعہ بیان کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ فرماتا ہے:

''اور اسی کے پاس ہے علم قیامت کا اور تم سب اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔'' (سورۂ زخرف آیت:85)

صرف یہی نہیں کہ ہم دوبارہ زندہ ہی کیے جائیں گے بلکہ ہمارے اعمال بھی ہمارے سامنے موجود ہوں گے۔ قرآنِ پاک میں بار بار یہ بھی کہا گیا ہے کہ غور وفکر کرو اور زمین وآسمان کی حقیقت کو سمجھو۔ حساب کتاب کی وضاحت میں سلطان بشیر محمود صاحب جو کہ بڑے سائنس دان اور عالمِ دین ہیں سائنس کی روشنی میں ثابت کرتے ہیں اور وہ لکھتے ہیں:

''ریکارڈ اور یادداشت کے سلسلے میں ایک اور سائنسی اصول سبب اور اثر (Cause and Effect) کا ہے۔ ہر اثر اپنے اندر اپنے سبب کی یادداشت محفوظ رکھتا ہے۔ اسی لیے اثرات کے تجزیہ سے اس کے اسباب تک پہنچا جا سکتا ہے بلکہ آئے دن سائنسی دنیا یہی کچھ کر رہی ہے۔ مثلاً فضا میں جو ایٹمی ذرات اور شعاعیں ہیں ان سے پندرہ بیس ارب سال پہلے ہونے والے کائنات کی تخلیق کے واقعات کا پتہ چل رہا ہے۔ پولیس مجرموں کے اپنے چھوڑے ہوئے نشانات کی مدد سے ان کے جرم تک پہنچ جاتی ہے۔ ان مثالوں سے پتہ چلتا ہے کہ ہم بھی جو عمل کرتے ہیں، خواہ سانس لینے کی عام بات ہی کیوں نہ ہو ماحول پر اپنے مستقل اثرات چھوڑ رہے ہیں اور حساس آلات کی مدد سے ہزاروں سال بعد بھی ان اثرات کے تجزیہ سے ان کی تہہ تک پہنچا جا سکتا ہے۔''

پھر لکھتے ہیں کہ زمین جس پر ہم چلتے ہیں، ہوا جس میں ہم سانس لیتے ہیں، پانی جس سے ہم پیاس بجھاتے ہیں، لباس

جو ہم پہنتے ہیں، غرض ہمارے اردگرد ماحول کا ذرہ ذرہ ہماری حرکات وسکنات کو ریکارڈ کر رہا ہے۔ ہماری آوازوں کو محفوظ کر رہا ہے۔ ہمارے اعمال کی تصویر کھینچ رہا ہے اور وقت آنے پر سب کچھ کھول کر رکھ دے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اس دن ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور باتیں کریں گے ہاتھ ان کے اور گواہی دیں گے پاؤں ان کے اس پر کہ جو وہ کماتے تھے۔" (سورۃ یٰسین آیت: 65)

عالم غائب کی یہ تمام باتیں جو 14 سو سال پہلے قرآن نے ہمیں بتائی ہیں اور آج کا ترقی پذیر سائنس دان اس کی وضاحت اور یقین کر رہا ہے تو کیا یہ سب ایک عقل سمجھ رکھنے والے انسان کے لیے کافی نہیں؟ جب ایک بندہ ان تمام باتوں سے یعنی مرنے کے بعد حساب کتاب کے لیے اللہ کے سامنے پیشی سے اچھی طرح واقف ہو جاتا ہے تو پھر وہ کس طرح رب سے منکر ہو سکتا ہے اور کس طرح برے اعمال کر سکتا ہے۔ یہ تو ہم مسلمانوں کی خوش نصیبی ہے کہ ہمیں اس امتحان کی تیاری کے لیے بہت پہلے سے بتا دیا گیا ہے بلکہ بار بار یاد کروایا جاتا ہے کہ تمہارا امتحان ضرور ہوگا اور وہ امتحان کمرۂ امتحان میں نہیں بلکہ اس دنیا میں کیے گئے اعمال کا نتیجہ سنایا جائے گا۔ امتحان گاہ تو یہ دنیا اور یہاں گزارا ہوا وقت ہے۔ معمولی سی بات ہے جب کسی شخص کو کسی امتحان کی تیاری کرنی ہوتی ہے تو وہ زیادہ محنت اس لیے کرتا ہے کہ اس کا نتیجہ امتحان پر ہوگا۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ پرموشن یا سند بغیر امتحان کے مل جائے گی تو انسانی فطرت ہے کہ پھر وہ تیاری زیادہ توجہ سے نہیں کرے گا۔ مگر ہمیں تو یہ بتا دیا گیا ہے کہ تمہیں دنیا میں بے مقصد نہیں بھیجا گیا تمہارا قیام یہاں عارضی ہے تم ضرور مرجاؤ گے پھر ضرور قیامت آئے گی تم اللہ کے سامنے ضرور پیش ہو گے تمہارا حساب کتاب ضرور ہوگا اور اس کے مطابق تمہیں سزا یا جزا ضرور ملے گی۔ اللہ فرماتے ہیں:

"ہم ان لوگوں سے ضرور باز پرس کریں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے اور ہم پیغمبروں سے بھی پوچھیں گے۔ پھر ہم خود پورے علم کے ساتھ ان کے سامنے سب کچھ بیان کر دیں گے، آخر ہم کہیں غائب تو نہیں تھے۔ اور (اعمال کا) وزن اس روز عین حق ہوگا، پھر جس کسی کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی لوگ پورے کامیاب ہوں گے اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہ وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے خود اپنا نقصان کر لیا، کیونکہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرتے تھے۔" (سورۃ الاعراف آیات 6-9)

منافقین کا منصوبہ اور ان کی سزا

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٠٦﴾ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا

الْحُسْنٰی ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿107﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى
التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿108﴾ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ
خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿109﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ
اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿110﴾ ع 13/11/2

ترجمہ: اور کچھ اور لوگ ہیں کہ ان کا معاملہ اللہ کے حکم آنے تک رکا ہوا ہے خواہ وہ ان کو عذاب دے یا ان کو معاف کر دے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔(106) اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس غرض سے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں، کفر کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں اور جو لوگ اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے پہلے جنگ کر چکے ہیں ان کے لیے گھات کی جگہ بنائیں اور قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصد تو صرف بھلائی تھا مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔(107) تم اس مسجد میں جا کر کبھی کھڑے بھی نہ ہونا، البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے (اس قابل ہے کہ اس میں جایا کرو اور نماز پڑھایا کرو۔) اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں کو ہی پسند کرتا ہے۔(108) بھلا جس شخص نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اس کی رضامندی پر رکھی ہو وہ اچھا ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد گر جانے والی کھائی کے کنارے پر رکھی ہو کہ وہ اس کو دوزخ کی آگ میں لے گری اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔(109) یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں بے چینی کا سبب بنی رہے گی اور ان کو پریشان رکھے گی۔ مگر یہ کہ ان کے دل پاش پاش ہو جائیں اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔(110)

تشریح: آیت 106 کا سلسلہ پچھلی آیات سے چل رہا ہے۔ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے تین طرح کے لوگ تھے۔ ایک منافقین جن کی تعداد اسی (80) سے کچھ زائد تھی۔ دوسرے ابولبابہ اور آپ کے چھ ساتھی، جنہوں نے آپ ﷺ سے سوال وجواب سے پہلے ہی اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا تھا۔ تیسرے کعب بن مالک اور ان کے دو ساتھی۔

جیسا کہ پچھلی آیات سے منافقین کا ذکر چلا آ رہا ہے تو یہاں بھی انہی کی سازش کا ذکر ہو رہا ہے اس کا تعلق ابوعامر نصرانی سے ہے اس نے مسجد قباء کے قریب ہی ایک مسجد بنائی اس مقصد کے لیے کہ وہاں بیٹھ کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے منصوبے بنائے جائیں۔ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کیا جائے تاکہ مسجد قباء کے نمازی دو حصوں میں بٹ جائیں اور تیسرا مقصد یہ تھا کہ دشمنانِ اسلام کو یہاں پناہ دی جائے۔ کیونکہ یہ مسجد بنائی ہی غلط کاموں کے لیے گئی تھی اس لیے اس کا نام ہی مسجد ضرار لیا گیا ہے۔ ابوعامر

نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ برکت کے لیے وہاں نماز پڑھا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت غزوۂ تبوک کی تیاری میں مصروف تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی پر نماز پڑھانے کا وعدہ کرلیا۔ غزوۂ تبوک سے واپسی کا ارادہ کیا تو وحی کے ذریعہ اللہ نے مسجد ضرار کی شرارت اور منافقین کی بدنیت کا بتا دیا، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو گرا دیا جائے اور منافقوں کی قسموں کا بالکل خیال نہ کیا جائے۔

بلکہ اللہ رب العزت نے اس مسجد میں نماز پڑھنے کی تلقین کی جو نیک مقصد کے لیے نیک اور پاک لوگوں نے بنائی تھی۔ جس مسجد میں متقی، علماء اور صلحا نماز پڑھیں اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی جبکہ مسجد ضرار کو ناپائیدار کہا گیا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے دریا کے کٹاؤ کے اوپر کھوکھلی جگہ پر تعمیر کی گئی ہو جو تھوڑی ہی دیر میں گر جائے اور اس کی مذمت میں کہا گیا ہے کہ وہ گر گئی اور جہنم رسید ہوئی۔ اور یوں اللہ رب العزت نے منافقین کے سارے منصوبے خاک میں ملا دیے اور ناکام ہونے پر ان کی دشمنی، حسد اور بغض کچھ اور زیادہ ہوگیا اور پھر یہ بڑھتا ہی چلا گیا یہاں تک کہ حسد بغض سے ان کے دل پھٹ پڑے اور مرنے پر ہی حسد کا خاتمہ ہوا۔ یہ جو کچھ بھی واقعات ہوئے اللہ کے علم میں تھے کیونکہ وہ علیم وحکیم ہے۔ جاننے والا ہے اور حکمت والا ہے۔ ہر چیز اس کے علم میں ہے اور ہر کام اس کی حکمت سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے: ''زمین میں چلنے والا کوئی جاندار اور ہوا میں اڑنے والا کوئی پرندہ ایسا نہیں جو تمہاری ہی طرح ایک امت نہ ہو اور ہم نے اپنی کتاب میں کسی کے اندراج سے کوتاہی نہیں کی۔ پھر وہ سب اپنے رب کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔'' (سورۃ الانعام آیت 38)

مؤمنوں کے اوصاف اور ان کو خوشخبری

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١١﴾ التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٢﴾

ترجمہ: اللہ نے مؤمنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں اور اس کے بدلے میں ان کے لیے بہشت تیار کی ہے۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے بھی جاتے ہیں۔ یہ تورات، انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے اور اللہ

سے زیادہ وعدے کا پورا کرنے والا کون ہے؟ تو جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اس سے خوش رہو اور یہی بڑی کامیابی ہے۔(111) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک کاموں کا حکم دینے والے، بری باتوں سے منع کرنے والے اور اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے یہی مومن لوگ ہیں اور (اے پیغمبر! صلی اللہ علیہ وسلم) مؤمنوں کو بہشت کی خوشخبری سنا دو۔(112)

تشریح: جب ہم ان آیات کو پڑھتے ہیں تو ہمارے سامنے ایک ایسے مسلمان کی تصویر آجاتی ہے جو نا قابل تسخیر ہے کیونکہ اس نے اپنا سب کچھ رب العالمین کے سپرد کر رکھا ہے۔اس کی زندگی، موت، اٹھنا، بیٹھنا، سونا جاگنا، کھانا پینا، چلنا پھرنا سب کچھ اللہ کی رضا کے لیے وقف ہو چکا ہے۔اس لیے وہ قرآن کو اپنی زندگی بنا لیتا ہے۔دنیا کی تمام آسائشیں اس کو ایک پل کے لیے بھی اللہ، رسول اور قرآن سے دور نہیں کر سکتیں وہ دنیا و دین دونوں کو ساتھ ساتھ لیکر چلتا ہے اسی لیے اس کو مرنے کے بعد جنت کی خوشخبری دی گئی ہے اور دنیا میں وہ ہر قسم کے غم و فکر اور الجھن سے دور رہتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے اللہ جو کر رہا ہے اچھا ہی کر رہا ہے۔ اس کو اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوتی ہے جب وہ اس کا کلام پڑھتا ہے تو اس کا دل پگھل جاتا ہے ایک سرور اور مستی اس پر چھا جاتی ہے۔جیسا کہ ''مطالعہ قرآن'' میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے جب سورۂ یوسف کی آیت 86 پر پہنچے جس کا ترجمہ یہ ہے:

''اس نے کہا میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ کے سوا کسی سے نہیں کرتا۔''

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہچکیوں سے رونے لگے۔قرآنِ پاک کی تمام آیات ہی حکمت الٰہی کی نشانیاں ہیں اسی لیے تو حکم دیا گیا ہے کہ قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو اس پر غور کرو اور عمل کرو دوسروں کو سکھاؤ کیونکہ یہ زندگی سے اندھیرے ختم کر کے زندگی کو روشن، آسان اور پرسکون بناتا ہے۔اور آخرت میں انسان اس کی برکت سے جنت حاصل کرتا ہے۔بندۂ مومن کی تعریف ڈاکٹر علامہ اقبال نے یوں کی ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

اسی طرح ''گلستان قناعت'' میں محمد موسیٰ روحانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

''اہل اللہ کی زندگی بڑی عجیب و غریب ہوتی ہے ذکر اللہ اور حب آخرت کی وجہ سے وہ دنیاوی تکالیف و مشقتوں کے باوجود مطمئن رہتے ہوئے ان کے دل بہارِ بے خزاں سے ہم آغوش ہوتے ہیں۔وہ ظاہری طور پر دنیا میں ہوتے ہیں مگر ان کی

روح اللہ کی صفات جلالیہ و جمالیہ کی سیر میں لگی رہتی ہے۔''

ایسے ہی سچے اور پکے مومنین کے لیے رب العالمین نے جنت کی خوشخبری دی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کی دنیا بھی جنت اور ان کی آخرت بھی جنت ہوتی ہے۔ یا اللہ ہمیں بھی ایسے ہی لوگوں میں شامل کرنا'' آمین۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ سے یہی دعا مانگی:

''اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر کیا کروں جو تو نے مجھے اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں اور یہ کہ مجھے نیک کاموں کی توفیق دے جو تجھے پسند ہوں اور مجھے اپنی خاص مہربانی سے اپنے (اعلیٰ درجہ کے) بندوں میں شامل کر لیجئے۔'' (سورۃ نمل آیت:19)

مشرکوں کے لیے دعا کی ممانعت

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿113﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿114﴾

ترجمہ: نبی اور مسلمانوں کو لائق نہیں کہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا مانگیں جبکہ ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ دوزخ میں جانے والے ہیں۔ بیشک ایسے لوگ ان کے قرابتدار ہی کیوں نہ ہوں۔(113) اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا تو ایک وعدے کی وجہ سے تھا جو وہ اس سے کر چکے تھے لیکن جب ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے کچھ شک نہیں کہ ابراہیم بڑے نرم دل اور متحمل مزاج تھے۔(114)

تشریح: جیسا کہ اس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع کیا گیا تھا اسی طرح یہاں مسلمانوں کو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار و مشرکین اور منافقین کے لیے بخشش کی دعا کرنے سے منع کر دیا گیا ہے اس آیت کا شانِ نزول صحیح بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابو طالب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشفق، مہربان اور انتہائی عزیز چچا تھے مگر اسلام قبول نہ کیا جب وہ مرنے کے قریب ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو کلمہ پڑھنے کے لیے بہت کہا تا کہ بخشش ہو جائے مگر ابو جہل وغیرہ نے بڑی مخالفت کی، لہٰذا وہ کلمہ پڑھے بغیر ہی فوت ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کا بہت دکھ ہوا تو

انہوں نے کہا کہ اچھا جب تک مجھے اللہ کا حکم نہ آ گیا میں آپ (چچا) کے لیے مغفرت کی دعا ضرور کرتا رہوں گا۔لیکن کیونکہ یہ اللہ کی مرضی کے خلاف تھا کہ مشرک کے لیے مغفرت کی دعا کی جائے، اس لیے اللہ رب العزت نے صاف صاف حکم نازل فرما دیا کہ جہنمی شخص کے لیے ہرگز کوئی بھی مغفرت کی دعا نہ کرے۔

اس کی زندگی میں اللہ سے دعا کی جاسکتی ہے کہ اللہ اس پر فضل کرے اور اس کے دل کو ایمان کی طرف پھیر دے لیکن جب وہ نہ مانے اور کفر وشرک کی غلاظت کے ساتھ ہی مر جائے تو پھر اس کا ٹھکانا جہنم ہے جو کہ اللہ کی طرف سے مقرر کیا جا چکا ہے اور اس سزا کے لیے کسی کی سفارش کام نہیں آسکتی لہٰذا اس کی مغفرت کی دعا سے نبی ﷺ اور مسلمان سب بری ہیں یعنی منع ہے کیونکہ یہ اللہ کے قانون کے خلاف ہے۔ اس پر کچھ مسلمانوں کو خیال ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی تو اپنے باپ کی مغفرت کے لیے دعا کی تھی تو اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب والد کو بہت سمجھایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اچھا میں اللہ سے دعا کرتا ہوں وہ آپ کو ہدایت دے لیکن جب ان کے والد کفر کی غلاظت سے نہ نکل سکے اور فوت ہو گئے تو پھر ان کے باپ کا دوزخی ہونا یقینی ہو گیا تب انہوں نے دعائے مغفرت باپ کے لیے بند کر دی تھی۔ حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بے حد نرم دل اور متحمل مزاج تھے مگر کیونکہ کفار اور مشرکین ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے اس لیے اس کی مغفرت کی دعا اللہ کے کام میں دخل اندازی ہو جاتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ سے وعدہ بھی کیا تھا کہ میں آپ کے لیے دعا کروں گا۔لیکن جب ان کو معلوم ہو گیا کہ باپ کفر کی حالت میں ہی مر گیا ہے تو پھر وہ اس سے بیزار ہو گئے اور ان کے معاملہ کو اللہ کے سپرد کر کے خود ان کے معاملہ سے بری ہو گئے، یعنی مغفرت کی دعا نہ کی۔ اس لیے اللہ رب العزت نے مشرک، منافق، کافر اور فاسق کے مرنے کے بعد مغفرت کی دعا سے منع کر دیا، کیونکہ ان لوگوں کے لیے جہنم کا عذاب ضروری کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے:

''اس روز تم مجرموں کو دیکھو گے کہ زنجیروں میں ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے ہوں گے تارکول کے لباس پہنے ہوئے ہوں گے۔ اور آگ کے شعلے ان کے چہروں پر چھائے ہوئے ہوں گے یہ اس لیے ہوگا کہ اللہ ہر جہنمی شخص کو اس کے کرتوت کا بدلہ دے گا بیشک اللہ کو حساب لیتے کچھ دیر نہیں لگتی۔'' (سورۂ ابراہیم آیات: 49-50-51)

جان بوجھ کر کفر کرنا گمراہی ہے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا

لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿116﴾

ترجمہ: اور اللہ ایسا نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ کردے جب تک ان کو وہ چیز نہ بتادے جس سے وہ پرہیز کریں۔ بیشک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔(115) اللہ ہی ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ وہی زندگی بخشتا ہے، وہی موت دیتا ہے اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی مددگار اور دوست نہیں ہے۔(116)

تشریح: ان آیات کا تعلق کچھ حد تک پچھلی آیات سے ہے اور کچھ آنے والے سبق سے ہے۔ کفار کے لیے مغفرت کی دعا کرنے سے منع کیا گیا تو اس پر کچھ صحابہ کو فکر ہوئی کہ ہم تو اپنے مشرک رشتہ داروں کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہے ہیں۔ اس پر اللہ رب العزت نے بتایا کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے وہ کسی کو اس بات پر سزا نہیں دیتا جس کے لیے اس نے منع نہ کیا ہو۔ اللہ پکڑ اس بات پر کرتا ہے جو اس نے بتادی ہو اور انسان اس کے خلاف عمل کرے یا اس کو جان بوجھ کر نہ مانے تو پھر اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

سیدنا کعب بن مالک اور ان کے ساتھیوں کا واقعہ

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ
الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ
رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿117﴾ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ
بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ
ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿118﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ع 14 8 3
اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿119﴾

ترجمہ: بیشک اللہ نے مہربانی کی پیغمبر پر مہاجرین اور انصار پر جو باوجود اس کے کہ ان میں سے بعضوں کے دل جلد پھر جانے کو تھے۔ مشکل گھڑی میں پیغمبر کے ساتھ رہے پھر اللہ نے ان پر مہربانی کی بیشک وہ ان پر نہایت مہربان اور شفقت کرنے والا ہے۔(117) اور ان تینوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگ ہوگئی اور ان کی جانیں بھی ان پر دوبھر ہوگئیں (ناک میں دم آگیا) اور انہوں نے یقین کرلیا کہ ان کے لیے کوئی پناہ نہیں پھر اللہ نے ان پر مہربانی کی تاکہ توبہ کریں۔ بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔(118) اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرتے رہو اور راست بازوں کے ساتھ رہو۔(119)

تشریح: ان آیات میں نبی اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھ غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے والے صحابہ کرام پر رجوع کا تذکرہ ہے اور اس کے بعد ان صحابہ کا جو غزوہ تبوک میں شامل نہ ہوئے تھے جو کہ سچے مسلمان تھے جنہوں نے صاف صاف بتا دیا نبی کریم ﷺ کو جب وہ ﷺ جنگ سے واپس آئے جبکہ منافقین نے طرح طرح کے بہانے پیش کیے، سوائے ان تین حضرات کے ان کے نام یہ ہیں۔

1 کعب بن مالک رضی اللہ عنہ

2 ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ

3 مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ

ان کو آپ ﷺ نے کہا کہ تمہاری معافی بعد میں ہوگی۔ اور اعلان کر دیا کہ ان تینوں سے سب لوگ سوشل بائیکاٹ کر دیں۔ یہ بائیکاٹ 50 دن جاری رہا اس میں وہ تینوں سخت پریشان ہوئے مگر اپنی غلطی پر پشیمان ہوتے رہے اور توبہ و استغفار کرتے رہے، بالآخر ان کی معافی کا حکم آ گیا اور انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ اس تمام واقعہ سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ سب سے پہلے تو ان کی ثابت قدمی اور ندامت پر پریشانی پھر مسلمانوں کے حکم ماننے کی مثال ملتی ہے۔ اخلاقی سربلندی، ایک طرف، اللہ کی رحمت ایک طرف سزا۔ سزا ملنے پر عاجزی، انکساری اور ندامت اور پھر ہر صورت میں سزا کو بھگتنے کا پکا ارادہ، جب بادشاہوں کا بادشاہ مالکِ کون و مکان، قادرِ مطلق زندگی اور موت کا مالک اس طرح کے اپنے فرمانبردار مخلص، متقی اور پرہیز گار بندوں کو آزماتا ہے تو آخر میں وہی تو ہے جو ان پر اپنی رحمت کر سکتا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کی معافی کے لیے کس قدر پیارے اور شفقت بھرے الفاظ استعمال کئے۔ فرماتا ہے ''ہم ان کی طرف پلٹے تاکہ وہ ہماری طرف پلٹ آئیں۔'' اللہ تعالیٰ بے حد رحیم و کریم ہے مگر وہ پکڑتا بھی ہے اور اس کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ جو غلطی پر عاجزی سے معافی مانگتے ہیں ان کو معاف فرماتا ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کو معاف کر دیا جب انہوں نے خود ہی منافقین کو جہاد پر نہ جانے کی اجازت دے دی اور پھر مہاجرین و انصار جنہوں نے ہر مشکل میں آپ کا ساتھ دیا مگر جب ان سے کوتاہی ہوئی جہاد میں شامل ہونے پر تو ان کو معاف فرما دیا اور پھر ان تینوں صحابہ کو بھی معاف فرما دیا۔ معاف کرنا، رحم کرنا، بخش دینا، فضل و کرم اور مہربانی کرنا یہ سب اس کی صفات ہیں جو مالکِ کل جہاں ہے، جو واحد ہے، ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گا۔ اس لیے تمام مسلمانوں کو کہا جاتا ہے کہ اللہ کا ڈر اور خوف ہمیشہ اپنے دلوں میں پیدا کرو ہمیشہ نیکی کی راہیں اختیار کرو۔ نیکی کا سبق دو کبھی غلطی ہو جائے تو فوراً معافی مانگ لو۔ وہی تو ہے جو زندگی دیتا ہے موت دیتا ہے تمام فضل و کرم اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ بڑا مہربان بخشنے والا ہے۔

ان آیات میں اللہ کی شفقت اور مسلمانوں کی ثابت قدمی ایمان کی مضبوطی ان کا اتحاد اور فرمانبرداری کی بہترین تصویر ملتی ہے۔ اور پھر ایسی صالحہ قوم کی مثال دی جا رہی ہے جس کو قرآنِ پاک اور اللہ تعالیٰ پوری دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہے۔

سچائی کی قدر اور اس کا اجر

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

ترجمہ: اہل مدینہ کو اور ارد گرد رہنے والے دیہاتیوں کو نہیں چاہیے تھا کہ اللہ کے پیغمبر سے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو ان کی جان سے زیادہ عزیز رکھیں یہ اس لیے کہ انہیں اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچتی ہے پیاس کی، محنت کی یا بھوک کی یا وہ ایسی جگہ چلتے ہیں کہ کافروں کو غصہ آئے یا دشمنوں سے کوئی چیز لیتے ہیں تو ہر بات پر ان کے لیے نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (120) اور اسی طرح وہ جو خرچ کرتے ہیں تھوڑا یا بہت یا کوئی میدان طے کرتے ہیں تو یہ سب کچھ ان کے لیے اعمالِ صالحہ میں لکھ لیا جاتا ہے۔ تاکہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ دے۔ (121)

تشریح: ان آیات میں مومنین کو خواہ وہ عرب کے شہری ہوں یا دیہاتی ہوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملکر کفر و شرک کو مٹانا چاہیے یہ خود ان کے لیے اجر و ثواب کا باعث ہوگا۔ کیونکہ اللہ کی راہ میں اٹھا ہوا ہر قدم، ہر سانس اور ہر عمل چاہے وہ معمولی ہو یا بڑا ہو نیکی میں شمار ہوتا ہے اور اس کا بدلہ ہر صورت ضرور ہی دیا جاتا ہے یہی اللہ کا دستور ہے اور یہی اس کا وعدہ ہے۔ اور اس کا وعدہ سچا ہے اور پکا ہے۔

دینی علم سیکھنے کا حکم

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ ع 15/4

ترجمہ: اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن سب کے سب نکل آئیں تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر جماعت میں سے چند اشخاص نکل جاتے تاکہ دین کا علم سیکھتے اور اس میں سمجھ پیدا کرتے، اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آتے تو ان کو ڈر سناتے تاکہ وہ بچے رہتے۔ (122)

تشریح: اس آیت میں یقیناً علم کی برکات کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ اسی سورت کی آیت میں دیہاتی لوگوں کی کم علمی کا ذکر کیا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ روحِ اسلام سے ناواقف تھے بس ظاہری مضبوطی اور پھیلاؤ جو انہوں نے اسلام کا دیکھا تو نام کے مسلمان ہو گئے اس تعلیمی کمی کو پورا کرنا بہت ضروری تھا۔ اسی لیے اللہ رب العزت نے فرمایا کہ دیہاتوں کے مختلف قبیلوں کے کچھ لوگ شہر میں آئیں علم و ادب سیکھیں اور پھر واپس جا کر اپنے لوگوں کو علم و ادب سکھائیں بجائے اس کے کہ سب لوگ ہی شہر میں آ جائیں۔ جیسا کہ قرآنِ پاک کا سب سے پہلا مقصد اور طریقہ یہ ہے کہ وہ زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے کچھ مخصوص اور فائدہ مند ضروری اصول و قوانین بتا دیتا ہے اسی طرح علم و ادب کو پھیلانے کا بہترین طریقہ بتا دیا، یعنی ایک شخص علم میں استاد ہو جائے اور پھر وہ اپنے متعلقہ بہت سے لوگوں کو وہی علم سکھائے تو یوں بے شمار لوگ کم مشقت سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ معلوم یہی ہوتا ہے کہ اس طرح قرآنِ پاک نے درس و تدریس کے لیے مدرسہ سسٹم کا حکم دیا ہے۔ اس طرح علم کی روشنی جو کہ قرآنِ پاک سے ہی پھوٹتی ہے۔ جگہ جگہ پھیل جائے۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ ایک ایسا عمدہ تحفہ دیا ہے کہ جو تمام علوم سے بھرا پڑا ہے پیدائش سے لیکر مرنے تک اور پھر مرنے کے بعد تک آسمان و زمین کی ہر چیز کی حقیقت فائدہ اور استعمال اللہ نے اس میں بیان کر دیا ہے اور سب سے بڑی بات کہ ہمیں اس ذاتِ باری تعالیٰ سے متعارف کروا دیا کہ جس نے ہمیں پیدا کیا، پرورش کیا، ہمارے لیے اتنی بڑی کائنات بنا دی کائنات کا ہر ذرہ ہمارے لیے مسخر کر دیا، پھر مر کر اسی کے پاس چلے جائیں گے اور وہاں جانے کی تیاری کا طریقہ بھی سکھا دیا۔ مسلمانوں کے طریقے اتنے ارفع و اعلیٰ ہیں کہ صحرائے عرب سے ایک امی اٹھا جو کتاب و حکمت کا معلم تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کو اپنا گرویدہ بنا لیا اور پھر یہ چھوٹی سی جماعت قرآن کی روشنی اور اللہ کے فضل سے مغرب میں سپین ہو کہ سسلی، مشرق میں ایران ہو کہ توران، چین ہو کہ جاپان شمال و جنوب غرض ہر طرف پھیلتی چلی گئی اور دنیا کو ہر قسم کے علوم و فنون سے متعارف کروا دیا۔ جہالت کا پردہ چاک کر دیا اور ہر طرف نورِ ایمان کی روشنی میں راست بازی، رحمدلی، رواداری، عبادت، طہارت، آزادی، سماجی انصاف، ہمدردی، امن و سکون اور عام خوشحالی کا دور دورہ ہو گیا اور پھر بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے جیسے امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ، وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ جنہوں نے حدیث اور فقہ کے موضوع پر کتابیں لکھیں کہ لوگ عین دین اسلام کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔

مسلمانوں میں سائنس دانوں کی ایک عظیم جماعت تیار ہوئی مثلاً البیرونی طبیعات کے ماہر تھے۔ جابر خراسانی ریاضی کے ماہر تھے۔ کیمیا میں عمر خیام، ریاضی میں ابنِ سینا نے اسی طرح حیاتیات اور طب میں ایسی ایسی معلومات اور ایجادات کیں کہ جدید سائنس کی تمام ایجادات انہی کی مرہونِ منت ہیں۔ غرض اسلام عقلی، فطری اور مکمل مذہب ہے اس کی تعلیمات انسانی عقل و فہم کو بلند ترین منزلوں تک پہنچانے کا ذریعہ بنیں۔ جب یہ سب کچھ اس قدر مفید ہے اور آسان بھی تو پھر کیوں نہ اس کی تعلیمات کو

ہر گاؤں، بستی، قصبہ، شہر، ملک اور دنیا میں پھیلایا جائے اور پھیلانے کا طریقہ مدرسہ سسٹم ہی بہترین ہے۔ وہاں سے ہر سمجھ، عقل اور رجحان رکھنے والا اپنا اپنا راستہ متعین کر کے جدوجہد کر سکتا ہے یہ نہیں کہ سب ہی عالمِ دین بن جائیں، مجاہد بن جائیں، تاجر بن جائیں، سائنس دان بن جائیں، ڈاکٹر بن جائیں بلکہ ہر شعبہ اپنے خاص مزاج کے مطابق اختیار کر کے اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلتے ہوئے اللہ کی رضا حاصل کریں اور اپنی زندگی کو اپنے لیے اور بندگانِ خدا کے لیے فائدہ منداور کامیاب بنائیں۔ اللہ کا خوف اپنے دلوں میں پیدا کریں اور لوگوں کو بھی اس سے متعارف کرائیں کیونکہ انسان کی زندگی کا ہر لمحہ ہر قدم اور ہر منزل خوفِ الٰہی سے ہی آسان اور کامیاب ہو سکتی ہے۔ وہی منزلیں آسان کرتا ہے اور وہی بخشش کرنے والا مہربان ہے۔ ہر شخص ہر وقت جہاد کرتا ہے کیونکہ جو بھی ذمہ داری اس کے سپرد کی گئی ہے وہ اس کو اللہ کی رضا سمجھ کر پوری ایمانداری، محنت اور لگن سے کرے اس کا ہر قدم جہاد میں شامل ہوگا۔ ہاں اگر ملک پر کوئی ایسی مشکل پڑ جائے کہ ہر فرد کو میدانِ جنگ میں آنا پڑے جیسا کہ غزوۂ تبوک میں ہوا تو پھر سب اس محاذ پر جمع ہو جائیں ورنہ اپنے اپنے محاذ پر ڈٹے رہیں۔ استاد علم پر، ڈاکٹر طب پر، سائنس دان تحقیقات پر، عالم دین مذہب پر، غرض جو جس کام پر لگا ہوا ہے اس کو اچھی طرح سنبھالے۔ اس شعبہ کے متعلق پوری طرح علم حاصل کرے اور ایک مکمل انسان کی حیثیت سے اپنا کام سنبھالے۔ حدیث ہے۔ حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس طرح مجھے میری امت پر فضیلت حاصل ہے اسی طرح عالم کو عابد (جو عالم نہ ہو) پر فضیلت حاصل ہے۔“

اس لیے یہ بات پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ اصل علم دین کا علم ہے اگر وہ کسی کو معلوم نہیں حتیٰ کہ اگر کسی کو اسلام کے بنیادی قواعد بھی نہیں آتے تو وہ جاہل ہے دنیاوی علوم میں جتنا بھی ماہر ہو، دین کا علم ہی اصل فضیلت رکھتا ہے جس کی اس آیت میں حاصل کرنے اور اس کی تبلیغ کی تلقین کی گئی ہے۔ دنیاوی علوم ہنر کی حیثیت رکھتے ہیں اور انہیں دینی علوم کے معاون کہہ سکتے ہیں اس لیے پہلے دین کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

”اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی اور آخرت میں بھی نیکی دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔“ (سورۂ بقرہ آیت 201)

کفار سے لڑنے کے لیے جنگی اصول

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿123﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے نزدیک رہنے والے کفار سے جنگ کرو اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی (قوتِ جنگ) معلوم کریں اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں (ڈرنے والوں) کے ساتھ ہے۔ (123)

تشریح: جیسا کہ پچھلی آیت میں درس وتدریس کے قاعدے قانون سمجھائے گئے ہیں تو اب اس آیت میں حرب وضرب (جنگ) کا بہترین اصول مؤمنوں کو بتایا جا رہا ہے۔ اپنی آزادی، اسلام کی سربلندی، اہل وعیال، شہر اور ملک کی حفاظت ہر مومن کا فرض ہے۔ یہاں اس جنگ کا اصول بتایا جا رہا ہے کہ اپنی قوت اپنے اردگرد کے ماحول کو زیر کر کے آہستہ آہستہ بڑھاؤ۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے مدینہ کے اردگرد کے قبائل بنو قریظہ، بنو نضیر وغیرہ کا بندوبست کیا جب ریاست کچھ مضبوط ہوئی تو پھر مکہ، طائف، یمن، یمامہ، ہجر، خیبر، حضر موت وغیرہ کو مغلوب کر لیا۔ پھر عرب کے تمام قبائل جوق در جوق اسلام میں شامل ہونے شروع ہو گئے یوں مسلمان مضبوط سے مضبوط تر ہوتے گئے جنگی تدابیر میں سب سے پہلی اور ضروری یہی تدبیر ہے۔ اس کے بعد 9ھ میں رومیوں سے جنگ کرنے کے لیے تبوک تشریف لے گئے۔ علیٰ ھذا القیاس اس تدبیر کے تحت خلفائے راشدین نے روم کے عیسائیوں اور ایران کے مجوسیوں سے جنگ کی۔ دوسری تدبیر جو جنگ میں اختیار کرنی چاہیے وہ ہے ثابت قدمی، یقین محکم، توکل علی اللہ، بہادری اور جوش وجذبہ۔

جنگ کے وقت اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔ اللہ پر بھروسہ، مقصد میں سچائی جس قدر زیادہ ہوگی اسی قدر اللہ کی مدد اور جنگ میں کامیابی زیادہ ہوگی اتنے زور وشور سے جنگ کرو کہ تمہاری بہادری اور جرأت کا رعب دشمنوں کے دلوں پر بیٹھ جائے۔ سخت گیر ہو کر بے دریغ لڑو۔ یہی مسلمان کی صفت ہے۔ کیونکہ وہ اپنے ہر کام میں اللہ کی مرضی اور خوشنودی کا طلب گار رہتا ہے اور یہی تقویٰ ہے۔ ایمان اس کی منزل مقرر کرتا ہے اور تقویٰ اس کے دل میں اللہ کا خوف پیدا کرتا ہے۔ یہ دونوں صفات اس کے اندر اقامتِ دین کے لیے جدوجہد، بے خوفی، بہادری اور محنت ومشقت کی طاقت پیدا کرتی ہیں۔ اسی کا نام جہاد ہے اور جہاد میں مومن فولاد ہوتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

''اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔'' (سورۂ حج آیت 78)

مجاہد کا مقصد ''ایمان کی سربلندی'' ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ مجاہد کے دو ہی رتبے ہوتے ہیں ''شہید یا غازی'' اور یہ دونوں ہی بہترین درجہ کے رتبے ہیں۔

وحی کے نزول پر منافقوں کے تبصرے

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿124﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ
فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿125﴾ اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ

فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿126﴾ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ
سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ
قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿127﴾

ترجمہ: اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو بعض منافق مذاقاً کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کر دیا ہے؟ سو جو ایمان والے ہیں ان کا تو ایمان زیادہ ہوا اور وہ خوش ہوتے ہیں۔(124) اور جن کے دلوں میں مرض ہے اس سورت نے ان کے لیے گندگی پر گندگی بڑھا دی اور وہ مرے بھی تو کافر ہی مرے۔(125) کیا یہ دیکھتے نہیں کہ یہ ہر سال ایک دو بار بلا میں پھنسا دیے جاتے ہیں۔ پھر بھی توبہ نہیں کرتے اور نہ نصیحت پکڑتے ہیں۔(126) اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ بھلا تمہیں کوئی دیکھتا ہے پھر چل دیتے ہیں۔ اللہ نے ان کے دلوں کو پھیر رکھا ہے کیونکہ یہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔(127)

تشریح: ان آیات میں منافقین کی سوچ کے بارے میں بتایا گیا ہے یہ موجودہ سوسائٹی میں بھی واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ عہدِ رسالت میں جب وحی نازل ہوتی تو منافق لوگ بجائے اس کو سمجھنے اور سبق حاصل کرنے کے الٹا مذاق اڑاتے کیونکہ ان کی عقل سمجھ اتنی نہ تھی کہ وہ وحی الٰہی اور اس کے بہترین اثرات کو سمجھ سکتے جو مومنین کے دلوں پر ہوتے۔ مومنین جیسے جیسے کلامِ الٰہی سنتے ہیں۔ ان کے دل نورِ ایمان سے اور بھی روشن ہو جاتے ہیں اور ان کا رابطہ اللہ کے ساتھ اور بھی مضبوط ہو جاتا ہے اور اپنے ایمان ویقین کے انعامات ان پر اور بھی واضح ہو جاتے ہیں اور وہ زیادہ سکون اور یقین کے ساتھ اللہ کی فرمانبرداری میں لگ جاتے ہیں۔ جبکہ منافقین کے دل کا مرض، گناہ و نافرمانی، کفر و شرک کی غلاظت کچھ اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ ایسے لوگ نہ تو روشنی دیکھنا چاہتے ہیں اور نہ ہی دل کو صاف کرتے ہیں، اس لیے ان کے دلوں پر کفر و شرک کی غلاظت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہوشیار کرنے کے لیے سال میں ایک یا دو بار مصیبت میں مبتلا ضرور کرتے ہیں کہ شاید یہ منافق لوگ توبہ کر لیں اور نیکی اختیار کر لیں۔ مگر یہ لوگ بالکل بگڑ چکے ہیں اور ہرگز نصیحت حاصل کرنا نہیں چاہتے۔ ان کا حال تو یہ ہے کہ جب بھی وحی نازل ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان کرتے تاکہ سب کو اکٹھا کر کے اللہ کا کلام سنا دیں۔ تو یہ لوگ اپنی منافقت چھپانے کے لیے جاتے ضرور مگر نہ دھیان سے سنتے اور نہ وہاں زیادہ دیر ٹھہرتے بلکہ فوراً ہی نظر بچا کر وہاں سے کھسک جاتے۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسے خبیث فطرت لوگ کبھی بھی کسی اچھی اور پاک محفل میں بیٹھ ہی نہیں سکتے کیونکہ ان کو نہ تو نیکی سے دلچسپی ہوتی ہے اور نہ ہی ان کا دل ہی مانتا ہے۔ اس لیے کہ وہ عقل کے اندھے ہوتے ہیں اور اسی اندھیرے میں وہ خوش ہوتے ہیں تو اللہ بھی ناراض ہو کر ان کے کفر اور اندھیرے میں اضافہ کر دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف اور اللہ کے کافی ہونے کی دلیل

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿128﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿129﴾

ع 16/7/5

ترجمہ: لوگو تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں۔ تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے خواہش مند ہیں۔ مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں، (128) پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں اور نہ مانیں تو کہہ دو کہ اللہ مجھے کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی پر میرا بھروسہ ہے اور وہی عرشِ عظیم کا مالک ہے۔ (129)

تشریح: سورۂ توبہ میں جہاد کے احکامات، مشرکین اور اہلِ کتاب کے متعلق بے شمار احکامات دیے گئے ہیں مگر آخر میں شانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کی گئی ہے۔ سب سے پہلے تو منافقین کا شک دور کیا گیا ہے جو وہ اکثر اعتراض کے طور پر کہتے کہ یہ تو ہماری طرح انسان ہیں یہ پیغمبر کیسے ہو سکتے ہیں؟ اگر یہ ہمارے درمیان سے نہ چنے جاتے تو یہ انسانوں کو تربیت کیسے دے سکتے تھے مگر وہ اخلاق کردار کی صورت میں عام انسانوں سے بہت بلند تھے ان کی چار صفات کا یہاں ذکر کیا گیا ہے۔

(i) اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہترین انسان بنایا تاکہ لوگوں کے لیے نمونہ اور مثال بن سکیں۔

(ii) انسانی ہمدردی ان میں بہت زیادہ تھی۔ کسی کی تکلیف پر پریشان ہو جاتے تھے۔

(iii) ہمدردی اس حد تک کرتے کہ ہر شخص کو دکھ تکلیف اور پریشانی سے بچانے کے لیے ہر وقت ہر طرح کوشش کرتے تھے۔

(iv) ایمان والوں کے ساتھ بھی ان کا یہی رویہ تھا کہ ان پر اور بھی زیادہ شفقت اور مہربانی کی جائے کیونکہ وہ فرمانبردار ہوتے ہیں۔

پھر اللہ رب العزت کی ان کے ساتھ مہربانی اور شفقت کا یہ عالم ہے کہ اپنے صفاتی نام رؤف ورحیم سے آپ کو متصف فرمایا، پھر اللہ تعالیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ آپ ان سرکش اور نافرمان لوگوں سے ہرگز پریشان نہ ہوں۔ آپ صاف صاف ان کو بتا دیں کہ آپ کا حامی ومددگار اللہ تعالیٰ ہے وہ اللہ تعالیٰ جو مالک الملک ہے شان والا ہے۔ معبودِ برحق ہے۔ کیونکہ وہ اکیلا ہے کوئی اس کا ساتھی نہیں وہ اکیلا عرشِ بریں کا مالک ہے اور بہترین کارساز ہے۔

حضرت ابوالدرداؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص صبح وشام "حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ

الْعَظِيْمِ" سات مرتبہ پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو تمام پریشانیوں سے نجات دے گا۔"

اللہ تعالیٰ کی رحمت، برکت فضل وکرم اور خاص مدد سے سورۃ التوبہ مکمل ہوئی۔ رب العالمین سے دعا ہے کہ فہم وفراست اور صحت و سلامتی اور ایمان میں میری خاص مدد فرمائے اور ایمان کی سلامتی عطا فرمائے۔ آمین۔

تعارف سورۂ یونس

سورۂ یونس ترتیب کے لحاظ سے دسویں سورت ہے یہ مکی سورت ہے اس میں ایک سونو (109) آیات اور گیارہ (11) رکوع ہیں۔ سورت کے شروع میں ہی قرآن پاک کی جامعیت، مضمون اور خالق کے بارے میں اور پھر اس ہستی کے بارے میں جس کے ذریعہ سے یہ کتاب لوگوں تک پہنچائی گئی لوگوں پر اچھی طرح واضح کر دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے "یہ آیتیں جو تم پڑھ رہے ہو اور سن رہے ہو، یہ ایک کتاب کی آیتیں ہیں، جس میں شک وشبہ اور تغیر وتبدل کی ہرگز گنجائش نہیں۔" اس میں جو بات ہے وہ نہایت معقول ہے یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے کر انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔ خاص سبق یہ ہے کہ رب العلمین ہی خالق ومالک ہے وہ قادرِ مطلق، وحدہٗ لاشریک ہے بندگی کے لائق اس کے سوا اور کوئی نہیں اور لوگوں کی ہدایت کے لیے اللہ نے بہترین انسان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے جو انسان کو انسانیت کا سبق دیتے ہیں۔ نیکی، بدی اور آخرت کا یقین دلاتے ہیں۔ اس سورت کا نام "یونس" اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ اس میں حضرت یونس علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ قوم دعا اور معافی مانگنے پر عذاب سے بچ گئی۔ پچھلی قوموں کی مثالیں دے کر انسان کو بہترین اور کامیاب زندگی گزارنے کے گر سکھائے گئے ہیں اور انسان کو اس کی اپنی اہمیت اور ذمہ داریوں سے واقف کروایا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اور قرآن کی حکمت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿1﴾ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ﴿2﴾

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ: **الٓرٰ**۔ یہ بڑی دانائی والی کتاب کی آیتیں ہیں۔ (1) کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے انہی میں سے ایک آدمی کو حکم بھیجا کہ لوگوں کو ڈر سنا دو اور ایمان لانے والوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے رب کے پاس ان کا سچا درجہ ہے۔ ایسے شخص کے لیے کافر کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادوگر ہے۔ (2)

تشریح : الٓر، یہ حروف مقطعات کہلاتے ہیں، ان کی وضاحت نبی اکرم ﷺ نے نہیں کی۔ اس لیے اس کی بحث میں پڑنا ضروری نہیں۔ البتہ ان آیات کا سمجھنا ضروری ہے جو دانائی سے بھری ہوئی بہترین مکمل و محکم کتاب سے لی گئی ہیں جس کا خالق اللہ العلمین ہے۔ ''الٰہ العلمین'' جس نے تخلیق کائنات کی، اور اس کے بارے میں جو انسان حیران و پریشان رہتا تھا، بتایا کہ یہ کائنات کیسے بنی؟ انسان کی تخلیق کیسے ہوئی اور انجام کیا ہوگا۔ یعنی ازل، حاضر اور غائب، یہ بہت بڑے راز ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کتاب قرآنِ مجید میں بڑی ہی آسان اور مکمل زبان میں بیان کیا ہے۔ اس کتاب کا خالق کیونکہ ارفع و اعلیٰ اللہ رب العزت خود ہے، لہٰذا غلطی اور تبدیلی کا تو امکان ہو ہی نہیں سکتا۔ اور نہ ہی اس جیسا کلام کوئی بنا سکتا ہے۔ یہ اصل میں ہدایت کی کتاب ہے۔ برائی اور اچھائی، نیکی اور بدی، شرک اور اسلام کو پوری طرح واضح کیا گیا ہے اور پھر ان دونوں راستوں کا اجر و ثواب سمجھا دیا گیا ہے اور اس کو اللہ نے ڈر اور خوشخبری کا نام دیا ہے۔ پھر دوسرا مسئلہ یہ ہوا کہ یہ کتاب ہدایت انسانوں تک کیسے پہنچائی جائے تو اس کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک بڑے ہی نیک، صالح اور بلند کردار انسان کو چن لیا۔ ظاہر ہے کہ انسانوں کو پیغام پہنچانے کے لیے انسان ہی مناسب ہو سکتا ہے کوئی جن یا فرشتہ یہ کام اتنے اچھے طریقہ سے نہیں کر سکتا جتنا کہ ایک انسان کر سکتا ہے۔ اسی لیے انسانوں میں سے بہترین انسان حضرت محمد ﷺ کو اس کام پر مامور کیا گیا کہ اللہ کا کلام لوگوں تک پہنچائیں ان کو بتائیں کہ یہ زندگی ختم ہو جائے گی یہ دنیا صرف امتحان گاہ ہے یہاں سے ایک اور زندگی کی طرف بھیج دیا جائے گا جو ہمیشہ کی زندگی ہوگی اور اس میں اچھا یا برا درجہ ملے گا اپنے دنیا میں کیے گئے اعمال کے لحاظ سے۔ تو اللہ رب العزت ان لوگوں کو خبردار کرتے ہیں کہ اس کلام کے بیان کرنے والے کی کرامات کو دیکھ کر اس کو جادوگر کہنا ایسے ہی ہے جیسا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم نے جادوگر کہہ دیا تھا۔ کفار بجائے اس کے کہ ہدایت حاصل کریں اسلام اور ایمان کی برکتوں سے متاثر ہو کر نبی اکرم ﷺ پر ایمان لے آئیں اور دنیا و آخرت کی بھلائیاں حاصل کریں الٹا ان کو جادوگر کہہ کر دنیا و آخرت کی رسوائیاں حاصل کرتے ہیں۔ اصل میں اس دنیا میں نیک و بد، حق و باطل ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو نیکی اختیار کرتے ہیں اور بدنصیب ہیں وہ لوگ جو شیطان کی راہوں پر چلتے ہیں۔

اللہ کی قدرتیں اور نیک و بد کا انجام

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ

يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ۭ
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَھُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝4
هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاۗءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ
السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
يَّعْلَمُوْنَ ۝5 اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝6

ترجمہ: تمہارا رب تو اللہ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش پر قرار پکڑا وہی ہر ایک کا انتظام کرتا ہے کوئی بھی اس کی اجازت کے بغیر اس کے پاس کسی کی سفارش نہیں کر سکتا۔ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے۔ تو اسی کی عبادت کرو۔ بھلا تم غور کیوں نہیں کرتے۔(3) اسی کے پاس تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ وہی خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ تاکہ ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں کو انصاف کے ساتھ بدلہ دے اور جو کافر ہیں ان کے لیے پینے کو نہایت گرم پانی اور درد دینے والا عذاب ہوگا۔ کیونکہ وہ اللہ سے انکار کرتے تھے۔(4) وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کا شمار اور (کاموں کا) حساب معلوم کرو۔ یہ سب کچھ اللہ نے تدبیر سے پیدا کیا ہے۔ سمجھنے والوں کے لیے وہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔(5) رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین میں پیدا کی ہیں سب میں ڈرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔(6)

تشریح: سب سے پہلے کتاب، یعنی قرآن پاک کی تعریف کی گئی، پھر جس کے ذریعے بھیجی گئی رسول اللہ ﷺ کی تعریف کی گئی اور اب اس کتاب کے خالق الہ العلمین، قادر مطلق، عظیم الشان مالک کی تعریف، اس کی تخلیقات کی تعریف، ان کے فائدے، ان پر غور وفکر کرنے والے اچھے برے لوگوں کا اعتقاد، ایمان، اعمال اور بندگی کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

جب کبھی ہم کسی اچھی چیز کو دیکھتے ہیں یا کوئی اچھی کتاب پڑھتے ہیں تو ہم ضرور اس کی تعریف کرتے ہیں اور فوراً سوچتے ہیں کس نے لکھی ہے۔ لکھنے والے کی ضرور تعریف کرتے ہیں کیونکہ کتاب کے مضمون طرز تحریر سے مصنف کی قابلیت کا پتہ ضرور چل جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ حیران کیوں ہوتے ہو یہ سب کائنات اور اس کا پورا انتظام، اس کا بنانا، چلانا اور حفاظت کرنا یہ سب کس کا کام ہے؟ یہ سب تمہارے، رب الہ العلمین کا ہی تو کام ہے۔ اسی لیے وہ ارفع واعلیٰ ہے کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، کوئی اس کا نقص نہیں نکال سکتا، کوئی اس سے کسی قسم کی سفارش نہیں کر سکتا، کوئی اس کو آمنے سامنے دیکھنے کی ہمت یا جرأت نہیں کر سکتا، بس اس کو تو ہم اس کی تخلیقات کے ذریعہ سے ہی پہچان سکتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے میں نے چھ دن میں

آسمان اور زمین بنائے اور خود عرشِ معلّٰی پر قرار پکڑا۔ قرآن کیونکہ عام علم رکھنے والے ان پڑھ اور علم وفضل رکھنے والے عالم و فاضل تمام قسم کے انسان کے لیے نازل کیا گیا ہے، لہٰذا اس کے مضامین بڑے عام فہم بھی ہیں اور سائنس اور حکمت کے موضوعات بھی ملتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ عام آدمی مطمئن ہو جاتا ہے کہ ٹھیک یہ زمین آسمان اور تمام چیزیں مجھے اللہ تعالیٰ نے دی ہیں۔ مگر علم وحکمت رکھنے والا شخص ان اشارات کی تخلیق میں چل پڑتا ہے۔ اس تحقیق سے منع نہیں کیا گیا بلکہ جگہ جگہ ترغیب دی گئی ہے کہ غور وفکر کرو۔ مگر سب سے زیادہ ضروری اور بنیادی بات یہ ہے کہ اس الہ العلمین کے آگے جھکو صرف اسی ہی کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ صرف اللہ ہی کو اپنا ارفع واعلیٰ بہترین مددگار مالک حامی وناصر اور معبودِ حق سمجھو۔ کیونکہ اسی نے تمہیں پیدا کیا وہی پالتا ہے اور پھر وہی مارتا ہے۔ ذرا غور کرو تو میں تمہیں یہ راز بھی بتاتا ہوں کہ مرنے کے بعد تم کہاں جاؤ گے؟ اللہ کے پاس ہی واپس چلے جاؤ گے۔

اب ایک بات اور بھی سمجھ میں آتی ہے کہ یہاں تو اللہ نے ہمیں بہت سی نعمتیں دے کر بھیج دیا، ہدایات کے لیے قرآن دیا، نصیحت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا بہترین کامل اور صالح پیغمبر دیا، عقل اور اختیار دیا کہ جو راستہ چاہو اختیار کر لو لیکن یاد رکھو تم نے اپنے کیے ہوئے تمام اعمال کا حساب کتاب اللہ کے سامنے ضرور دینا ہے اور پھر اس کے مطابق انعام یا سزا بھی ضرور پانی ہے یہ بالکل پکی اور سچی بات ہے کیونکہ یہ قادرِ مطلق اللہ کی کہی ہوئی بات ہے جو قرآن میں بتائی گئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پہنچائی ہے۔ ظاہر ہے کہ نیک لوگوں کو تو جنت کی خوش خبری ہے اور برے لوگوں کو انتہائی دردناک عذاب دیا جائے گا، اس لیے زندگی کا کوئی لمحہ بھی یوں نہ گزارا جائے کہ جو اللہ تعالیٰ کے تصور اور اس سے ملاقات سے غفلت میں گزرے۔ جب بھی دو لوگ بات کرتے ہیں تو تیسرا ان میں اللہ رب العزت موجود ہوتا ہے۔ وہ بڑی قدرت والا ہے اس نے پوری کائنات بڑے حساب کتاب اور بڑے ہی انداز سے بنائی ہے۔ عام آدمی جانتا ہے سورج کی روشنی ہر جاندار، نباتات اور خود زمین کے لیے کس قدر فائدہ مند ہے یہ سمندر سے بخارات بنا کر بادل اور پھر بارش کی سپلائی کا کام کرتا ہے۔ فصل اور پھل پکتے ہیں اور بے شمار فوائد اس کی تیز گرمی اور روشنی سے حاصل ہوتے ہیں جبکہ چاند کو منور کیا یعنی اس کی روشنی ہلکی اور میٹھی ہے اس سے مدوجزر پیدا ہوتا ہے پھلوں میں مٹھاس پیدا ہوتی ہے۔ اس کے گھٹنے بڑھنے سے لوگ سال مہینے ہفتے اور دنوں کا حساب لگا کر اپنے معمول کے کاموں کو ترتیب دے سکتے ہیں اور پھر سورج کے نکلنے، غروب ہونے اور چاند کے نکلنے اور غروب ہونے کا حساب کتاب اتنا بہترین اور مکمل ہے کہ کسی ساعت کا فرق اس میں نہیں پڑتا۔ زمانہ ہو گیا یہ نظام اسی طرح چل رہا ہے۔ دن نکلتا ہے رات آتی ہے۔ کوئی فنی خرابی کوئی بجلی کا فیل ہونا کبھی دکھائی نہیں دیا غرض کوئی خرابی اس نظام کائنات میں کبھی ظاہر نہیں ہوئی۔ کیوں ہو؟ جبکہ اس کا بنانے والا ارفع واعلیٰ کامل واکمل معبودِ حق ہے جب ہم یہ تمام کاریگری دیکھتے ہیں تو جاہل سے جاہل آدمی بھی ضرور سوچتا ہے یہ سب کس نے بنایا ہے؟ اس کا جواب اس کا دل اور دماغ یہی دیتا ہے کہ یہ سب اللہ نے بنایا ہے جو مالک کل ہماری نظروں سے پوشیدہ عرشِ

اعلیٰ پر رہتا ہے۔اس کا تصور صرف اس کی چاروں طرف پھیلی ہوئی مصنوعات سے ہی کیا جا سکتا ہے۔تو پھر انسان کے لیے اور کون سی بات باقی رہ جاتی ہے کہ وہ اللہ کو نہ پہچان سکے اور اسی کی عبادت نہ کرے اور اس بات سے نہ ڈرے کہ بالآخر اس نے اللہ کے پاس جا کر اعمال کا بدلہ ضرور پانا ہے۔

یہ سب کچھ تو عام فہم رکھنے والے انسان کے لیے بالکل آسان اور واضح ہے مگر ایک سائنسدان، ریاضی دان، مفکر، منجم، طبیب اور ماہر ارضیات، نباتات اور حیوانات ان تمام اشارات سے اپنے علوم کی بنیاد، ترقی اور مہارت کے نکتے نکالتا ہے۔

اس نے سوچا کرسی اور عرش کیا ہے؟ تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ یہ تو ہمارے بس سے باہر ہے کیونکہ اگر سورج کی روشنی ایک لاکھ ستاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے پندرہ ارب سالوں میں ایک سرے سے دوسرے تک نہیں پہنچ سکتی تو پھر اللہ تعالیٰ کی کرسی و عرش کے بارے میں معلوم کرنا انسان کے بس کی بات ہرگز نہیں اسی طرح آسمان و زمین کی پیدائش چھ دن میں ہوئی۔اس کی تحقیق میں سائنس دان بڑے تجربات، مشاہدات اور تحقیقات کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔جیسا کہ ''کائنات قرآن اور سائنس'' کے مصنف ڈاکٹر دلدار احمد قادری صاحب لکھتے ہیں:

''آج تقریباً تمام Cosmology اس بات پر متفق ہیں کہ اس کائنات کا ایک آغاز ہے دس سے بیس ارب سال قبل ایک خاص قسم کے دھماکے سے وجود میں آئی جسے Big Bang کہتے ہیں۔ Big bang کے بعد 0.0001 سیکنڈ (ایک سیکنڈ کا ہزارواں حصہ) سے قبل کائنات بلند توانائی کی روشنی پر مشتمل تھی۔اس کا درجہ حرارت 1012 کیلون سے زیادہ اور کثافت (Density)5×1013 گرام فی مکعب سینٹی میٹر تھی۔یہ روشنی بہت چھوٹی طول موج (Wavelength) کی گاما شعاعوں پر مبنی خیال کی جاتی ہے، جس کی توانائی بہت زیادہ ہوتی ہے۔سائنسدان کہتے ہیں کہ ہم کائنات کی تاریخ صفر وقت سے یعنی قلیل ترین لمحہ وقت سے جب کائنات کا آغاز ہوا، شروع نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے سائنسی قوانین اس صورت حال کو جو اس وقت موجود تھی بیان نہیں کر سکتے۔''

قرآن پاک نے اس کو ''کُنْ فَیَکُوْنُ'' کہہ کر مسئلہ حل کر دیا ہے۔پھر اس کے بعد بے شمار آیات میں کئی قسم کی وضاحتیں دی گئی ہیں کچھ تو سائنس دان ہیئت دانوں اور ماہر فلکیات کی سمجھ میں آئیں اور کچھ نہیں آئیں۔بہر حال سورج کے بارے میں ڈاکٹر دلدار احمد قادری صاحب لکھتے ہیں: ''سورج ایک اوسط درجہ کا ستارہ ہے جب گیس اور گرد کے بادل تکثیف (eonlensation) پاتے ہیں تو بالآخر ستارہ وجود میں آتا ہے۔آج سے تقریباً 5 بلین سال پہلے ہمارا سورج نہیں تھا۔مگر ہماری کہکشائیں موجود تھیں جو تقریباً دس بلین سال کی عمر کو پہنچ چکی تھیں، اس میں بڑی چھوٹی عمر کے اربوں ستارے موجود تھے۔ ستاروں کے درمیان میں ایک جگہ گیس اور گرد و غبار کا ایک بادل جمع ہو رہا تھا اس سے ہمارا سورج اور اس کے سیارے وجود میں آئے۔ہماری زمین تقریباً 4.6 ارب سال قبل وجود میں آئی۔'' یہ تمام تحقیقات و نتائج اور تفصیلات (ecomoligy) کی کسی بھی

کتاب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ بہر حال ہم انسان اپنے آپ کو اور اس کی بنائی ہوئی کائنات کو دیکھ کر اللہ کے وجود کو مانتے ہیں اسی کے سامنے سر جھکاتے ہیں اسی سے مدد مانگتے ہیں اسی سے فریاد کرتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد اسی کے سامنے حساب کتاب دیں گے اور اجر وثواب کے حق دار بنیں گے۔

یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ اگر قرآن پاک نازل نہ ہوتا تو انسانیت ہمیشہ گناہ، تاریکی اور عذاب میں مبتلا رہتی ماہر تاریخ مائیکل ہارٹ اپنی مشہور کتاب ''The 100'' میں لکھتے ہیں ''نبی اکرم ﷺ نے انسانی تاریخ پر تمام بنی نوع انسان میں سب سے زیادہ اثر مرتب کیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن وکائنات پر غور وفکر کرنے کی بار بار تاکید کی ہے۔ کیونکہ قرآن پاک حکمت وعرفان کا خزانہ ہے۔ یہ قرآنی تعلیمات ہی کا نتیجہ ہے کہ ایک انتہائی بگڑی ہوئی کفر وشرک اور تمام اخلاقی غلاظتوں میں ڈوبی ہوئی قوم ایک ڈیڑھ صدی کے مختصر عرصہ میں علم وفن اور تہذیب وتمدن کا عالمی مرکز بن گئی۔ اور قرآن کی چودہ سو سال پرانی تعلیمات دنیا کے تمام تحقیقاتی، ادبی، فکری، معاشی اور معاشرتی علوم کی بنیاد بن گئیں۔

اتنا کچھ جاننے کے بعد بھی اگر انسان اللہ کے ڈر اور خوف سے دور رہے یا اس کی عبادت سے منکر ہو تو پھر کیا کہا جاسکتا ہے؟ یہی کہ اللہ ہم سب کو ہدایت دے۔ ایمان کے نور سے دل منور کر دے اور ہمیں اپنا خاص سایہ اور مہربانی عطا کرے کہ دوزخ کے عذاب سے بچ سکیں۔ (آمین)

اللہ کی آیات سے غافل اور ایمان والوں کا انجام

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَآءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ
هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُونَ ﴿٧﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨﴾ إِنَّ
الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ
الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٩﴾ دَعْوٰىهُمْ فِيهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا
سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠﴾ ع 1/10

ترجمہ: جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں، دنیا کی زندگی سے خوش اور مطمئن ہو بیٹھے ہماری نشانیوں سے غافل ہو بیٹھے ہیں۔ (7) ان کا ٹھکانا ان اعمال کی وجہ سے جو وہ کرتے ہیں دوزخ ہے۔ (8) اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کو

اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کی وجہ سے ایسے محلوں کی راہ دکھائے گا کہ انکے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور وہ نعمتوں سے بھرے باغات ہونگے ۔(9) جب وہ ان کی نعمتوں کو دیکھیں گے تو بے ساختہ کہیں گے سبحان اللہ اور آپس میں ان کی دعا سلام علیکم ہوگی۔ اوران کی دعا کا آخری قول یہ ہوگا کہ تمام طرح کی تعریف اس اللہ کے لیے ہے جو رب العلمین ہے۔(10)

تشریح: پچھلی آیات میں قدرت الٰہی کو بڑے واضح انداز میں پوری طرح کھول کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔اب یہاں ان لوگوں کا ذکر ہے جن میں ایمان کی روح پیدا نہیں ہوتی۔ کہنے کو تو مسلمان ہوتے ہیں مگر حقیقت میں روح اسلام سے دور ہوتے ہیں۔ دنیاوی زندگی کے عیش و آرام میں ایسے محو ہو جاتے ہیں کہ آخرت اور مرنے کو، اللہ کے سامنے جواب دینے کو بالکل بھول جاتے ہیں اور دنیا کی مصروفیات کو اپنے اوپر یوں طاری کر لیتے ہیں کہ دنیاوی مفاد یا مال کو نقصان سے بچانے کے لیے اگر کہیں جھوٹ بولنا، دھوکہ دینا، چوری کرنا، کسی کا حق مارنا، بددیانتی کرنا یا جھگڑا، فساد، قتل و غارت گری کرنی پڑے تو جو شخص موت اور آخرت کو بھولا ہوا ہے یہ سب کام بڑے آرام سکون اور خوب محنت مشقت اٹھا کر کر لیتا ہے اور یوں مسلمانوں کے دائرہ سے نکل جاتا ہے۔صرف کلمہ پڑھ لیا "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ"

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔"

اوراس کلمہ کی روح کو نہ سمجھا نہ اس پر عمل کیا تو یہ ایمان کیسا؟ یہ تو صرف دھوکہ ہے اپنے ساتھ اور لوگوں کے ساتھ۔اوراللہ کے ساتھ مسلمان ان تمام برائیوں سے بہت دور ہوتا ہے جو اوپر بیان کی گئی ہیں ایسا شخص نہ تو حقوق العباد ادا کر سکتا ہے نہ حقوق اللہ اور نہ ہی اپنے حقوق ادا کرتا ہے۔اپنے حقوق یہ ہیں کہ اس دنیا میں کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو خود اس کے اعمال نامے کو خراب کر دے کیونکہ انسان نے ضرور مرنا ہے اللہ کے سامنے ضرور دوبارہ زندہ ہو کر پیش ہونا ہے اور اپنے دنیا میں کیے ہوئے اعمال کا بدلہ ضرور ملنا ہے۔ جب اس دنیا میں ایک شخص روح ایمان سے خالی ہو کر صرف اس دنیا کے مفادات کے لیے زندگی گزارے گا تو بھلا وہ آخرت میں دردناک عذاب، عذاب جہنم سے کیسے بچ سکے گا۔ بلکہ کلمہ گو بد اعمال کو تو زیادہ ہی سزا مل سکتی ہے۔تو ایسے ہی غافل، لاپرواہ اور دنیا میں مست رہنے والے لوگوں کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ ہوشیار ہو جائیں ایسے لوگوں کو آخرت میں جہنم میں ڈالا جائے گا۔

اور پھر ساتھ ہی ان لوگوں کا بھی ذکر کیا جا رہا ہے جو روح اسلام کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں جو اسلام کے اصولوں کو زندگی کے ہر موڑ پر یاد رکھتے ہیں اللہ اور رسول کے بتائے ہوئے احکامات پر سختی سے عمل کرتے ہیں جو یاد رکھتے ہیں کہ اپنا اعمال نامہ صاف ستھرا رکھنا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ مر کر اللہ کے سامنے پیش ہو کر سزا یا جزا ضرور ملے گی تو بھلا ایسا انسان کوئی برائی کیوں کرے گا۔ اس کو دنیاوی فائدہ گناہ پر مجبور کر ہی نہیں سکتا کیونکہ اس کی روح، دل و دماغ، ہاتھ پاؤں سب کچھ اللہ

اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبردار ہیں۔ تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ بار بار بشارت دیتا ہے کہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رضامندی سے مرنے کے بعد ایسی جگہ منتقل کرے گا کہ جس کی تعریف اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں کرتا ہے۔ "ان کو ان کا رب ایمان سے ہدایت کرے گا، نعمت بھری جنتوں میں جن کے نیچے نہریں بہیں گی اور وہاں ان کی صدا یہ ہوگی کہ "پاک ہے تو اے اللہ" ان کی دعا یہ ہو گی "سلامتی ہو" اور ان کی ہر بات کا خاتمہ اس پر ہوگا کہ "سب تعریف اللہ رب العلمین ہی کے لیے ہے۔" کیونکہ وہ دنیا میں بھی اسی اصول پر قائم تھے کہ ہر کام کے شروع میں بسم اللہ سبحانک اللھم اور آخر میں الحمدللہ رب العلمین بولتے تھے تو جنت میں بھی اللہ کی حمد وثنا اور شکر سے غافل نہ ہوں گے۔ قرطبی نے احکام القرآن میں فرمایا کہ "کھانے پینے اور تمام کاموں میں سنت اہل جنت کے اس عمل کے مطابق یہ ہے کہ بسم اللہ سے شروع کرے اور الحمدللہ پر ختم کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ بندہ جب کوئی چیز کھائے پیے تو بسم اللہ سے شروع کرے اور فارغ ہو کر الحمد للہ کہے۔" (معارف القرآن مفتی محمد شفیع جلد چہارم 513)

سوچنے کی بات ہے کہ پھر ایسی زندگی کیوں نہ گزاری جائے جو دنیا بھی جنت اور آخرت بھی جنت بنائے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین۔

عذاب مت مانگو

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: اور اگر اللہ لوگوں کی برائی میں جلدی کرتا جس طرح وہ طلب خیر میں جلدی کرتے ہیں۔ تو ان کی عمر کی میعاد پوری ہو چکی ہوتی تو جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں انہیں ہم چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔ (11)

تشریح: یہاں انسانی فطرت کا ذکر کیا گیا ہے کہ جس طرح وہ دعا قبول ہونے میں جلدی مچاتا ہے اسی طرح وہ بددعا کی قبولیت میں بھی جلدی مچاتا ہے۔ مگر اللہ رب العزت رحمن ورحیم اور حکیم وخبیر بھی ہے وہ بندے کے اچھے برے کو خوب جانتا ہے دعا قبول کرنے میں اور بددعا قبول کرنے میں اس کی حکمت ہوتی ہے۔ اگر وہ ان لوگوں کی دعا قبول کر لیتا جو پیغمبر سے کہتے ہیں "کہ اگر سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو۔" اگر ان کا یہ مطالبہ فوراً پورا کر دیا جاتا تو پھر وہ کب کے ہلاک ہو چکے ہوتے مگر اللہ ان کو مہلت دیتا ہے تا کہ وہ اپنے حالات اور اعمال پر غور وفکر کر کے کچھ بدل جائیں اور عذاب دنیا وعذاب آخرت سے بچ سکیں۔ دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ جس طرح انسان اپنے لیے خیر وبرکت کی دعائیں مانگتا ہے اسی طرح بعض اوقات اپنے مال واولاد کے لیے غصہ یا ناراضگی میں بددعا کر دیتا ہے تو یہ بھی اللہ اپنی رحمت کی وجہ سے فوراً قبول نہیں کرتا، اس

لیے کہ شاید انسان کو احساس ہو جائے اور وہ اپنی کی گئی بد دعا پر نادم ہو، لہٰذا انسان کو کبھی بھی کسی بھی صورت میں بد دعا یا، برا کلمہ ہرگز نہیں نکالنا چاہیے کیونکہ کبھی قبولیت کی گھڑی بھی ہو سکتی ہے اور بد دعا قبول ہو سکتی ہے۔ رحمت و برکت کی دعا قبول ہونے میں اگر دیر ہو جائے تو سمجھنا چاہیے کہ اس میں بھی ضرور کوئی حکمت ہو گی لہٰذا نا امید نہیں ہونا چاہیے۔

تکلیف رفع ہونے پر انسان کی فطرت

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَنْ لَمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَسَّهُ ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿12﴾

ترجمہ: اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارتا ہے لیٹے، بیٹھے اور کھڑے پھر جب ہم اس کی تکلیف اس سے ہٹا دیتے ہیں تو وہ ایسا ہو جاتا ہے گویا اس نے اپنی تکلیف کے لیے جو اسے پہنچی تھی کبھی ہمیں پکارا ہی نہ تھا، ان حد سے گزرنے والوں کے اعمال کو ان کے لیے اسی طرح خوش نما بنا دیا گیا ہے۔(12)

تشریح: یہ بھی انسان کی فطرت کا ذکر کیا گیا ہے کہ مصیبت اور پریشانی میں تو اللہ خوب یاد آتا ہے مگر جب آسائش و آرام مل جاتا ہے تو پھر اللہ کو بالکل ہی بھلا دیتے ہیں۔ اتنا بھی نہیں کرتے کہ اللہ کا شکر ہی ادا کر دیں۔ ان کے لیے ان کے یہ اعمال خوشنما بنا دیے جاتے ہیں یعنی یہ لوگ حد سے گزر جانے والے ہیں اسی لیے ان کے بد اعمال کو ان کے لیے اچھا کر دیا گیا ہے۔ یعنی وہ لوگ شکر الٰہی، غفلت اور خواہشات کی پیروی میں ہی خوش رہتے ہیں۔ شکر و دعا صرف اتنی دیر ہی ان کو یاد رہتی ہے جتنی دیر مصیبت میں پھنسے ہوئے ہوں۔ مصیبت ٹلی اور یہ پھر شتر بے مہار بن جاتے ہیں۔ اور اسی میں یہ خوش رہتے ہیں۔

ظالموں کی تباہی، قرآن کی عظمت اور کھلا ثبوت

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا ۙ وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ﴿13﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿14﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ ۙ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا

يَكُونُ لِيٓ أَنْ أُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوْحٰٓى إِلَيَّ ۚ إِنِّيٓ أَخَافُ
إِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿15﴾ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ
أَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿16﴾ فَمَنْ أَظْلَمُ
مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ إِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿17﴾

ترجمہ: اورتم سے پہلے کئی امتوں کو جب انہوں نے ظلم اختیار کیا ہم ہلاک کر چکے ہیں اور ان کے پاس پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر آئے، مگر وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے۔ ہم گنہگاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔(13) پھر ہم نے ان کے بعد تم لوگوں کو زمین میں خلیفہ بنایا تا کہ دیکھیں تم کیسے کام کرتے ہو۔(14) اور جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی امید نہیں وہ کہتے ہیں کہ یا تو اس کے سوا کوئی اور قرآن بنا کر لاؤ یا اس کو بدل دو۔ کہہ دو کہ مجھے اختیار نہیں ہے کہ اسے اپنی طرف سے بدل دوں۔ میں تو اسی حکم کا تابع ہوں جو میری طرف آتا ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب سے خوف آتا ہے۔(15) کہہ دو کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ تو میں ہی یہ کتاب تم کو پڑھ کر سناتا اور نہ وہی تمہیں اس سے واقف کرتا۔ میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر رہا ہوں (اور کبھی ایک کلمہ بھی اس طرح کا نہیں کہا) بھلا تم سمجھتے نہیں۔(16) تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے اور اس کی آیتوں کو جھٹلائے، بے شک مجرم فلاح نہیں پائیں گے۔(17)

تشریح: ان آیات کا پچھلی آیات سے ربط ہے۔ ان میں بھی مکہ کے لوگوں کو ہی مخاطب کر کے قرآن پاک میں اللہ کے بتائے ہوئے فوائد، قانون اور اصول بتائے جارہے ہیں۔ یہاں وضاحت کر دی گئی ہے کہ یہ قانون قدرت ہے کہ جب ایک قوم اپنی اچھائیوں سے دور اور اللہ کی رحمتوں سے غلط فائدے اٹھا کر برائی، بدکاری، عیش و آرام اور فسق و فجور کے راستوں پر چلنے لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ کسی دوسری قوم کو لے آتے ہیں جو اس بگاڑ کو سنوار میں بدل سکے تا کہ انسانیت امن وسکون سے پنپ سکے جب ہم تاریخ کو دیکھتے ہیں تو ہمیں اس میں بے شمار مثالیں مل سکتی ہیں ماضی قریب میں ہندوستان، سپین ایران اور روس کی مثالیں موجود ہیں۔ مسلمانوں نے عیش وعشرت اور مذہب سے دوری اختیار کی تو انگریزوں کو ان پر مسلط کر دیا گیا اسی طرح دوسرے ممالک بھی انقلاب سے دوچار ہوتے رہے تو اب مکہ کے لوگوں نے آنحضرت ﷺ پر اعتراض کرنے شروع کیے تو اللہ رب العزت ان کو بتا رہا ہے کہ ان کو تمام سوالوں کے جواب اس طرح دو۔ یہ جوابات صرف ان مکہ کے مشرکین کے لیے ہی نہیں بلکہ ہر دور کے غلط عقیدہ رکھنے والوں کے لیے ہیں۔ آج بھی ہر جگہ اور ہر ملک میں اس طرح کے شریر لوگ موجود ہیں۔ کچھ کفار و مشرکین ہیں اور کچھ غافل مسلمان بھی ہیں تو ان تمام لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اصول بیان کیے جارہے ہیں۔

پہلے تو یہ کہ نا اہل بدکردار قوموں کو ہٹا کر یا تباہ کر کے دوسری بہتر قوم لائی جاتی ہے۔ دوسرا یہ کہ جب بھی کوئی امیر، سردار، لیڈر، استاد، ماہر طبیعات، ماہر قانون، ماہر اقتصادیات غرض کوئی بھی شعبہ ہو اس کے انچارج کو مقرر کرو تو اس بات کا پورا پورا خیال رکھو اور اس کی پچھلی تمام گزاری ہوئی زندگی کو خوب اچھی طرح جانچ کر مناسب ترین انسان کو اختیارات دیے جائیں۔ یہ بالکل غلط ہے کہ کسی بدمعاش یا کسی بدکردار کو امیر، سربراہ یا انچارج بنا دیا جائے۔ بلکہ جس کو یہ کام سونپا جائے اس میں اس کو بہترین طریقہ سے کرنے کی تمام صلاحیتیں موجود ہونی چاہئیں۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کے لیے چنا۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ قرآن پاک اللہ کا کلام ہے۔ نبی اکرم ﷺ تو امی (پڑھے لکھے نہ تھے) وہ بھلا یہ تمام حکمت کی باتیں اور عالم ازل سے ابد تک انسان کی کہانی (1) انسان کی حقیقت زمان و مکان میں اس کی تقریر۔ (2) روح، نفس زندگی اور جسم کی حقیقت۔ (3) موت اور موت کے بعد کے واقعات۔ (4) عالم غیب کے حالات۔ (5) عالم برزخ، محشر، روزِ جزا، جنت، اعراف اور دوزخ کے حقائق۔ یہ سب کچھ ایک امی کیسے جان سکتا ہے۔ یہ تو وہی ذات پاک جان سکتی ہے جس نے یہ کائنات بنائی اور پھر اس کی تشکیل کے مقاصد بتائے انسان کو اس کائنات میں رہنا اور اس کی ہر چیز کو بہترین طریقہ سے استعمال کرنا سکھایا اور اس علم دینے کا ذریعہ اس کتاب کو بنایا جو آنحضرت ﷺ پر وحی کے ذریعہ نازل کی گئی، یعنی قرآن مجید۔

چوتھا اصول یہ بتایا گیا کہ اس قرآن کی کوئی آیت تبدیل ہرگز نہیں کی جاسکتی۔ یہ بڑا زبردست گناہ اور اللہ پر بہتان لگانے کے برابر ہے۔ ویسے تو قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے خود اپنے ذمہ لے رکھا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ پچھلی تمام آسمانی کتابوں میں لوگوں نے خود اپنی مرضی سے آیات کو تبدیل کر دیا جبکہ قرآن پاک چودہ سو سال سے بالکل اپنی اصل عبارت، اصل آیات اور اصل کیفیت کے ساتھ دنیا میں موجود ہے اور قیامت تک رہے گا یہ اللہ کا وعدہ ہے۔

پانچواں حکم یہ ہے کہ کلام پاک کی آیات کو تبدیل کرنے کا جو سوچے تو وہ جان لے کہ اس سے بڑا گناہ اور کوئی ہو نہیں سکتا کیونکہ یہ اس عظیم، علیم قادر مطلق کا کلام ہے جو بے مثال ہے وحدہٗ لاشریک لہ ہے۔ تو ایسی سوچ کے بندے پر اللہ کا بڑا عذاب نازل ہوسکتا ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

چھٹا نکتہ جو یہاں بیان کیا گیا ہے کہ دنیا میں انسان کو خلیفہ بنا کر بھیجا گیا ہے۔ انسان کو عزت، دولت، شہرت، زندگی اور اختیار و ارادہ اس لیے دیا گیا ہے کہ اللہ اسکی آزمائش کرے جو شخص ان تمام نعمتوں سے ناجائز فائدہ اٹھائے گا تو وہ ضرور ذلیل و خوار ہو گا۔

مشرکین کا عقیدۂ سفارش اور اس کا رد

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿18﴾

ترجمہ: اور یہ لوگ اللہ کے سوا جن کی پرستش کرتے ہیں وہ نہ ان کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور نہ ہی کچھ نفع پہنچا سکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔ کہہ دو کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔ (18)

تشریح: اس آیت میں ان لوگوں کی عقل بتائی جا رہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کو قرآن پاک میں رد و بدل کرنے کا کہہ رہے تھے۔ یعنی ان لوگوں میں اتنی بھی سوجھ بوجھ نہ تھی کہ ہم جو یہ بے جان بتوں کو پوج رہے ہیں ان سے منتیں مرادیں مانگتے ہیں تو یہ بے حس و حرکت ہمیں کیا سکھ چین دے سکتے ہیں۔ ایسے لوگ آج بھی اس دنیا میں موجود ہیں جو کوئی آگ، سانپ، ہاتھی، چاند، سورج، ستارے، پانی، بتوں، مزاروں اور قبروں کی پوجا کرتے ہیں۔ اور جب ان سے پوچھا جائے کہ بھئی یہ تم کیا بیوقوفی کر رہے ہو تو جواب دیتے ہیں کہ ویسے تو ہم اللہ کو مانتے ہیں ان کو تو صرف سفارش کے لیے پوجتے ہیں کہ ہماری مرادیں اللہ سے منوا دیں۔ یعنی جب اللہ نے ان چیزوں کو جن کو وہ پوجتے ہیں اس لیے نہیں بنایا کہ سفارش کریں تو پھر گویا یہ مشرک لوگ اللہ کو بتا رہے ہیں کہ یہ بھی سفارش کر سکتے ہیں۔ کس قدر بے وقوف اور نا اہل ہیں یہ لوگ ان کو اتنا بھی علم نہیں کہ اللہ مالک الملک قادر مطلق، عظیم و برتر ان کے اس شرک سے بالکل پاک ہے۔ اسے کسی سفارش کی کسی مددگار اور کسی دوست کی ہرگز ضرورت نہیں تمام جہانوں کا خالق وہ اکیلا ہے اسی کی عبادت کر کے اسی سے منتیں مرادیں مانگنی چاہییں۔

فوری سزا نہ دینے کی حکمت

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿19﴾ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿20﴾ ع

ترجمہ: اور سب لوگ پہلے ایک ہی امت تھے پھر جدا جدا ہو گئے اور اگر ایک بات جو تمہارے رب کی طرف سے طے ہو چکی ہے،

نہ ہوتی، تو جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے ہیں ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔(19) اور کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوتی۔ کہہ دو کہ غیب کا علم تو اللہ ہی کو ہے سو تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔(20)

تشریح: ان آیات میں انسانی فطرت کا ایک اور پہلو ظاہر کیا گیا ہے، یعنی شروع میں انسان ایک ہی ملت، ایک ہی مذہب اور ایک ہی والدین کی اولاد تھے۔ پھر انکی تعداد بڑھنا شروع ہوگئی اور وہ اپنی ایک علیحدہ پہچان کے لیے گھر، خاندان، قبیلہ، محلہ، شہر اور پھر ملک میں تقسیم ہوتے چلے گئے۔ اور آہستہ آہستہ توحید کا وہ سبق جو ان کو ان کے والدین حضرت آدم وحضرت حوا علیہما السلام کی طرف سے دیا گیا تھا اور اللہ کی طرف سے دل و دماغ میں ڈال دیا گیا تھا۔ ماحول، تربیت اور سیاسی مجبوریوں کی وجہ سے تبدیل ہونا شروع ہوگیا۔ جیسا کہ ارسطو نے انسان کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

''انسان پیدائشی طور پر ایک سیاسی حیوان ہے۔'' (ارسطو کی سیاسیات 1253-الف)

جب وہ کسی ایسے والدین کے گھر پیدا ہوتا ہے جو کہ توحید کے سبق کو بھلا چکے ہوتے ہیں تو وہ بھی ان کے زیر اثر اس سبق کو بھلا دیتا ہے جو اللہ نے اس کی فطرت میں ڈال رکھا تھا۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ ''کوئی بچہ نہیں جو فطرت اسلام پر پیدا نہ کیا گیا ہو، لیکن اکثر ہوتا یہ ہے کہ اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ (صحیح بخاری)

یعنی فطرتِ انسانی کی جڑ اور بنیاد اسلام اور توحید پر ہی ہے۔ اس لیے اگر اس پر باہر کا ماحول اثر انداز نہ ہوتا تو وہ بڑا ہو کر یقیناً مسلمان ہی ہوتا۔ مگر یہ ماحول کا اثر قبول کرنا انسان کی مجبوری ہے۔ اسی مجبوری کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً رسول اور پیغمبر بھیجے کہ انسان اپنے بھلائے ہوئے سبق کو پہچان سکے۔ جو بھی فطرتاً نیک ہوتا ہے وہ اس آوازِ حق کی طرف بے اختیار بھاگ پڑتا ہے۔ جیسا کہ مکہ کے وحشی بدو بھی اسی کفر کی روش کو بدلنے پر مجبور ہو گئے، یعنی انسان فطرتاً توحید پسند ہے اور یہی سبق بار بار قرآن پاک میں بھی دیا گیا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک یہی سبق یاد دلایا گیا ہے۔ کفار نے آپ کو بے حد پریشان کیا اگر اللہ چاہتا تو ان کو فوراً ہی نیست و نابود کر دیتا لیکن یہ اللہ کی مرضی اور حکمت کے خلاف ہے وہ ان کفار کو مہلت دیتا ہے کہ ایمان کی روشنی سے منور ہوتے رہیں جیسا کہ حضرت عمر ؓ کو اللہ نے ایمان کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ اہل قریش کے بڑے بڑے سردار اور بے شمار قبیلے مسلمان ہو گئے اور آج کل بھی اکثر و بیشتر دیکھنے میں آتا ہے کہ کئی لوگ مسلمان ہو رہے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ اس عذاب کو نازل نہیں فرماتا جس کے لیے کفار بار بار نبی اکرم ﷺ کو کہتے ہیں کہ اگر آپ سچ کہہ رہے ہیں تو پھر وہ عذاب کب آئے گا جس کا ذکر آپ کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ یہ سب معاملات اللہ تعالیٰ نے طے کر رکھے ہیں۔ وقت مقررہ پر عذاب ضرور آجائے گا۔ عذاب کا آنا یا نہ آنا یہ سب اللہ کی حکمتوں اور مرضی پر منحصر ہے۔ اگر تم حد سے گزر گئے اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو پھر دیکھ لینا عذاب بھی ضرور آجائے گا۔ جو وقت اللہ نے اس کے لیے مقرر کر رکھا

ہے۔اس کو تو کوئی ٹال نہیں سکتا تم اگر اللہ کے راستے کو اختیار کر لو تو تمہارا اپنا ہی فائدہ ہے۔جو مہلت ملی ہے اس سے فائدہ اٹھالو۔
ورنہ تم بھی انتظار کرو اپنی شامت اعمال کا۔اور میں بھی تمہارا انجام دیکھنے کا انتظار کرتا ہوں۔

کفار کا مصیبت میں خالص اللہ کو پکارنا

وَإِذَآ أَذَقْنَا ٱلنَّاسَ رَحْمَةً مِّنۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِىٓ ءَايَاتِنَا ۚ قُلِ
ٱللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ﴿٢١﴾ هُوَ ٱلَّذِى يُسَيِّرُكُمْ فِى
ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ ۖ حَتَّىٰٓ إِذَا كُنتُمْ فِى ٱلْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا۟
بِهَا جَآءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَآءَهُمُ ٱلْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوٓا۟ أَنَّهُمْ أُحِيطَ
بِهِمْ ۙ دَعَوُا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِۦ لَنَكُونَنَّ مِنَ
ٱلشَّٰكِرِينَ ﴿٢٢﴾ فَلَمَّآ أَنجَىٰهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِى ٱلْأَرْضِ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ ۗ يَٰٓأَيُّهَا
ٱلنَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُم ۖ مَّتَٰعَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۖ ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ
فَنُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٣﴾ إِنَّمَا مَثَلُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنزَلْنَٰهُ مِنَ
ٱلسَّمَآءِ فَٱخْتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ ٱلْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ ٱلنَّاسُ وَٱلْأَنْعَٰمُ حَتَّىٰٓ إِذَآ
أَخَذَتِ ٱلْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَٱزَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَآ أَنَّهُمْ قَٰدِرُونَ عَلَيْهَآ أَتَىٰهَآ
أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَٰهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِٱلْأَمْسِ ۚ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ
ٱلْءَايَٰتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾

ترجمہ: اور جب ہم لوگوں کو تکلیف پہنچنے کے بعد اپنی رحمت سے آسائش کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ ہماری آیتوں میں حیلے کرنے لگتے ہیں کہہ دو کہ اللہ بہت جلد حیلہ کرنے والا ہے اور جو حیلے تم کرتے ہو ہمارے فرشتے ان کو لکھتے جاتے ہیں۔(21) وہی تو ہے جو تم کو خشکی اور دریا میں (چلنے پھرنے اور) سیر کرنے کی توفیق دیتا ہے۔یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں سوار ہوتے ہو اور کشتیاں پاکیزہ ہوا کے نرم نرم جھونکوں سے سواروں کو لے کر چلنے لگتی ہیں اور وہ ان سے خوش ہوتے ہیں تو اچانک زناٹے کی ہوا چل پڑتی ہے اور ہر طرف سے جوش مارتی ہوئی لہریں ان پر آنے لگتی ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ اب تو لہروں میں گھر گئے تو اس وقت خالص اللہ ہی کی عبادت کر کے اس سے دعا مانگنے لگتے ہیں کہ اے اللہ! اگر تو ہم کو اس سے نجات بخشے تو ہم تیرے بہت شکر گزار

ہوں گے۔(22) لیکن جب وہ ان کو نجات دے دیتا ہے تو زمین میں ناحق شرارت کرنے لگتے ہیں۔لوگو! تمہاری شرارت کا وبال تمہاری ہی جانوں پر ہوگا۔تم دنیا کی زندگی کے فائدے اٹھالو، پھر تم کو ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے اس وقت ہم تم کو بتائیں گے جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔(23) دنیا کی زندگی کی مثال بارش کی سی ہے کہ ہم نے اس کو آسمان سے برسایا، پھر اس کے ساتھ سبزہ جسے آدمی اور جانور کھاتے ہیں مل کر نکلا یہاں تک کہ زمین سبزے سے آراستہ اور خوش نما ہوگئی اور زمین والوں نے خیال کیا کہ وہ اس پر پوری دسترس رکھتے ہیں اچانک رات کو یا دن کو ہمارا حکم عذاب کا آ پہنچا تو ہم نے اس کو کاٹ کر ایسا کر ڈالا کہ گویا کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں جو لوگ غور کرنے والے ہیں ان کے لیے ہم اپنی قدرت کی نشانیاں اسی طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔(24)

تشریح: ان آیات میں ایک بہت بڑی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے جو یہ ہے کہ جب انسان پر کوئی ایسا مشکل وقت آن پڑتا ہے جب تمام اسباب اور سہارے منقطع ہوتے نظر آنے لگتے ہیں تو اس وقت اس کی نظر اسباب سے اُٹھ کر ایک اللہ پر آلگتی ہے اور وہ خالصتاً اللہ کو پکارنے لگتا ہے پھر جب وہ مصیبت اور سختی کا وقت گزر جاتا ہے اور اسکی نظر پھر اسباب کی طرف جمنے لگ جاتی ہے وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ کہیں اللہ تعالیٰ پھر ویسی تکلیف اور سختی کا ایک اور سبب نہ کھڑا کردے۔مشرکین مکہ کی ایسی ہی عادت تھی جس کا اس آیت میں ذکر آیا ہے، فتح مکہ کے موقع پر عکرمہ بن ابوجہل اس ڈر سے مکہ سے بھاگ کھڑا ہوا کہ کہیں اسے قید نہ کرلیا جائے، بحری سفر اختیار کیا تو طوفانی ہواؤں نے کشتی کو گھیر لیا، ملاح نے کہا اب صرف ایک اللہ کو پکارو یہاں تمہارے دوسرے معبود کچھ کام نہیں دیں گے۔عکرمہ یہ سن کر سوچنے لگا کہ یہی بات تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں اگر سمندر میں اس کے بغیر نجات نہیں مل سکتی تو خشکی میں بھی وہی کام آسکتا ہے پھر اللہ سے عہد کیا کہ اگر تو نے اس مصیبت سے نجات دے دی تو فوراً واپس آ کر اسلام قبول کر لوں گا، چنانچہ انہوں نے اپنا وعدہ پورا کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔(سنن نسائی)

آیت نمبر 24 میں دنیا کی بے ثباتی کی مثال دی گئی ہے جس طرح نباتات پر جوبن آتا ہے، پھلوں اور پھولوں کے مختلف رنگ ہوتے ہیں جو زمین کے اس قطع کو خوب زینت بخشتے ہیں اس طرح انسانوں پر بھی جوانی آتی ہے جب اسے دنیا کی ہر چیز حسین نظر آنے لگتی ہے اور وہ دنیا کی رونقوں میں خوب دل لگا لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اب کچھ دن مزے اور عیش و آرام سے گزریں گے اور زندگی کا لطف اٹھائیں گے اتنے میں اسے اللہ کا حکم یعنی موت اچانک آلیتی ہے اور جس طرح کھیتی پر کوئی اچانک آفت آنے یا اس کے کٹ جانے کے چند دنوں تک اس کا وجود ہی ختم ہوجاتا ہے اسی طرح مرجانے والا انسان بھی تھوڑی مدت کے بعد لوگوں کے دلوں سے محو ہوجاتا ہے۔

قانون قدرت اور انسانی فطرت کو یہاں بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔اصل میں عذاب، مشکلات اور پریشانیاں انسان کی نیت اور اعمال سے ہی پیدا ہوتی ہیں۔جب تکلیف پہنچتی ہے تو انسان دل سے اللہ کو پکارتا ہے یہ عادت اس بات کو ظاہر

کرتی ہے کہ انسان کا اصل رابطہ اللہ سے ہی ہے مگر دنیا میں پھیلی ہوئی بدیاں، خباثتیں اس کو بدراہ کر کے اللہ سے غافل کر دیتی ہیں۔ مصیبت ٹل جانے پر پھر وہی بدی اور شرارت والا راستہ اپنا لینا برے انسان کی فطرت ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ اس کی ان شرارتوں کا انجام اس کو پھر ضرور دوبارہ بھگتنا پڑے گا۔ اصل میں مصائب، عذاب اور تکلیفوں کی دو وجوہات ہوتی ہیں روحانی وجوہات اور طبیعی وجوہات۔ یہ اصول ہر فرد، قوم، ملک بلکہ پوری دنیا پر لگتا ہے۔ ایک اکیلا شخص جو روحانی پاکیزگی رکھتا ہے وہ پوری سوسائٹی کو اپنے تابع کر سکتا ہے۔ جیسا کہ ہمارے سامنے پیارے رسول اللہ ﷺ کی مثال موجود ہے کس طرح انہوں نے اپنی روحانی پاکیزگی بلند کرداری اور قلبی طاقت سے ہر قسم کے تمام حالات کو اپنے قابو میں کر لیا اور دنیا پر ثابت کر دیا کہ روحانیت کا مقام مالک کا اور طبیعات کا مقام غلام کا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے نزدیک اخلاقی پستی بھی انتہائی عروج کو پہنچ جائے گی اور ابتلاؤں یا رنج والم کا بھی یہی حال ہوگا۔ تو ثابت ہوا کہ اخلاقی پستی اور رنج والم ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ جو لوگ دنیا کی نعمتوں کو بہترین طریقہ سے استعمال کرتے ہیں وہ فائدے میں ہیں جو اس زندگی کی نعمتوں کو بے راہ روی میں خرچ کرتے ہیں تو ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کو اس کا بدلہ دنیا میں بھی ملتا رہتا ہے اور آخرت میں تو خوب ہی بدلہ ملے گا اور ضرور ہی ملے گا کیونکہ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اس دنیاوی عیش و آرام کی مثال اللہ تعالیٰ نے پر آسائش آرام دہ ٹھکانے سے دی ہے جیسا کہ آج کل دنیا میں سائنسی ترقی، صنعتی ترقی نے انسان کو اس خیال میں ڈال دیا ہے کہ گویا اس نے پوری کائنات کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہے مگر اس کو یہ خیال نہیں کہ یہی ترقی اس کی تباہی کا باعث بھی بن سکتی ہے۔ مثلاً ایٹمی ری ایکٹر۔ ایٹم بم۔ وغیرہ۔ پچھلی چند صدیوں میں انسان نے بڑی زبردست ترقی کی ہے مگر صرف مادی ترقی کی ہے جس کی بنیاد طبیعیات پر ہے روحانیات میں نہیں۔ بلکہ روحانی لحاظ سے تو انسان کافی نیچے گر چکا ہے اور یہی انسان کی تباہی و بربادی کا موجب ہوگا۔ جو لوگ سمجھنے والے عقل مند اور دور اندیش ہیں ان کے لیے یہ تمام بیانات کافی نصیحت آموز ہیں۔ اور ایسے ہی لوگ اللہ کے دوست ہوتے ہیں جبکہ کفار اس نعمت سے محروم ہوتے ہیں۔ اللہ رب العزت ہمیں روحانی بلندی اور ایمان کی مضبوطی دے اور دنیا و آخرت کے عذابوں سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین۔

اچھے اعمال کا انعام اور برے اعمال کا بدلہ

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ۭ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝25
لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۭ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ
اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝26 وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَاۗءُ سَيِّئَةٍۢ
بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ
وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝27

ترجمہ: اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔(25) جنہوں نے بھلائی کی ان کے لیے بھلائی ہے اور مزید فضل، اور ان کے چہروں پر نہ تو سیاہی چھائے گی اور نہ رسوائی یہی جنتی ہیں کہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔(26) اور جنہوں نے برے کام کیے تو برائی کا بدلہ ویسا ہی ہوگا۔ اور ان کے چہروں پر ذلت چھا جائے گی اور کوئی بھی ان کو اللہ سے بچانے والا نہ ہوگا۔ ان کے چہروں کی سیاہی کا یہ حال ہوگا کہ گویا ان پر اندھیری رات کے ٹکڑے اڑھا دیے گئے ہیں، یہی دوزخی ہیں اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔(27)

تشریح: ان آیات میں سلامتی کے گھر، یعنی جنت کا ذکر ہے پھر جنت حاصل کرنے والے اور دوزخ میں جانے والوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ انسان کو پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو زندگی اور زندگی گزارنے کے لیے تمام سہولتیں، آسائشیں عطا فرمائیں۔ تو اس طرح بندے اور اللہ کا تعلق آقا اور غلام کا ہو گیا۔ اب غلام کی زندگی کا مقصد کامیاب زندگی گزارنے کے لیے تین اصولوں پر قائم رہنا ہے۔ یعنی آقا کی وفاداری، آقا کی اطاعت گزاری، آقا کا ادب اور اس کی خوشنودی حاصل کرنا۔ ان تین باتوں کا جب ایک مسلمان زندگی کے ہر لمحہ میں خیال رکھتا ہے وہ گویا دنیا کا ہر کام عبادت سمجھ کر کرتا ہے۔ ہمارے آقا یعنی رب العلمین نے ہمیں زندگی گزارنے کے تمام بہترین اصول بتا دیے ہیں جو شخص ان صولوں کے مطابق سوتا ہے جاگتا ہے، کھاتا پیتا ہے، روزی کماتا ہے، بیوی بچوں کو پالتا ہے، غرض دنیا کا ہر کام اللہ کی حدود میں رہ کر، اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کرتا ہے وہ کامیاب انسان ہے ایسے نیک پاک سچے اور پکے مسلمان کے چہرے پر اللہ کا نور، سکون اور اطمینان ہر وقت دکھائی دیتا ہے۔ کیونکہ اس کو گناہ، فریب دھوکہ چوری اور جھوٹ کے ظاہر ہو جانے کی بے سکونی اور پریشانی نہیں ہوتی ایسے ہی لوگوں کو اللہ مرنے کے بعد بہترین درجات عطا فرمائے گا اور اپنے دیدار جیسی نعمت کی زیادتی عطا کرے گا۔ اس کے برعکس جو آدمی یا انسان ان تمام باتوں سے ناواقف ہو کر صرف اور صرف دنیا کی لذتوں، عیش و آرام میں کھو کر اللہ سے اور یوم آخرت سے غافل ہو کر نافرمانی کی زندگی

گزارتا ہے وہ حقیقت میں بے سکون زندگی گزارتا ہے اور جب موت آتی ہے تو اس کا رنگ فق ہو جاتا ہے اور جب اللہ کے نبی اکرم ﷺ حاضر ہوگا پھر تو اس کا حال بہت ہی برا ہوگا۔ اللہ کے عذاب سے اسے کوئی بھی بچانے والا نہ ہوگا وہ لوگ حسرت، خوف اور پریشانی میں ایسے دکھائی دیں گے جیسے کالی رات نے ان پر اندھیرا مسلط کر دیا ہو۔ ظاہر ہے ایسے ہی لوگ جہنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے۔ پھر یہ بھی اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ یہاں زندگی ختم ہونے والی ہے مگر مرنے کے بعد والی زندگی ہمیشہ کی ہے۔ وہ جنت کی صورت میں ہو یا جہنم کی، اس سے نجات نہ ہوگی۔ مندرجہ ذیل باتیں ایسی ہیں جو انسان کو جنت کا وارث بنا سکتی ہیں۔

(1) اللہ کے سوا کسی سے مدد طلب نہ کرے۔

(2) دین کا علم حاصل کرو۔

(3) گناہ سے بچو اگر گناہ ہو جائے تو فوراً سچی توبہ کرو۔

(4) حق کا مارنا، زبان و ہاتھ سے تکلیف دینا منع ہے۔

(5) مال کی محبت میں آخرت کو نہ بھولے اور فضول خرچی نہ کرے۔

(6) کسی سے جھگڑا نہ کرے۔

(7) حدود کا خیال رکھے۔

(8) عبادت میں سستی نہ کرے۔

(9) عاجزی اور انکساری سے رہے۔

(10) بے دین اور برے لوگوں سے دور رہے۔

(11) دوسروں کے عیب نہ ڈھونڈے۔

(12) نماز خشوع و خضوع اور سنت کے مطابق ادا کرے۔

(13) اللہ کی یاد سے کبھی غافل نہ ہو۔

(14) بات نرمی سے کرے۔

(15) خوشی اور رنج و غم میں اللہ کو ہمیشہ یاد کرے۔

(16) ہر وقت دوسروں کو فائدہ پہنچانے کا خیال رکھے۔

(17) کھانے پینے بلکہ ہر کام میں اعتدال کا خیال رکھے۔

(18) اللہ سے ملاقات کا شوق ہمیشہ دل میں رکھے۔

(19) ہرصورت اللہ کا شکر ادا کرتا رہے۔

(20) دوسروں کے عیب چھپائے۔

(21) نیک صحبت اختیار کرے۔

(22) نیکی کرنے پر شکر اور گناہ کرنے پر فوراً استغفار کرے۔

(23) جھوٹ نہ بولے۔

(24) شرم وحیا کے دائرہ میں رہے۔

(25) فضول محفلوں سے دور رہے۔

(26) بددیانتی، تکبر، کفر وشرک سے بچے۔

(27) ہر وقت نیک راہ پر چلنے کی اللہ سے توفیق مانگے۔

غرض ہر وہ کام اور ہر وہ بات جو کرنے سے اسے رنج ہو شرمندگی ہو وہ گناہ ہے اور ہر وہ کام جو کرنے سے خوشی اور سکون ملے یہ نیکی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ نیکی کا بدلہ کئی گنا زیادہ دیتا ہے جبکہ برائی اور گناہ کا بدلہ وہ صرف اتنا ہی دیتا ہے جتنا گناہ ہو۔ یہ اس کے رحیم ہونے کی نشانی ہے۔

حساب کتاب کا دن

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ
فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ﴿28﴾ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا
بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿29﴾ هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ
اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿30﴾ النصف ع 10

ترجمہ: اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے، پھر مشرکوں سے کہیں گے تم اور تمہارے شریک اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو تو ہم انہیں الگ الگ کر دیں گے اور ان کے شریک ان سے کہیں گے کہ تم ہم کو تو نہیں پوجا کرتے تھے۔ (28) ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے ہم تمہاری پرستش سے بالکل بے خبر تھے۔ (29) وہاں ہر شخص اپنے اعمال کی جو اس نے آگے بھیجے ہوں گے آزمائش کر لے گا۔ اور وہ اپنے سچے مالک کی طرف لوٹائے جائینگے اور جو کچھ وہ بہتان باندھا کرتے تھے سب اُن سے جاتا رہے گا۔ (30)

تشریح: ان آیات میں حشر نشر، یعنی میدان حشر کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ ہر قسم کے گنہگار کو اس کے گناہ کے مطابق سزا ملے گی یہاں مشرکین کے بارے میں ذکر کیا جا رہا ہے کہ مشرکین اپنے معبودوں کو کہیں گے ہمیں بچاؤ، جبکہ وہ چھوٹے خدا خواہ چاند، سورج ستارے، آگ، ہوا، پانی، بت، قبر یا مزار ہوں وہ بھلا اتنی اہلیت کہاں رکھ سکتے ہیں کہ وہ ان کو بچا سکیں یا یہ جان سکیں کہ ہاں یہ لوگ ہماری عبادت کرتے تھے لہٰذا وہ صاف انکار کر دیں گے۔ کیونکہ عبادت کے لائق تو صرف اللہ کی ذات ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکوں کو وقت پر خبردار کر دیا جائے کہ انہوں نے مرنے کے بعد اللہ کے حضور ضرور حاضر ہونا ہے وہاں بڑا سخت حساب کتاب اور سزا ملے گی اگر عقل ہے تو اپنے اعتقادات کو ٹھیک رخ پر موڑ کر ایسے معبود برحق کی طرف رجوع کریں جو ان کو قیامت کے دن بخش کر جنت میں داخل کرے دوزخ سے بچائے اور وہ ذات ہے اللہ وحدہٗ لاشریک کی ذات۔ اگلی آیات ثبوت پیش کرتی ہیں۔

اللہ ہی معبود برحق ہے

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ
يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ
فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿31﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ
الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۖۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿32﴾ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ
فَسَقُوْۤا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿33﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ
يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿34﴾ قُلْ هَلْ مِنْ
شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ
اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿35﴾
وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ
عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿36﴾

ترجمہ: ان سے پوچھو کہ تم کو آسمان اور زمین میں رزق کون دیتا ہے؟ یا کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے؟ بے جان سے جاندار کون پیدا کرتا ہے اور جاندار سے بے جان کون پیدا کرتا ہے؟ اور دنیا کے کاموں کا انتظام کون کرتا ہے؟ جھٹ کہہ دیں گے کہ ''اللہ'' تو کہو پھر تم اللہ سے ڈرتے کیوں نہیں؟ (31) یہی اللہ تو تمہارا رب برحق ہے اور حق بات ظاہر ہونے کے بعد گمراہی کے سوا ہے ہی کیا؟ تو تم کہاں پھرے جاتے ہو؟ (32) اسی طرح اللہ کا ارشاد ان نافرمانوں کے حق میں ثابت ہو کر رہا کہ یہ ایمان نہیں

لائیں گے۔(33) ان سے پوچھو کہ بھلا تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے کہ مخلوقات کو ابتداً پیدا کرے اور پھر اس کو دوبارہ بنائے؟ کہہ دو کہ اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ تو تم کہاں پلٹے جا رہے ہو۔(34) پوچھو کہ بھلا تمہارے شریکوں میں کون ایسا ہے کہ حق کا راستہ دکھائے؟ کہہ دو کہ اللہ ہی حق کا راستہ دکھاتا ہے۔ وہی اس قابل ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ یا وہ کہ جب تک اسے کوئی رستہ نہ دکھائے، رستہ نہ پائے۔ تو تم کو کیا ہوا ہے؟ کیسا انصاف کرتے ہو؟(35) اور ان میں سے اکثر صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں۔ اور کچھ شک نہیں کہ ظن حق کے مقابلہ میں کچھ بھی کارآمد نہیں ہو سکتا بے شک اللہ تمہارے سب اعمال سے واقف ہے۔(36)

تشریح: ان آیات میں ان مشرکین و کفار کے بارے میں ذکر ہے کہ یہ لوگ اصل میں اللہ ہی کو اپنا خالق و مالک مانتے ہیں کیونکہ یہ عالم ارواح میں اللہ سے وعدہ کر چکے ہیں یعنی، (عہد الست) جس کا مطلب اللہ کو رب ماننے کا وعدہ اور یہ کہ مالک و خالق رب العالمین صرف اللہ وحدہٗ لاشریک ہی ہے۔ پھر بھی یہ لوگ کفر و شرک کی ظلمتوں میں مارے مارے پھر رہے ہیں ان کو ہٹ دھرمی اور ناسمجھی نے اس قدر گھیر رکھا ہے کہ یہ سیدھا راستہ اختیار کرنا ہی نہیں چاہتے کیونکہ اگر تھوڑی سی عقل بھی یہ استعمال کریں تو کوئی مشکل بات نہیں یہ فوراً سمجھ سکتے ہیں کہ اصل خالق و مالک تو صرف وہی اللہ ہی ہے جس نے انہیں پیدا کیا، پرورش کیا، پھر یہ اپنی عمر پوری کرنے کے بعد اللہ کے حکم سے مر کر دوسری دنیا میں چلے جائیں گے جہاں ان کا حساب کتاب ہوگا نیک لوگ جنت میں اور برے لوگ سزا بھگتنے کے لیے دوزخ میں جائیں گے۔

اصل میں بات یہ ہے کہ کافر اور مشرک جب اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو دیکھتا ہے تو ان کے حسن، چمک دمک اور فوائد میں ہی گم ہو کر رہ جاتا ہے اور انہی کو اپنا معبود و مسجود بنا لیتا ہے، حالانکہ چاہیے تو یہ کہ ان کی صرف تعریف کرے اور غور و فکر کر کے ان تمام چیزوں کے بنانے والے کو ڈھونڈے۔ تھوڑی سی جستجو سے اس کو اللہ ضرور مل جائے گا۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے آباؤ اجداد کی بت پرستی کے باوجود خالق حقیقی اللہ جل شانہ، اپنی پوری حقیقت کے ساتھ مل گیا اور پھر جب رب تعالیٰ ان کو مل گیا تو اللہ نے ان کی مزید مدد کی اور ان کو توحید کا راستہ دکھا دیا بلکہ ان کو عظمت عطا کی اور پیغمبری عطا کی، تو جن لوگوں نے عقل سے تھوڑا سا بھی کام لیا اور اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں کے ذریعہ سے اللہ کو دیکھ لیا تو اللہ نے ان کی نظر کو اور بھی تیز کر دیا اور یوں وہ مخلوقات کے حسن کو دیکھ کر خالق تک پہنچ گئے یہ کفار لوگ قابل رحم ہیں ان کی تو بالکل ہی مت ماری گئی ہے۔ جو بات ایک معمولی عقل رکھنے والا انسان سمجھ سکتا ہے یہ اتنے بڑے بڑے لوگ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور یوں اپنے آپ کو دنیا و آخرت میں اللہ کی رحمتوں سے محروم کیے ہوئے ہیں۔ اللہ تو بڑا ہی رحیم و کریم ہے اسی لیے تو بار بار اعلان کر رہا ہے کہ یہ دنیا عارضی ہے یہاں تو صرف تم لوگوں کو عمل کرنے کی مہلت دی گئی ہے اصل زندگی تو مرنے کے بعد کی ہوگی جو ہمیشہ رہنے والی ہوگی اس زندگی کے لیے تیاری کرو۔ اللہ کو حقیقی رب مانو اسی کی عبادت کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا آخری رسول مانو اور قرآن پاک کو آخری کتاب مانو، اس کو پڑھو،

دوسروں کو سکھاؤ اور پوری طرح اس پر عمل کرو۔ یہی انسان کے لیے ضروری ہے اور دنیا و آخرت میں اسی سے نجات ہوگی۔ کفار و مشرکین پر افسوس ہوتا ہے کہ برابر پیغمبر، یعنی راستہ دکھانے والے آتے رہے مگر انہوں نے ان کی طرف نہ توجہ کی اور نہ ہی ان کی تعلیمات سے فائدہ ہی اٹھایا بلکہ الٹا ان کی مخالفت کی اور انہیں تکلیفیں پہنچائیں۔ ہر وقت اللہ سے یہی دعا کرنی چاہیے کہ اللہ ہمیں سیدھی راہ پر چلا۔ آمین۔

اعجازِ قرآن کے مختلف پہلو اور کفار کا انکار

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿37﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿38﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿39﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿40﴾ ع 10/9

ترجمہ: اور یہ قرآن کوئی ایسا نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اس کو اپنی طرف سے بنا لائے ہاں! یہ اللہ کا کلام ہے جو کتابیں اس سے پہلے کی ہیں انکی تصدیق کرتا ہے اور انہی کتابوں کی اس میں تفصیل ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ رب العلمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ (37) کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس کو اپنی طرف سے بنا لیا ہے؟ کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تم بھی اس طرح کی ایک سورت بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جن کو تم بلا سکو بلا بھی لو۔ (38) حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کے علم پر یہ قابو نہیں پاسکے اس کو نادانی سے جھٹلا دیا۔ اور ابھی اس کی حقیقت ان پر کھلی ہی نہیں۔ اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے تکذیب کی تھی سو دیکھ لو کہ ظالموں کا کیسا انجام ہوا؟ (39) اور ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں کہ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں کہ ایمان نہیں لاتے اور تمہارا رب شریروں سے خوب واقف ہے۔ (40)

تشریح: ان آیات میں قرآن پاک کی فضیلت اور مضامین کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ یہ کتاب کہ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں یہ کتاب آخری اس لیے ہے کہ اس میں گذشتہ بھیجی گئی تمام کتابوں کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے جب ان کے بارے میں نہ تو کوئی تاریخی کتاب موجود تھی اور نہ ہی وہ قومیں موجود تھیں اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گزرے ہوئے حالات کا علم تھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ان پڑھ تھے۔ تو پھر ان گذری ہوئی قوموں، آسمانی کتابوں کا ذکر قرآن پاک میں اس قدر تفصیل سے کیسے

بیان کیا گیا ہے؟ قرآن کے آسمانی کتاب ہونے کی یہ بھی ایک دلیل ہے، پھر اس کا انداز بیان، مضامین، قوانین اور عقائد اس قدر ارفع و اعلیٰ، جامع، مکمل اور بہترین ہیں کہ جو انسانی زندگی کے ہر پہلو میں مددگار اور راہ نما ثابت ہوتے ہیں۔ یہی تو ایک کتاب ہے جو انسان کو سیدھی راہ پر چلا کر دنیا و آخرت میں کامیاب اور پر سکون بناتی ہے۔ پھر اس میں کائنات کی بے شمار چھپی ہوئی حقیقتوں کو ظاہر کیا گیا ہے۔ تخلیق کائنات کے بارے میں وقتاً فوقتاً قرآنی آیات میں بے شمار اشارے ملتے ہیں۔ مثلاً خلائی سفر کے ضمن میں یہ آیات توجہ طلب ہیں: ''قسم ہے چاند کی جب وہ پورا ہوا۔ تم ضرور طبق در طبق چڑھو گے۔''

اس آیت کی تشریح ڈاکٹر دلدار احمد قادری صاحب اپنی کتاب ''کائنات، قرآن اور سائنس'' میں اس طرح کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

''یہاں معنی خیز طور پر چاند کی قسم کھا کر اس بات کا اعلان کیا جا رہا ہے کہ انسان تسخیر کائنات یا علم و آگہی یا ارتقائے شعور کے سفر میں منزل بہ منزل آگے یا اوپر جائے گا۔ چاند کی قسم کھانا اس لحاظ سے اور بھی معنی خیز لگتا ہے کہ جب ہم غور کرتے ہیں کہ انسان کے لمبے خلائی سفر کی ابتدا جس پر وہ بتدریج آگے بڑھ رہا ہے اس کے چاند پر قدم رکھنے سے ہوئی (نوٹ کریں کہ لَتَرْكَبُنَّ رکب مرکوب سے ہے۔ اور اس کے معنی ہیں کسی سواری پر سوار ہونا اور پر چڑھنا۔) سبحان اللہ اسی طرح کی بے شمار آیات قرآن میں جگہ جگہ ملتی ہیں۔ فرق صرف غور کرنے میں ہے۔

غرض چودہ سو سال قبل خلائی سفر کی نشاندہی کی گئی ہے۔ قرآن پاک کیونکہ رب العلمین سمیع و بصیر، علیم و حکیم، رحمن و رحیم کی کتاب ہے، اس لیے مکمل، غلطیوں سے پاک اور ایسی جامع کتاب ہے کہ جو ہر طبقہ کے انسان کی ذہنی سطح کے مطابق ہے، اس کے مسائل حل کرتی ہے اور ہر طرح سے انسان کی راہ نمائی کرتی ہے۔ مگر کفار مکہ اور اس زمانے کے کفار بلکہ بڑے بڑے مفکر، سائنس دان، ماہر طبیعیات، یعنی بکسلے، فرائڈ اور نیوٹن جیسے ماہرین بھی یہی بات کہتے ہیں۔ کہ اللہ کا کوئی وجود نہیں، لہٰذا رسول اور قرآن سب (نعوذ باللہ) جھوٹ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ایسے لوگوں کے لیے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ تو قرآن کو جانتے تک نہیں نہ انہوں نے قرآن پڑھا نہ جانا۔ بغیر پڑھے اور بغیر جانے یہ لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں ان کو کہو کہ اپنی پوری کوشش کر کے دیکھ لیں ان میں سے کوئی بھی اتنی قابلیت نہیں رکھتا کہ کتاب تو کیا ایک سورت بھی قرآن کی سورتوں کے مقابلہ کی جامع بامعنی اور مفید یہ نہیں لکھ سکتے۔ پھر اللہ رب العزت ان لوگوں کے بارے میں بتاتے ہیں کہ یہ لوگ اور ان سے پہلے بھی ایسے لوگ گزر چکے ہیں جو کچھ تو ایمان لے آئے اور کچھ ایمان ہی نہیں لائے۔ سب اپنے انجام کو پہنچ چکے۔ اللہ سے کسی کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں وہ تو سب کچھ جانتا ہے اور سب کو اس کے مطابق ہی اجر بھی ضرور مل جائے گا۔

ہر کوئی اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے

وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُل لِّي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۖ أَنتُم بَرِيئُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا
بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿41﴾ وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ ۚ أَفَأَنتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ
كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ ﴿42﴾ وَمِنْهُم مَّن يَنظُرُ إِلَيْكَ ۚ أَفَأَنتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوا لَا
يُبْصِرُونَ ﴿43﴾ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَٰكِنَّ النَّاسَ أَنفُسَهُمْ
يَظْلِمُونَ ﴿44﴾

ترجمہ: اور اگر یہ تمہاری تکذیب کریں تو کہہ دو کہ میرے لیے میرا عمل اور تمہارے لیے تمہارا عمل، تم اس سے بری الذمہ ہو جو میں کرتا ہوں اور میں اس سے جو تم کرتے ہو۔ (41) اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ تمہاری طرف کان لگاتے ہیں تو کیا تم بہروں کو سناؤ گے اگرچہ کچھ بھی سنتے نہ ہوں؟ (42) اور بعض تمہاری طرف دیکھتے ہیں تو کیا تم اندھوں کو راستہ دکھاؤ گے اگرچہ کچھ بھی دیکھتے بھالتے نہ ہوں؟ (43) اللہ تو لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔ (44)

تشریح: ان آیات میں رب اعلیٰ اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے تسلی دیتے ہیں کہ آپ تو بے شک بہت محنت کر رہے ہیں تو ان کی ہٹ دھرمی اور نافرمانی سے آپ بالکل پریشان نہ ہوں آپ ان کو بتا دیں کہ وہ جو کریں گے اس کا اجر پا لیں گے کیونکہ اللہ سے کوئی بات اور کسی کا بھی کوئی عمل چھپا ہوا نہیں وہ بڑے انصاف سے سب کو اجر میں سزا اور جزا ضرور دے گا اور وہ ظلم نہیں کرتا جس کو سزا ملے گی اس کو صرف اپنے کیے گئے اعمال کی ہی سزا ملے گی۔

حدیث میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "لوگ قیامت کے دن صرف اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے۔" (الترغیب للمنذری بحوالہ ابن ماجہ)

قیامت ضرور آئے گی اور سزا بھی ملے گی

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَن لَّمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ ۚ قَدْ
خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿45﴾ وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ
الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ﴿46﴾
وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا

يُظْلَمُوْنَ ﴿47﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿48﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ
لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا
يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿49﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ
نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿50﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ
كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿51﴾ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ
تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿52﴾ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ
لَحَقٌّ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿53﴾ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ
لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ
لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿54﴾

وقف النبی ﷺ — ع 13 5 10 — وقف النبی ﷺ

ترجمہ: اور جس دن اللہ ان کو جمع کرے گا تو وہ دنیا کی نسبت یوں سوچیں گے کہ گویا وہاں گھڑی بھر دن ہی رہے ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کو پہچان بھی لیں گے۔ جن لوگوں نے اللہ کے سامنے پیش ہونے کو جھٹلایا بے شک وہ خسارے میں پڑے اور وہ راہ پر نہ آئے۔(45) اور اگر ہم کوئی عذاب جس کا ان لوگوں سے وعدہ کرتے ہیں آپ کی آنکھوں کے سامنے نازل کریں یا اس وقت جب آپ کی زندگی کی مدت پوری کر دیں۔ تو ان کو ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔ پھر جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔(46) اور ہر ایک امت کی طرف پیغمبر بھیجا گیا جب ان کا پیغمبر آتا ہے تو ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور ان پر کچھ ظلم نہیں کیا جاتا۔(47) اور یہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو جس عذاب کا یہ وعدہ ہے کب آئے گا۔(48) کہہ دو کہ میں اپنے نقصان اور فائدے کا بھی کچھ اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے ہر ایک امت کے لیے موت کا ایک وقت مقرر ہے، جب وہ وقت آ جاتا ہے تو ایک گھڑی بھی دیر نہیں کر سکتے اور نہ جلدی کر سکتے ہیں۔(49) کہہ دو کہ بھلا دیکھو تو اگر اس کا عذاب تم پر اچانک آ جائے رات کو یا دن کو تو پھر گنہگار کس بات کی جلدی کریں گے۔(50) کیا جب وہ آ واقع ہو گا تب اس پر ایمان لاؤ گے؟ اس وقت کہا جائے گا کہ اب ایمان لائے؟ اسی لیے تو تم جلدی مچایا کرتے تھے۔(51) پھر ان ظالم لوگوں کو کہا جائے گا کہ ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو اب تم انہی اعمال کا بدلہ پاؤ گے جو دنیا میں کرتے رہے۔(52) اور آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ سچ ہے؟ کہہ دو ہاں! اللہ کی قسم سچ ہے تو تم بھاگ کر اللہ کو عاجز نہیں کر سکو گے۔(53) اور اگر ہر ایک نافرمان شخص کے پاس زمین کی تمام چیزیں ہوں تو عذاب سے بچنے کے لیے سب دے ڈالے اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو پچھتائیں گے اور ندامت کو چھپائیں گے اور

ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہیں ہوگا۔(54)

تشریح: یہ تمام آیات کفار مکہ اور عام کفار کے لیے بیان کی گئی ہیں۔ یہ لوگ قیامت کے دن پر اور سزا اور جزا پر بالکل یقین نہیں کرتے تھے بلکہ اکثر و بیشتر نبی اکرم ﷺ سے یہی پوچھتے رہتے کہ اگر آپ سچے ہیں تو عذاب کب آئے گا، یعنی ہنسی مذاق کرتے تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ ان کو عذاب کے بارے میں پھر اچھی طرح بتا دو۔ بڑا سخت دن ہوگا۔ حشر کے میدان میں تم اس طرح اکٹھے ہوگے کہ ایک دوسرے کو پہچان بھی نہ سکو گے مگر وہ دن اتنا ہولناک اور سخت دن ہوگا کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔ تم نے آخر اس دن کے لیے کیا بندوبست کر رکھا ہے؟ یہ اللہ کا کام ہے اور وہی تم سے پورا پورا حساب کتاب بغیر کسی غلطی کے لے کر تمہیں پوری سزا ضرور دے گا۔ اس لیے ابھی توبہ کر لو۔ مرتے وقت یا میدان حشر میں نہ توبہ قبول ہوگی نہ سفارش نہ مال و دولت۔ صرف دنیا میں کیے گئے اعمال کے مطابق اجر ملے گا۔ اس میں کوئی شک اور شبہ نہیں ہے اور قیامت کا وقت اور حساب کتاب کا وقت اللہ جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کی رحمتیں

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا
يَعْلَمُوْنَ ﴿55﴾ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿56﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ
مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿57﴾ قُلْ
بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿58﴾ قُلْ
اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ
اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿59﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿60﴾ ع
وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا
عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي
الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿61﴾ اَلَآ
اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿62﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا

يَتَّقُوْنَ ﴿63﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿64﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿65﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿66﴾

ترجمہ: سن رکھو! جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور یہ بھی سن رکھو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔(55) وہی زندگی بخشتا اور وہی موت دیتا ہے اور تم لوگ اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔(56) لوگو! تمہارے پاس رب کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کی شفا اور مؤمنوں کے لیے ہدایت اور رحمت آ پہنچی ہے۔(57) کہہ دو کہ یہ کتاب اللہ کے فضل اور اسکی مہربانی سے نازل ہوئی ہے تو چاہیے کہ لوگ اس سے خوش ہوں یہ اس سے کہیں بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔(58) کہو کہ بھلا دیکھو تو اللہ نے تمہارے لیے جو رزق نازل فرمایا تو تم نے اس میں سے بعض کو حرام ٹھہرایا اور بعض کو حلال۔ان سے پوچھو کیا اللہ نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے یا تم اللہ پر افترا کرتے ہو۔(59) اور جو لوگ اللہ پر افترا کرتے ہیں وہ قیامت کے دن کے بارے میں کیا خیال رکھتے ہیں؟ بے شک اللہ لوگوں پر مہربان ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔(60) اور تم جس حال میں ہوتے ہو یا قرآن سے کچھ پڑھتے ہو یا تم لوگ کوئی اور کام کرتے ہو جب اس میں مصروف ہوتے ہو ہم تمہارے سامنے ہوتے ہیں اور تمہارے رب سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی ہے یا بڑی مگر کتاب روشن میں لکھی گئی ہے۔(61) سن لو! کہ جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔(62) جو ایمان لائے اور پرہیز گار رہے۔(63) ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی، اللہ کی باتیں بدلتی نہیں یہی تو بڑی کامیابی ہے۔(64) اور (اے پیغمبر ﷺ!) ان لوگوں کی باتیں آپ کو غمزدہ نہ کریں کیونکہ عزت سب اللہ ہی کی ہے وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔(65) سن رکھو کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے سب اللہ ہی کے لیے ہے، اور یہ جو اللہ کے سوا اپنے بنائے ہوئے شریکوں کو پکارتے ہیں وہ کسی اور چیز کے پیچھے نہیں صرف اپنے ظن کے پیچھے چلتے ہیں۔اور صرف اٹکلیں دوڑا رہے ہیں۔(66)

تشریح: ان آیات میں اللہ کی بڑائی، قدرت اور انسان پر رحمتوں برکتوں اور فضل کا ذکر خاص طور سے کیا گیا ہے۔قرآن پاک کی ان تین فضیلتوں کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے کہ قرآن پاک انسانوں کے لیے نصیحت، شفا اور رحمت کا پیغام ہے۔اس لیے اس پر پوری طرح عمل کریں خود پڑھیں دوسروں کو پڑھائیں اللہ کے باقی بے شمار فضل و کرم میں ایک بہت بڑا فضل قرآن پاک ہے۔

اس کی بتائی ہوئی حدود میں رہ کر زندگی گزارنے والے اللہ کے دوست ہیں اور ان لوگوں پر اللہ کی خاص مہربانی یہ ہوتی ہے کہ یہ اللہ ورسول کے احکامات کے مطابق شریعت میں اس قدر گم ہو کر زندگی گزارتے ہیں کہ ان کو نہ دنیا میں کسی چیز کی فکر ہوتی ہے نہ آخرت میں ان کو کوئی فکر ہوگی۔ مگر جو لوگ ان حدود سے نکل کر زندگی گزارتے ہیں تو ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ان کا کوئی عمل ظاہر ہو یا مخفی وہ پوشیدہ نہیں وہ ہر غائب اور حاضر کو جانتا ہے۔ وہ کسی بھی چیز انسان اور کسی بھی مخلوقات سے غافل نہیں۔ جو کچھ آسمان وزمین میں موجود ہے سب کا حساب کتاب اس نے اپنے پاس مکمل طور پر لکھ کر رکھا ہوا ہے۔ جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر بھٹک رہے ہیں وہ دنیا وآخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ اگر تلاش حق کی نیت سے پوری توجہ اور غور وفکر سے قرآن کو پڑھا اور سمجھا جائے تو قدرت کے ایسے ایسے شاہکار اس کے سامنے آموجود ہوتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو ہواؤں میں اڑتا محسوس کرتا ہے، یعنی اس کے دل کی صفائی ہو جاتی ہے اور روحانیات کی بلند ترین منزلوں میں اپنے آپ کو پاتا ہے۔ اور یوں نور ایمانی سے روح اور دل جگمگانے لگتے ہیں کوئی مسئلہ، مسئلہ نہیں رہتا اور کوئی دکھ، دکھ نہیں رہتا۔

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکانِ فلسفہ سے

ڈھونڈے سے ملے گی قاری کو یہ قرآن کے سپاروں میں

(مولانا ظفر علی مرحوم)

اللہ کی نشانیاں

هُوَالَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿67﴾

ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات کو بنایا کہ اس میں چین حاصل کرو اور دن کو روشن بنا دیا، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے جو سنتے ہیں نشانیاں ہیں۔ (67)

تشریح: اس آیت میں بہت سی نشانیوں میں سے ایک نشانی لیل ونہار یعنی دن اور رات کی نشانی کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ کس چیز کی نشانی؟ اللہ کے وحدہٗ لاشریک، علیم وخبیر، حکیم وعظیم اور قادرِ مطلق ہونے کی دلیل، شہادت اور محکم ثبوت ملتا ہے۔ دن اور رات کی جہاں اور بہت سے فائدے ہوتے ہیں ان میں سے ایک بہت بڑا فائدہ اس دن رات کے ادل بدل کا یہ بتایا جا رہا ہے کہ دن کو روشن کر دیا گیا کہ آسانی اور سہولت سے کاروبار حیات انجام دیے جا سکیں اور رات کو روشنی بجھا دی کہ انسان مکمل طور پر آرام کر کے جسم کی مطلوبہ خوراک نیند، کو اچھی طرح پورا کر سکے۔ کیونکہ نیند بھی انسانی جسم کے لیے اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ خوراک جسم

کے لیے ضروری ہے۔

یہ نشانیاں اور ثبوت ان لوگوں کے ایمان لانے کے لیے کافی ہیں جو انبیاء قرآن پاک اور علماء وحکماء کی باتیں غور سے سنتے ہیں ورنہ سائنس دان اور بڑے بڑے مفکر اور ملحد سب کچھ دیکھ کر بھی اللہ کی ذات سے انکار کرتے ہیں، کیونکہ ان کا علم صرف عقلی اور استدلالی حد تک رہتا ہے جب کہ قرآن اور اسلام کا علم عقلی، استدلالی، روحانی، یعنی وجدانی حدود تک انسان کو پہنچا دیتا ہے۔ ایک سائنسدان یہ تو مانتا ہے کہ چاند، سورج اور زمین مسلسل گردش کر رہے ہیں جن کی وجہ سے دن اور رات وجود میں آتے ہیں مگر وہ ساتھ میں یہ بھی کہتا ہے کہ یہ سارا نظام خود بخود چل رہا ہے اس کو چلانے والا کوئی نہیں۔ جبکہ مسلمان یہ کہتا ہے کہ یہ سب کچھ چلانے والا رب العلمین ہے۔ کیونکہ اسی نے یہ سب کچھ بنایا ہے۔ مسلمان کے لیے یہ اللہ کے موجود ہونے کی گواہی ہے جبکہ سائنسدان تحقیق کے چکر میں ہی پھنس کر رہ گیا ہے۔ اس کی تحقیقات اکثر و پیشتر تبدیل ہوتی رہتی ہیں جب کہ قرآنی اطلاعات وہی ہیں جو چودہ سو سال پہلے دی گئی تھیں مثلاً۔ پہلے یہ تحقیق ہوئی تھی کہ سورج کھڑا ہے، یعنی حرکت نہیں کر رہا اور دوسرے سیارے اس کے گرد گھوم رہے ہیں۔ اب نئی تحقیق کے مطابق سورج بھی حرکت کر رہا ہے۔ اسی طرح آئے دن سائنسی تجربات سے ان کی تحقیقات اور اصول بدلتے رہتے ہیں جبکہ قرآن پاک کے بتائے ہوئے قوانین کائنات، انسان اور تمام مخلوقات کے بارے میں بالکل نہیں بدلے۔ قرآن نے شروع سے ہی کہہ دیا تھا کہ سورج برابر اپنے مستقر کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جو کچھ عرصہ پہلے انسان نے مانا ہے۔ اسی طرح یہ سائنس دان بھی گھوم پھر کر آخر اسی قادرِ مطلق کے سامنے آ جھکیں گے جس کا آج وہ انکار کر رہے ہیں۔

منکرین الٰہی اور ان کا انجام

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿68﴾ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿69﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿70﴾

ترجمہ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے بیٹا بنالیا ہے۔ اس کی ذات اولاد سے پاک ہے، اور وہ بے نیاز ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، سب اسی کا ہے۔ تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں۔ تم اللہ کے بارے میں ایسی بات کیوں کہتے ہو جو جانتے نہیں۔ (68) کہہ دو کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہیں پائیں گے۔ (69) (ان کے لیے جو) فائدے ہیں دنیا میں ہیں، پھر ان کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اس وقت ہم ان کو عذاب شدید کے مزے چکھائیں گے۔ کیونکہ وہ کفر کی

باتیں کیا کرتے تھے۔(70)

تشریح: ایسے ہی منکرین کے لیے ان آیات میں بتایا گیا ہے جو رب کے انکاری ہیں یا اپنی کم علمی کی وجہ سے اللہ کے بارے میں الٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ کا کوئی بیٹا بھی ہے، حالانکہ یہ انسانی صفت ہے کہ وہ اپنے نام کو قائم رکھنے کے لیے یا بڑھاپے کے سہارے کے لیے اولاد کا یا بیٹے کا محتاج ہوتا ہے جبکہ اللہ کو تو ان تمام ضرورتوں کی بالکل پرواہ نہیں کیونکہ وہ تو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ اس قدر طاقت ور اعلیٰ وارفع قادرِ مطلق ہے کہ اس نے کسی کی مدد کے بغیر اس قدر وسیع وعریض کائنات بنائی اور اتنی بہترین، مستحکم اور پائیدار بنائی کہ آج تک اس میں ایک ذرہ برابر بھی کوئی نقص کوئی فرق یا کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ یہ سب کچھ ان منکرین حق کے سامنے موجود ہے تو اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے پوچھیں کہ پھر بھی ان کی عقل کیوں ماری گئی ہے کہ یہ اللہ کے بارے میں الٹی سیدھی، جھوٹی سچی باتیں بناتے رہتے ہیں۔ اصل میں یہ تمام دنیا کے منکرین کے لیے کہا جا رہا ہے۔ کہ یہ غافل اور بے کار لوگ ہیں یہ دنیا میں عیش کر لیں آخر تو مر کر ہمارے ہی پاس آئیں گے۔ کیونکہ یہاں کی ہر مخلوق موت کا مزہ ضرور چکھے گی اور مرنے کے بعد یقیناً ہمارے (اللہ) ہی پاس آئے گی اور غلط کار لوگوں کو ان کے غلط اعمال کی سزا ضرور دی جائے گی۔ شرک اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ اسے معاف نہیں کرے گا تو ایسے لوگوں کو قرآنِ پاک بار بار خبردار کر رہا ہے۔

اگلی آیات میں ایسے ہی لوگوں کو نصیحت کرنے کے لیے قوم نوح کا قصہ سنایا جا رہا ہے۔ ملاحظہ ہو:

سیدنا نوح علیہ السلام کا پیغام، قوم کی ضد اور اس کا انجام

وقف لازم

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ
وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا
يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿71﴾ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا
سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ
الْمُسْلِمِيْنَ ﴿72﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ
وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿73﴾ ثُمَّ
بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا
كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿74﴾

ترجمہ: اور ان کو نوح کا قصہ پڑھ کر سنا دیں جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اے قوم! اگر تم کو میرا تم میں رہنا اور اللہ کی آیات کے ساتھ نصیحت کرنا ناگوار ہو تو میں اللہ پر بھروسہ رکھتا ہوں تم اپنے شریکوں کے ساتھ مل کر ایک کام جو میرے بارے میں کرنا چاہو مقرر کر لو اور وہ تمہاری پوری جماعت کو معلوم ہو جائے اور کسی سے پوشیدہ نہ رہے پھر وہ کام میرے حق میں کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو۔ (71) اور اگر تم نے منہ پھیر لیا تو تم جانتے ہو کہ میں نے تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگا، میرا معاوضہ تو اللہ کے ذمہ ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں رہوں۔ (72) لیکن اُن لوگوں نے ان کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو اور جو لوگ کشتی میں ان کے ساتھ سوار تھے سب کو (طوفان سے) بچا لیا۔ اور انہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کو غرق کر دیا، تو دیکھ لو جو لوگ ڈرائے گئے تھے ان کا کیسا انجام ہوا؟ (73) پھر نوح کے بعد اور پیغمبر ہم نے ان کی اپنی قوم کی طرف بھیجے، تو وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے مگر وہ لوگ ایسے نہ تھے کہ جس بات کو پہلے جھٹلا چکے تھے اس پر ایمان لے آتے، اسی طرح ہم زیادتی کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔ (74)

تشریح: ان آیات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے کفار و مشرکین اور ہر زمانے کے منکرین الٰہی کے لیے بڑی زبردست مثال دی گئی ہے کہ جو لوگ پیغمبر کے پیغام، وعظ اور نصیحت سے سبق نہیں سیکھتے اور اللہ پر ایمان نہیں لاتے، برائیوں کو چھوڑ کر نیکیوں کو اختیار نہیں کرتے وہ صرف اپنا ہی نقصان کرتے ہیں کیونکہ بالآخر ان کو تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی وہ ذلیل و خوار ہی کیے جائیں گے۔ جیسا کہ حضرت ادریس علیہ السلام اور پھر حضرت نوح علیہ السلام کو گمراہ لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ مولانا عبدالرحمن کیلانی مرحوم اپنی تصنیف ''مترادفات القرآن'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام 7000 قبل مسیح مقام عرافات میں (عراق میں دریائے دجلہ و فرات کا درمیانی علاقہ) پیغمبر بنا کر بھیجے گئے۔ ''ان کی قوم بڑی ضدی، ہٹ دھرم اور اللہ کا انکار کرنے والی تھی۔ آپ علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو اللہ پر ایمان لانے اور برائیوں کو چھوڑنے کی ترغیب دی مگر اتنی طویل مدت میں صرف چالیس لوگ ایمان لائے۔ تب آپ نے تنگ آ کر دعا کی، تو اللہ نے اس قوم پر طوفان باد و باران نازل فرمایا سب لوگ نیست و نابود ہو گئے سوائے ان لوگوں کے جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار ہو گئے تھے، پھر ان سے دوبارہ نسل انسانی بڑھنے لگی اسی لیے نوح علیہ السلام کو آدم ثانی کہا گیا ہے۔ طوفان کے بعد تین سو پچاس سال نوح علیہ السلام زندہ رہے۔'' مگر بگڑی ہوئی قوم کو راہ راست پر لانا بڑا ہی مشکل کام ہوتا ہے کیونکہ ایسے لوگ گمراہی، بداخلاقی اور کفر و شرک میں اس قدر ڈوب جاتے ہیں کہ پھر وہاں سے نکلنا ان کے لیے ممکن نہیں رہتا سوائے چند لوگوں کے۔ اسی لیے اللہ رب العزت ایسے لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ تو ایسے ہو جاتے ہیں جیسے ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے یہ نیکی اختیار کرنا نہ چاہتے ہیں نہ کر سکتے ہیں۔ حضرت نوح کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا ذکر بیان کیا جا رہا ہے یہ بھی مثال دے کر سمجھانے کے لیے۔ ملاحظہ ہو:

سیدنا موسیٰ کی تعلیم، قوم کی گمراہی، تباہی اور عبرت کا سامان

ثُمَّ بَعَثۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ مُّوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسۡتَكۡبَرُوۡا
وَكَانُوۡا قَوۡمًا مُّجۡرِمِيۡنَ ﴿75﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الۡحَقُّ مِنۡ عِنۡدِنَا قَالُوۡۤا اِنَّ هٰذَا لَسِحۡرٌ
مُّبِيۡنٌ ﴿76﴾ قَالَ مُوۡسٰٓى اَتَقُوۡلُوۡنَ لِلۡحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمۡ ؕ اَسِحۡرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفۡلِحُ
السّٰحِرُوۡنَ ﴿77﴾ قَالُوۡۤا اَجِئۡتَنَا لِتَلۡفِتَنَا عَمَّا وَجَدۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوۡنَ لَكُمَا
الۡكِبۡرِيَآءُ فِى الۡاَرۡضِ ؕ وَمَا نَحۡنُ لَكُمَا بِمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿78﴾ وَقَالَ فِرۡعَوۡنُ ائۡتُوۡنِىۡ بِكُلِّ
سٰحِرٍ عَلِيۡمٍ ﴿79﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمۡ مُّوۡسٰٓى اَلۡقُوۡا مَاۤ اَنۡتُمۡ مُّلۡقُوۡنَ ﴿80﴾
فَلَمَّاۤ اَلۡقَوۡا قَالَ مُوۡسٰى مَا جِئۡتُمۡ بِهِ ۙ السِّحۡرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبۡطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا
يُصۡلِحُ عَمَلَ الۡمُفۡسِدِيۡنَ ﴿81﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الۡحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ﴿82﴾ ع 12 13
فَمَاۤ اٰمَنَ لِمُوۡسٰۤى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنۡ قَوۡمِهٖ عَلٰى خَوۡفٍ مِّنۡ فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۟ئِهِمۡ اَنۡ
يَّفۡتِنَهُمۡ ؕ وَاِنَّ فِرۡعَوۡنَ لَعَالٍ فِى الۡاَرۡضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الۡمُسۡرِفِيۡنَ ﴿83﴾ وَقَالَ
مُوۡسٰى يٰقَوۡمِ اِنۡ كُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰهِ فَعَلَيۡهِ تَوَكَّلُوۡۤا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّسۡلِمِيۡنَ ﴿84﴾
فَقَالُوۡا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلۡنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَةً لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ۙ ﴿85﴾ وَنَجِّنَا
بِرَحۡمَتِكَ مِنَ الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿86﴾ وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى مُوۡسٰى وَاَخِيۡهِ اَنۡ تَبَوَّاٰ
لِقَوۡمِكُمَا بِمِصۡرَ بُيُوۡتًا وَّاجۡعَلُوۡا بُيُوۡتَكُمۡ قِبۡلَةً وَّاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ
الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿87﴾ وَقَالَ مُوۡسٰى رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَيۡتَ فِرۡعَوۡنَ وَمَلَاَهٗ زِيۡنَةً وَّاَمۡوَالًا فِى
الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِكَ ۚ رَبَّنَا اطۡمِسۡ عَلٰٓى اَمۡوَالِهِمۡ وَاشۡدُدۡ
عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ فَلَا يُؤۡمِنُوۡا حَتّٰى يَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِيۡمَ ﴿88﴾ قَالَ قَدۡ اُجِيۡبَتۡ
دَّعۡوَتُكُمَا فَاسۡتَقِيۡمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيۡلَ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿89﴾ وَجٰوَزۡنَا بِبَنِىۡۤ
اِسۡرَآءِيۡلَ الۡبَحۡرَ فَاَتۡبَعَهُمۡ فِرۡعَوۡنُ وَجُنُوۡدُهٗ بَغۡيًا وَّعَدۡوًا ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدۡرَكَهُ

الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ
الْمُسْلِمِيْنَ ﴿90﴾ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿91﴾ فَالْيَوْمَ
نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا
لَغٰفِلُوْنَ ﴿92﴾

ترجمہ: پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ گنہگار لوگ تھے۔(75) تو جب ان کے پاس ہمارے ہاں سے حق آیا تو کہنے لگے کہ یہ تو صاف جادو ہے۔(76) موسیٰ نے کہا کیا تم حق کے بارے میں جب وہ تمہارے پاس آیا یہ کہتے ہو کہ یہ جادو ہے۔ حالانکہ جادوگر فلاح نہیں پا سکتے۔(77) وہ بولے کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ جس راہ پر ہم اپنے باپ دادا کو پاتے رہے ہیں اس سے ہمیں پھیر دو۔ اور اس ملک میں تم دونوں کی ہی سرداری ہو جائے؟ اور ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔(78) اور فرعون نے حکم دیا کہ سب کامل جادوگروں کو ہمارے پاس لے آؤ۔(79) جب جادوگر آئے تو موسیٰ نے ان سے کہا تم کو جو ڈالنا ہو ڈالو۔(80) جب انہوں نے اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو ڈالا، تو موسیٰ نے کہا ''جو چیزیں تم بنا کر لائے ہو، جادو ہے۔ اللہ اس کو ابھی نیست و نابود کر دے گا۔ اللہ شریروں کا کام سنوارا نہیں کرتا۔(81) اور اللہ اپنے حکم سے سچ کو سچ ہی کر دے گا، اگرچہ گنہگار برا ہی مانیں۔(82) تو موسیٰ پر کوئی ایمان نہ لایا، مگر اس کی قوم میں سے چند لڑکے اور وہ بھی فرعون اور اس کے اہل دربار سے ڈرتے ڈرتے، کہ کہیں وہ ان کو آفت میں نہ پھنسا دے، اور فرعون ملک میں متکبر (متغلب) حد سے بڑھا ہوا تھا۔(83) اور موسیٰ نے کہا کہ ''اے قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور اگر دل سے فرمانبردار ہو؟ تو اسی پر بھروسہ رکھو۔(84) تو وہ بولے کہ ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اے ہمارے رب ہم کو ظالم لوگوں کے ہاتھ سے آزمائش میں نہ ڈال۔(85) اور اپنی رحمت سے کفار کی قوم سے نجات بخش۔(86) اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی قوم کے لیے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ یعنی مسجدیں ٹھہراؤ، نماز پڑھو اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو۔(87) اور موسیٰ نے کہا اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں بہت سا ساز و برگ اور مال و زر دے رکھا ہے، اے اللہ! ان کا کام یہ ہے کہ تیرے رستہ سے گمراہ کر دیں، اے ہمارے رب! ان کے مال کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔(88) اللہ نے فرمایا کہ تمہاری دعا قبول کر لی گئی تو تم ثابت قدم رہنا اور بے عقلوں کے راستے پر نہ چلنا۔(89) اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا، تو فرعون اور اس کے لشکر نے سرکشی اور دشمنی سے ان کا پیچھا کیا۔ یہاں تک کہ جب وہ غرق ہونے کے عذاب میں مبتلا ہوا تو کہنے لگا میں ایمان لایا کہ جس اللہ پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں۔(90) (جواب ملائکہ) اب ایمان لاتا ہے؟

حالانکہ تو پہلے نافرمانی کرتا رہا اور مفسد بنا رہا۔(91) تو آج ہم تیرے بدن کو بچا لیں گے تا کہ تو پچھلوں کے لیے عبرت ہو، اور بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں۔(92)

تشریح: ان آیات میں حضرت موسیٰؑ اور قوم فرعون کا ذکر اس لحاظ سے کیا گیا ہے کہ کفار کو عبرت دلائی جائے۔ اس سے پہلے قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود بھی نافرمانی کی وجہ سے مختلف عذابوں کا نشانہ بن چکی ہیں۔ ان آیات میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام ان کی قوم اور فرعون کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے۔ مختصراً یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی توحید کا سبق دینے پر مامور کیا گیا تھا۔ آپ کی امت زیادہ تھی۔ آپ جہاد پر مامور ہوئے آپ کو حسن تدبر میں کمال حاصل تھا حضرت ہارونؑ آپ کے مددگار بنائے گئے۔ آپ نے فرعون کے محل میں ہی پرورش پائی کیونکہ آپ کی والدہ نے آپ کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا تھا اور وہ صندوق فرعون کی بیوی کے ہاتھ لگ گیا اس نے آپ کو بیٹے کی طرح پرورش کیا۔ آپ کو کلیم اللہ کا لقب ملا کیونکہ اللہ نے آپ سے کلام بھی کیا۔ بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے۔ فرعون ان پر بہت ظلم کرتا تھا تو اس سے قوم کو انہوں نے نجات دلائی اور فرعون ایمان نہ لانے اور تکبر و غرور کی وجہ سے دریا میں غرق کر دیا گیا۔ مرتے وقت اس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا مگر اس وقت کی توبہ قبول نہیں ہوئی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آج ہم تیرے بدن کو نکال لیں گے تا کہ پچھلوں کے لیے عبرت ہو۔ تو اللہ کی شان دیکھیے کہ فرعون کی لاش تین ہزار پانچ سو سال گزر جانے کے بعد بھی برٹش میوزیم میں محفوظ پڑی ہے اور دنیا کے لیے عبرت کی کہانی پیش کر رہی ہے۔ ایک ایسے انسان کی لاش جو اپنی زندگی میں فخر و غرور، ظلم و ستم کا بادشاہ اپنے آپ کو رب کہلواتا اور سجدہ کرواتا تھا۔ یہ کفر و شرک کا مجسمہ کس بے بسی اور اذیت کے مراحل طے کر رہا ہے۔ یہ بہت بڑی نشانی ہے اللہ کے وجود اور اس کی کبریائی و قدرت کی۔ اس کی پکڑ میں کوئی آتا ہے تو کس طرح آتا ہے کیا وہ مردوں کو زندہ نہ کر سکے گا؟ کیا وہ حساب کتاب کر کے عذاب اور جزا نہ دے سکے گا؟ ضرور، یہ سب کچھ ہو کر رہے گا۔ اسکی قدرت کا اندازہ تھوڑا سا فرعون کی اس محفوظ پڑی ہوئی لاش سے بھی کیا جا سکتا ہے۔

ان آیات میں بڑی نصیحت آموز باتیں ملتی ہیں۔ معجزے اور جادو کا فرق یہ سورۃ الاعراف میں بیان ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ہجرت کرنا، ایمان پر قائم ہونا، نماز قائم کرنا یہ سب عمل ایک قوم میں اتحاد، یقین اور ثابت قدمی پیدا کرتے ہیں۔ پھر اپنی مشکلات کے لیے اللہ سے دعا، مدد مانگنے اور استغفار کا موقع مل جاتا ہے۔ غرض ان آیات میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام، فرعون اور اس کی ذہنیت، معجزے، جادو، بددعا، فرعون کی تباہی اور اس کا باعث عبرت بننا، بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور یہ بات بھی ثابت ہوئی ہے کہ عین موت کے وقت یا موت کے آثار دیکھ کر توبہ کرنا قابل قبول نہیں۔ فرعون کی لاش کا دنیا میں یوں موجود ہونا اللہ کی قدرت کی ایک بہت بڑی نشانی ہے۔ 1907ء میں یہ لاش مل گئی کچھ عرصہ مصر میں رہی پھر برٹش میوزیم میں بھجوا دی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان بندہ ہے اللہ العلمین رب ہے۔ اسی کے سامنے جھکنے میں عظمت ہے

اور نجات بھی۔ ہر وقت اس کے بتائے ہوئے احکامات کی پابندی اور استغفار کرتے رہنا چاہیے۔ اگلی آیات میں بنی اسرائیل کا ذکر کیا گیا ہے۔

بنی اسرائیل کا امتحان

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿93﴾

ترجمہ: اور ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کے لیے عمدہ جگہ دی، اور کھانے کو پاکیزہ چیزیں دیں۔ لیکن وہ باوجود علم ہونے کے اختلاف کرتے رہے، بے شک جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے رہے تمہارا رب قیامت کے دن ان میں ان باتوں کا فیصلہ کر دے گا۔(93)

تشریح: فرعون کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل کو مکمل آزادی مل گئی مصر، اردن اور فلسطین ان کو مل گیا۔ غرض دنیا کی بہترین نعمتوں سے ان کو مالا مال کر دیا گیا۔ انتہائی سرسبز و شاداب زمین ان کو دی گئی۔ مگر ان میں سے بہت سے لوگوں نے نعمتوں کی ناقدری کی اور اطاعت سے پھر گئے۔ ''علم'' سے مراد میرے خیال میں اور معارف القرآن کی مدد سے یہی سمجھ آتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو اطلاع تورات میں دی گئی تھی اس کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ پہلے تو یہ لوگ دعائیں کرتے تھے کہ آخری نبی جلدی آئیں، مگر جب علم ہوا کہ آپ تشریف لے آئے ہیں تو پھر ان سے انکار کرنے لگے مگر کچھ لوگ اقرار بھی کرتے تھے جو بہت تھوڑے تھے۔ تو یہاں انہی لوگوں کی سزا و جزا کا ذکر ہے کہ قیامت کے دن ان کا فیصلہ بھی کر دیا جائے گا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ تورات میں کی گئی پیشگوئی کے مطابق بنی اسرائیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر فوراً ایمان لے آتے مگر ہوا یہ کہ یہ لوگ اکثر ان کی تصدیق کرنے سے انکار کرنے لگے اور یہ بات ناقابل معافی ہے، لہٰذا ایسے لوگوں کو قیامت کے دن اس اختلاف کرنے کی سزا تو ضرور ملے گی۔ ہر وقت رب العلمین سے بخشش، مدد اور رحمت کی دعا کرنی چاہیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا کیا کرتے تھے۔

''یا اللہ سب کاموں میں ہمارا انجام بخیر فرما اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھ۔'' (طبرانی)

نبی کو خطاب اور قوم یونس کی برأت

فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ فَسْــٴَـلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ
قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ (94) وَ لَا تَكُوْنَنَّ
مِنَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (95) اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ
عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ (96) وَ لَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ
الْاَلِیْمَ (97) فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْیَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِیْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ یُوْنُسَ ؕ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا
كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِیْنٍ (98)

اگر تمہیں اس کتاب کے بارے میں جو ہم نے تم پر نازل کی ہے کچھ شک ہو تو جو لوگ تم سے پہلے اتری ہوئی کتابیں پڑھتے ہیں، ان سے پوچھ لو۔ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس حق آ چکا ہے تو آپ ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہوں۔ (94) اور نہ ان لوگوں میں ہونا جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں، ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ (95) جن لوگوں کے بارے میں اللہ کے عذاب کا حکم قرار پا چکا ہے وہ ایمان نہیں لانیوالے۔ (96) جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں خواہ انکے پاس ہر طرح کی نشانی آ جائے۔ (97) تو کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ ایمان لاتی تو اس کا ایمان اسے نفع دیتا۔ ہاں! یونس کی قوم کہ جب ایمان لائی تو ہم نے دنیا کی زندگی میں ان سے ذلت کا عذاب دور کر دیا اور ایک مدت تک ان کو دنیاوی فائدے دیے رکھے۔ (98)

تشریح: ان آیات میں رب العلمین اپنے پیارے رسول ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں کبھی انسان ہونے کے ناطے کتاب (قرآن) پر کوئی شک یا وسوسہ پیدا ہو تو اس کو دور کرنے کے لیے اول تو کلام پاک خود ہی بہت بڑی دلیل محکم ہے اور بہترین ہے ہر پہلو سے مگر انسانی تسلی اور دلیل کے لیے بڑی ہی صاف راہ ایک یہ بھی ہے کہ اس کتاب کے بارے میں تمام اہل کتاب جن میں سب سے بڑی دو قومیں ہیں یہودی اور عیسائی۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتابیں دی ہیں، یعنی تورات اور انجیل۔ ان کتابوں میں ہر قسم کے قوانین اصول لکھے ہوئے موجود ہیں اور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں بڑی ہی وضاحت سے بتایا گیا ہے کہ آخری نبی حضرت محمد ﷺ آئیں گے۔ ان کے بارے میں اتنا واضح بتایا گیا ہے کہ ایک دفعہ جب آپ چھوٹے ہی تھے۔ شام کے سفر میں گئے ہوئے تھے کہ بحیرہ راہب اور نسطورا راہب نے آپ کو خوشخبری سنادی تھی کہ انجیل میں جس آخری نبی کی اطلاع دی گئی ہے وہ آپ ہی ہیں۔ اسی طرح جب ہم پہلی وحی کا واقعہ پڑھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ بڑے ہی متقی اور پرہیزگار بہترین انسان تھے اللہ کے مقبول ترین بندے تھے۔ مگر تھے تو انسان ہی۔ جب پہلی وحی نازل ہوئی تو جلال ربانی اور کلام الٰہی کے نزول سے اللہ کی

عظمت و بڑائی سے جو رعب الٰہی آپ پر طاری ہوا وہ کئی دنوں تک رہا۔ اور فوری طور پر غار حرا سے واپس گھر تشریف لائے" اس وقت آپ کا دل دھڑک رہا تھا۔ جسم پر لرزہ طاری تھا امانت الٰہی کا نور آپ کے سینۂ مبارک میں چمک رہا تھا، اللہ کے جلال و عظمت سے رواں رواں کانپ رہا تھا، جلال ربانی آپ کے اوپر طاری تھا، جبریل علیہ السلام کی آواز آپ کے کانوں میں گونج رہی تھی۔" (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مصنف سلیم یزدانی صفحہ 100)

یہ ایک بڑی ہی سچی حقیقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہیں اور آپ پر قرآن نازل ہوا۔ اس کی تصدیق تورات اور انجیل میں بھی موجود ہے۔ جیسا کہ حضرت خدیجہؓ آپ کو لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔ کیونکہ وہ عبرانی زبان کے عالم، عیسائی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ جب ان کو وحی کے نزول کا بتایا گیا تو وہ بے ساختہ بول اٹھے "یہ تو وہی ناموس اعظم تھا جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر اتارا تھا۔ کاش! میں اس وقت تک زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو نکالے گی۔" یہ ہجرت مدینہ کی طرف اشارہ ہے، یعنی آپ کی سیرت و کردار اور بعثت کے پہلے اور بعد کے حالات کافی وضاحت سے پچھلی کتابوں میں بتائے جا چکے تھے۔ اسی لیے تو اللہ رب العزت نے فرمایا کہ بالکل پکی بات ہے بغیر کسی شک وشبہ کے یہ تصدیق ہو چکا ہے کہ آپ ہی آخری نبی ہیں اور کلام پاک اللہ کی کتاب ہے۔ اور پھر اللہ کا حکم پوری انسانی برادری کو ہوتا ہے کہ کوئی بھی اس میں شک وشبہ کا شکار نہ ہو۔ کیونکہ اس کو نہ مان کر سوائے نقصان کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اور پھر ان ہٹ دھرم ضدی اور نافرمان لوگوں کا ذکر ہے کہ ایسے لوگ تو سب کچھ جانتے ہوئے بھی ایمان لانے والے نہیں۔ یہاں تک کہ اللہ نے ان کو عذاب دے کر نیست و نابود کر دیا۔ سوائے ایک قوم کے وہ لوگ عذاب آنے سے پہلے ایمان لے آئے وہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم ہے کہ جنہوں نے عذاب آنے سے پہلے توبہ کر لی اور ایمان لے آئے اور اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور پھر وہ کافی عرصہ تک اللہ کے فضل و کرم اور مہربانی سے آباد و شاد زندگی گزارتے رہے۔

دنیا میں نیکی و بدی، کفر و ایمان، امن و فساد اور عذاب و رحمت کا سلسلہ ہمیشہ سے چلتا آیا ہے۔ انسان کو سمجھانے کے لیے امن و سکون کو قائم کرنے کے لیے ہر زمانہ اور ہر قوم کے پاس انبیاء و رسل بھیجے گئے کچھ قومیں ایسی ضدی اور نافرمان تھیں کہ باوجود وعظ و نصیحت اور مہلت کے ایمان نہ لائیں اور دنیاوی عذاب کا شکار ہو کر تباہ ہو گئیں مگر ایک قوم ایسی گزری ہے کہ جس نے مثال قائم کی کہ انہوں نے عذاب سے پہلے ہی معافی مانگ لی۔ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کو ان کی نافرمانی کی سزا میں عذاب کی اطلاع دی گئی مگر حضرت یونس علیہ السلام خود وہاں سے نکل گئے اور کہا کہ ایک معینہ مدت کے بارے کہا تم پر عذاب الٰہی نازل ہو گا۔ (بعض روایات میں تین دن اور بعض میں چالیس دن کا ذکر آیا ہے) عذاب کے آثار ظاہر ہوئے تو لوگ ڈر گئے جنگلوں کو نکل گئے توبہ و استغفار کیا اور پوری طرح ایمان لے آئے۔ تو اللہ نے ان سے عذاب کو ٹال دیا۔ یہ واحد قوم ہے جس نے سچی توبہ کر کے اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے بچا لیا۔ تو یہ انسان کے لیے بڑی اچھی مثال ہے۔ اللہ کی طرف رجوع کرے اللہ اس کی

نجات، ایمان اور کامیابی کے راستے ضرور کھول دیتا ہے اور زندگی کا یہی اصول دنیا و آخرت میں کامیابی کا پکا اصول ہے۔ جیسا کہ اگلی آیات میں بتایا جا رہا ہے کہ ایمان میں زبردستی نہیں۔

رسول کا کام صرف سمجھانا ہے

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ
حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿99﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ
الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿100﴾ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا
تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿101﴾ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ
الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿102﴾ ثُمَّ
ع 10/11/15 نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿103﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا
النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۖ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿104﴾ وَاَنْ
اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿105﴾ وَلَا تَدْعُ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿106﴾
وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ
لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿107﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا
النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ
وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿108﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى
ع 11/6/16 اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۖ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿109﴾

ترجمہ: اگر آپ کا رب چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو۔ کہ وہ مومن ہو جائیں۔(99) حالانکہ کسی کو قدرت نہیں ہے کہ اللہ کے حکم کے بغیر ایمان لائے اور جو لوگ بے عقل ہیں ان پر وہ کفر وذلت کی نجاست ڈالتا ہے۔(100) ان کفار سے کہو کہ دیکھو تو آسمان اور زمین میں کیا کیا کچھ ہے؟ مگر جو لوگ ایمان نہیں

رکھتے ان کے لیے نہ ڈراوے کام آتے ہیں اور نہ ہی نشانیاں کام آتی ہیں۔(101) سو جیسے (برے) دن ان سے پہلے لوگوں پر گزر چکے ہیں اسی طرح کے دنوں کے یہ منتظر ہیں کہہ دو کہ تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔(102) اور ہم اپنے پیغمبروں اور مومنوں کو نجات دیتے رہے ہیں اسی طرح ہمارا ذمہ ہے کہ مسلمانوں کو نجات دیں۔(103) (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم!) کہہ دو لوگو! اگر تمہیں میرے دین میں کسی طرح کا شک ہو تو سن لو کہ جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا۔ بلکہ میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے، اور مجھے یہی حکم ہوا ہے کہ ایمان لانے والوں میں ہوں۔(104) اور یہ کہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے یکسو ہو کر دین اسلام کی پیروی کیے جاؤ اور مشرکوں میں ہرگز نہ ہونا۔(105) اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کو نہ پکارنا جو نہ تمہارا بھلا کر سکے اور نہ کچھ بگاڑ سکے اگر ایسا کرو گے تو ظالموں میں ہو جاؤ گے۔(106) اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اللہ کے سوا اس کو دور کرنے والا اور کوئی نہیں اور اگر وہ تم سے بھلائی کرنا چاہے تو اس کے فضل کو روکنے والا کوئی نہیں وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فائدہ پہنچاتا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔(107) کہہ دو کہ لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس حق آ چکا ہے تو جو کوئی ہدایت حاصل کرتا ہے تو ہدایت سے اپنے ہی حق میں بھلائی کرتا ہے، اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے، تو گمراہی سے اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اور میں تمہارا وکیل نہیں ہوں۔(108) (اور اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ کو جو حکم بھیجا جاتا ہے اس کی پیروی کیے جاؤ اور (تکلیفوں پر) صبر کرو۔ یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔(109)

تشریح: ان آیات میں سب سے پہلے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ اس بات سے آگاہ کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خواہش کہ سب لوگ ہی ایمان لے آئیں یہ پوری نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ اگر چاہتے تو یہ کر بھی سکتے تھے مگر یہ بات اللہ کی مشیت کے خلاف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے، انتہائی مخلص اور فرمانبردار بندے تھے مگر تھے تو انسان ہی۔ انہوں نے اپنے کام کو جو اللہ نے ان کے سپرد کیا تھا، یعنی نبوت اور تبلیغ کا تو اس کام میں انہوں نے اتنی مصیبتیں، دکھ، پریشانیاں اور مشقتیں برداشت کیں کہ انسان حیران ہو جاتا ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے رب سے اور اس کے دیے ہوئے کام (نبوت) سے اس قدر پیار اور محبت تھی کہ وہ ہر مصیبت جھیلنے کو تیار رہتے تھے پھر بھی پریشانی کے عالم میں اللہ سے دعا کرتے کہ یا اللہ سب کو مسلمان کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "سب کو ہی مسلمان بنا دیا جاتا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں۔" واقعی اللہ جو اتنی بڑی کائنات کا مالک و خالق ہے اس کے لیے یہ کام تو ہرگز مشکل نہ تھا، مگر اس میں بھی اللہ کی حکمت اور مصلحت ہے کہ اس نے فرشتوں کو کام دیا مگر اختیار نہیں دیا پرند چرند غرض تمام مخلوقات کو ایک بنا بنایا پروگرام دے دیا وہ اس میں لگے رہتے ہیں یہ مثال سے سمجھ سکتے ہیں مثلاً پرندہ بڑا خوبصورت گھونسلہ بناتا ہے مگر شروع دن سے ایسا ہی گھونسلا بناتا آ رہا ہے اپنی مرضی یا علم و عقل سے اس نے اپنے گھونسلے میں کوئی تبدیلی نہیں کی اس کو اس بات کا اختیار اللہ کی طرف سے نہیں دیا گیا جبکہ انسان نے غاروں کی رہائش چھوڑ کر اپنے علم عقل اور اختیار سے بڑے بڑے محلات

تعمیر کیے اور اپنی سہولتوں میں اضافہ کرنے کے لیے نئی نئی ایجادات کیں کوئی پکا اور سچا مسلمان ہے کوئی کافر ہے کوئی مشرک ہے۔ جب کہ پوری کائنات اور خود انسان خالق کل کی نشانیاں ہیں جو سب کے سامنے ایک ہی جیسی موجود ہیں کوئی تو اس کی نشانیوں کو دیکھ کر اسی کی عبادت کرتا ہے اور کوئی اس کی نشانیوں کو ہی پوجنا شروع کر دیتا ہے۔ رسول اور پیغمبر اس کو لاکھ سمجھاتے ہیں بتاتے ہیں مگر وہ اپنی ہی ضد پر قائم رہتے ہوئے خالق کائنات کو پہچاننے کی کوشش ہی نہیں کرتا تو ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے وہ اتنے ڈھیٹ اور بے وقوف ہیں کہ نیکی اور کامیابی کی طرف آنے کا سوچتے ہی نہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے ان کی برائی کے راستے ہی آسان کر دیتے ہیں۔ جب کہ اللہ کی سچائی کو سمجھنے کی کوشش کرنے والے کے لیے اللہ سچائی کے راستوں کو ہی آسان کر دیتا ہے۔ اس ساری گفتگو میں یہی سمجھ میں آتا ہے کہ خالق نے جن وانس کو ہدایت، عقل، علم اور اختیار دے کر یہ دیکھنا ہے کہ کون عقل، علم اور اختیار کو ٹھیک استعمال کر کے ہدایت کی راہ اختیار کرتا ہے اور کون عقل علم اور اختیار کو غلط استعمال کر کے گمراہی کی راہ اختیار کرتا ہے۔ پھر جیسے ایک ماں کی اولاد اچھی اور بری ہوتی ہے۔ اور وہ کہتی ہے کہ مجھے تو اس بچہ کے بارے میں معلوم ہی تھا کہ یہ نیک ہے جبکہ دوسرے کے لیے کہتی ہے مجھے تو پہلے ہی پتہ تھا کہ یہ برا انسان بنے گا میں نے تو بڑی کوشش کی اس کو سدھارنے کی مگر اس کی تو سمجھ میں ہی کچھ نہیں آتا۔ اچھا تو پھر جائے جہنم میں۔ خالق کا اپنے بندوں کے بارے میں یہ کہہ دینا کہ یہ تو برا ہی ہونا تھا۔ یہ اس کے علم کی بات ہے۔ بے شک اس نے انسان کے سامنے سب کچھ کھول کر رکھ دیا ہوا ہے۔ پیغمبر بھیجے، ہدایات کے لیے کتابیں نازل کیں، مگر ہر شخص کو اس کی مرضی پر چھوڑ دیا کیونکہ وہ کہتا ہے کہ ''دین میں زبردستی نہیں'' جو اس کو اختیار کرے گا دنیا و آخرت میں خوش رہے گا جو اختیار نہیں کرے گا دنیا میں بھی بے سکون رہے گا اور آخرت میں تو سزا ملنی ہی ہے۔ اسلام امن وسکون کا مذہب ہے جیسا کہ کئی مرتبہ بتایا جا چکا ہے کہ اس کے اصول، قوانین باقی تمام مذاہب سے بہترین، فائدہ مند اور آسان ہیں ان پر عمل کر کے انسان کو دلی سکون ملتا ہے اور ایسا ہی بندہ اللہ کا مقبول بندہ ہوتا ہے۔ ورنہ عزت، دولت، شہرت اور صحت وتندرستی تو وہ سب کو ہی دیتا ہے جیسا کہ فرعون، نمرود، قوم نوح، عاد اور ثمود وغیرہ بے شمار قومیں گزری ہیں کہ جنہوں نے اللہ کی دی ہوئی تمام نعمتوں کو غلط طریقہ سے استعمال کیا۔ کفر اور شرک کو اختیار کیا۔ آخر وقت تک توبہ نہ کی یا اس وقت توبہ کی جب موت سامنے آکھڑی ہوئی تو ایسے وقت کی توبہ قبول نہیں ہوتی اور بالآخر یہ قومیں اللہ کے غضب کا شکار ہو گئیں ان کا نام ونشان مٹا دیا گیا۔ ہاں! ایک قوم ایسی ہے یعنی حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کہ اس نے وقت پر توبہ واستغفار کر لی تو اللہ نے ان پر سے عذاب کو ٹال دیا اور یوں اللہ کی رحمت اور فضل وکرم کے وہ مستحق ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاتا ہے کہ جو لوگ ہدایت کی راہ اختیار کرتے ہیں تو وہ اپنے ہی حق میں اچھا کرتے ہیں جو گمراہی کی راہ اختیار کرتے ہیں وہ اپنے ہی حق میں برا کرتے ہیں۔ آپ کا کام ہے ان کو ہدایت کا راستہ واضح کرنا اور تبلیغ کرنا، سو آپ صبر اور سکون سے ان کو تبلیغ کرتے رہیں اور اللہ کے فرمانبردار پیغمبر ہوتے ہوئے اس کے احکامات کی پیروی پورے خلوص اور محنت سے کیے جائیں۔ ان کی فکر بالکل نہ کریں کیونکہ اللہ بہترین انصاف کرنے والا اور

سب کچھ جاننے والا اور بڑا ہی حکمت والا ہے۔اس نے اچھے برے سب لوگوں کا حساب کتاب اتنے زبردست نظام کے تحت رکھا ہوا ہے کہ کوئی بھی اپنے کیے کی سزا اور جزا پائے بغیر نہ رہ سکے گا۔وہ رحیم بھی ہے تو جبار بھی ہے۔اسکی نظر سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں اللہ فرماتا ہے۔"اور ہم نے بنایا انسان کو اور ہم جانتے ہیں جو باتیں آتی رہتی ہیں اس کے جی میں،اور ہم اس کے رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔" (از معارف القرآن سورۃ ق آیت 16)

اب موجودہ ایجادات اور سائنس کی تحقیقات نے اس آیت کی سچائی کو بہت زیادہ واضح کر دیا ہے۔مثلاً یہ کہ ہماری آوازیں ریکارڈ ہو رہی ہیں اس کی جیتی جاگتی مثال ریڈیو ہے۔دنیا میں سینکڑوں ریڈیو سٹیشن ہیں ان کے نشریاتی پروگرام ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے ہر وقت ہمارے آس پاس سے گزرتے رہتے ہیں مگر آپس میں گڈمڈ نہیں ہوتے کیونکہ ان کا بندوبست انسان نے یوں کیا ہے کہ مختلف نشرگاہوں سے نکلی ہوئی آوازیں مختلف طول کی موجوں کے اندر پھیلتی ہیں۔جس میٹر بینڈ پر جو آواز نشر کی جاتی ہے اسی بینڈ پر ریڈیو سیٹ کی سوئی سیٹ کر کے خاص وہاں کی ہی آواز صاف طور پر سن سکتے ہیں۔کیا اللہ تعالیٰ کا نظام اس سے کئی گنا زیادہ بہترین اور صحیح نہیں ہو سکتا؟ کیوں نہیں ہو سکتا۔ہمارے دل میں آیا ہوا خیال،ہمارے اعضاء کا کیا ہوا عمل،ہر چیز،ہر وقت،اندھیرا ہو یا اجالا،باقاعدہ ریکارڈ ہو رہا ہے۔اور یہی ریکارڈ ہمارے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔اب سائنس نے اس تمام عمل کو ثابت کر دیا ہے یہ کوئی اندھا اعتقاد نہیں رہ گیا اس کی دلیل انسان خود مہیا کر رہا ہے۔پھر بھی اگر انسان حیات بعد الموت اور حساب کتاب پر یقین نہ کرے غفلت اور کفر شرک اور گناہوں میں ڈوبا رہے تو کیا یہ اس کی اپنی بے عقلی نہیں؟ اور آخرت میں ملنے والے عذاب کا وہ خود ذمہ دار نہیں؟ بالکل وہ خود ہی اپنے اعمال اور اجر و ثواب کا ذمہ دار ہے۔اللہ نے تو اس کو حق پر ہی پیدا کیا ہے۔اب دنیا کی مصروفیات میں گم ہو کر اللہ کے سامنے حاضر ہونے کو بھول جائے تو یہ اس کی اپنی مرضی ہے۔شاعر مشرق علامہ محمد اقبال یوں وضاحت کرتے ہیں۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

یہ سورت چونکہ مکی زندگی کے آخری دور میں نازل ہوئی جبکہ کفار مسلمانوں پر بہت سے ظلم ڈھا چکے تھے اور جہاد کی اجازت نہیں تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ مسلمانوں کو صبر کے ساتھ سب کچھ برداشت کرنے اور وحی کی اتباع کا حکم دیا ہے اور ساتھ ہی انہیں اچھے دنوں کی آمد کی خوشخبری بھی دی جا رہی ہے۔

اللہ کے فضل و کرم اور مہربانی سے آج ہم سورۂ یونس ختم کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ میرے اس کام کو قبول کرے اور میری مدد فرمائے کہ میں اس کے بھیجے ہوئے پیغام کی تشریح اسی کامیاب طریقہ سے کر سکوں جس کی مجھے تمنا ہے۔اور جو ہماری نئی نسل کے لیے بہتری اور ہدایت کا بہترین ذریعہ بن سکے۔آمین ثم آمین۔

تعارف سورۂ ہود

اللہ بزرگ و برتر کے نام کے ساتھ اس کی رحمتوں اور بے حد وحساب مدد کے ساتھ سورۂ ھود کا آغاز کرتی ہوں۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ گیارہویں سورت ہے یہ بھی مکی سورت ہے اس میں ایک سوتیئس آیات اور 10 رکوع ہیں۔

اس سورت میں گذشتہ رسولوں کی تعلیمات کا خلاصہ اور پھر قرآن پاک کے نازل ہونے کی خاص وجہ بتائی گئی ہے۔ پہلے حضرت نوح، ھود، صالح، ابراہیم ، لوط اور شعیب علیہم السلام، قرآن مجید میں ان سب کا ذکر ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ کی زبانی سنائے جائیں گے۔ آخری نبی کی آخری کتاب، پہلے تمام رسولوں کی تعلیمات کی روشنی میں ایک مکمل دین، اتنا مکمل اور بہترین دین کہ جس کے بعد نہ کسی شریعت کی ضرورت رہی اور نہ ہی پیغمبر کی۔ سورۂ یونس میں نافرمان لوگوں کا ذکر ہے اور پھر ان کے اوپر آنے والے عذاب کا ذکر ہے جو کہ ٹل گیا۔ جبکہ سورۃ ھود میں قیامت اور حشر کا نقشہ اس قدر واضح طور پر کھینچا گیا ہے کہ پڑھنے والا ہیبت الٰہی سے کانپ اٹھے۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''مجھے سورۂ ہود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔'' (جامع ترمذی کتاب تفسیر القرآن)

قرآن کے نزول کا مقصد

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الٓرٰ‌ كِتٰبٌ اُحۡكِمَتۡ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِنۡ لَّدُنۡ حَكِيۡمٍ خَبِيۡرٍۙ ﴿1﴾ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ‌ؕ اِنَّنِىۡ لَـكُمۡ مِّنۡهُ نَذِيۡرٌ وَّبَشِيۡرٌۙ ﴿2﴾ وَّاَنِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَيۡهِ يُمَتِّعۡكُمۡ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤۡتِ كُلَّ ذِىۡ فَضۡلٍ فَضۡلَهٗ‌ؕ وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنِّىۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ يَوۡمٍ كَبِيۡرٍ ﴿3﴾

ترجمہ: الرا۔ یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں محکم ہیں اور اللہ حکیم وخبیر کی طرف سے باوضاحت بیان کر دی گئی ہیں۔ (1) یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور میں اس کی طرف سے ڈر سنانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں۔ (2) اور یہ کہ اپنے رب سے بخشش مانگو، اس کے آگے توبہ کرو وہ تم کو ایک وقت مقرر تک اچھا فائدہ پہنچائے گا اور ہر بزرگی والے کو اس کا فضل عطا کرے گا۔ اور اگر روگردانی کرو گے تو مجھے تمہارے بارے میں (قیامت کے) بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ (3)

تشریح: ان آیات میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید اور اس کی آیات کو محکم اور مفصل قرار دیا ہے اور اللہ کی خالص عبادت اور رسول اکرم ﷺ کے دو وصف نذیر اور بشیر ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ اس کے بعد توبہ بخشش، نیک اعمال اور سزا و جزا کا بیان ہے۔ دیکھا

جائے تو انسان کی زندگی کا مقصد ہی عبادت ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب پر اسلام کو اس لیے فوقیت اور برتری حاصل ہے کیونکہ یہ دین فطرت کے عین مطابق ہے اور قابل عمل بھی۔ ہر انسان جانتا ہے کہ اس کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ بس تو پھر سوچنے کی کیا بات ہے؟ جس نے پیدا کیا ہے اسی کی عبادت کرو۔ یعنی صرف اسی کے سامنے سر جھکاؤ اسی سے مدد مانگو اسی سے بخشش مانگو۔ جو بھی کام کرو دل میں یہ سوچ لو کہ اللہ کی خوشنودی، اس کا حکم بجالانے، اور اس کے بندوں کی مدد اور خیر خواہی کے لیے کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر پڑھنے کے لیے سکول جاؤ یا نوکری کے لیے ہسپتال، فیکٹری یا کسی بھی دفتر، سکول، کالج، یونیورسٹی میں جاؤ تو دل میں یہ سوچ لو کہ یہ جو بھی میں کرنے جا رہا ہوں یہ امانت کی ادائیگی کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔ یقین جانیے تمام دن ہمارا ہر سانس، ہر قدم اور ہر عمل نیکی میں لکھا جائے گا۔ کام میں تھکن ہرگز محسوس نہ ہوگی اور کام میں جو لطف آئے گا اس کا اندازہ تو آپ خود ہی لگالیں گے۔ ہے نا دوہرے فائدے کا کام؟ کس قدر منافع بخش عمل ہے۔ جو معاوضہ آپ کے کام کے بدلہ میں ملتا ہے اس کو ہرگز اپنے کام کا معاوضہ نہ سمجھیں بلکہ اس کو تو محض پوکٹ منی سمجھیں۔ یقینا اس طرزِ عمل سے آپ کو تمام عمر بڑا ہی سکون بڑا ہی مزہ اور بڑا ہی فائدہ حاصل ہوگا۔ یہ بات جو آپ کے دل، نیت، ضمیر اور عمل میں پیدا ہوگی تو اس کو صرف اللہ ہی جانتا ہے وہ اتنے اچھے بندے کو برکتیں، رحمتیں، خوشیاں اور کامیابیاں بھلا کیوں نہ دے گا۔ اس سکون اور بے فکری اور خوشی سے کہ آپ دہرا منافع کما رہے ہیں، یعنی دنیا و آخرت کی کامیابیاں حاصل کر رہے ہیں آپ کی صحت و تندرستی میں بھی اضافہ ہوگا۔ کتنا آسان ہے ہمارا دین، کتنا مہربان ہے ہمارا اللہ کہ جس نے ہمیں دنیا میں پیدا کیا عمل کی توفیق دی تمام مخلوق سے بہترین مخلوق بنایا نیکی بدی کی پہچان کے لیے مشفق و مہربان حضرت محمد ﷺ کی صورت میں ارفع و اعلیٰ نبی رسول اور پیغمبر دیا اور مصلحتوں، حکمتوں اور بھلائیوں سے بھری ہوئی سب سے بہترین کتاب قرآن پاک عطا کی۔ ہمارا فرض تو صرف اتنا ہے کہ اپنا رخ، اپنا سب کچھ اللہ کے لیے وقف کر دیں۔ عبادت کریں تو اسی کی کریں، مدد مانگیں تو اسی سے مانگیں، توبہ کریں تو اسی سے کریں، فرمانبرداری کریں تو اسی کی کریں، بات مانیں تو اسی کی مانیں، رسول مانیں تو اسی کے بھیجے ہوئے رسولوں کو مانیں، زندگی گزاریں تو اللہ کے رسول اور قرآن کی بتائی ہوئی ہدایات کے مطابق گزاریں۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”جو اللہ کے دوست ہیں، جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا، ان کے لیے نہ کوئی خوف ہے نہ کوئی رنج ہے۔ دنیا و آخرت دونوں زندگیوں میں ان کے لیے بشارت ہی بشارت ہے، اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔“

(یونس آیات 62 - 63 - 64)

یہ بہت بڑا اور سچا وعدہ ہے جو ہمارے نبی پاک ﷺ کے ذریعہ سے ہم سے کیا گیا ہے۔ اس طرح زندگی گزارنے سے ہمارے اعمال کا بینک بیلنس بڑی تیزی سے بڑھتا چلا جائے گا جو آخرت میں ہمارے کام آئے گا۔ اب یہ ہرگز نہیں سوچ لینا چاہیے کہ کیونکہ ہم اللہ کے دوست ہیں اس لیے زندگی میں غمی ہمیں کبھی نہیں مل سکتی۔ خوشی اور غمی زندگی کا حصہ ہیں جیسے دن رات ہمارے

لیے لازمی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ مومن خوشی میں آپے سے باہر ہو کر اللہ سے غافل نہیں ہو جاتا بلکہ ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرتا رہتا ہے اور دکھ، تکلیف یا مصیبت سے بہت زیادہ پریشان نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ضرور اس میں بھی کوئی مصلحت ہوگی، لہٰذا دکھ اور تکلیف میں وہ استغفار یا "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ" پڑھتا ہے۔ اور یوں تکلیف کی سختی اطمینان اور سکون میں بدلنے لگتی ہے۔ اور یہ بہترین نسخہ بھی ہمیں اللہ نے ہی رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے سکھایا ہے۔ فرمان رب العالمین ہے: وہ (مومن) مصیبت آنے پر "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ" کہتے ہیں۔ (البقرۃ:۱۵۶)

اللہ دلوں کے بھید جانتا ہے

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ۭ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (4) دیکھو! یہ اپنے سینوں کو دہرا کرتے ہیں تاکہ اللہ سے چھپائیں سن رکھو! جس وقت یہ کپڑوں میں لپٹ کر پڑتے ہیں تب بھی وہ ان کی کھلی اور چھپی باتوں کو جانتا ہے۔ وہ تو دلوں تک کی باتوں کو جانتا ہے۔ (5)

تشریح: پچھلی آیت کے آخر میں نبی اکرم ﷺ نے آخرت کا ذکر کیا کہ میں حساب کتاب کے دن سے بہت ڈرتا ہوں کیونکہ اس دن بروں کو دوزخ کی سزا ضرور ملے گی اور اچھوں کو جنت ملے گی تو ان آیات میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت اور علم کا ذکر کیا گیا ہے کہ جو لوگ یہ سوچتے ہیں کہ چھپ کر گناہ یا بدکرداری کریں گے مگر اللہ کو معلوم نہ ہو سکے گا۔ یہ بڑی غلط اور فضول سوچ ہے کیونکہ اس کے علم میں تو دنیا کا ذرہ ذرہ ہے اور اسی طرح وہ تو دل کے اندر چھپے ہوئے بھید، نیت اور ارادہ سب کچھ سے واقف ہے۔ جب یہ پکا یقین ہو جائے جو کہ ہونا چاہیے تو پھر انسان بہت سی برائیوں سے بچ سکتا ہے۔ یہ یقین ایمان کا حصہ ہے۔ محمد بن عبید بن جعفر کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس ؓ سے پوچھا کہ یہ آیت کس باب میں اتری ہے؟ تو انہوں نے کہا: کچھ لوگ رفع حاجت کے وقت یا اپنی بیویوں سے صحبت کے وقت آسمان (پروردگار) کی طرف ستر کھولنے سے شرماتے اور شرم کے مارے جھکے جاتے تھے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری، کتاب التفسیر)

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ

ہر جاندار کا رازق اللہ، مذاق کرنیوالوں کا انجام

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ
كُلٌّ فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿6﴾ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ
عَرْشُهٗ عَلَی الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ
مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿7﴾ وَلَئِنْ
اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤی اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ
لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿8﴾ ع 1 8 1

ترجمہ: اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے۔ وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے اور اس کے لوٹنے (دفن ہونے) کی جگہ کو بھی، یہ سب کچھ کتاب روشن میں لکھا ہوا ہے۔(6) اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا، اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔ تمہارے پیدا کرنے سے مقصود یہ ہے کہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں عمل کے لحاظ سے کون بہتر ہے اور اگر تم کہو کہ تم لوگ موت کے بعد زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے تو کافر کہہ دیں گے یہ تو کھلا جادو ہے۔(7) اور اگر ایک معین مدت تک ہم ان سے عذاب مؤخر کر دیں تو کہیں گے کون سی چیز عذاب کو روکے ہوئے ہے؟ دیکھو جس دن وہ آئے گا پھر ٹلے گا نہیں۔ اور جس چیز کا یہ مذاق اڑایا کرتے ہیں وہ ان کو گھیر لے گی۔(8)

تشریح: آیت نمبر چھ میں اللہ کے رازق اور علیم وخبیر ہونے کی دلیل ہے۔ وہ دنیا کی تمام مخلوقات کو ایسے طریقوں سے رزق پہنچاتا ہے کہ جو انسان کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہو سکتا، مثلاً ایک واقعہ سنیں ایک شخص روزی رزق کے سلسلہ میں گھر سے نکلا۔ راستہ میں بارش ہو گئی تو وہ بچنے کے لیے ایک غار میں گھس گیا وہاں اس نے ایک اندھا عقاب دیکھا تو وہ سوچنے لگا کہ یہ اندھا عقاب کہاں سے کھاتا ہوگا۔ اچانک ایک کبوتر بارش سے بچنے کے لیے غار میں گھس آیا اور عقاب کے اوپر بیٹھ گیا، عقاب نے اسے دبوچ لیا اور کھا لیا۔ وہ شخص اللہ کی قدرت، طاقت اور رازق ہونے کا قائل ہو گیا۔

سوچنے کی بات ہے کہ پتھر کے اندر سمندر کی تہہ میں جہاں بھی کہیں اس کی مخلوق موجود ہے وہ اس کو رزق پہنچاتا ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ سب کام چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ جاؤ۔ اللہ نے محنت مشقت کا حکم دیا ہے بس طلب رزق میں اتنا مصروف نہیں ہونا چاہیے کہ نہ صحت کا خیال رہے اور اللہ سے غافل بھی ہو جاؤ۔ توکل علی اللہ بہت ضروری ہے مگر محنت اور کوشش کے ساتھ۔ اس دنیا کا

نظام یونہی نہیں چل رہا بلکہ تمام مخلوق کا نباتات، جمادات، حیوانات غرض ایک ایک ذرے کا پروگرام اللہ نے اپنے پاس لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے۔ اللہ کے حکم، منصوبہ یا پروگرام کے بغیر دنیا میں کچھ نہیں ہو سکتا۔ پھر اللہ کی قدرت اور کمال کا ذکر یوں کیا جا رہا ہے کہ اس نے چھ دن میں آسمانوں اور زمین کو بنایا۔ یہ بات قرآن پاک میں سات دفعہ مختلف آیات میں بتائی گئی ہے۔

(1) سورۃ الاعراف آیت:54۔　　(2) سورۃ یونس آیت:3۔

(3) سورۃ ھود آیت:7۔　　(4) سورۃ الفرقان آیت:59۔

(5) سورۃ السجدہ آیت:4۔　　(6) سورۃ ق آیت:38۔

(7) سورۃ الحدید آیت:4۔

چھ دن کا مسئلہ حل نہیں ہو رہا۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔ ''دن ان لفظوں میں جن سے زمانہ تعبیر کیا جاتا ہے سب سے زیادہ مشہور ہے۔ ورنہ آسمانوں کے پیدا ہونے سے پہلے نہ رات تھی نہ دن تھا۔ اور یہ ایسی بات ہے جیسے دوسرے سے کہیں کہ جس دن میں پیدا ہوا ہوں مبارک دن تھا حالانکہ ممکن ہے رات کو پیدا ہوا ہو مگر ایسا ہونا اس کے مطلب سے خارج نہیں ہے کیونکہ اس کی مراد دن کہنے سے وہ زمانہ ہے جس میں وہ پیدا ہوا۔'' (تفسیر کبیر سورۂ سجدہ)

مطلب یہ ہے کہ دن سے مراد تخلیق کے مختلف مدارج ہیں، یعنی آسمان اور زمین کی تخلیق درجہ بدرجہ، یعنی (Evolutionary Process) سے ہوئی۔ سمجھ یہ آتا ہے کہ کائنات کا ایک آغاز ہے اور یہ ارتقائی منازل سے گزر کر موجودہ شکل میں آئی۔ اسی طرح عرش معلیٰ کا تصور انسان کی عقل ونظر سے باہر ہے۔

قرآن مجید میں جہاں بھی استوی علی کا لفظ آیا ہے تو اس کا معنی قرار پکڑنا ہے، بعض لوگ یا گمراہ فرقے استوی علی العرش کا مفہوم بیان کرتے ہیں، عرش پر متمکن ہو گیا یا کائنات کے نظام پر غالب آ گیا یا زمام اختیار واقتدار سنبھالی اور استوی کا معنی استولیٰ سے کرتے ہیں۔ عرش پر مستوی ہونا یہ اللہ کی صفت ہے۔ اللہ کا عرش کیسا ہے یا اس نے عرش پر کیسے قرار پکڑا ہے، یہ جاننے کے ہم مکلف نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ: ''اللہ کی مثال بیان نہ کرو'' (۱۶:۷۴)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی کی تخلیق آسمان وزمین سے پہلے ہو چکی تھی یہ پانی کہاں تھا یا اس پانی کی کیفیت کیا تھی یہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ البتہ یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پہلے تو اللہ کا عرش پانی پر تھا اور تخلیق کے بعد یہ عرش سات آسمانوں اور کرسی سے بھی اوپر ہے۔

سائنسدان اس مسئلہ کے حل میں لگے ہوئے ہیں۔ بس ہم تو یونہی سمجھ سکتے ہیں کہ عرش وکرسی۔ طاقت، برتری اور اختیار کی نشانی ہے۔ جیسے ہم اپنے بادشاہ کو تخت پر بٹھا دیتے ہیں اور اس کی فرمانبرداری میں باادب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تو یہ عرش حقیقت میں اللہ کے اختیار، بڑائی، قدرت اور مالک کل ہونے کا ایک تصور ہے۔

یہ عالم ازل کی بات ہے انسان اس کو کیسے سمجھ سکتا ہے۔ انسان کا کام تو صرف یہ ہے کہ اس کے سامنے جھک جائے اسی کا

فرمانبردار بن کر رہے اور اسی کے احکامات کی پابندی کرے۔ کیونکہ انسان نے ایک دن ضرور اس دنیا سے رخصت ہو جانا ہے اور اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اعمال کا بدلہ پانا ہے۔ کافر لوگ اس بات کو مذاق سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ان کی عقل اتنی چھوٹی ہے کہ وہ اللہ کے اس بنائے ہوئے پروگرام کو انسان کے پیدا کیے جانے کے مقصد کو اور اللہ کی قدرت کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ اسی لیے تو مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''بھئی جس عذاب کا ذکر آپ کرتے ہیں تو وہ کیسے اور کب آئے گا، یعنی آ کیوں نہیں جاتا؟'' ان بے وقوفوں کو کیا معلوم کہ اللہ کے حساب کتاب کے مطابق دنیا کا نظام چل رہا ہے جو وقت جس عذاب کے لیے مقرر کر دیا گیا ہے وہ عین اس وقت آ جائے گا۔ نہ ایک گھڑی آگے ہوگا نہ ایک گھڑی پیچھے ہوگا۔ اور یہ سب اس کی لپیٹ میں آ جائیں گے۔

ان آیات کی روشنی میں آج کے بڑے بڑے سائنسدانوں اور کفار و مشرکین کو اچھی طرح سمجھایا جا سکتا ہے۔ کہ کائنات ہمیشہ سے نہیں ہے اور نہ ہمیشہ رہے گی۔ اللہ نے اس کو بنایا ہے اور کائنات کا ذرہ ذرہ ہر چیز خاص ڈیزائن کے مطابق اللہ کے حکم سے بنائی گئی ہے۔ ایک ایک ذرہ تمام مخلوقات، نباتات، جمادات ارض و سموات غرض ہر چیز خاص مقصد، حساب، نمونہ اور پروگرام کے مطابق بنائی گئی ہے اور خاص نظام کے تحت چل رہی ہے اور خاص وقت پر ختم کر دی جائے گی۔ اس کے پیدا کرنے، چلانے، ختم کرنے اور پھر دوبارہ پیدا کرنے میں کوئی دخل نہیں دے سکتا کیونکہ اس کا خالق، مالک اور حاکم اللہ وحدہٗ لاشریک ہے۔

ملحد سائنس دانوں کا یہ کہنا ہے دنیا ہمیشہ سے ہے یا کسی حادثہ سے وجود میں آ گئی بالکل غلط ہے۔ قرآن پاک میں جگہ جگہ اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا ''ہم نے زمین اور آسمان اور جو کچھ اس کے اندر ہے، بے مقصد پیدا نہیں کیا بلکہ یہ حق کے ساتھ ہے۔ یہ سب کچھ ایک خاص اندازے سے ایک خاص وقت تک ہے۔ (سورۃ الاحقاف آیت 3)

دنیادار، ناشکرے شخص کی نشانیاں اور صابر لوگوں کا اجر

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ﴿9﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ﴿10﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿11﴾

ترجمہ: اور اگر ہم انسان کو اپنے پاس سے نعمت بخشیں، پھر اس سے اس کو چھین لیں تو ناامید، ناشکرا ہو جاتا ہے۔ (9) اور اگر تکلیف پہنچنے کے بعد آسائش پہنچائیں تو خوش ہو کر کہتا ہے آہا مجھ سے سب مصیبتیں دور ہو گئیں بے شک وہ خوش ہونے والا اور فخر کرنے والا ہے۔ (10) ہاں! جنھوں نے صبر کیا اور نیک عمل کیے انہی کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔ (11)

تشریح: ان آیات میں انسان کی نفسیات بیان کی گئی ہیں کہ ایک کمزور ایمان والا شخص ذرا سی تکلیف پہنچنے پر سخت پریشان ہو جاتا ہے جو کہ توکل کی کمزوری ہوتی ہے بلکہ اللہ سے گلے شکوے شروع کر دیتا ہے۔ جب خوشیاں اور فارغ البالی ملتی ہے تو بجائے شکر ادا کرنے کے اللہ کو بالکل ہی بھول جاتا ہے، حالانکہ مضبوط ایمان والے کی یہ نشانی ہے کہ وہ پریشانی میں صبر، استغفار اور دعا سے کام لیتا ہے جب خوش ہوتا ہے تو اللہ کو تب بھی یاد کرتا ہے اور اس کا شکر بجا لاتا ہے۔ ایسے لوگ اللہ کے پسندیدہ لوگ ہیں ان کے لیے بخشش اور بہت زیادہ ثواب کی خوشخبری ہے۔ کیونکہ وہ ہر صورت اللہ کو یاد رکھتے ہیں اور درمیانہ راستہ اختیار کرتے ہیں خوشی میں اور غمی میں اعتدال، صبر، شکر اور ذکر اللہ میں مصروف رہتے ہیں اور یہی انسان کی پاکیزگی کا نشان ہے۔

مشرکین کو دس سورتوں کی مثل بنانے کا چیلنج

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعۡضَ مَا يُوحٰٓى اِلَيۡكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدۡرُكَ اَنۡ يَّقُوۡلُوۡا لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡهِ كَنۡزٌ اَوۡ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ نَذِيۡرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ وَّكِيۡلٌ ؕ﴿12﴾ اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰٮهُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِعَشۡرِ سُوَرٍ مِّثۡلِهٖ مُفۡتَرَيٰتٍ وَّادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿13﴾ فَاِلَّمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَكُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَاۤ اُنۡزِلَ بِعِلۡمِ اللّٰهِ وَاَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿14﴾ مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا وَزِيۡنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيۡهِمۡ اَعۡمَالَهُمۡ فِيۡهَا وَهُمۡ فِيۡهَا لَا يُبۡخَسُوۡنَ ﴿15﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ لَيۡسَ لَهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوۡا فِيۡهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿16﴾

ترجمہ: شاید آپ کچھ چیز وحی میں سے جو آپ کے پاس آتی ہے چھوڑ دیں اور اس خیال سے آپ کا دل تنگ ہو کہ کافر یہ کہنے لگیں کہ اس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں نازل ہوا یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟ (اے نبی ﷺ!) آپ تو صرف نصیحت کرنے والے ہیں، اور اللہ تو ہر چیز کا نگہبان ہے۔ (12) یہ کیا کہتے ہیں کہ اس نے قرآن خود ہی بنا لیا ہے۔ کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تم بھی ایسی دس سورتیں بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جس کو بلا سکتے ہو بلا لو۔ (13) اگر وہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ وہ اللہ کے علم سے اترا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو کیا تم تسلیم کرتے ہو۔ (14) جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت کے طالب ہوں ہم ان کے اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیتے ہیں اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی۔ (15) یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں جہنم کی آگ کے سوا اور کچھ نہیں اور جو عمل انہوں نے دنیا میں کیے برباد اور جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں سب ضائع ہوا۔ (16)

تشریح: ان آیات میں نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے۔ کیونکہ آپ بظاہر بالکل کمزور تھے مالی اور وسائل کے لحاظ سے آپ تنہا بے آسرا تھے۔ آپ کے پاس صرف صادق وامین ہونے کی سند تھی۔ کیونکہ بچپن سے آپ اس قدر شریف النفس، ایماندار اور نیک انسان تھے کہ سب آپ کی عزت کرتے تھے۔ لیکن جب آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا توحید کا پیغام دیا بتوں کی اصلیت بتائی تو تمام اہل مکہ آپ کے دشمن ہو گئے۔ کوئی آپ کا مذاق اڑاتا، کوئی دھمکیاں دیتا، کوئی آوازے کستا، کوئی تکلیفیں پہنچاتا، غرض ہر طرف آپکے دشمن ہی دشمن تھے تو ایسے میں اللہ تعالیٰ آپ کو تسلی دیتے ہیں کہ میں تمہارے ساتھ ہوں ان لوگوں کی ہرگز پرواہ مت کرو۔ جو میرا پیغام ہے پورا پورا ان تک باقاعدہ پہنچاتے رہو۔ اور ان لوگوں سے ہم خود نمٹ لیں گے۔ دنیا میں بھی ان کے لیے خواری ہے اور آخرت میں بھی جہنم کی آگ میں ان کو ڈالا جائے گا۔ ان کو نیکی کا پیغام دلیل کے ساتھ دیا جا رہا ہے اور یہ ماننے کو تیار نہیں اس لیے جو کچھ یہ کر چکے یا کر رہے ہیں اور جو آئندہ کریں گے سب ضائع ہو جائے گا۔ البتہ جو ایمان لے آئیں گے ان کے پچھلے گناہ معاف ہو سکتے ہیں اور وہ جہنم کی آگ سے بچ سکتے ہیں ایک بہت بڑا سبق جو مسلمانوں کو ملتا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن پڑھو، پڑھاؤ اور عمل کرو۔ نیک کام کرو، کرنے کی ترغیب دو اور برائی سے منع کرو۔ اس کام میں نہ کسی کی پرواہ کرو نہ کسی سے ڈرو کیونکہ اللہ ہمیشہ حق کا ساتھ دیتا ہے اور باطل ہمیشہ ہار جاتا ہے۔ دین کی تبلیغ ہر مرد، عورت، بچے، بوڑھے اور جوان کا فرض ہے۔ اس میں کبھی سستی نہیں کرنی چاہیے۔

منکرین اور ان کا انجام

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى
اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ
مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا
يُؤْمِنُوْنَ ﴿17﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى
رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى
الظّٰلِمِيْنَ ﴿18﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ وَهُمْ
بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿19﴾ اُولٰۗىِٕكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۭ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ وقف لازم
السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿20﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا

كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿21﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿22﴾

بھلا جوشخص اپنے رب کی طرف سے دلیل روشن رکھتا ہواور اس کے ساتھ ایک گواہ بھی اس کی طرف سے ہو جو وہی پڑھ کر سنائے اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہو جو پیشوا اور رحمت ہے، (تو کیا وہ قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے؟) یہی لوگ تو اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو کوئی اور فرقوں میں سے اس سے منکر ہو تو اس کا ٹھکانا آگ ہے، تو تم اس قرآن سے شک میں نہ ہونا۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے مگر اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ (17) اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے؟ ایسے لوگ اللہ کے سامنے پیش کیے جائیں گے، اور گواہ کہیں گے کہ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھوٹ بولا تھا۔ سن لو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ (18) جو اللہ کے راستے سے روکتے اور اس میں کجروی (ٹیڑھ) چاہتے ہیں اور وہ آخرت سے بھی انکار کرتے ہیں۔ (19) یہ لوگ زمین میں کہیں بھاگ کر اللہ کو ہرا نہیں سکتے، اور نہ ہی اللہ کے سوا ان کا کوئی حمایتی ہے۔ (اے پیغمبر ﷺ!) ان کو دگنا عذاب دیا جائے گا کیونکہ (حق بات) نہیں سن سکتے تھے اور نہ دیکھ سکتے تھے۔ (20) یہی ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا، اور جو کچھ وہ افترا کیا کرتے تھے ان سے جاتا رہا۔ (21) بلاشبہ یہ لوگ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان پانے والے ہیں۔ (22)

تشریح: یہی مضمون سورۂ بقرہ، آیت 62 اور سورۂ نساء آیات 152,150 میں بھی گزر چکا ہے۔ اس کے لیے حدیث میں آیا ہے: "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس امت کے جس یہودی، یا عیسائی نے بھی میری نبوت کے بارے میں سنا اور پھر مجھ پر ایمان نہ لایا، وہ جہنم میں جائے گا۔" (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا محمد ﷺ الی جمیع الناس)

اور پھر اللہ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا۔ "آپ کی خواہش کے مطابق اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔" (سورۂ یوسف آیت 103)

آیت نمبر 18 کے بارے میں حدیث ملاحظہ ہو۔

"قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک مومن سے اس کے گناہوں کا اعتراف کروائیں گے کہ تمہیں معلوم ہے تم نے فلاں گناہ بھی کیا تھا، فلاں بھی کیا تھا، وہ مومن کہے گا کہ ہاں ٹھیک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے ان گناہوں پر دنیا میں بھی پردہ ڈالے رکھا تھا، جا آج بھی انہیں معاف کرتا ہوں۔ (صحیح بخاری)

لیکن دوسرے لوگ یا کافروں کا معاملہ ایسا ہوگا کہ انہیں گواہوں کے سامنے پکارا جائے گا اور گواہ یہ گواہی دیں گے کہ "یہی وہ لوگ ہیں، جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا۔" تو پھر اللہ نے فرمایا کہ ایسے ظالم لوگوں پر لعنت ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں کا ذکر ہے جو سب کچھ جانتے بوجھتے اللہ کا انکار کرتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی ہدایت کی راہ سے روکتے ہیں تو ان لوگوں کو دگنا عذاب دیا جائے گا۔ اور ان کا سب کیا دھرا ان کے لیے وبال بن جائے گا اور ایسے ہی لوگ آخرت میں بہت نقصان اٹھائیں گے اور سخت عذاب سے دوچار ہوں گے۔ پھر نیک لوگوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

مومن کا انعام، کافر اور مومن کا فرق

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٣﴾ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ
وَالسَّمِيْعِ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٤﴾ ع 2/16

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے، اور اپنے رب کے آگے عاجزی کی، یہی جنت کے مالک ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ (23) ان دونوں فریقوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دیکھنے والا ہو اور دوسرا سننے والا، دونوں فریقوں کا حال برابر کیسے ہوسکتا ہے؟ پھر تم غور کیوں نہیں کرتے۔ (24)

تشریح: جیسا کہ آیات سے ظاہر ہے یہاں آ کر عالم آخرت کا بیان ختم ہو رہا ہے۔ اب آگے حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ جس میں بے شمار حکمت اور دانائی کی باتیں سکھائی گئی ہیں۔

۞۞۞

نوح علیہ السلام کی قوم پر طوفان آنے کا واقعہ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ ۡ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢٥﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ
اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٦﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ
مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ
الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۢ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿٢٧﴾ قَالَ يٰقَوْمِ
اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ
عَلَيْكُمْ ۭ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۭ
اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ
اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿٢٩﴾ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ۭ اَفَلَا
تَذَكَّرُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَاۗىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ
اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ۭ اَللّٰهُ

أَعْلَمُ بِمَا فِيٓ أَنْفُسِهِمْ ۖ إِنِّيٓ إِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ (31) قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا
فَأَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (32) قَالَ إِنَّمَا
يَأْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ إِنْ شَآءَ وَمَآ أَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (33) وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ إِنْ
أَرَدْتُّ أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ أَنْ يُّغْوِيَكُمْ ۗ هُوَ رَبُّكُمْ ۣ وَإِلَيْهِ
تُرْجَعُوْنَ (34) أَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۗ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ إِجْرَامِيْ وَأَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا
ع 3 11 3 تُجْرِمُوْنَ (35) وَأُوْحِيَ إِلٰى نُوْحٍ أَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا
تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (36) وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ
فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ إِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ (37) وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۣ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّنْ
قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ۗ قَالَ إِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ (38)
فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّأْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (39) حَتّٰٓى
إِذَا جَآءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ
إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ۗ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ إِلَّا قَلِيْلٌ (40) وَقَالَ
ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۗ إِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (41) وَهِيَ تَجْرِيْ
بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۣ وَنَادٰى نُوْحُ ِۨ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا
وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ (42) قَالَ سَاٰوِيْٓ إِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ۗ قَالَ لَا
عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ
الْمُغْرَقِيْنَ (43) وَقِيْلَ يٰٓأَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ أَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ
الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (44)

ترجمہ: اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا (تو) انہوں نے (ان سے) کہا کہ میں تم کو کھول کھول کر ڈر سنانے (اور یہ پیغام پہنچانے) آیا ہوں۔(25) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، مجھے تمہاری نسبت دردناک عذاب کا ڈر ہے۔(26) تو ان کی قوم کے کافر سردار کہنے لگے کہ ہم تم کو اپنے ہی جیسا ایک انسان دیکھتے ہیں اور تمہارے ماننے والے وہی لوگ ہیں جو ہم میں

ادنیٰ درجے کے ہیں بلا تامل اور ہم تم میں اپنے اوپر کوئی فضیلت نہیں دیکھتے بلکہ ہمارا خیال ہے کہ تم سب جھوٹے ہو۔(27) انہوں نے کہا اے قوم! دیکھو تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل رکھتا ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت بخشی ہو جس کی حقیقت تم سے پوشیدہ رکھی گئی ہے۔ تو کیا ہم اس کے لیے تمہیں مجبور کر سکتے ہیں اور تم ہو کہ اس سے ناخوش ہو رہے ہو۔(28) اور اے قوم! میں اس نصیحت کے بدلے تم سے مال و زر نہیں مانگ رہا میرا صلہ تو اللہ کے ذمہ ہے اور جو لوگ ایمان لائے ہیں میں ان کو نکالنے والا بھی نہیں ہوں، وہ تو اپنے رب سے ملنے والے ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نادانی کر رہے ہو۔(29) اور اے قوم! میں ان کو نکال دوں تو اللہ کے عذاب سے مجھے کون چھڑا سکے گا، بھلا تم غور کیوں نہیں کرتے؟(30) میں نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ ہی ان لوگوں کے لیے جن کو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو یہ کہتا ہوں کہ اللہ ان کو بھلائی نہ دے گا۔ جو ان کے دلوں میں ہے اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ اگر میں ایسا کہوں تو بے انصافوں میں ہوں۔(31) انہوں نے کہا کہ نوح تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت جھگڑا کیا، لیکن اگر سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو وہ لا نازل کرو۔(32) نوح نے کہا کہ اس کو تو اللہ ہی چاہے گا تو نازل کرے گا اور تم اس کو کسی طرح ہرا نہیں سکتے۔ (33) اور اگر میں یہ چاہوں کہ تمہاری خیر خواہی کروں اور اللہ یہ چاہے کہ تمہیں گمراہ کرے تو میری خیر خواہی تمہیں کچھ فائدہ نہیں دے سکتی، وہی تمہارا رب ہے اور تمہیں اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔(34) کیا یہ کہتے ہیں کہ اس پیغمبر نے قرآن اپنے دل سے بنا لیا ہے فرما دیں کہ اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہے تو میرے گناہ کے وبال مجھ پر اور جو گناہ تم کرتے ہو میں اس سے بری الذمہ ہوں۔(35) اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ تمہاری قوم میں جو لوگ ایمان لا چکے ان کے سوا اور کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ تو جو کام یہ کر رہے ہیں ان کی وجہ سے غم نہ کھاؤ۔(36) اور ایک کشتی ہمارے حکم سے ہمارے سامنے بناؤ، اور جو لوگ ظالم ہیں ان کے بارے میں ہمیں کچھ نہ کہنا، کیونکہ وہ ضرور غرق کر دیے جائیں گے۔(37) تو نوح نے کشتی بنانی شروع کر دی تو جب ان کی قوم کے سردار ان کے پاس سے گزرتے تو ان کا مذاق اڑاتے۔ وہ کہتے کہ "اگر تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو جس طرح تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو ہم بھی اسی طرح کسی وقت تمہارا مذاق اڑائیں گے۔(38) اور تمہیں جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے گا اور کس پر ہمیشہ کا عذاب نازل ہوتا ہے؟(39) یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا تو تنور جوش مارنے لگا۔ تو ہم نے نوح کو حکم دیا کہ ہر قسم کے جانداروں میں سے جوڑا جوڑا (ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ) لے لو اور جس شخص کے لیے حکم ہو چکا ہے کہ ہلاک ہو جائے گا اس کو چھوڑ کر اپنے گھر والوں کو اور جو ایمان لایا ہو، اس کو کشتی میں سوار کر لو اور ان کے ساتھ ایمان بہت تھوڑے لوگ لائے تھے۔(40) نوح نے کہا کہ اللہ کا نام لے کر اسی کے ہاتھ میں اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے اس میں سوار ہو جاؤ بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔(41) اور وہ ان کو لے کر طوفان کی لہروں میں چلنے لگی۔ لہریں کیا تھیں گویا پہاڑ تھے۔ اس وقت نوح نے اپنے بیٹے کو جو کشتی سے الگ تھا پکارا کہ بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ اور کافروں میں شامل نہ ہو۔(42) اس نے کہا کہ میں ابھی پہاڑ سے جا لگوں گا وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔ انہوں نے

کہا کہ آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں اور نہ کوئی بچ سکتا ہے مگر جس پر اللہ رحم کرے، اتنے میں دونوں کے درمیان لہر حائل ہوگئی اور وہ ڈوب کر رہ گیا۔(43) اور حکم دیا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان! تھم جا۔ تو پانی خشک ہو گیا اور کام تمام کر دیا گیا۔ اور کشتی کوہِ جودی پر جا ٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ ظالم لوگ اللہ کی رحمت سے دور ہیں۔(44)

تشریح: کفار و مشرکین ہمیشہ ایک ہی طرح کی باتیں کرتے تھے مثلاً یہ کہ پیغمبر کو کہنا کہ تم ایک معمولی انسان ہو رسول کیسے بن گئے۔ پھر کتاب پر یقین نہ کرنا پھر پیغمبر کا مذاق اڑانا، تکلیف پہنچانا اور پھر یہ کہنا کہ خواہ مخواہ عذاب سے ڈراتے رہتے ہو۔ لاؤ عذاب وغیرہ وغیرہ تو حضرت نوح علیہ السلام کا مکالمہ اپنی قوم کے ساتھ اور پھر ان کی بددعا اور پھر عذاب کا آنا اور صرف ان لوگوں کا بچ جانا جو رہنماؤں کو سنتے، دیکھتے اور مانتے تھے اور جو نہ سننا چاہتے نہ دیکھنا چاہتے اور نہ ماننا چاہتے تو ایسے لوگ دنیاوی عذاب کا شکار ہو کر نیست و نابود ہو جاتے ہیں اور پھر آخرت میں بھی ان کے لیے دردناک عذاب کی اطلاع ہے۔ طوفان نوح بہت مشہور عذاب ہے قرآن پاک کے علاوہ تاریخ میں بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ دجلہ و فرات کی سرزمین میں آثار قدیمہ اور طبقات الارض سے ملتا ہے۔ اس طوفان کی روایات قدیم زمانے سے مشہور ہیں حتیٰ کہ آسٹریلیا، امریکہ اور نیوگنی جیسے دور دراز کے علاقوں کی پرانی روایات میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ پھر جودی پہاڑ پر اس کشتی کا ٹھہر جانا۔ جودی پہاڑ کردستان کے علاقہ میں جزیرۂ ابن عمر کے شمال مشرقی جانب میں واقع ہے۔ یہ ایک عالمگیر طوفان تھا قرآنی اشارات سے یہی واضح ہوتا ہے کہ طوفان نوح کے بعد بچ جانے والے لوگوں سے حیوانات سے دوبارہ دنیا آباد ہونے لگی اور اسی لیے ان کو آدم ثانی کہا جاتا ہے۔ بہرحال یہ دنیا کے لیے عبرت حاصل کرنے کی بہت بڑی مثال ہے۔ اگلی آیات میں بقیہ حصہ طوفان نوح کا بیان کیا جائے گا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی بیٹے کے لیے دعا اور اللہ کی تنبیہ

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿45﴾ قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ﱟ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿46﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿47﴾

ترجمہ: اور نوح نے اپنے رب کو پکارا اور کہا کہ اے پروردگار! میرا بیٹا بھی میرے گھر والوں میں سے ہے تو اس کو بھی نجات دے تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بہتر حاکم ہے۔(45) اللہ نے فرمایا کہ اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے اس کے اعمال اچھے نہیں تو مجھ سے مت سوال کر جس کا تمہیں علم نہیں اور میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ نہ ہو جانا نادانوں میں سے۔(46)

نوح نے کہا: باری تعالیٰ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ ایسی بات کا تجھ سے سوال کروں جس کی حقیقت مجھے معلوم نہیں اور اگر تو مجھے نہیں بخشے گا اور مجھ پر رحم نہیں کرے گا تو میں خسارہ پانیوالوں میں سے ہو جاؤں گا۔(47)

تشریح: ان آیات میں کچھ نکات بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً:

1 پیغمبر بھی انسان ہی ہوتے ہیں شفقت پدری میں کہہ بیٹھے کہ میرا بیٹا کنعان ڈوب رہا ہے اسے بچالے۔

2 جواب میں اللہ نے فرمایا کہ بیٹا ہونا کوئی مغفرت کی وجہ نہیں ہو سکتی وہ بد اعمال تھا اس لیے ڈوب گیا، لہٰذا یہ طے ہے کہ بخشش کے لیے اعمال کی ضرورت ہے نہ کہ قرابت داری کی۔ اور پھر سید ہونا یا نام کا مسلمان ہونا بخشش کے لیے ناکافی ہے۔ حسب ونسب پر فخر کرنا، برے اعمال کرنا دوزخ سے نہ بچا سکے گا۔

3 غیر مسلم یا بدکردار انسان کے لیے مغفرت کی دعا نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس کا معاملہ اللہ نے طے کر رکھا ہے اسے سزا ضرور ملے گی۔ اس کے لیے دعا مانگنا گویا اللہ کے کاموں میں دخل دینا ہے۔

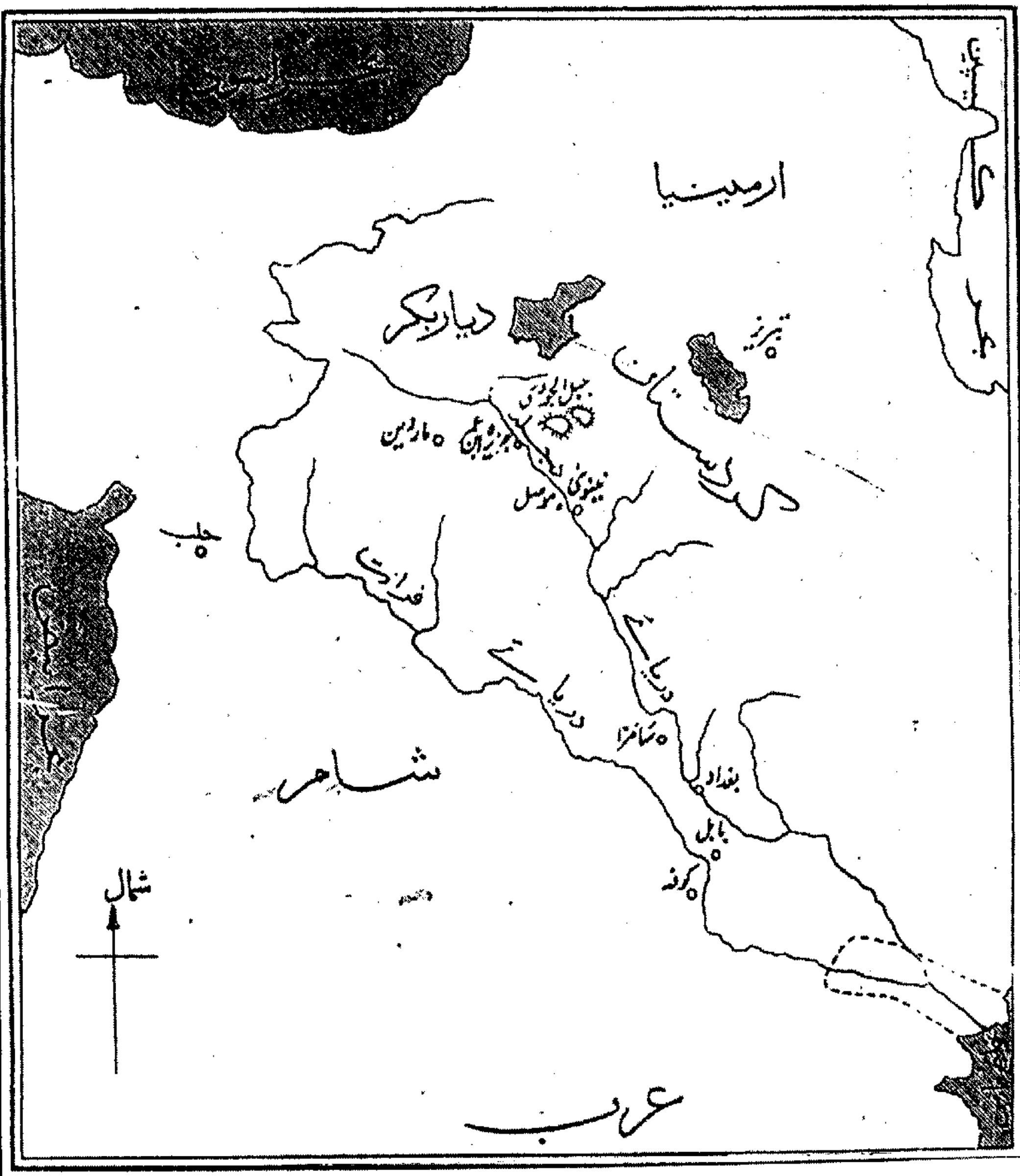
4 اللہ کی رضا پر ہمیشہ راضی رہنا چاہیے۔ وہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔

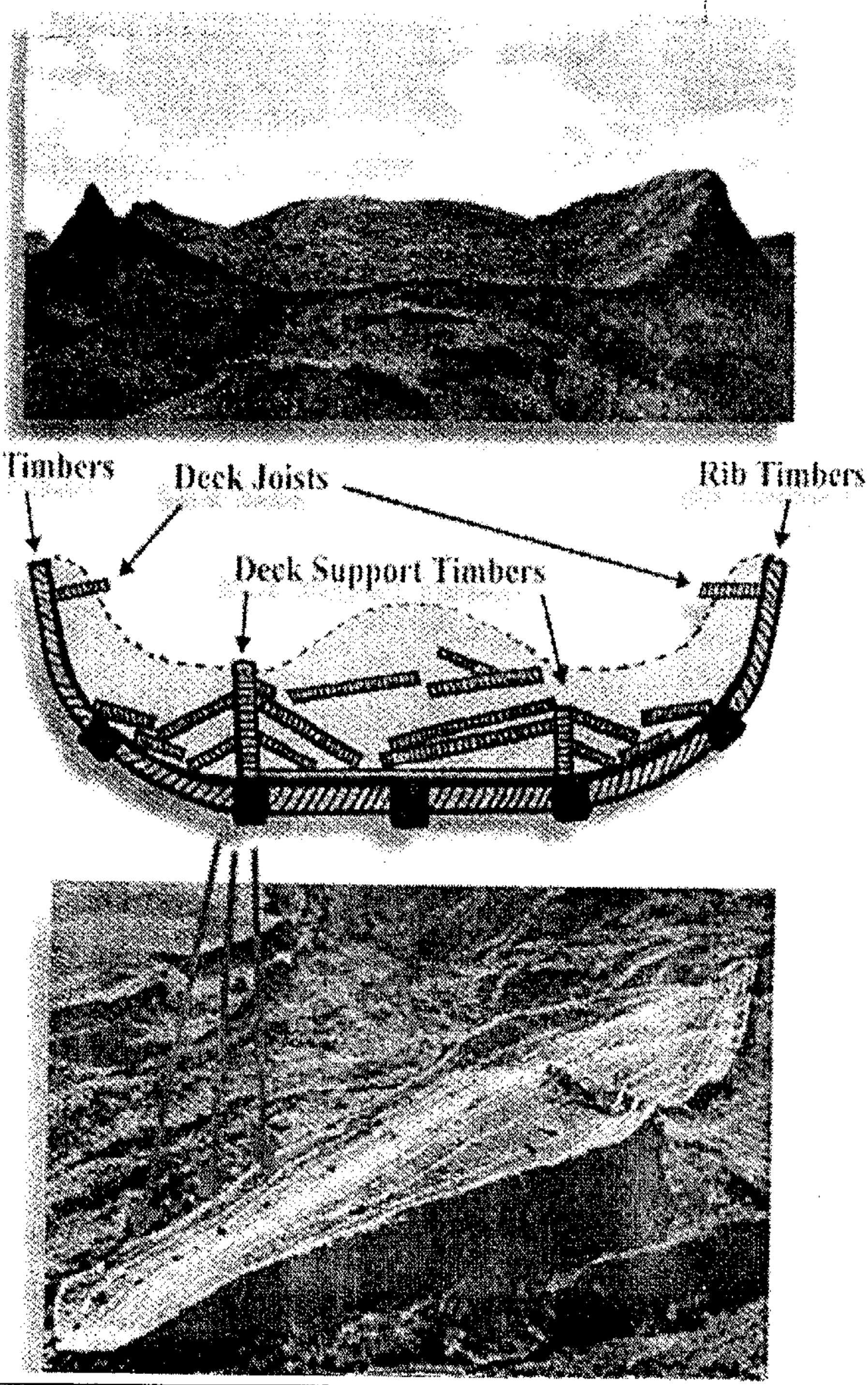
5 اگر کبھی کوئی غلطی ارادتاً یا بغیر ارادے کے ہو جائے تو احساس ہونے پر فوراً اللہ سے معافی مانگ لینی چاہیے۔

6 دین کے مقابلے میں ہر قسم کے جذبات، فائدے اور رشتہ داریوں کو بھول کر صرف اور صرف اللہ کی رضا، اور فرمانبرداری کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ اس طرح انسان دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکتا ہے۔

آئندہ صفحات پر کچھ نقشہ جات قارئین کے افادہ کے لیے دیے جا رہے ہیں جو ہم نے تفسیر تفہیم القرآن سے اخذ کیے ہیں

قومِ نوحؑ کا علاقہ اور جبلِ جودی




Rib Timbers
Deck Joists
Rib Timbers
Deck Support Timbers

طوفان کا خاتمہ اور نوح علیہ السلام کو تسلی

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿48﴾ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛؕ فَاصْبِرْ ۛؕ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿49﴾

ع 4/14/4

ترجمہ: حکم ہوا کہ نوح ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تم پر اور تمہارے ساتھ کی جماعتوں پر کی گئی ہیں اتر آؤ۔ کچھ اور جماعتیں ہوں گی جن کو ہم دنیا کے فوائد سے محظوظ کریں گے، پھر ان کو ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا (48)۔ (اے نبی!) یہ حالات غیب کی خبروں کے ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور اس سے پہلے نہ آپ ان کو جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم ہی ان سے واقف تھی تو صبر کیجیے کہ انجام پرہیز گاروں کا ہی بھلا ہے۔ (49)

تشریح: آیت 48 میں تو اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کو مخاطب فرماتے ہوئے کہتا ہے کہ اب طوفان ختم ہو گیا ہے۔ زمین گنہگاروں، فسادیوں اور مشرکین سے پاک صاف ہو گئی ہے۔ اب جو رحمتیں اور برکتیں تم سب پر کی گئی ہیں ان سے فائدہ اٹھاؤ اور امن و سکون سے پاکیزہ اور پرامن زندگی گزارو۔ ہاں کچھ عرصہ بعد کچھ قومیں دوبارہ بے رہروی کریں گی۔ اللہ سے دوری اختیار کریں گی تو پھر ان کا بندوبست اللہ ضرور کر دے گا۔ اللہ کا یہی دستور ہے وہ اپنے بندوں کو تمام نعمتیں، برکتیں عطا کرتا ہے جو اس کا شکر ادا کرتے ہوئے نیکی، عاجزی اور بندگی اختیار کرتے ہیں وہ بچ جاتے ہیں جو غلط راہ اختیار کرتے ہیں وہ نیست و نابود کر دیے جاتے ہیں اور آخرت میں بھی ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔

اب آیت 49 میں اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتا ہے کہ یہ تمام قصہ جو ہم نے آپ کو وحی کے ذریعہ بتایا ہے یہ آپ کے رسول اللہ ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ یہ قصہ اس قدر پرانا ہے کہ آپ کو اس کا علم کسی بھی دوسرے ذریعہ سے ہونا ممکن نہیں تھا یہ آپ کے رسول برحق ہونے کی دلیل ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اسکے ذریعے سے اللہ آپ کو تسلی دیتا ہے کہ قوم کی طرف سے مخالفت اور ایذا رسانی سے بالکل نہ گھبراؤ نہ پریشان ہو کیونکہ بالآخر فتح حق کی ہی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کو بھی ایسی ہی کامیابیوں کے ساتھ نوازے گا۔ اللہ نیکوکاروں کی مدد دنیا میں بھی کرتا ہے اور آخرت میں بھی تمام بھلائیاں انہی کو ملتی ہیں۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے "یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی مدد دنیا میں بھی کریں گے اور اس دن بھی جب (آخرت میں) گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے۔" (سورۃ المومن! آیت: 51)

سیدنا ھود علیہ السلام کی قوم عاد پر عذاب

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنْ
اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿50﴾ يٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ
فَطَرَنِيْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿51﴾ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ
عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿52﴾ قَالُوْا يٰهُوْدُ
مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ
بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿53﴾ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّيْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ
وَاشْهَدُوْۤا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿54﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا
تُنْظِرُوْنِ ﴿55﴾ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ ۢ
بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿56﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّاۤ
اُرْسِلْتُ بِهٖۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ رَبِّيْ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿57﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ
بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿58﴾ وَتِلْكَ عَادٌ ۟ۙ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ
وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿59﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً
وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿60﴾ ع 11/5

ترجمہ: اور ہم نے عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا انہوں نے کہا کہ میری قوم! اللہ کی ہی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں تم (شرک کر کے) اللہ پر صرف بہتان باندھتے ہو۔(50) میری قوم! میں (اس وعظ ونصیحت کا) تم سے کچھ صلہ نہیں مانگتا، میرا صلہ تو اس کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔ بھلا تم سمجھتے کیوں نہیں۔(51) اور اے قوم! اپنے رب سے بخشش مانگو پھر اس کے آگے توبہ کرو، وہ آسمان سے تم پر موسلا دھار مینہ برسائے گا اور تمہاری طاقت پر طاقت بڑھائے گا اور دیکھو گنہگار بن کر روگردانی نہ کرو۔(52) وہ بولے اے ھود! تم ہمارے پاس کوئی ظاہر دلیل نہیں لائے اور ہم صرف تمہارے کہنے سے نہ اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں اور نہ تم پر ایمان لانے والے ہیں۔(53) ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تم پر آسیب

ڈال کر دیوانہ کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ جن کو تم اللہ کا شریک بناتے ہو، میں اس سے بیزار ہوں، (جن کی) اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔(54) تو تم سب مل کر میرے بارے میں جو تدبیر کرنی چاہو کر لو اور مجھے مہلت نہ دو۔(55) میں اللہ پر جو میرا اور تم سب کا رب ہے بھروسہ رکھتا ہوں، زمین پر جو چلنے پھرنے والا ہے وہ اس کی چوٹی سے پکڑے ہوئے ہے بے شک میرا رب سیدھے رستے پر ہے۔(56) اگر تم روگردانی کرو گے تو جو پیغام مجھے دے کر تمہاری طرف بھیجا گیا ہے، وہ میں نے تمہیں پہنچا دیا ہے، اور میرا رب تمہاری جگہ اور لوگوں کو لا بسائے گا، اور تم اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی نقصان نہیں کر سکتے، میرا رب تو ہر چیز پر نگہبان ہے۔(57) اور جب ہمارے عذاب کا حکم آ پہنچا تو ہم نے ہود کو اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے تھے، ان کو اپنی مہربانی سے بچا لیا اور انہیں شدید عذاب سے بچا لیا۔(58) یہ وہی عاد ہیں جنہوں نے اپنے رب کی نشانیوں سے انکار کیا اور اس کے پیغمبروں کی نافرمانی کی اور ہر سرکش اور مغرور کا کہا مانا۔(59) تو اس دنیا میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگی رہی اور قیامت کے دن بھی لگی رہے گی، (دیکھو) قوم عاد نے اپنے رب سے کفر کیا اور سن لو ہود کی قوم عاد پر پھٹکار ہے۔(60)

تشریح: حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے بعد دوبارہ بنی نوع انسان بڑھنے شروع ہوئے اسی طرح حضرموت اور نجران کے درمیان احقاف کے مقام پر ایک قوم ابھری جو عاد کی اولاد میں سے تھے۔ عاد حضرت نوح علیہ السلام کا پوتا ہے۔ قوم عاد میں سے ہی ایک شخص ہود کو پیغمبر بنا کر قوم عاد کی طرف ہدایت دینے کے لیے بھیجا گیا۔ کیونکہ یہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی تعلیمات کو بالکل بھلا کر گمراہی میں پڑ چکے تھے۔ جیسا کہ اللہ کا دستور ہے کہ قوموں کو سب کچھ عطا کرتا ہے لیکن جب وہ سرکش ہونے لگتے ہیں تو ان میں نبی بھیجتا ہے اگر تو وہ ہدایت قبول کر کے توبہ کر لیں تو اللہ ان کو نعمتوں اور برکتوں سے نوازتا ہے اور عذاب کو ٹال دیتا ہے ورنہ اس قوم کو نیست و نابود کر کے دوسرے لوگوں کو لے آتا ہے۔ یہاں اس قصہ کو بیان کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ پچھلی قوموں سے عبرت حاصل کرو۔ یہ قوم عاد بڑے مضبوط، ہنر مند اور خوشحال لوگ تھے۔ مگر ان کی بدقسمتی بھی یہی ہوئی کہ قوم نوح کی طرح سیدھی راہ نہ اپنا سکی اور عذاب کا شکار ہوئی۔ یہ لوگ بت پرست تھے۔ بڑے بڑے محلات زمین دوز بناتے تھے مگر عذاب سے نہ بچ سکے، حضرت ہود اور ان کے ساتھیوں کو اللہ نے بچا لیا اور باقی تمام نافرمان لوگوں پر لگا تار سات راتیں اور آٹھ دن ٹھنڈی ہوا چلائی اور وہ اپنے گھروں کے اندر ہی ہلاک ہو گئے اور یوں ایک نافرمان قوم دنیا میں آنے والی دوسری قوموں کے لیے عبرت کا نشان بن گئی اور اللہ کے عذاب کا نشانہ بنی۔ جتنے رسول اور پیغمبر اس دنیا میں آئے سب نے توحید، یعنی اللہ کے واحد ہونے کا ہی سبق دیا، نیکی کی ہدایت کی اور برائی سے منع کیا۔ پھر اللہ کے انصاف کا بھی پتہ چلتا ہے کہ جو معافی مانگ لیں ان کو معاف بھی کر دیتا ہے جیسے حضرت یونس علیہ السلام اور ان کی قوم۔ اور جو نہ مانیں ان کو مٹا دینا اللہ کے لیے کوئی مشکل کام نہیں جیسا کہ اب تک مختلف قوموں کا ذکر ہو چکا ہے۔ ان مثالوں کو بار بار بیان کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ لوگ اللہ کی عظمت، قدرت، رحم اور غضب کا اندازہ لگا کر سیدھی راہ اختیار کریں۔ کوئی قوم اور فرد گناہ کر کے اللہ کے غضب سے بچ نہیں سکتا الا کہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دے اور ہر

قوم اور ہر فرد جو اللہ کا فرمانبردار بن کر زندگی گزارتا ہے وہ اللہ کی رحمتوں اور برکتوں سے محروم نہیں رہ سکتا نہ اس جہان میں نہ آخرت میں۔ اسی سلسلہ میں اب آگے حضرت صالح اور قوم ثمود کا قصہ بیان کیا جا رہا ہے۔

سیدنا صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود پر عذاب

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ
هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّىْ
قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿61﴾ قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَاۤ اَتَنْهٰىنَاۤ اَنْ
نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِىْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿62﴾ قَالَ يٰقَوْمِ
اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَاٰتٰىنِىْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِىْ مِنَ اللّٰهِ
اِنْ عَصَيْتُهٗ ۗ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِىْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿63﴾ وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً
فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِىْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿64﴾
فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِىْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿65﴾ فَلَمَّا
جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْىِ يَوْمِئِذٍ ؕ
اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِىُّ الْعَزِيْزُ ﴿66﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِىْ
دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿67﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا
لِّثَمُوْدَ ﴿68﴾ ع 6/8/6

ترجمہ: اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا تو انہوں نے کہا کہ قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، اسی نے تم کو زمین سے پیدا کیا، اور اس میں آباد کیا تو اس سے مغفرت مانگو اور اس سے توبہ کرو، بے شک میرا رب نزدیک بھی ہے اور دعا کا قبول کرنے والا بھی ہے۔ (61) انہوں نے کہا صالح! اس سے پہلے ہم تم سے کئی طرح کی امیدیں رکھتے تھے۔ (اب وہ ختم ہو گئیں) کیا تم ہمیں ان چیزوں سے منع کرتے ہو جن کو ہمارے بزرگ پوجتے آئے ہیں؟ اور جس بات کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس میں ہمیں پوری طرح شبہ ہے۔ (62) صالح نے کہا قوم! بھلا دیکھو تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے کھلی دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت (نبوت) بخشی ہو اور اگر میں نافرمانی کروں تو اس کے سامنے میری کون مدد کرے گا؟ تم میرے نقصان میں اضافہ کرتے ہو۔ (63) اور یہ بھی کہا کہ اے قوم! یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے ایک نشانی (معجزہ) ہے۔ تو

اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں جہاں چاہے چرے اور اس کو کسی طرح کی تکلیف نہ دینا ورنہ تمہیں جلد عذاب آ پکڑے گا۔(64) مگر انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔تو صالح نے کہا کہ اپنے گھروں میں تین دن اور فائدے اٹھالو۔یہ وعدہ ہے کہ جھوٹا نہ ہوگا۔(65) جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے صالح کو اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے تھے،ان کو اپنی مہربانی سے بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے محفوظ رکھا،بے شک آپ کا رب طاقتور اور زبردست ہے۔(66) اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کو چنگھاڑ کی صورت میں عذاب نے آ پکڑا تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔(67) گویا کبھی ان میں بسے ہی نہ تھے۔سن لو کہ ثمود نے اپنے رب سے کفر کیا،سنو ثمود پر پھٹکار ہے۔(68)

تشریح: قوم نوح،قوم ھود اور اب قوم ثمود کا ذکر بھی اسی سلسلے میں کیا جارہا ہے کہ آنحضرت ﷺ امت مسلمہ کو عبرت دلائیں کہ نافرمان قوموں کا انجام کیا ہوتا ہے۔سورۃ الاعراف رکوع نمبر 10 میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔یہاں دوبارہ بیان کیا جارہا ہے حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود کے ہی فرد تھے اسی لیے ان کو ان کا بھائی کہا گیا ہے ان کی تعلیمات باقی پیغمبروں کی طرح توحید کی ہی تھیں۔وہ بڑے صالح اور بہترین انسان تھے۔انہیں اللہ تعالیٰ نے اونٹنی کا معجزہ عطا کیا جو پہاڑ سے نمودار ہوئی،قوم نے نافرمانی کرتے ہوئے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو ان پر اللہ کا عذاب چنگھاڑ یا دھماکے کی صورت میں نازل ہوا جیسا کہ تفصیلاً مذکورہ بالا آیات میں بیان کیا گیا ہے۔

قوم ثمود حجاز اور شام کے درمیانی علاقہ میں رہتے تھے یہ عاد قبیلہ کی ایک شاخ سے ہیں جو کہ حضرت ھود علیہ السلام پر ایمان لانے کی وجہ سے عذاب سے بچ گئے تھے اور وہاں سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہو گئے تھے یہاں انہوں نے خوب ترقی کی پھولے پھلے یہ لوگ فن تعمیر،زراعت اور باغبانی میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔جب مال و دولت کی فراوانی ہوگئی تو اللہ تعالیٰ سے دوری اختیار کرنے لگے اور ہر قسم کی برائیوں کے عادی ہو گئے تب حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی ہدایت کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا مگر حسب معمول انہوں نے بھی پیغمبر کو جھٹلایا اور بالآخر عذاب کا شکار ہو گئے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے سورۂ اعراف آیت 73 اور 78 میں تفصیلاً بیان ہو چکا ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی خوشخبری

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ
جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿69﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ
خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿70﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ
فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿71﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا

عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿72﴾ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿73﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿74﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿75﴾ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿76﴾

ترجمہ: اور ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے تو سلام کہا۔ انہوں نے بھی جواب میں سلام کہا، ابھی کچھ دیر نہیں ہوئی تھی کہ (ابراہیم علیہ السلام) ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔(69) جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں جاتے (وہ کھانا نہیں کھا رہے) تو ان کو اجنبی سمجھ کر دل میں خوف آیا۔ فرشتوں نے کہا خوف نہ کیجیے ہم قوم لوط کی طرف ان کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔(70) اور ان (ابراہیم علیہ السلام) کی بیوی جو پاس کھڑی تھی ہنس پڑی تو ہم نے اس کو اسحق کی اور اسحق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔(71) اس نے کہا اے خرابی! کیا میں بچہ جنوں گی! میں تو بڑھیا ہوں اور یہ میرے میاں بھی بوڑھے ہیں۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔(72) انہوں نے کہا کیا تم اللہ کی قدرت سے تعجب کرتی ہو؟ اے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں بیشک اللہ باعث تعریف اور بڑائی والا ہے۔(73) جب ابراہیم سے خوف جاتا رہا اور ان کو خوشخبری بھی مل گئی تو وہ قوم لوط کے بارے میں ہم سے بحث کرنے لگے۔(74) بے شک ابراہیم بڑے تحمل والے، نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے۔(75) اے ابراہیم! اس بات کو جانے دو۔ تمہارے رب کا حکم آ پہنچا ہے اور ان لوگوں پر عذاب آنے والا ہے۔ جو کبھی نہیں ٹلنے والا۔(76)

تشریح: اس سورت میں حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام تک کے تمام انبیاء کا ذکر کیا گیا ہے۔ اصل میں ان انبیاء اور ان کی قوموں کے سلوک وکردار اور پھر ان کی تباہی کا ذکر قرآن پاک میں اس لیے بار بار کیا جا رہا ہے تاکہ آخری رسول کو تسلی ہو اور لوگوں کو ڈرایا جائے، عبرت حاصل ہو کہ گناہ و نافرمانی کا انجام سوائے تباہی و بربادی کے اور کچھ نہیں۔ اس موجودہ رکوع میں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کے حالات اور عذاب کا ذکر کیا گیا ہے۔ شروع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ اصل میں جو فرشتے قوم لوط پر عذاب کے لیے بھیجے گئے تھے ان کو حکم ہوا کہ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی پیدائش اور پوتے کی پیدائش کی خوشخبری بھی دیتے جائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان بہت بلند ہے یہ پیغمبر فطرت ہیں۔ کائنات کی ہر چیز پر غور وفکر کرنے کے بعد اللہ کی ذات کو ڈھونڈا۔ آپ مصر میں آذر بڑھئی کے گھر پیدا ہوئے آپ کی پیدائش ایک غار میں ہوئی اور کافی عرصہ اسی غار میں آپ رہتے رہے۔ آپ کا باپ بت بناتا اور فروخت کرتا تھا۔ آپ کو یہ کام بالکل پسند نہ تھا۔ اسی لیے اس وقت کے بادشاہ مصر نمرود نے آپ کو جلتی ہوئی

آگ میں ڈلوادیا تھا جو کہ اللہ کے حکم سے آپ کے لیے ٹھنڈی کر دی گئی۔ یہ بہت بڑا معجزہ تھا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ فلسطین وشام کی طرف ہجرت کی۔ آپ کی بیوی کا نام سارہ تھا وہ بھی بڑی صالحہ عورت تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب بیٹے کی بشارت دی گئی تب آپ کی عمر سو سال اور بیوی کی عمر 90 سال تھی۔ اسی لیے ان کو بڑی حیرت ہوئی کہ اس عمر میں بیٹے کی پیدائش کیسے ہوسکتی ہے اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے جو چاہے کرے۔ بہر حال جب ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے سلام دعا کی تو ان کو معلوم نہ تھا کہ وہ فرشتے ہیں کیونکہ وہ انسانوں کی شکل میں آئے تھے۔ آپ نے ان کی مہمانداری کر کے ثابت کر دیا کہ مہمان نوازی سنت ابراہیمی ہے اور سلام دعا مسلمان کی شان وعادت ہے۔ آپ بڑے ہی پیارے رسول تھے آپ نے بڑی آزمائشیں دیکھیں اور پورے اترے اسی لیے حج کے بہت سے ارکان انہی کی یادتازہ کرنے کے لیے نافذ کیے گئے ہیں۔ آپ نے کعبہ تعمیر کیا اور آپ حضرت محمد ﷺ کے جدامجد ہیں۔ اللہ کے بڑے ہی مقبول پیغمبر ہیں۔ اسی لیے جب فرشتوں نے لوط کی قوم پر عذاب کا ذکر آپ سے کیا تو آپ جھگڑ پڑے اور یہ جھگڑا اللہ کے ساتھ بے تکلفی کا ثبوت ہے ورنہ اللہ کے کاموں میں کون دخل دے سکتا ہے یا کون اعتراض کر سکتا ہے۔ بہر حال ان کو سمجھا دیا گیا کہ اس قوم نے اتنی بدراہیں اختیار کر رکھی ہیں کہ عذاب ان کے مقدر میں لکھ دیا گیا ہے جو کسی صورت ٹل نہیں سکتا، لہٰذا فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس چلے گئے اگلی آیات میں ان کا ذکر ہے۔

قوم لوط کا عمل بد اور ان پر عذاب

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ
عَصِيْبٌ ﴿77﴾ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ
قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ
اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿78﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ
وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿79﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿80﴾
قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا
يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ
الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿81﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا
وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿82﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ
مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿83﴾ ع 7 15 7

ترجمہ: اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ ان کے آنے سے غم ناک اور تنگدل ہوئے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بڑا مشکل دن ہے۔(77) اور لوط کی قوم کے لوگ ان کے پاس بے تحاشہ دوڑتے ہوئے آئے اور یہ لوگ پہلے سے ہی برا کام کر رہے تھے۔لوط نے کہا کہ اے میری قوم! میری بیٹیاں تمہارے لیے (جائز اور پاک) ہیں، پس اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے پاس مجھے رسوا نہ کرو۔کیا تم میں کوئی بھی نیک چلن نہیں؟(78) وہ بولے تم کو معلوم ہے کہ تمہاری بیٹیوں کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں اور ہماری غرض کو تم خوب جانتے ہو۔(79) لوط نے کہا، اے کاش! مجھ میں تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا کسی مضبوط قلعہ میں جا بیٹھتا۔(80) فرشتوں نے کہا کہ اے لوط! ہم تمہارے رب کے فرشتے ہیں یہ لوگ ہرگز تم تک نہیں پہنچ سکیں گے، تو کچھ رات سے اپنے گھر والوں کو لے کر چل نکلو اور تم میں سے کوئی بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے مگر آپ کی بیوی کو وہ آفت پہنچ کر رہے گی جو ان کو پہنچنے والی ہے ان کے عذاب کے وعدے کا وقت صبح ہے اور کیا صبح کچھ دور ہے؟(81) تو جب ہمارا حکم آیا ہم نے اس بستی کو الٹ کر اوپر نیچے کر دیا اور ان پر پتھر کی تہہ بہ تہہ کنکریاں برسائیں۔(82) جن پر تمہارے رب کی طرف سے نشان کیے ہوئے تھے اور وہ بستی ان ظالموں سے کچھ دور نہیں۔(83)

تشریح: حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ سورۂ اعراف کے رکوع 11 میں گزر چکا ہے۔ان آیات میں بھی کافی تفصیل سے بتایا گیا ہے یہ بھی عبرت ناک واقعہ ہے جو قرآن پاک میں مسلمانوں کو سمجھانے کے لیے بیان کیا جا رہا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا زاد بھائی تھے آپ مصر سے ہجرت کر کے دریائے اردن کی ترائی میں آباد ہوئے یہاں سدوم، عمورہ زبویم کی بستیاں آباد تھیں اور اب ان کی جگہ بحیرہ مردار ہے جو مدینہ سے شام کے راستے میں آتا ہے۔جیسا کہ مذکورہ آیات میں بتایا گیا ہے قوم لوط غیر فطری، خبیث اور بے حیائی کے کام کی عادی ہوگئی تھی۔اور جب یہ عادت سر عام ہونے لگی اور وہ لوگ اخلاق و کردار کی تمام حدیں توڑ کر گناہ کی غلاظت میں ڈوب گئے تو پھر ان پر اللہ کی طرف سے انتہائی شدید زلزلہ آتش فشانی اور پتھروں کی بارش کی گئی اور ان بستیوں کا نام ونشان ہی مٹا دیا گیا مگر ان کی تباہی کے آثار ابھی بھی بحر لوط کے جنوب اور مشرق کے علاقے میں موجود ہیں۔تا کہ لوگ ان کو دیکھ کر یہ جان لیں کہ گناہ، بے حیائی اور غیر فطری کام اللہ کو ہرگز پسند نہیں وہ لوگوں کو مہلت ضرور دیتا ہے کہ سوچ بچار کر کے مغفرت کی راہ اپنائیں مگر پھر معاشرے اور دنیا کی صفائی کرنے کا طریقہ اللہ تعالیٰ کے پاس یہی ہے کہ ہدایت کے لیے پیغمبر بھیجے جو ہدایت کی راہ اختیار نہ کرے اور حد سے بڑھ جائے اس کو پھر عذاب ہی دیا جاتا ہے جیسا کہ ان قوموں کو دیا گیا۔

سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم کی گمراہی اور عذاب

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ
وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ وَّاِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ
یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ﴿84﴾ وَیٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ
اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿85﴾ بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِیْنَ ۚ۬ وَمَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ ﴿86﴾ قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ
نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ
الرَّشِیْدُ ﴿87﴾ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَرَزَقَنِیْ مِنْهُ رِزْقًا
حَسَنًا ؕ وَمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰی مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ
مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِیْقِیْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ ﴿88﴾ وَیٰقَوْمِ لَا
یَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِیْۤ اَنْ یُّصِیْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ
صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِیْدٍ ﴿89﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ
رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿90﴾ قَالُوْا یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا
ضَعِیْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ؗ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ ﴿91﴾ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَهْطِیْۤ
اَعَزُّ عَلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِیًّا ؕ اِنَّ رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
مُحِیْطٌ ﴿92﴾ وَیٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ یَّاْتِیْهِ
عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ رَقِیْبٌ ﴿93﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا
نَجَّیْنَا شُعَیْبًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ
فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿94﴾ كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْیَنَ كَمَا
بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿95﴾ ع

ترجمہ: اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا تو انہوں نے کہا کہ اے قوم! اللہ کی ہی عبادت کرو اور اس کے سوا تمہارا

کوئی معبود نہیں۔ ماپ تول میں کمی نہ کیا کرو۔ میں تو دیکھتا ہوں تم خوش حال ہو۔ اور اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو مجھے تمہارے بارے میں ایک ایسے دن کے عذاب کا خوف ہے جو تمہیں گھیر کر رہے گا۔(84) اور اے قوم! ماپ تول انصاف سے کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو۔ اور زمین میں فساد نہ مچاؤ۔(85) اگر تمہیں میرے کہنے کا یقین ہو تو اللہ کا دیا ہوا منافع ہی تمہارے لیے بہتر ہے اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں۔(86) انہوں نے کہا اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھاتی ہے کہ جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں ہم ان کو چھوڑ دیں؟ یا جو کچھ ہم اپنے مال میں کرنا چاہتے ہیں کرنا چھوڑ دیں۔ تم تو بڑے نرم دل اور راست باز ہو۔(87) انہوں نے کہا کہ اے قوم! دیکھو تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل روشن پر ہوں اور اس نے اپنے پاس سے مجھے نیک روزی دی ہو تو کیا میں ان کے خلاف کروں گا؟ اور میں نہیں چاہتا کہ جس بات سے میں تمہیں منع کروں خود وہی کرنے لگوں۔ میں تو جہاں تک ہو سکے تمہارے معاملات کی اصلاح چاہتا ہوں اور اس بارے میں مجھے توفیق ملنا اللہ کے فضل سے ہی ہے۔ میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔(88) اور اے قوم! اور میری مخالفت تم سے کوئی ایسا کام نہ کروا دے کہ جیسی مصیبت نوح کی قوم ھود اور صالح کی قوم پر واقع ہوئی تھی ویسی مصیبت تم پر واقع ہو اور لوط کی قوم کا زمانہ تو تم سے کچھ دور نہیں۔(89) اپنے رب سے بخشش مانگو اور اس کے آگے توبہ کرو، بے شک میرا رب رحم والا اور محبت والا ہے۔(90) انہوں نے کہا کہ شعیب! تمہاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم دیکھتے ہیں تم ہم میں کمزور بھی ہو، اور اگر تمہارے بھائی نہ ہوتے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے اور تم ہم پر کسی طرح بھی غالب نہیں ہو۔(91) انہوں نے کہا کہ قوم! کیا میرے بھائی بندوں کا دباؤ تم پر اللہ سے زیادہ ہے؟ اور اس کو تم نے پیٹھ پیچھے ڈال رکھا ہے۔ میرا رب تو تمہارے سب اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے(92) اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ کام کیے جاؤ میں اپنی جگہ کام کیے جاتا ہوں تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کرنے والا عذاب کس پر آتا ہے اور جھوٹا کون ہے؟ تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔(93) اور جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے شعیب کو اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے ان کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور جو ظالم تھے ان کو ایک چنگھاڑ نے آ دبوچا تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔(94) گویا ان میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ سن لو کہ مدین پر ایسی ہی پھٹکار ہے جیسی ثمود پر پھٹکار تھی۔(95)

تشریح: یہاں قوم مدین کا حال بیان کیا جا رہا ہے۔ یہ قوم مدین اور اس کے نواحی علاقوں میں آباد تھی۔ بحر احمر کا وہ مقام جہاں جزیرہ نمائے عرب کی دو تجارتی شاہراہیں آ کر ملتی تھیں یمن و شام اور عراق و مصر کے قافلے یہیں سے گزرتے تھے، یعنی مدین بہت بڑی تجارتی منڈی تھی اسی لیے وہاں کے لوگ بڑے آسودہ حال تھے۔ مگر ان میں بت پرستی، عیش پرستی اور ناپ تول میں بددیانتی کی عادت حد سے بڑھ چکی تھی اور اس حرام خوری کی وجہ سے ان میں تمام اخلاقی برائیاں، اللہ سے دوری اور حرص و لالچ پیدا ہو چکا تھا دیکھا جائے تو مال کی حرص بہت سی اخلاقی برائیوں کی جڑ ہے یہی حال ان کا ہو چکا تھا۔ سورۂ اعراف آیت 85 میں ان کے بارے میں تفصیلاً گزر چکا ہے۔ مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام اہل مدین کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔ اہل مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اللہ کو مانتے تھے مگر دو گمراہیوں میں پھنس گئے تھے۔ ایک یہ کہ اللہ کے سوا دوسروں کو بھی معبود مانتے تھے یعنی مشرک ہو گئے تھے دوسرے یہ کہ اللہ کی ربوبیت، یعنی نماز اور ایمان کو انسانی زندگی کے دنیوی معاملات سے بالکل علیحدہ سمجھتے تھے، یعنی نماز بس مسجد تک محدود رہنی چاہیے، اس کے ساتھ جو اخلاقی، معاشرتی، تمدنی اور سیاسی قوانین واصول سکھائے جاتے ہیں وہ عام زندگی پر اثر انداز نہیں ہونے چاہئیں بلکہ وہ خود مختار زندگی گزارنے کے قائل تھے۔ جیسا کہ اوپر بیان کی گئی آیات میں انکا مکالمہ حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام بڑے فصیح البیان، راست باز اور اللہ کے بھیجے گئے پیغمبر تھے انہوں نے قوم مدین کو بدمعاملگی سے روکنے اور اللہ کی طرف رجوع کرنے کی بڑی کوشش کی کیونکہ انسان کے اندر برائی اللہ سے دوری سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ بت پرستی اور ناپ تول میں کمی بیشی کو نہ چھوڑنے پر ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔ مگر وہ لوگ بحث ہی کرتے رہے اور گمراہی کو چھوڑنے پر تیار نہ ہوئے جس کے نتیجہ میں ان پر بھی چنگھاڑ، زلزلہ اور سائبان کے بادلوں کا عذاب نازل ہوا اور وہ سب کے سب مر گئے۔ اے اللہ ہمیں اپنی نافرمانی اور گمراہی سے بچا کر دنیا و آخرت میں سرخرو کرنا۔ آمین۔

انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کی بنیاد ہمیشہ دو اصولوں پر ہوتی ہے ایک حقوق اللہ اور دوسرا حقوق العباد۔ حقوق اللہ میں عبادات آتی ہیں اور حقوق العباد میں انسانی زندگی کے ہر معاملہ کا ہر رخ شامل ہے جن میں سے ایک بڑا اہم کام ناپ تول ہے۔ ناپ تول میں کمی بیشی اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کی خرابیوں اور نقصانات کے متعلق پوری ایک سورت قرآن پاک میں آئی ہے اور پھر ایسی قوم کو اس قدر ناپسند کیا گیا ہے اور انسانیت کے لیے اس قدر نقصان دہ بتایا گیا ہے کہ اس گناہ کو ختم کرنے کے لیے اس قوم کو ہی تباہ کر دیا گیا جو اس کی عادی ہو چکی تھی۔ یہ انسانیت کے لیے ایک ناسور ہے جس کو جڑ سے اکھاڑ دینا ہی ضروری ہے، لہٰذا حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا اور باقی سب تباہ و برباد کر دیے گئے اور آئندہ نسلوں کے لیے ان کو عبرت کا نشان بنا دیا گیا۔

❀ ❀ ❀

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیغام فرعون کی نافرمانی اور برا انجام

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿96﴾ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿97﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿98﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿99﴾

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور دلیل روشن دے کر بھیجا۔(96) فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف تو وہ فرعون ہی کے حکم پر چلے اور فرعون کا حکم درست نہ تھا۔(97) وہ قیامت والے دن اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا اور ان کو دوزخ میں جا اتارے گا اور جس مقام پر وہ اتارے جائیں گے وہ برا ہے۔(98) اور اس جہان میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگا دی گئی ہے اور قیامت کے دن بھی لگی رہے گی جو انعام ان کو ملے گا برا ہے۔(99)

تشریح: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پہلے بھی بتایا جا چکا ہے یہ بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے اور بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم و ستم سے نجات دلانے کے لیے بھیجے گئے تھے یہاں ان کا ذکر اس لیے کیا جا رہا ہے۔ کہ ان آیات سے پہلے کئی ایسی نافرمان قوموں کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ لوگ ان کے برے انجام سے عبرت حاصل کریں۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر اور انجام، مذکورہ آیات میں بڑی وضاحت سے کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح برے لیڈر کی پیروی دنیا میں ہلاکت کا باعث بنی اسی طرح آخرت میں بھی سوائے جہنم کے اور کچھ نہ ملے گا اور جہنم بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حق و باطل کی تمیز انسان کو خود اپنی عقل سے کرنی چاہیے یہ نہیں کہ آنکھیں بند کر کے کسی کے پیچھے لگ جائیں۔ کیونکہ اپنے اعمال، نیتیں اور اعتقادات ہی اپنے کام آتے ہیں اور آخرت میں بھی کام آئیں گے۔ عقل کو کام میں لا کر زندگی گزارنی چاہیے ان آیات سے یہی سبق ملتا ہے کہ ہدایت، حکمت اور نیکی جہاں سے بھی ملے پلے باندھ لینی چاہیے ورنہ پھر فرعون اور اس کے درباری اور اس کے پیروکاروں جیسا ہی حال ہوگا۔ فرعون نے اپنی کرسی بچانے کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے انکار کیا کہ کہیں لوگ میرے دبدبے سے نکل کر موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے نہ جا لگیں اور درباریوں نے محض چمچہ گیری اور چاپلوسی اور اپنے عہدے بچانے کے لیے اس کی ہاں میں ہاں ملائی اور موسیٰ علیہ السلام کی سچی دعوت کو ٹھکرا دیا اور باقی قوم بھی ان کے دیکھا دیکھی فرعون کی غلط پیروی کرتی رہی یہ نہ سوچا کہ انجام کیا ہوگا اور اس برے انجام سے فرعون ان کو بچا نہ سکے گا۔ بلکہ دنیا میں بھی فرعون کے ساتھ ہی غرق ہوئے ذلت و رسوائی پائی اور آخرت میں بھی فرعون کی قیادت (سرداری) میں جہنم میں پہنچ جائیں گے جہاں سوائے عذاب ذلت و خواری کے اور کچھ نہ ہوگا۔ اور یہ بڑا ہی برا انجام ہے جو ان کا ہوگا۔

بستیوں کے حالات اور نصیحت

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآىِٕمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ
وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ
اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ

خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿103﴾
وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿104﴾ؕ

ترجمہ: یہ بستیوں کی کچھ کہانیاں ہیں جو ہم آپ کو سنا رہے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو قائم ہیں اور کچھ مٹ مٹا گئیں۔(100) اور ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا، بلکہ انہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا کیونکہ ان کے وہ الٰہ (معبود) جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے تھے، جب آپ کے رب کا عذاب آیا تو ان کے کچھ بھی کام نہ آئے اور انہوں نے ان کی بربادی کے سوا اور کسی چیز میں اضافہ نہیں کیا۔(101) اور آپ کے رب کی پکڑ، جب کہ وہ بستیوں کو ان کے ظلم میں پکڑتا ہے، اسی طرح ہوتی ہے، بیشک اس کی پکڑ بڑی سخت اور دردناک ہے۔ (102) اس میں ان لوگوں کے لیے بڑی نشانی ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈریں۔ وہ ایک دن ہے جس میں سب لوگ جمع ہوں گے اور وہ سب کے پیش ہونے کا دن ہے۔(103) اور اس میں جو ہم دیر کرتے ہیں تو وہ ایک وقت معین تک تاخیر کرتے ہیں۔(104)

تشریح: ان آیات میں اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ جو چند قوموں کے قصے تمہیں سنائے گئے ہیں، یعنی قوم نوح، عاد، ثمود، قوم لوط، اہل مدین اور فرعون۔ یہ سب اپنے اپنے اعمال کے مطابق انجام کو پہنچے۔ کچھ کے کھنڈرات موجود ہیں اور کچھ کی کہانیاں موجود ہیں یہ ایک عقل مند انسان کے لیے نصیحت حاصل کرنے کے لیے کافی ہیں اور آخرت کا تو بیان آسمانی کتابوں میں بڑی وضاحت سے کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ بات قرآن میں بتائی گئی ہے اس لیے سو فیصد ٹھیک اور یقینی ہے۔ ایسا ضرور ہوگا کہ سب لوگ قیامت کے روز اللہ کے سامنے حاضر کیے جائیں گے اور دنیا میں کیے گئے اعمال کے مطابق سزا اور جزا ضرور پائیں گے۔ اور جو وقت اس دن کے لیے مقرر کر دیا گیا ہے وہ عین اسی وقت آئے گی نہ گھڑی پہلے اور نہ گھڑی بعد۔ اس لیے اس دن کی سختی اور دوزخ کے عذاب کی سختی کو ہر وقت یاد رکھنا چاہیے تاکہ نیک راہ اختیار کی جا سکے۔

قرآن کی باتوں کو ثابت کرنے کے لیے سائنس کی ضرورت نہیں بلکہ سائنس کی باتوں کو ثابت کرنے کے لیے قرآنی آیات کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر سائنس دان رات دن تجربات، تحقیقات اور نئی نئی تشریحات میں لگے رہتے ہیں مثال کے طور پر ''مثبت اور منفی مادہ سے کائنات کی تخلیق اور انجام۔'' اس موضوع پر سلطان بشیر محمود صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔ ''قرآن پاک اس قانون قدرت کا واشگاف الفاظ میں اعلان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو جوڑوں میں پیدا کیا ہے اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ مثبت مادہ کے مقابلے میں منفی مادہ نہ ہو مشہور سائنس دان ڈارک نے مثبت اور منفی مادہ کا نظریہ 1933ء میں پیش کیا اور اس کے تقریباً 60 سال بعد اب تجربہ گاہ میں ان کا وجود ثابت ہو چکا ہے۔ سائنس دان اب منفی اور مثبت دنیاؤں کی بھی باتیں کرتے ہیں۔'' جبکہ چودہ سو سال پہلے قرآن میں آ چکا ہے۔ اور ہر چیز کو ہم نے جوڑوں میں پیدا کیا تاکہ تم لوگ سوچو۔ (سورۃ الذاریات۔ آیت 49)

اسی طرح کائنات اور اینٹی کائنات کا نظریہ بھی سائنسی حلقوں میں جانا پہچانا ہے۔ اگر ہماری کائنات کا منفی جوڑا موجود ہے تو پھر جیسے ہی یہ قریب ہوں گے اچانک ایک آواز آئے گی اور پھر کچھ باقی نہ رہے گا۔ دراصل یہ خاتمہ نہیں بلکہ اس سے ایک نئی کائنات کی ابتدا ہوگی جو موجودہ کائنات سے زیادہ بڑی ہوگی اور اس موجودہ زمان ومکان میں رہنے والے ہر جاندار کا گھر ہوگی۔ کائنات کا آغاز انتہا اور پھر ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی دنیا کا آغاز یہ سب ایک خالق و مالک کی تخلیق ہیں۔ اور یہ سب ایک مقرر شدہ نظام کے تحت ہو رہا ہے جس کا ڈیزائن اور پروگرام اللہ نے لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے۔ مقرر کردہ وقت پر یہ سب کچھ اللہ کی رضا سے ہو جائے گا۔ جس میں نہ ایک پل جلدی ہوگا اور نہ ہی ایک پل دیر سے ہوگا۔

جب ایک مسلمان کو یا کسی بھی شخص کو معلوم ہو جاتا ہے اور تمام حقیقت انسان کی زندگی، موت اور حیات بعد الموت اور یوم آخر سب کچھ قرآنی آیات سے اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے تو پھر کون ہے جو سیدھی راہ اختیار نہ کرے گا اور جنت کا وارث نہ ہونا چاہے گا۔ سائنس کے اصول تو تبدیل ہوتے رہتے ہیں جبکہ قرآن کی بتائی ہوئی ہر ہر بات پکی، سچی اور نہ بدلنے والی ہے۔ قرآن ہدایت بھی ہے شفا بھی ہے اور حکمت کا خزانہ بھی ہے۔ اور انسان کے لیے بہت بڑی رحمت اور برکت بھی ہے۔ اور اللہ رحیم وکریم ہے کہ اس نے آنے والی مصیبت سے انسان کو بہت پہلے آگاہ کر دیا۔ اور یوں سخت دن کی (حساب وکتاب کا دن) پریشانی سے بچا لیا۔ اور پچھلی قوموں سے سبق سیکھنا چاہیے تاکہ دنیا وآخرت کی رسوائی سے بچ سکیں۔

قیامت، نیک و بد اور جزا و سزا

يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ ﴿١٠٥﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ﴿١٠٦﴾ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ ﴿١٠٧﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۖ عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ ﴿١٠٨﴾ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِمَّا يَعْبُدُ هَٰؤُلَاءِ ۚ مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ آبَاؤُهُمْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَإِنَّا لَمُوَفُّوهُمْ نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوصٍ ﴿١٠٩﴾ ع

ترجمہ: جس دن وہ آجائے گا تو کوئی جاندار اللہ کے حکم کے بغیر بول بھی نہ سکے گا۔ پھر ان میں سے کچھ بدبخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت۔ (105) تو جو بدبخت ہوں گے وہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے اس میں ان کا چلانا اور دھاڑنا ہوگا۔ (106) اور جب تک آسمان اور زمین ہیں اسی میں رہیں گے مگر جتنا تمہارا رب چاہے بے شک تمہارا رب جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔ (107) اور جو نیک بخت ہوں گے وہ بہشت میں داخل کر دیے جائیں گے اور جب تک آسمان اور زمین ہیں ہمیشہ اسی میں رہیں گے مگر جتنا تمہارا رب

چاہے۔(108) یہ اللہ کی بخشش ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگی۔تو یہ لوگ جو غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں اس سے تم شک میں نہ پڑنا یہ اسی طرح پوجا کرتے ہیں جس طرح ان کے باپ دادا پرستش کرتے آئے ہیں اور ہم ان کو ان کا پورا پورا حصہ بلاکم وکاست دینے والے ہیں۔(109)

تشریح: قیامت کے دن اللہ کا رعب دبدبہ اور جلال اس قدر زبردست ہوگا کہ کوئی شخص بات کرنے کی جرأت بھی نہ کرسکے گا سب لوگ مبہوت و پریشان دم بخود کھڑے ہوں گے صرف وہ شخص ہی بولنے کی جرأت کرے گا جس کو رب اعلیٰ بولنے کی اجازت دے گا یا حکم دے گا۔اور اس میدان حشر میں بندوں کے صرف دو گروہ ہوں گے ایک نیک بخت اور دوسرا بد بخت اور پھر ان کو اپنے مقام پر پہنچا دیا جائے گا۔جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رکھے جائیں گے اور یہاں آیت میں جو ہمیشہ کے لیے یہ کہا گیا ہے کہ جب تک زمین و آسمان رہیں گے تو اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ عربی زبان میں محاورتاً بولا جاتا ہے۔اور دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ اس دنیا کے بعد دوسری دنیا کے بھی زمین و آسمان ہوں گے مگر وہ دائمی (ہمیشہ) رہنے والے ہوں گے۔جیسا کہ اللہ فرماتا ہے:

''اس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل جائے گی اور آسمان بھی۔'' (سورۂ ابراہیم آیت:48)

یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جنتی تو جنت میں ہمیشہ رہیں گے مگر دوزخیوں کے لیے ہوسکتا ہے اگر اللہ چاہے تو ان کو ان کے گناہوں کے مطابق کچھ عرصہ دوزخ میں رکھنے کے بعد جنت میں داخل کردیا جائے۔یہ سب تو اس مالک و مختار کے ہاتھ میں ہے۔جس کو جتنی سزا دے اور جس کو جتنے انعام دے۔

پھر کفار و مشرکین کے بارے میں وضاحت کردی گئی ہے کہ یہ لوگ اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بت پرستی اور شرک کی راہ اپنائے ہوئے ہیں۔یہ لوگ عقل سے کام لے کر کچھ نہیں کررہے بس لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں۔ان کو ان کی نیتوں اور اعمال کا پورا پورا بدلہ ضرور دیا جائے گا نہ زیادتی کی جائے گی اور نہ ظلم بلکہ پورے انصاف کے ساتھ ان کا حساب کتاب کردیا جائے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''وہ کسی حساب کی توقع نہ رکھتے تھے۔'' (النباء آیت:27)

نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو تسلی اور چند ہدایات

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿110﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿111﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ

وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿112﴾ وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ
النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿113﴾ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ
طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى
لِلذّٰكِرِیْنَ ﴿114﴾ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿115﴾

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا۔ اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہو چکی ہوتی تو ان میں فیصلہ کر دیا جاتا، اور وہ تو اس سے بڑے شبہہ میں پڑے ہوئے ہیں۔(110) اور آپ کا رب ان سب کو قیامت کے دن ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ بے شک جو عمل یہ کرتے ہیں وہ اس سے واقف ہے۔(111) سو (اے پیغمبر! ﷺ) جیسا تم کو حکم ہوتا ہے اس پر تم اور جو لوگ تمہارے ساتھ تائب ہوئے ہیں قائم رہو اور حد سے نہ بڑھنا، وہ تمہارے سب اعمال کو دیکھ رہا ہے۔(112) اور جو لوگ ظالم ہیں ان کی طرف مائل نہ ہونا ورنہ دوزخ کی آگ تمہیں آ لپیٹے گی اور اللہ کے سوا تمہارے اور دوست نہیں ہیں، اگر تم ظالموں کی طرف مائل ہو گئے تو پھر تم کو کہیں سے مدد نہ مل سکے گی۔(113) اور دن کے دونوں سروں یعنی صبح اور شام کے اوقات میں اور رات کی چند پہلی گھڑیوں میں نماز پڑھا کرو۔ کچھ شک نہیں کہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں، یہ ان کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں۔(114) اور صبر کیے رہو کہ اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔(115)

تشریح: ان آیات میں نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے۔ کیونکہ اہل مکہ کچھ قرآن کو مانتے اور کچھ انکار کرتے تھے تب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثال دے کر تسلی دی کہ تمام انبیاء علیہم السلام جتنے بھی دنیا میں آ چکے ہیں سب کے ساتھ ایسے ہی ہوتا رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بھی ایسے ہی کرتی رہی مگر ان کو فوراً عذاب نہ دیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو عذاب دینے کا وقت تو اللہ نے پہلے ہی مقرر کر رکھا ہے۔ اس بات کا یعنی آخرت کا کیونکہ ان کو یقین نہ تھا اس لیے وہ غفلت میں پڑے رہے۔ حالانکہ اللہ رب العزت تو ان کے تمام اعمال سے پوری طرح واقف ہے اور وہ انصاف سے ان کو بدلہ ضرور دے گا۔ پھر اللہ جل شانہٗ نے چند احکامات نبی ﷺ اور تمام مسلمانوں کو دیے ہیں۔ پہلا یہ کہ اسلام کے قوانین اور اصولوں پر پوری طرح کاربند رہو۔ دوسرا اعتدال سے کام لو۔ تیسرا دشمن کے ساتھ بے تکلفی اور دوستی ہرگز نہ کرو کیونکہ برے دوست کی بری صحبت سے بچو، اللہ ہی سب سے بڑا دوست اور مددگار ہے۔ چوتھا، نماز پڑھو کیونکہ ہر نیکی گناہوں سے بچاتی ہے پانچواں، صبر سے کام لو کیونکہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہر صورت موجود ہوتا ہے۔ صبر واستقامت مسلمان کا بہت بڑا ہتھیار ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

نیک لوگ اور اللہ کی قدرت وحکمت

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ
اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا
مُجْرِمِيْنَ ﴿116﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿117﴾ وَلَوْ شَآءَ
رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿118﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ
وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ
اَجْمَعِيْنَ ﴿119﴾ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ
وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿120﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا
يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۭ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿121﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿122﴾
وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ
وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿123﴾ ع 10/14

ترجمہ: تو جو امتیں تم سے پہلے گزر چکی ہیں ان میں سے ایسے ہوش مند کیوں نہ ہوئے جو ملک میں خرابی کرنے سے روکتے، ہاں ایسے تھوڑے سے تھے جن کو ہم نے ان میں سے نجات بخشی اور جو ظالم تھے وہ انہی باتوں کے پیچھے لگ رہے جن میں عیش و آرام تھا اور وہ گناہوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔(116) اور آپ کا رب ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو جبکہ وہاں کے لوگ نیکوکار ہوں ظلم سے تباہ کر دے۔(117) اور اگر تمہارا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی جماعت کر دیتا مگر وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔(118) مگر جن پر آپ کا رب رحم کرے اور اسی لیے اس نے ان کو پیدا کیا ہے اور آپ کے رب کا قول پورا ہو گیا کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا۔(119) (اے نبی ﷺ!) اور پیغمبروں کے وہ سب حالات جو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں، ان سے ہم آپ کے دل کو تسلی دیتے ہیں اور ان قصوں میں آپ کے پاس حق پہنچ گیا اور یہ مومنوں کے لیے نصیحت اور عبرت ہے۔(120) اور جو لوگ ایمان نہیں لائے ان سے کہہ دو کہ تم اپنی جگہ عمل کیے جاؤ ہم (اپنی جگہ) عمل کیے جاتے ہیں۔(121) اور اعمال کے نتیجہ کا آپ بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔(122) آسمان اور زمین کی چھپی چیزوں کا علم اللہ ہی کو ہے اور سب کاموں کا انجام اسی کی طرف ہے، تو اسی کی عبادت کرو، اسی پر بھروسہ رکھو اور جو کچھ تم کر رہے ہو آپ کا رب اس سے بے خبر نہیں۔(123)

تشریح: ان آیات کی تشریح تو خود ان کے آسان مضامین میں موجود ہے۔ بہر حال یہ نقشہ بڑا ہی ہولناک ہے جب میدان حشر میں ہر امیر، غریب، بچہ، بوڑھا، جوان، ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی غرض ہر مذہب کا ہر فرد رب العلمین کی عدالت میں اپنا فیصلہ سننے کے لیے منتظر ہوگا۔ کوئی کسی کی ہرگز مدد نہیں کر سکے گا۔ صرف اپنا اعمال نامہ ہی کام آئے گا۔ اسی لیے موت کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے سچ ہے زندہ رہنے کے لیے نام اور مرنے کے لیے مقام پیدا کرنا چاہیے۔ حدیث میں آتا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جاننا چاہتے ہو کہ بھلائی کیا ہے؟ تو اپنے دل سے پوچھو۔ بھلائی وہ ہے جو روح کے لیے باعث اطمینان ہے اور دل کے لیے باعث مسرت ہے۔ گناہ وہ ہے جو دل کو پشیمان کرتا ہے اور دل کو پریشان۔'' (احمد، داری)

اللہ ہمیں اپنی رحمت کے سائے تلے رکھے زندگی کی ہر آزمائش میں پورا اترنے اور آخرت میں جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین۔

تعارف سورۂ یوسف

بفضل تعالیٰ آج سورۂ یوسف شروع کرتے ہیں یہ قرآن پاک کی بارھویں سورت ہے اس میں بارہ رکوع ہیں ایک سو گیارہ آیات ہیں اور یہ مکی سورت ہے۔اس کی خاصیت ایک یہ بھی ہے کہ حضرت یوسف کا پورا قصہ شروع سے آخر تک اس میں بیان کیا گیا ہے۔آپ کے حالات زندگی بھی تمام انبیاء سے مختلف ہیں۔یہ سورت رسول اللہ ﷺ کے مکہ میں قیام کے آخری دور میں نازل ہوئی اس کے نازل ہونے کے دو بڑے مقصد اور شان نزول ہیں۔ایک آپ کی نبوت کا ثبوت۔کیونکہ یہودیوں نے آپ کو آزمانے کے لیے سوال کیا تھا کہ بنی اسرائیل کے مصر جانے کا کیا سبب تھا؟ دوسرا، آپ کے ساتھ اہل مکہ کا سلوک بالکل ویسا ہی تھا جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے ساتھ ان کے بھائیوں کا سلوک تھا اور وہی غلط سلوک ان کے لیے ہر لحہ ترقی، کامیابی اور نجات کا ذریعہ بنتا رہا اور اسی طرح اہل مکہ کا جبر و تشدد اور مخالفت آنحضرت ﷺ کی ترقی، کامیابی اور فتح و کامرانی کا ذریعہ بنا۔جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کے رحم و کرم پر ان کے سامنے مطیع ہو کر پیش ہوئے اور انہوں نے ان کو کمال فراخ دلی سے معاف کر دیا اسی طرح اہل مکہ فتح مکہ کے بعد آپ کے رحم و کرم پر آپ کے مطیع ہو کر آپ کے سامنے پیش ہوئے اور آپ نے ان کو معاف کر دیا۔جیسا کہ اسی سورت کی آیت 7 میں آتا ہے: ''یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائیوں کے قصہ میں پوچھنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔'' اس کے علاوہ اس قصہ میں بڑی وضاحت اس بات کی بھی کر دی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس بات کی دعوت دے رہے ہیں جس کی دعوت حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام نے دی تھی۔حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کے پوتے تھے۔آپ بارہ بھائی تھے۔چھوٹے بھائی بن یمین سگے بھائی تھے۔آپ کی پیدائش 1906ء قبل مسیح میں ہوئی۔دوتن کے کنوئیں میں آپ کو پھینکا گیا اور جس قافلے نے آپ کو کنوئیں میں سے نکالا وہ جلعاد سے آرہا تھا اور مصر کو جا رہا تھا۔اس وقت مصر پر اپونس کی حکومت تھی۔مصر کا دارالحکومت اس وقت ممفس تھا۔حضرت یوسف علیہ السلام بہت چھوٹی عمر میں وہاں پہنچے۔کافی سال عزیز مصر کے گھر رہے۔8 یا 9 سال جیل میں رہے۔30 سال کی عمر میں ملک کے فرمانروا بنے اور 80 سال تک مصر پر حکومت کرتے رہے حکومت کے تقریباً 9 یا 10 سال بعد آپ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو بمعہ اہل و عیال فلسطین سے مصر بلوالیا۔جشن یا گوشن میں بنی اسرائیل کو آباد کیا گیا۔حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک سو دس سال کی عمر میں وفات پائی۔آپ کے قصہ سے بہت بڑا سبق یہ ملتا ہے کہ توکل علی اللہ سب سے بڑا ہتھیار ہے اور جو شخص بھی پاکیزہ مقصد کے لیے جائز اور سیدھی تدابیر کرے گا وہ اگر ناکام بھی ہو جائے تو دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی سے بچ جائے گا جبکہ ناپاک مقصد کے لیے ٹیڑھی تدبیر کرنے والا دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہ پائے گا۔مخالفت اور غیر مناسب حالات سے گھبرا کر اخلاق و ایمان میں فرق نہیں آنا چاہیے بلکہ صبر و سکون سے اللہ کی مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے مقصد پر ڈٹے رہنا چاہیے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ایک بہترین مثالی قصہ ہے جیسا کہ سورت یوسف میں بتایا گیا ہے۔ملاحظہ ہو:

احسن القصص

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓرٰ ۟ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ﴿۱﴾ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۲﴾ نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَیۡکَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ ٭ۖ وَ اِنۡ کُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِہٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِیۡنَ ﴿۳﴾

ترجمہ: الرا۔ یہ کتاب روشن کی آیتیں ہیں۔(1) ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے تا کہ تم سمجھ سکو۔(2)(اے پیغمبر! صلی اللہ علیہ وسلم) ہم اس قرآن کے ذریعے سے جو ہم نے آپ کی طرف بھیجا ہے آپ کو ایک نہایت اچھا بیان سناتے ہیں اور آپ یقیناً اس سے پہلے بے خبر تھے۔(3)

تشریح: ان آیات میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کو احسن القصص، یعنی سب سے بہترین قصہ کہا گیا ہے۔ **الرا** یہ حروف مقطعات میں سے ہے۔ فرمایا کہ یہ آیات یعنی نشانیاں ایک ایسی نایاب کتاب میں بیان کی گئی ہیں جو انتہائی جامع، مکمل اور سچی کتاب ہے۔ کیونکہ یہ جزیرۃ العرب میں نازل ہوئی اس لیے انہی کی زبانی یعنی عربی زبان میں نازل کی گئی وجہ یہ ہے کہ وہاں کے لوگ اس کے مضامین، مفہوم اور احکامات کو اتنی اچھی طرح سمجھ سکیں کہ دوسرے غیر عربی لوگوں کو بغیر کسی شک وشبہ کے اصل مفہوم سمجھا سکیں اور کسی طرح کی غلطی کا امکان نہ رہے۔ اور پھر بڑی وضاحت سے اس قصہ میں اہل عرب کے مشرکین کے اس سوال کا جواب دیا گیا ہے جو انہوں نے قرآن کی آسمانی کتاب ہونے کے شک میں آپ سے کیا۔ سوال یہ کیا کہ بتاؤ بنی اسرائیل کے مصر پہنچنے کا کیا سبب تھا؟ اسی لیے اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم وحی کے ذریعے سے ایک ایسا بہترین قصہ سناتے ہیں جس کی خبر آپ کو بالکل نہ تھی۔ بہترین قصہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے کہا ہے کیونکہ اس قصہ میں انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو اور ان تمام مسائل کو جن کا انسانی زندگی کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے مثلاً توحید، خوابوں کی تعبیر، سیاسی مسائل، گھریلو مسائل، صبر وسکون، ہمت، جرأت اور اللہ پر بھروسہ، محنت اور شکر کو اتنی عمدگی اور دلیلوں کے ساتھ بڑے ہی مؤثر اور آسان انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ ہر پڑھنے والا سبق سیکھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کو جو کہ سورت یوسف میں بیان کیا جا رہا ہے بہترین قصہ قرار دیا ہے۔

سیدنا یوسف علیہ السلام کا خواب اور باپ کی نصیحت

اِذۡ قَالَ یُوۡسُفُ لِاَبِیۡہِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیۡ رَاَیۡتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوۡکَبًا وَّ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ رَاَیۡتُہُمۡ لِیۡ سٰجِدِیۡنَ ﴿۴﴾ قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقۡصُصۡ رُءۡیَاکَ عَلٰۤی اِخۡوَتِکَ فَیَکِیۡدُوۡا

لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿5﴾ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿6﴾ ع

ترجمہ: جب یوسف نے اپنے والد سے کہا اے ابا جان! میں نے خواب میں گیارہ ستاروں، سورج اور چاند کو دیکھا ہے۔ دیکھتا ہوں کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ (4) انہوں نے کہا کہ بیٹا! اپنے خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا ورنہ وہ تمہارے حق میں کوئی بری چال چلیں گے (نقصان پہنچائیں گے) یقیناً شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ (5) اور اسی طرح اللہ تمہیں برگزیدہ اور ممتاز کرے گا، اور خوابوں کی تعبیر کا علم سکھائے گا اور جس طرح اس نے اپنی نعمت پہلے تمہارے دادا پردادا ابراہیم اور اسحق پر پوری کی تھی اسی طرح تم پر اور اولاد یعقوب پر پوری کرے گا، بے شک تمہارا رب سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ (6)

تشریح: یہاں خواب کا ذکر ہے سچا خواب دیکھنا یہ مقبول الٰہی ہونے کی نشانی ہے۔ جیسا کہ چھوٹی عمر میں حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے، سورج اور چاند ان کے آگے سجدہ کر رہے ہیں۔ یہ اشارہ تھا اس بات کی طرف کہ وہ ضرور کوئی بہت بڑا انعام، برکت یا سعادت پانے والے ہیں۔ یوں بھی اللہ کے پسندیدہ انسان شروع سے ہی نیک مزاج، نرم دل اور پاکیزہ خیالات رکھتے ہیں۔ ان کے والد فوراً سمجھ گئے کہ یوسف کو نبوت ملے گی، خواب کی تعبیر کا مطلب ہے کہ آپ کو اللہ کی طرف سے فہم وفراست، معاملہ فہمی، دور اندیشی اور حکمت ملے گی۔ کیونکہ آپ والد کے بڑے ہی پسندیدہ بیٹے تھے اس لیے بن یمین کے سوا دس بڑے بھائی یوسف علیہ السلام سے بڑا حسد کرتے تھے ویسے تو آپ کے گیارہ بھائی تھے مگر دس بڑے بھائی دوسری ماؤں سے تھے یوسف علیہ السلام اور بن یمین ایک ماں سے تھے۔ اسی لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف کو نصیحت کی کہ اپنے خواب کا ذکر بھائیوں سے نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ وہ کوئی شیطانی کام کر بیٹھیں یعنی تمہیں نقصان پہنچا دیں۔ کیونکہ شیطان تو ویسے ہی ہر بھلے انسان اور ہر بھلے کام کو بگاڑنے کی کوشش میں رہتا ہے نبوت تو ان کے خاندان میں چلی آ رہی تھی یوسف علیہ السلام کے دادا اور پردادا بڑے جلیل القدر پیغمبر گزرے ہیں اور یوسف علیہ السلام میں پیغمبرانہ صلاحیتیں بچپن سے ہی موجود تھیں جن کو ان کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام جان چکے تھے۔ اور انہوں نے فرمایا کہ جس طرح حضرت اسحق علیہ السلام اور ان کے خاندان کو دنیا میں عزت ملی اسی طرح تمہیں بھی اللہ کی خاص نعمتیں ضرور عطا ہوں گی۔ اللہ سب کچھ جاننے والا اور بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ کیا ہوگا؟ کیسے ہوگا؟ یہ سب کچھ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ سب کچھ کس طرح تکمیل کو پہنچے گا۔

سیدنا یوسف کو نقصان پہنچانے کے لیے بھائیوں کی سازش

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿7﴾ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿8﴾ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ

اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ﴿9﴾
قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿10﴾

ترجمہ: یوسف اور اس کے بھائیوں کے قصہ میں پوچھنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔(7) جب انہوں نے آپس میں تذکرہ کیا کہ یوسف اور اس کا بھائی باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں، حالانکہ ہم قوت والے ہیں (زیادہ ہیں) کچھ شک نہیں کہ باپ صریح غلطی پر ہیں۔(8) تو یوسف کو یا تو جان سے مار ڈالو یا کسی ملک میں پھینک آؤ۔ پھر باپ کی توجہ صرف تمہاری طرف رہے گی۔ اور پھر تم اچھی حالت میں ہو جاؤ گے۔(9) ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو جان سے نہ مارو، کسی گہرے کنوئیں میں ڈال دو کہ کوئی راہگیر نکال کر اور ملک میں لے جائے گا۔ اگر تم کو کرنا ہے تو یوں کرو۔(10)

تشریح: جیسا کہ آیات میں بیان ہو چکا تو سب بھائیوں نے حسد کے مارے یوسف علیہ السلام کو ٹھکانے لگانے کے لیے تین تجویزیں رکھیں اور پھر آخری فیصلہ یہ ہوا کہ ان کو کنوئیں میں پھینک دیا جائے، لہٰذا اس فیصلہ پر عمل کرنے کی تیاری شروع ہو گئی۔

بھائیوں کی زیادتی اور سیدنا یوسف علیہ السلام کا مصر پہنچنا

قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿11﴾ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿12﴾ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿13﴾ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿14﴾ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْۤا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿15﴾ وَجَآءُوْۤ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿16﴾ قَالُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿17﴾ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿18﴾ وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ

قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ۭ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿19﴾ وَشَرَوْهُ
بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ﴿20﴾ وَقَالَ الَّذِي
اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۭ
وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۡ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۭ وَاللّٰهُ
غَالِبٌ عَلٰٓي اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿21﴾

ترجمہ: (یہ مشورہ کر کے وہ یعقوب علیہ السلام کو) کہنے لگے کہ ابا جان! کیا وجہ ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے؟ حالانکہ ہم اس کے خیر خواہ ہیں۔(11) کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجیے کہ خوب میوے کھائے اور کھیلے کودے ہم اس کے نگہبان ہیں۔(12) انہوں نے کہا کہ یہ خیال مجھے پریشان کر دیتا ہے کہ تم اسے لے جاؤ (وہ مجھ سے جدا ہو جائے۔) اور مجھے یہ خوف بھی ہے کہ تم کھیل میں اس سے غافل ہو جاؤ اور اسے بھیڑیا کھا جائے۔(13) وہ کہنے لگے کہ اگر ہماری موجودگی میں کہ ہم ایک مضبوط جماعت ہیں اسے بھیڑیا کھا گیا تو ہم بڑے نقصان میں پڑ گئے۔(14) غرض جب وہ اس کو لے گئے اور اس بات پر اتفاق کر لیا کہ اس کو گہرے کنوئیں میں ڈال دیں تو ہم نے یوسف کی طرف وحی بھیجی کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ تم ان کے سلوک سے ان کو آگاہ کرو گے اور ان کو اس کی کچھ خبر نہ ہوگی۔(15) (یہ حرکت کر کے) وہ رات کے وقت باپ کے پاس روتے ہوئے آئے۔(16) اور کہنے لگے کہ ابا جان! ہم تو دوڑنے اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے میں مصروف ہو گئے اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے تو اسے بھیڑیا کھا گیا اور اگرچہ ہم سچ ہی کہتے ہیں آپ ہماری بات کا یقین نہیں کریں گے۔(17) اور ان کی قمیص پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا لائے۔ یعقوب نے کہا (کہ اصل میں ایسا نہیں ہے،) بلکہ تم اپنے دل سے یہ بات بنا لائے ہو۔ اچھا صبر ہی اچھا ہے اور جو تم بیان کرتے ہو، اس کے بارے میں اللہ کی ہی مدد درکار ہے۔(18) (اب اللہ کی شان دیکھو کہ) اس کنویں کے قریب ایک قافلہ آ پہنچا اور انہوں نے پانی کے لیے اپنا سقہ بھیجا، اس نے کنویں میں اپنا ڈول ڈالا (تو یوسف اس سے لٹک گئے) وہ بولا کہ زہے نصیب یہ تو (نہایت حسین) لڑکا ہے۔ اور اس کو قیمتی سرمایہ سمجھ کر چھپا لیا۔ اور جو کچھ وہ کرتے تھے اللہ کو سب معلوم تھا۔(19) اور اس کو تھوڑی سی قیمت (یعنی تھوڑے سے درہم) کے بدلے بیچ دیا اور انہیں اس کے بارے میں کچھ لالچ بھی نہ تھا۔(20) اور مصر میں جس شخص نے اس کو خریدا اس نے اپنی بیوی (زلیخا) سے کہا کہ اس کو عزت و اکرام سے رکھو عجب نہیں کہ یہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنا لیں۔ اس طرح ہم نے یوسف کو سرزمین (مصر) میں جگہ دی اور غرض یہ تھی کہ ہم ان کو خوابوں کی تعبیر سکھائیں اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔(21)

تشریح: اس تمام قصہ کو پڑھنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان اکثر حسد کی وجہ سے بعض شرارت اور خباثت میں ایسے برے کام کر جاتا ہے کہ جو خود اس کے اپنے لیے دنیا و آخرت میں رسوائی کا باعث بن جاتے ہیں۔ دغا، فریب، جھوٹ اور ظلم یہ بہت

بڑے گناہ ہیں جو انسان صرف اپنی دنیوی کامیابی کے لیے کر جاتا ہے۔ اور یہ بھول جاتا ہے کہ یہ سب کرنے سے کسی کا حقیقت میں نقصان کم ہی ہوتا ہے اصل میں اپنی عاقبت خراب کر لیتا ہے اور دنیا میں بھی کوئی عزت اور کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ اللہ تو ہر اس کام سے واقف ہے جو انسان دوسروں سے چھپا کر کرتا ہے۔ اور پھر اللہ سے بڑا انصاف کرنے والا کون ہوگا۔ اور پھر یہ بھی بہت بڑا نکتہ ہمیں ملتا ہے کہ ہر صورت، ہر پریشانی اور مصیبت کا علاج یہ نہیں کہ واویلا مچایا جائے بلکہ بڑے ہی صبر شکر اور توکل علی اللہ کر کے اللہ سے بہتری کی امید اور مدد کی درخواست کرنی چاہیے۔ یاد رکھیں کہ ہر رات کے بعد چمکتا ہوا دن ضرور آتا ہے۔ اور اللہ کی حکمتوں کو کون جانے۔ اس نے کس حکمت سے حضرت یوسف علیہ السلام کو موت، خوف اور رنج سے بچا کر ایک ایسی جگہ پہنچا دیا جہاں ان کے لیے راحت ہی راحت تھی عزیز مصر اور اس کی بیوی زلیخا نے ان کو سگے والدین کی طرح پیار محبت اور خلوص سے پالا۔ ادھر باپ نے اصل حقیقت جانتے ہوئے بھی اس حادثہ کو شکر اور صبر سے برداشت کر لیا کہ اس میں ہی اللہ کی رضا ہے اور اپنے ظالم بیٹوں کو بھی ایک طرح سے معاف ہی کر دیا۔ گو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے لیے بیٹے یوسف علیہ السلام کی جدائی کا صدمہ بڑا ہی شدید تھا۔ اللہ کی حکمت اور آزمائشوں کو صبر و سکون سے اور اس پر بھروسہ کرتے ہوئے قبول کر لینا ہی اصل بندگی ہے اور سکون و چین کا ذریعہ بھی یہی ہے اس قصہ کا بیان کرنا ایک تو مسلمانوں کو بہت سے مسائل سے آگاہ کرنا تھا اور دوسرے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تسلی دینا مقصود تھی۔ کیونکہ ان کے لیے بھی ان کے اہل مکہ نے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا اور پھر اللہ نے اپنی خاص حفاظت میں پہلے غار میں اور اس کے بعد مدینہ میں پہنچا دیا جہاں ان کو بڑی اچھی چھوٹی سی اسلامی ریاست بنانے کا بہترین موقعہ ملا۔ اور پھر انہوں نے دنیا کے بہت بڑے حصہ پر فتح حاصل کی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے ظلم کرتے ہوئے کنوئیں میں ڈال دیا، پانی نکالنے کے لیے آدمی نے ڈول ڈالا تو حضرت یوسف ڈول میں بیٹھ کر باہر نکل آئے، یہ واقع ایک بچہ کے لیے کس قدر تکلیف دہ ہوسکتا ہے؟ ہر انسان اندازہ کر سکتا ہے۔ پھر بھائی دوبارہ کنوئیں کے پاس گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام ان کو مل گئے تو انہوں نے اس آدمی سے بڑی معمولی رقم لے کر ان کو اس کے پاس رہنے دیا کیونکہ وہ تو چاہتے ہی یہی تھے کہ کوئی اُن کو ان سے دور کسی ملک میں لے جائے۔ پھر جب مصر کے بازار میں ان کو غلام کے طور پر بیچ دیا گیا تو اس وقت ان پر کیا گزری ہوگی۔ لیکن جس اللہ نے ان پر مصیبت کے پہاڑ توڑے تھے اسی نے ان کو صبر و استقامت بھی عطا کیا اور پھر اس کا انعام بھی دیا کہ ان کو مصر کے ایک معتبر انسان نے خرید لیا اور عزت و اکرام سے اس کو بیٹا بنا کر پالنے لگا اور یہ انعام تھا حضرت یوسف کے صبر کا۔ اور اس میں حکمت بھی نظر آتی ہے کہ اس طرح وہ مصر کی ہائی سوسائٹی میں شامل ہو گئے تاکہ وہاں کے طور طریقے سیکھیں اور ان کی سوجھ بوجھ میں اضافہ ہو۔ تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ مشکلات میں تدبیر سوچنے لگے اور بہترین منتظم بن گئے اس کے علاوہ خواب کی تعبیر کا ملکہ بھی اللہ نے آپ کو عطا کیا اور یوں آپ ایک مدبر اور معقول انسان بن کر لوگوں میں پہچانے جانے لگے۔

انسانی کردار کی مضبوطی، اللہ کی قدرت فیصلہ اور اسباب

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿22﴾ وَرَاوَدَتْهُ
الَّتِىْ هُوَ فِىْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ
اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّىْۤ اَحْسَنَ مَثْوَاىَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿23﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ
بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ
عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿24﴾ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا
لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّاۤ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ﴿25﴾ قَالَ هِىَ رَاوَدَتْنِىْ عَنْ نَّفْسِىْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ
قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿26﴾ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ
دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿27﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ
كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿28﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِىْ
لِذَنْۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿29﴾ وَقَالَ نِسْوَةٌ فِى الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ ع 3/9 13
تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿30﴾ فَلَمَّا
سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ
مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ
اَيْدِيَهُنَّ ؗ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿31﴾ قَالَتْ
فَذٰلِكُنَّ الَّذِىْ لُمْتُنَّنِىْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ
يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿32﴾ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ
اِلَىَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِىْۤ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّىْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ
الْجٰهِلِيْنَ ﴿33﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ

ع 6 14 الْعَلِيْمُ ﴿34﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿35﴾ وَدَخَلَ
مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۭ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّىْٓ اَرٰىنِىْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّىْٓ
اَرٰىنِىْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِىْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ
مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿36﴾ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ
اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ۭ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِىْ رَبِّىْ ۭ اِنِّىْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ
وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿37﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَاۗءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ
مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى
النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿38﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَ اَرْبَابٌ
مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿39﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَاۗءً
سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ
اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا
يَعْلَمُوْنَ ﴿40﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ
فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴿41﴾ وَقَالَ
لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۡ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ
ع 7 15 فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ﴿42﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّىْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ
يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۭ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ
فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿43﴾ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ
بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿44﴾ وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا
اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿45﴾ يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ
سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ
اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿46﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ

فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ﴿47﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ
يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ﴿48﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ
ع 7/16 فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ﴿49﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَاۗءَهُ
الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔــلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۭ اِنَّ
رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ﴿50﴾ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ قُلْنَ
حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْۗءٍ ۭ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ
الْحَقُّ ۡ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴿51﴾ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ
اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَاۗىِٕنِيْنَ﴿52﴾

ان تمام آیات کا خلاصہ، مقصد اور خاص، خاص حکمتیں تشریح کی صورت میں خلاف معمول ترجمہ سے پہلے لکھی جا رہی ہیں تا کہ آیات کے ترجمہ کے درمیان تسلسل میں فرق نہ پڑے اور مقصد سمجھ میں آتا چلا جائے۔

تشریح: والدین سے جدائی، کنویں کی قید اور پھر غلام بن کر بک جانا۔ یہ سب تو آزمائشیں تھیں جو آپ پر پڑیں اور اب عزیز مصر یعنی رئیس اعظم کے گھر آپ کو مکمل آرام و آسائش کی زندگی ملی اور اب آپ سن بلوغت کو پہنچ گئے تو پھر ایک آزمائش آپ کے اوپر آ پڑی۔ آپ انتہائی خوب صورت اور خوب سیرت انسان تھے۔ عزیز مصر کی بیوی آپ پر فریفتہ ہوگئی جب آپ نے اس کی گناہ کرنے کی دعوت قبول نہ کی تو اس نے آپ پر تہمت لگائی۔ اور یوں آپ کو قید میں ڈال دیا گیا۔ یہاں سب سے پہلے تو یہ نکتہ ملتا ہے کہ مرد و عورت کا آزادانہ میل جول گناہ، بدکاری اور معاشرہ کی خرابی کا باعث بنتا ہے اسلام کا اصول کہ مرد و زن آنکھیں نیچی رکھیں اور درمیان میں پردہ رکھیں بڑا معقول اصول ہے۔ اس پر پابندی ہونی چاہیے۔ گناہ، بدکاری، بددیانتی اور خوف الٰہی سے بچنے کے لیے انسان کی تربیت بچپن سے ہونی چاہیے۔ والدین کا فرض ہے وہ بچوں کو خوب اچھی طرح سمجھا دیں کہ انسان کے اندر تین طاقتیں ہوتی ہیں۔ جن کو ہم نفس کا نام دیتے ہیں۔

1 نفسِ ''امارہ'' یہ وہ نفس ہے جس پر شیطان چھا جاتا ہے اور انسان کو ہر بری راہ پر چلانے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور پریشانی کا باعث ہوتا ہے۔

2 ''نفس لوامہ'' یہ وہ طاقت ہے جو انسان کو گناہ سے روکنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ اگر برائی سے نہ رکے تو پھر بھی توبہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور انسان کو ہر وقت خبردار کرتا ہے۔ یعنی نیکی و بدی کی لڑائی۔

3 ''نفس مطمئنہ'' یہ اپنی روح کی بات مانتا ہے۔ شیطان سے یعنی برائی سے نفرت کرتا ہے اور ہمیشہ نیکی کی راہ پر چلاتا

ہے اور اللہ کی خوشنودی ہی اس کا مقصد حیات ہوتا ہے۔ ایسے لوگ خوش قسمت ہوتے ہیں اپنے رب سے راضی اور مطمئن رہتے ہیں۔ اور اللہ ان سے راضی رہتا ہے اور جنت کے حق دار ہوتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کی طرف سے گناہ کی دعوت کو قبول نہ کر کے ثابت کر دیا کہ وہ بڑے دیانت دار، احسان کا پاس رکھنے والے، مضبوط کردار کے مالک، خوف الٰہی رکھنے والے متقی اور انتہائی پاکباز صالح انسان تھے۔ وہ برائی سے بچنے کے لیے دعا میں یہ مانگ بیٹھے کہ اس سے تو اچھا ہے اللہ تو مجھے قید میں ڈال دے۔ تو یہاں یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ سے عافیت کی دعا کرنی چاہیے صبر کی نہیں۔ اس سے عافیت مانگو تو وہ عافیت دیتا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے قید مانگ لی تو قید مل گئی۔ آپ نے قید کا زمانہ انتہائی پاکیزگی، عبادت، ریاضت اور خشوع وخضوع سے گزارا۔ آپ کو رسالت تو مل ہی چکی تھی۔ آپ کو اللہ کی طرف سے علم وعقل تدبر اور خواب کی تعبیر کا ملکہ مل چکا تھا۔ آپ نے دو نئے قیدیوں کو خواب کی تعبیر بتانے سے پہلے توحید کا سبق بڑی وضاحت سے دیا اور بتایا کہ یہی سبق میرے باپ یعقوب دادا اسحٰق اور پردادا ابراہیم علیہم السلام نے دیا ہے۔ آپ تقریباً سات سال قید میں رہے جب اللہ نے چاہا تو ان کی رہائی کے اسباب پیدا کر دیے۔

بادشاہ وقت ریان بن الولید نے خواب کی تعبیر سن کر اندازہ لگا لیا کہ یہ بڑا علم وفضل رکھنے والا شخص ہے لہٰذا اس نے ان کی رہائی کا حکم دے دیا۔ پھر یہاں ایک سبق ملتا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے رہائی قبول کرنے پر شرط لگائی کہ پہلے میری سزا کی وجہ اور میری بے گناہی کو سر عام لایا جائے پھر میں آزاد ہونا منظور کروں گا۔ یہ بھی ان کی خودداری، ثابت قدمی اور اللہ کی ذات پر توکل کی ایک نشانی تھی۔ یہ اصول ہر انسان کو اپنی زندگی میں اپنانا چاہیے جب آپ قید سے رہا ہوئے تو آپ خوشی سے بے قابو نہیں ہوئے بلکہ اللہ کی تعریف کی اور ہر بھلائی، ہر کامیابی اور ہر عزت وعافیت کو اللہ ہی کی خاص عنایت قرار دیا۔ حقیقت میں عزت دینے والا، ذلت دینے والا اللہ ہی تو ہے۔ اس نے ایسے اسباب پیدا کیے کہ بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کو اپنے خاص الخاص بندوں میں شامل کر لیا۔ اور یوں آپ کو وزارت مال وخزانہ سونپ دی گئی اور آپ قید سے نکل کر ملک کے بہترین عہدے پر فائز کر دیے گئے۔ کس قدر بہترین اصول ہیں اسلام کے اگر ان پر عمل کریں تو اللہ تعالیٰ انسان کو بے شمار دنیوی غلاظتوں سے بچا کر خوبصورت مطمئن اور پرسکون زندگی دیتا ہے اور اسی طرح آخرت میں بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بھلائیاں، خوشیاں، راحتیں، کامیابیاں اور سکون ملے گا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اب ہم ان تمام آیات کا ترجمہ دیکھتے ہیں۔

ترجمہ آیات 22 تا 52

اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے تو ہم نے ان کو دانائی اور علم بخشا اور نیکوکاروں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ (22) تو جس عورت کے گھر میں وہ رہتے تھے ان کو اس نے اپنی طرف مائل کرنا چاہا اور دروازے بند کر کے کہنے لگی یوسف جلدی آؤ، انہوں نے کہا کہ اللہ پناہ میں رکھے میرے رب نے مجھے بہت اچھا ٹھکانا دیا ہے، (میں ایسا ظلم نہیں کر سکتا) بے شک ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے۔ (23) اور اس عورت نے ان کا قصد کیا اور یوسف اس کا قصد کرتے اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے۔ یوں اس لیے کیا گیا کہ ہم ان سے برائی اور بے حیائی کو روک دیں بے شک وہ ہمارے خالص بندوں میں سے تھے۔ (24) اور

دونوں دروازے کی طرف بھاگے (آگے یوسف پیچھے زلیخا) اور عورت نے ان کا کرتہ پیچھے سے پکڑ کر جو کھینچا تو پھاڑ ڈالا اور دونوں کو دروازے کے پاس عورت کا خاوند مل گیا تو عورت بولی کہ جو شخص تمہاری بیوی کے ساتھ برا ارادہ کرے اس کی اس کے سوا کیا سزا ہے کہ یا تو قید کیا جائے یا دکھ کا عذاب دیا جائے۔(25) (یوسف نے) کہا اسی نے مجھ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا، اس کے قبیلے میں سے ایک گواہی دینے والے نے یہ گواہی دی کہ اگر اس کا کرتہ آگے سے پھٹا ہو تو یہ سچی ہے اور (یوسف) جھوٹا۔ (26) اور اگر کرتا پیچھے سے پھٹا ہو تو یہ جھوٹی اور وہ سچا ہے۔(27) جب اس کا کرتا دیکھا تو پیچھے سے پھٹا تھا تب اس نے (زلیخا سے) کہا کہ یہ تمہارا ہی فریب ہے۔اور کچھ شک نہیں کہ تم عورتوں کے فریب بڑے بھاری ہوتے ہیں۔(28) یوسف! اس بات کا خیال نہ کر اور زلیخا! تو اپنے گناہوں کی بخشش مانگ، بے شک خطا تیری ہے۔(29) اور شہر میں عورتیں چہ میگوئیاں کرنے لگیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہے اور اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی ہے، ہم دیکھتی ہیں کہ وہ صریح گمراہی میں ہے۔(30) جب اس (زلیخا) نے ان عورتوں کی (مکارانہ) گفتگو (جو اصل میں دیدار یوسف کے لیے ایک چال تھی) سنی تو ان کے پاس دعوت کا پیغام بھیجا اور ان کے لیے ایک محفل مرتب کی اور پھل کاٹنے کے لیے ہر ایک کو ایک چھری دی اور یوسف سے کہا کہ ان کے سامنے باہر آؤ۔ جب عورتوں نے ان کو دیکھا تو انہیں (حُسن میں) بہت عظیم سمجھا اور اپنے ہاتھ کاٹ (کر زخمی کر) لیے۔اور بے ساختہ بول اٹھیں کہ سبحان اللہ یہ آدمی نہیں، کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔(31) تب زلیخا نے کہا یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم مجھے طعنے دیتی تھیں اور بے شک میں نے اس کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا مگر یہ بچا رہا اور اگر یہ وہ کام نہ کرے گا جو میں اسے کہتی ہوں تو قید کر دیا جائے گا اور ذلیل ہوگا۔(32) یوسف نے دعا کی کہ پروردگار! جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اس کی بجائے مجھے قید پسند ہے اور اگر تو مجھ سے ان کے فریب کو نہ ہٹائے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانوں میں شمار ہو جاؤں گا۔(33) تو اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان سے عورتوں کا مکر دفع کر دیا، بے شک وہ سننے والا جاننے والا ہے۔(34) پھر باوجود اس کے کہ وہ لوگ نشان دیکھ چکے تھے، ان کی رائے یہی ٹھہری کہ کچھ عرصہ کے لیے ان کو قید ہی کر دیں۔(35) اور ان کے ساتھ دو اور جوان بھی جیل میں داخل ہوئے۔ایک نے ان میں سے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ شراب کے لیے انگور نچوڑ رہا ہوں۔دوسرے نے کہا کہ میں نے بھی خواب دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں اور جانور ان میں سے کھا رہے ہیں تو آپ ہمیں ان کی تعبیر بتا دیجئے کہ ہم تمہیں نیکوکار دیکھتے ہیں۔(36) یوسف نے کہا کہ جو کھانا تمہیں ملنے والا ہے وہ آنے نہیں پائے گا کہ میں اس سے پہلے تم کو اس کی تعبیر بتا دوں گا۔ یہ ان باتوں میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھائی ہیں، جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور روز آخرت سے انکار کرتے ہیں میں ان کا مذہب چھوڑے ہوئے ہوں۔(37) اور اپنے باپ دادا ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب کے مذہب پر چلتا ہوں ہمیں شایاں نہیں ہے کہ کسی چیز کو اللہ کے ساتھ شریک بنائیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر بھی اور لوگوں پر بھی لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔(38) میرے جیل کے رفیقو! بھلا کئی جدا جدا آقا اچھے یا ایک اللہ واحد اور غالب؟(39) جن چیزوں کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو وہ صرف نام ہی نام

ہیں۔ جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی سند نازل نہیں کی، سن لو کہ اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے، اس نے فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (40) میرے جیل کے ساتھیو! تم میں سے ایک جو پہلے خواب بیان کرنے والا ہے وہ تو اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا اور جو دوسرا ہے وہ سولی دیا جائے گا اور جانور اس کا سر نوچ نوچ کھائیں گے جو کچھ تم مجھ سے پوچھتے وہ فیصل ہو چکا ہے۔ (41) اور دونوں بندوں میں سے جس کی نسبت یوسف نے خیال کیا کہ وہ رہائی پا جائے گا، اس سے کہا کہ اپنے آقا سے میرا ذکر بھی کرنا، لیکن شیطان نے ان کا اپنے آقا سے ذکر کرنا بھلا دیا، اور یوسف کئی برس جیل میں ہی رہے۔ (42) پھر بادشاہ نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں، سات خوشے سبز ہیں اور سات خشک۔ اے سردارو! اگر تم خوابوں کی تعبیر دے سکتے ہو تو مجھے میرے خواب کی تعبیر بتاؤ۔ (43) انہوں نے کہا کہ یہ تو پریشان خواب ہیں ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں آتی۔ (44) اب وہ شخص جو دونوں قیدیوں میں سے رہائی پا گیا تھا اور جسے مدت کے بعد وہ بات یاد آ گئی، بول اٹھا کہ میں اس کی تعبیر لا بتاتا ہوں مجھے (جیل خانے) جانے کی اجازت دیجئے۔ (45) (غرض وہ یوسف کے پاس آیا اور کہنے لگا) اے بڑے سچے یوسف! ہمیں اس خواب کی تعبیر بتایئے کہ سات موٹی گائیوں کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں، سات خوشے سبز ہیں اور سات سوکھے، تاکہ میں لوگوں کے پاس جا کر تعبیر بتاؤں، عجب نہیں کہ وہ (تمہاری قدر) جانیں۔ (46) انہوں نے کہا کہ تم لوگ سات سال متواتر کھیتی باڑی کرتے رہو گے تو جو غلہ کاٹو تو تھوڑے سے غلے کے سوا جو کھانے میں آئے اسے خوشوں میں ہی رہنے دو۔ (47) پھر اس کے بعد خشک سالی کے ساتھ سات سال آئیں گے کہ جو غلہ تم نے جمع کر رکھا ہوگا وہ اس سب کو کھا جائیں گے صرف وہی تھوڑا سا رہ جائے گا جو تم احتیاط سے رکھ چھوڑو گے۔ (48) پھر اس کے بعد ایک سال آئے گا کہ خوب بارش ہوگی اور لوگ اس میں رس نچوڑیں گے۔ (49) (یہ تعبیر سن کر) بادشاہ نے حکم دیا کہ یوسف کو میرے پاس لے آؤ۔ جب قاصد ان کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کہ اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے، بے شک میرا پروردگار ان کے مکروں سے خوب واقف ہے۔ (50) بادشاہ نے عورتوں سے پوچھا کہ بھلا اس وقت کیا ہوا تھا جب تم نے یوسف کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا؟ سب بول اٹھیں کہ حَاشَا لِلّٰہِ ہم نے اس میں کوئی برائی معلوم نہیں کی۔ عزیز کی عورت نے کہا، اب سچی بات تو ظاہر ہو ہی گئی ہے، اصل یہ ہے کہ میں نے اس کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا اور وہ بے شک سچا ہے۔ (51) یوسف نے کہا کہ میں نے یہ بات اس لیے پوچھی ہے کہ عزیز کو یقین ہو جائے کہ میں نے اس کی پیٹھ پیچھے اس کی امانت میں خیانت نہیں کی اور اللہ خیانت کرنے والوں کے مکروں کو چلنے نہیں دیتا۔ (52)

یہاں پارہ نمبر 12 ختم ہوگیا ہے لہٰذا آیت نمبر 53 سے آیت نمبر 111 تک پارہ نمبر 13 میں سورۂ یوسف بیان کی گئی ہے مذکورہ سورت کا بقیہ حصہ اگلے پارہ نمبر 13 میں ملاحظہ فرمائیں۔

الحمدللہ 12 واں پارہ ختم ہوا اب اگلے صفحہ پر 13 پارہ شروع ہوتا ہے۔

وَمَآ أُبَرِّئُ نَفْسِيْ

یوسف علیہ السلام کے لیے ملک مصر کا اقتدار

وَمَآ أُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۗ إِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ﴿53﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ إِنَّكَ
الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ أَمِيْنٌ ﴿54﴾ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْأَرْضِ ۚ إِنِّيْ حَفِيْظٌ
عَلِيْمٌ ﴿55﴾ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْأَرْضِ ۚ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ۗ نُصِيْبُ
بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿56﴾ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ
لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿57﴾

ترجمہ: اور میں اپنے آپ کو پاک صاف نہیں کہتا کیونکہ نفس امارہ انسان کو برائی ہی سکھاتا رہتا ہے۔ مگر یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔(53) بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے میرے پاس لاؤ میں اسے اپنا مصاحب خاص بناؤں گا، پھر جب ان سے گفتگو کی تو کہا، کہ آج سے تم ہمارے ہاں صاحب منزلت اور صاحب اعتبار ہو۔(54) (یوسف نے) کہا مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجیے کیونکہ میں حفاظت بھی کر سکتا ہوں اور اس کام سے واقف ہوں۔(55) اس طرح ہم نے یوسف کو مصر کے ملک میں جگہ دی اور وہ اس ملک میں جہاں چاہتے تھے رہتے تھے۔ ہم اپنی رحمت جس پر چاہتے ہیں کرتے ہیں اور نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔(56) اور جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے رہے ان کے لیے آخرت کا اجر بہت بہتر ہے۔(57)

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی آمد، والدین سے ملاقات اور آپ کی تدبیریں

وَجَآءَ إِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿58﴾ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ
بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِأَخٍ لَّكُمْ مِّنْ أَبِيْكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّيْٓ أُوْفِي الْكَيْلَ وَأَنَا
خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿59﴾ فَإِنْ لَّمْ تَأْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿60﴾
قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿61﴾ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ
رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ إِذَا انْقَلَبُوْٓا إِلٰٓى أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿62﴾ فَلَمَّا

رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا
لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿63﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ
فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿64﴾ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا
بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ
وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿65﴾ قَالَ لَنْ
اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ
فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿66﴾ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ
بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ
شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿67﴾
وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ
شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿68﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْٓ
اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿69﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ
السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿70﴾ قَالُوْا
وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿71﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ
حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿72﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي
الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿73﴾ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿74﴾ قَالُوْا
جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿75﴾ فَبَدَاَ
بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا
لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ

دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ۭ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿76﴾ قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ
اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ
مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿77﴾ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا
فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿78﴾ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ
اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿79﴾ فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ
خَلَصُوْا نَجِيًّا ۭ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا
مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ
اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿80﴾ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ
اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿81﴾
وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿82﴾ قَالَ
بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ
جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿83﴾ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰي يُوْسُفَ
وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿84﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ
حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿85﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى
اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿86﴾ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ
وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ
الْكٰفِرُوْنَ ﴿87﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا
بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي
الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿88﴾ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ
جٰهِلُوْنَ ﴿89﴾ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۭ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۡ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ

عَلَيْنَا ۭ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿90﴾ قَالُوْا
تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِــِٕيْنَ ﴿91﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ
الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿92﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ
عَلٰي وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿93﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ
قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّىْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿94﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ
ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿95﴾ فَلَمَّآ اَنْ جَاۗءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰي وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ
اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿96﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا
ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِــِٕيْنَ ﴿97﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ
الرَّحِيْمُ ﴿98﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰي يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ
شَاۗءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿99﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَي الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ
هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۡ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ
مِنَ السِّجْنِ وَجَاۗءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ
اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿100﴾ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ
مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ
اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿101﴾

تشریح: مندرجہ بالا آیات کا ترجمہ بعد میں تسلسل سے لکھا جائے گا پہلے ان آیات کی تشریح اور وہ تمام نکات بیان کیے جاتے ہیں جو ہمیں اس داستان یوسف علیہ السلام سے ملتے ہیں۔ آپ کی زندگی چار مراحل پر مشتمل ہے۔ پہلا مرحلہ، بھائیوں کا ظلم واستبداد، دوسرے والدین سے لمبی جدائی تیسرے الزام اور قید خانے کی صعوبتیں۔ اور چوتھا دور عزت وآسائش اور انعام واکرام کا دور ہے۔ ان آیات میں آخری دور کا ذکر ہے۔

1 سب سے پہلے تو یہ سبق ملتا ہے کہ جب کسی ملک پر اقتصادی پریشانی آ جائے جیسا کہ مصر قحط کا شکار ہوا تو ایسی صورت میں نظم ونسق کو بحال رکھنے اور لوگوں کو پریشانی سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ حکومت تمام کنٹرول اپنے ہاتھ میں لے کر غلہ کی

قیمت مقرر کر دے اور غلہ خود تقسیم کرے، ایسے موقع پر جو شخص اسکا اہل ہو کہ وہ حالت پر قابو پا سکتا ہے اسے خود لوگوں کی خیر خواہی کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنا چاہیے اور حکومت کو اسے موقع دینا چاہیے۔

2 اللہ مسبب الاسباب ہے حضرت یعقوب علیہ السلام کا بڑا سخت امتحان ہوا جس میں وہ پورے اترے اور اللہ سے شکایت نہ کی۔

3 اولاد سے اگر کوئی غلطی ہو جائے تو معافی مانگنے اور تنبیہ کرنے کے بعد ان کو معاف کر دینا والدین کا فرض ہے۔

4 ہر کام اور ذمہ داری کسی کے سپرد کرتے ہوئے بجائے انسان کے اللہ پر بھروسا کرنا زیادہ بہترین ہے۔

5 حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی رقم جان بوجھ کر ان کے غلہ میں ڈال کر واپس کر دی ایسی رقم خرچ کر لینا جائز ہے۔

6 کسی سے بھی عہد لیتے ہوئے یہ شرط رکھنی چاہیے کہ جتنا اس کی قدرت میں ہو۔

7 نظر بد برحق ہے، اس کو دور کرنے کے لیے دم کروانا جائز ہے تعویذ کی شریعت نے اجازت نہیں دی اس سے گریز کرنا چاہیے اور جو بھی مناسب تدبیر ہو کرنا چاہیے۔ جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو مختلف دروازوں سے داخل ہونے کی تاکید کی، کسی بھی اچھی چیز کو دیکھ کر ''بَارَكَ اللّٰهُ'' یا '' مَاشَاءَ اللّٰهُ'' ضرور کہنا چاہیے، غیر مسنون دم کروانا اور نجومیوں وغیرہ کے پاس جانا حرام ہے۔

8 ہر وقت اور ہر صورت اللہ پر بھروسا کرنا چاہیے مگر کام کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے تمام ممکن تدابیر کرنا فرض ہے۔

9 فرائض سے بچنے کے لیے حیلہ، بہانہ یا مصنوعی عذر پیدا کرنا گناہ ہے۔

10 نابینا کی شہادت بھی جائز ہے اگر وہ کسی معتبر شخص یا واقعہ کا حوالہ دے۔

11 ہر مصیبت اور تکلیف حتی کہ جان و مال کا نقصان بھی ہو تو صبر اور شکر سے برداشت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ جیسا کہ حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام نے کیا۔ یہی بہترین علاج ہے۔

12 جب تک مظلوم معاف نہ کرے مغفرت نہیں ہوتی۔

13 حسد اور بغض کا انجام حاسد اور بغض کرنے والے کے حق میں ہی نقصان دہ ہوتا ہے۔ برادران یوسف کے حالات ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔

14 کسی پر بھی ظلم و زیادتی ہونے پر یا تو اس کا ازالہ کر دیا جائے یا پھر معافی مانگ لی جائے۔

15 یوسف علیہ السلام کا شکر ادا کرنے کا انداز بڑا پیارا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا، مجھے قید خانے سے نکال دیا، اور آپ کو (والدین اور بھائیوں) باہر سے یہاں لے آیا۔ حالانکہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈالوا دیا تھا، یہاں پر بھی بھائیوں کا راز افشاں نہیں کیا یہ ان کے اعلیٰ اخلاق کی دلیل ہے۔

16 خواب کی تعبیر بعض اوقات مدت طویل کے بعد پوری ہوتی ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی تعبیر طویل عرصہ بعد ظاہر ہوئی۔

17 اللہ تعالیٰ جس کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کیلئے ایسے وسیلے اور اسباب بنا دیتا ہے کہ جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے۔

18 مصیبت اور پریشانی میں موت کی دعا کرنا منع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "کوئی شخص کسی مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے، اگر کہنا ہی ہے تو یوں کہے کہ یا اللہ جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہے اس وقت تک زندہ رکھ اور جب موت بہتر ہو تو مجھے موت دے دے۔ (بخاری، مسلم)

اب ہم ان آیات کا ترجمہ پڑھتے ہیں تا کہ پورا قصہ قرآن کی زبانی معلوم ہو سکے۔

ترجمہ آیات

ترجمہ: اور یوسف کے بھائی (کنعان سے مصر میں غلہ خریدنے کے لیے) آئے تو یوسف علیہ السلام کے پاس گئے تو یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا اور وہ ان کو نہ پہچان سکے۔ (58) جب یوسف نے ان کے لیے ان کا سامان تیار کر دیا تو کہا کہ پھر آنا تو جو باپ کی طرف سے تمہارا ایک اور بھائی ہے اسے بھی میرے پاس لیتے آنا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں ماپ بھی پورا دیتا ہوں اور مہمان داری بھی خوب کرتا ہوں۔ (59) اگر تم اسے میرے پاس نہ لاؤ گے تو نہ تمہیں میرے ہاں سے غلہ ملے گا اور نہ تم میرے پاس ہی آ سکو گے۔ (60) انہوں نے کہا کہ ہم اس کے بارے میں اس کے والد سے تذکرہ کریں گے اور ہم یہ کام کر کے رہیں گے۔ (61) اور یوسف نے اپنے خدام سے کہا کہ ان کا سرمایہ (غلے کی قیمت) ان کے شلیتوں میں رکھ دو عجب نہیں کہ جب یہ اپنے اہل و عیال میں جائیں تو اسے پہچان لیں اور عجب نہیں کہ پھر یہاں آئیں۔ (62) جب وہ اپنے باپ کے پاس واپس گئے تو کہنے لگے کہ ابا جان! (جب تک ہم بنیامین کو ساتھ نہ لے جائیں) ہمارے لیے غلے کی بندش کر دی گئی ہے تو ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیجیے تا کہ ہم پھر غلہ لائیں اور ہم اس کے نگہبان ہیں۔ (63) (یعقوب نے کہا) کیا میں اس کے بارے میں تم پر اعتبار کروں جیسا پہلے اس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا؟ سو اللہ ہی بہتر نگہبان ہے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (64) اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا، دیکھا کہ ان کا سرمایہ واپس کر دیا گیا ہے کہنے لگے، ابا ہمیں اور کیا چاہیے دیکھیے یہ ہمارا سرمایہ بھی ہمیں واپس کر دیا گیا ہے۔ اب ہم اپنے اہل و عیال کے لیے پھر غلہ لائیں گے اور اپنے بھائی کی نگہبانی کریں گے اور ایک بار شتر زیادہ لائیں گے کہ یہ غلہ جو ہم لائے ہیں تھوڑا ہے۔ (65) یعقوب نے کہا کہ جب تک تم اللہ کا عہد نہ دو کہ اس کو میرے پاس صحیح و سالم لے آؤ گے میں اسے ہرگز تمہارے ساتھ نہیں بھیجنے کا مگر یہ کہ تم گھیر لیے جاؤ (بے بس ہو جاؤ تو مجبوری ہے) جب انہوں نے ان سے عہد کر لیا تو (یعقوب نے) کہا کہ جو قول و قرار ہم کر رہے ہیں اس کا اللہ ضامن ہے۔ (66) اور ہدایت کی کہ میرے بچو! ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ جدا جدا دروازوں سے داخل ہونا اور میں اللہ کی تقدیر تو تم سے

نہیں روک سکتا۔ بیشک حکم اسی کا ہے، میں اسی پر بھروسا رکھتا ہوں اور اہل توکل کو اسی پر بھروسا رکھنا چاہیے۔(67)اور جب وہ ان دروازوں سے داخل ہوئے جہاں سے داخل ہونے کے لیے ان کے والد نے کہا تھا تو وہ تدبیر اللہ کے حکم کو ذرا بھی ٹال نہ سکتی تھی۔ ہاں یعقوب کے دل کی خواہش تھی جو انہوں نے پوری کی تھی اور بے شک وہ صاحب علم تھے، کیونکہ ہم نے ان کو علم سکھایا تھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔(68)اور جب وہ لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو یوسف نے اپنے (حقیقی) بھائی کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا میں تمہارا بھائی ہوں تو جو سلوک (یہ ہمارے ساتھ) کرتے رہے اس پر افسوس نہ کرنا۔(69) جب ان کا اسباب تیار کر دیا تو اپنے بھائی کے شلیتے میں پیالہ رکھ دیا، (پھر جب وہ آبادی سے باہر نکل گئے) تو ایک پکارنے والے نے آواز دی کہ قافلے والو! تم تو چور ہو۔(70) وہ ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ تمہاری کیا چیز کھوگئی ہے؟(71) وہ بولے کہ بادشاہ کا (پانی پینے) کا پیالہ کھوگیا ہے اور جو شخص اس کو لے آئے اس کے لیے ایک بار شتر انعام اور میں اس کا ضامن ہوں۔(72) وہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم تم کو معلوم ہے کہ ہم اس ملک میں اس لیے نہیں آئے کہ خرابی کریں اور نہ ہم چوری کیا کرتے ہیں۔(73) بولے کہ اگر تم جھوٹے نکلے (چوری ثابت ہوگئی) تو اس کی سزا کیا ہے؟(74) انہوں نے کہا اس کی سزا یہ کہ جس کے شلیتے میں وہ دستیاب ہو وہی اس کا بدل قرار دیا جائے۔ ہم ظالموں کو یہی سزا دیا کرتے ہیں۔(75) پھر یوسف نے اپنے بھائی کے شلیتے سے پہلے ان کے شلیتوں کو دیکھنا شروع کیا، پھر اپنے بھائی کے شلیتے میں سے اس کو نکال لیا اس طرح ہم نے یوسف کے لیے تدبیر کی ورنہ بادشاہ کے قانون کے مطابق وہ مشیت الٰہی کے سوا اس کو لے نہیں سکتے تھے۔ ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کرتے ہیں اور ہر علم والے سے دوسرا علم والا بڑھ کر ہے۔(76) (یوسف کے بھائیوں نے) کہا کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو کچھ عجب نہیں کہ اس کے ایک بھائی نے بھی پہلے چوری کی تھی۔ یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں چھپائے رکھا اور ان پر ظاہر نہ ہونے دیا اور کہا کہ تم بڑے بُرے لوگ ہو اور جو تم بیان کرتے ہو اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔(77) وہ کہنے لگے کہ عزیز! اس کے والد بہت بوڑھے ہیں (اور اس سے بہت محبت رکھتے ہیں) تو اس کو چھوڑ دیجیے اور اس کی بجائے ہم میں سے کسی کو رکھ لیجیے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ احسان کرنے والے ہیں۔(78) یوسف نے کہا کہ اللہ پناہ میں رکھے کہ جس شخص کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا کسی اور کو پکڑ لیں، ایسا کریں تو ہم بڑے بے انصاف ہیں۔(79) جب وہ اس سے ناامید ہو گئے تو الگ ہو کر صلاح کرنے لگے، سب سے بڑے نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے والد نے تم سے اللہ کا عہد لیا ہے اور اس سے پہلے بھی تم یوسف کے بارے میں قصور کر چکے ہو تو جب تک والد صاحب مجھے حکم نہ دیں، میں تو اس جگہ سے ہلنے کا نہیں، یا اللہ میرے لیے کوئی اور تدبیر کرے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔(80) تم سب والد کے پاس واپس جاؤ اور کہو کہ ابا جان! آپ کے بیٹے نے وہاں جا کر چوری کی ہے اور ہم نے تو اپنی دانست کے مطابق آپ سے اس کے لے آنے کا عہد کیا تھا۔ مگر ہم غیب کی باتوں کے جاننے والے اور یاد رکھنے والے تو نہیں تھے۔(81) اور جس بستی میں ہم ٹھہرے تھے وہاں سے (اہل مصر سے) اور جس قافلے میں ہم آئے ہیں ان سے پوچھ لیجیے اور ہم اس بیان میں بالکل سچے ہیں۔(82) جب انہوں نے یہ بات یعقوب سے آ کر کہی تو

انہوں نے کہا حقیقت یوں نہیں ہے بلکہ یہ بات تم نے اپنے دل سے بنالی ہے تو صبر ہی بہتر ہے۔ عجب نہیں کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے بے شک وہ دانا اور حکمت والا ہے۔(83) پھر ان سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے کہ "ہائے افسوس" یوسف اور (رنج وغم میں) ان کی آنکھیں سفید ہوگئیں اور ان کا دل غم سے بھر رہا تھا۔(84) بیٹے کہنے لگے کہ واللہ! اگر آپ اسی طرح یوسف کو یاد ہی کرتے رہیں گے تو یا بیمار ہو جائیں گے یا جان سے ہی چلے جائیں گے۔(85) انہوں نے کہا میں تو اپنے دکھ درد کا اظہار اللہ سے کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔(86) اے میرے بیٹو! یوں کرو کہ ایک دفعہ پھر جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو، اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو کہ اللہ کی رحمت سے کافر ناامید ہوا کرتے ہیں۔ (87) جب وہ یوسف کے پاس گئے تو کہنے لگے کہ عزیز ہمیں اور ہمارے اہل وعیال سخت تکلیف میں ہیں اور ہم تھوڑا سا سرمایہ لائے ہیں اور آپ ہمیں اس کے بدلے پورا غلہ دیجیے اور خیرات کیجیے کہ اللہ خیرات کرنے والوں کو ثواب دیتا ہے۔(88) یوسف نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ جب تم نادانی میں پھنسے ہوئے تھے تو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا؟(89) وہ بولے کیا تم ہی یوسف ہو؟ انہوں نے کہا ہاں! میں ہی یوسف ہوں اور (بنیامین کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے) یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔(90) وہ بولے "اللہ کی قسم اللہ نے تم کو ہم پر بڑی فضیلت بخشی ہے اور بے شک ہم خطا کار ہیں۔(91) یوسف نے کہا کہ آج کے دن سے تم پر کچھ عتاب اور ملامت نہیں ہے۔ اللہ تم کو معاف کرے اور وہ بہت رحم کرنے والا ہے۔(92) یہ میرا کرتہ لے جاؤ اسے والد صاحب کے منہ پر ڈال دو وہ بینا ہو جائیں گے اور اپنے تمام اہل وعیال کو میرے پاس لے آؤ۔(93) اور جب قافلہ مصر سے روانہ ہوا تو ان کے والد کہنے لگے کہ اگر مجھ کو یہ نہ کہو کہ (بوڑھا) بہک گیا ہے تو مجھے تو یوسف کی بو آرہی ہے۔(94) وہ بولے کہ واللہ آپ اسی پرانی غلطی میں مبتلا ہیں۔)95 (جب خوشخبری دینے والا آ پہنچا تو کرتہ یعقوب کے منہ پر ڈال دیا اور وہ بینا ہو گئے اور (بیٹوں سے) کہنے لگے کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے؟(96) (بیٹوں نے) کہا ابا ہمارے لیے گناہ کی مغفرت مانگیے بے شک ہم خطا کار تھے۔(97) انہوں نے کہا کہ میں اپنے رب سے تمہارے لیے بخشش مانگوں گا، بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔(98) جب یہ سب لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو یوسف نے اپنے والدین کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا مصر میں داخل ہو جایئے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو امن میں رہیں گے۔(99) اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا اور سب یوسف کے آگے سجدے میں گر پڑے تو اس وقت یوسف نے کہا یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے بچپن میں دیکھا تھا میرے رب نے اسے سچ کر دیا اور اس نے مجھ پر بہت سے احسان کیے ہیں کہ مجھ کو جیل خانے سے نکالا اور آپ کو گاؤں سے یہاں لایا حالانکہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈال دیا تھا، بے شک میرا رب جو چاہتا ہے تدبیر سے کرتا ہے وہ دانا اور حکمت والا ہے۔(100) (جب یہ سب باتیں ہو چکیں تو) یوسف نے اللہ سے دعا کی کہ اے میرے رب! تو نے حکومت سے مجھے بہرہ مند کیا اور خوابوں کی تعبیر کا علم بخشا، اے آسمانوں اور زمین کے پیدا

کرنے والے! تو ہی دنیا و آخرت میں میرا کارساز ہے، تو مجھے دنیا سے اپنی اطاعت کی حالت میں اٹھائیو اور آخرت میں اپنے نیک بندوں میں داخل کرنا۔(101)

اس حصہ کا مفہوم یہ ہے کہ کمال فراخ دلی سے یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا اور فرمایا: آج تم پر کچھ الزام نہیں اللہ تم کو بخشے اور وہ سب مہربانوں سے مہربان ہے۔(یوسف آیت 92)۔

یہی جملہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو کہا جب آپ نے مکہ فتح کیا۔ جس قدر تکلیفیں یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کو دی تھیں اسی طرح اہل مکہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیفیں پہنچائی تھیں۔ یوسف علیہ السلام کو بھی برتری عزت اور فتح و کامیابی حاصل ہوئی مگر وہ مغرور نہیں ہوئے بلکہ بڑی فراخدلی، خلوص اور محبت سے سب کو معاف کر دیا بالکل اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اہل مکہ پر پوری طرح برتری اور فتح و کامرانی ملی تو آپ نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا جو یوسف علیہ السلام نے کیا تھا۔ بلند کرداری، حسن سلوک اور مہر و محبت کی بہترین مثال ان دونوں نے قائم کی اور یہی مسلم کی شان ہے۔

اور پھر ہر صورت میں اللہ کا شکر اور آخرت کی فکر ایمان والوں کو رہتی ہے۔ انبیا علیہم السلام بھی اللہ سے دعا میں آخرت کی بھلائیاں اور ایمان کی سلامتی ہی مانگتے رہتے ہیں۔

اللہ، رسول اور قرآن کی سچائی کا ثبوت

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ
وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ﴿102﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴿103﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ
عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿104﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ﴿105﴾ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا
وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ﴿106﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ
السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴿107﴾ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ
اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴿108﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ
قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ
فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ
اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴿109﴾ حَتّٰٓي اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا

جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۰﴾
لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ
تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ع 12/7/6

ترجمہ: (اے پیغمبر ﷺ!) یہ خبریں غیب میں سے ہیں جو ہم آپ کی طرف بھیجتے ہیں اور جب یوسف کے بھائیوں نے اپنی بات پر اتفاق کیا تھا اور وہ فریب کر رہے تھے تو آپ ان کے پاس تو نہ تھے۔(102) اور بہت سے لوگ چاہے آپ کتنی ہی خواہش کرو ایمان لانے والے نہیں ہیں۔(103) اور آپ ان سے اس (خیر خواہی) کا کوئی بدلہ بھی تو نہیں مانگتے۔ یہ قرآن اور کچھ نہیں مگر تمام عالم کے لیے نصیحت ہے۔(104) اور آسمان اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر یہ گزرتے ہیں اور ان سے اعراض کرتے ہیں۔(105) اور ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے مگر اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔(106) کیا یہ اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو کر ان کو ڈھانپ لے یا ان پر اچانک قیامت آ جائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔(107) فرمادیں میرا رستہ تو یہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں پورے یقین، اعتماد اور سوچ سمجھ کر، میں بھی لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور میرے پیرو بھی، اور اللہ پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔(108) اور ہم نے آپ سے پہلے بستیوں کے رہنے والوں میں سے مرد ہی بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے کیا ان لوگوں نے ملک میں سیر و سیاحت نہیں کی کہ دیکھ لیتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیا ہوا؟ اور متقیوں کے لیے آخرت کا گھر بہت اچھا ہے کیا تم نہیں سمجھتے؟(109) یہاں تک کہ جب پیغمبر ناامید ہو گئے اور انہوں نے خیال کیا کہ اپنی فتح کے بارے میں جو بات انہوں نے کہی تھی اس میں وہ سچے نہیں نکلے تو ان کے پاس ہماری مدد آ پہنچی۔ پھر جسے ہم نے چاہا بچا دیا اور ہمارا عذاب اتر کر گنہگار لوگوں سے پھرا نہیں کرتا۔(110) ان کے قصہ میں عقل مندوں کے لیے عبرت ہے۔ یہ قرآن ایسی بات نہیں ہے جو جھوٹ موٹ بنائی گئی ہو بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں ان کی تصدیق کرنے والا ہے۔ ہر چیز کی تفصیل کرنے والا مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔(111)

تشریح: سورۃ یوسف کا قصہ پچھلے گیارہ رکوعوں میں ختم ہو گیا ہے۔ اس سورت کا شان نزول یہی تھا کہ اہل قریش جو آپ پر ایمان نہ لانا چاہتے تھے انہوں نے آپ کو آزمانے کے لیے کہا کہ اچھا اگر آپ رسول ہو تو بتاؤ کہ بنی اسرائیل کس طرح مصر میں آباد ہوئے؟ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت وحی کے ذریعے سے آپ ﷺ کو حضرت یوسف علیہ السلام کا پورا قصہ بتا دیا جس میں بے شمار نصیحت کی باتیں ہیں اور اس کا ثبوت اور وجوہات بھی بڑی تفصیل سے بتا دی گئی ہیں کہ بنی اسرائیل کس طرح اور کب مصر میں پہنچے۔ یہ سوال اہل قریش نے اس لیے نہیں کیا تھا کہ معقول جواب ملنے پر وہ سب ایمان لے آئیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ کا خیال ہے اب یہ ایمان لے آئیں گے؟ ہرگز نہیں یہ تو ہیں ہی ہٹ دھرم اور

بے وقوف۔ انہوں نے اگر ایمان لانا ہوتا تو چاروں طرف پھیلی ہوئی قدرت کی نشانیاں کیا ان کے لیے کم ہیں جن کو دیکھ کر غور کر کے یہ خالق کو پہچان سکتے ہیں اور پھر یہ لوگ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ بستیوں میں سے کسی نہ کسی صالح انسان کو چن کر پیغمبر بناتے رہے ہیں، مثلاً حضرت نوح، ابراہیم، ہود، صالح عیسیٰ اور موسیٰ علیہم السلام، پھر ان کو کتابیں دی گئیں اور جب ان کی قوموں نے راہِ ہدایت چھوڑ کر شیطانی راہیں اور طور طریقے اپنا لیے تو کچھ مہلت دینے کے بعد ان کو عذاب دے کر نیست و نابود کر دیا گیا۔ عبرت کے لیے ان کے کھنڈرات موجود ہیں۔ مگر یہ لوگ نہ عبرت حاصل کرنے والے ہیں اور نہ ہی غور و فکر کرنے والے ہیں ہدایت صرف وہ لوگ حاصل کرتے ہیں جن کو اللہ ہدایت دے اور جو ہدایت حاصل کرنا چاہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ بالکل نہ گھبرائیں۔ سکون سے اپنا کام کیے جائیں اور ان کو بتا دیں کہ میرا اور میرے ماننے والوں کا رب صرف ایک ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ وہ کسی کا محتاج ہے وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا اور اسی نے مجھے انسانوں کی اصلاح کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے قرآن پاک جیسی بہترین، جامع اور مکمل کتاب دی ہے۔ اب جو لوگ آخرت کی فکر کریں گے ان کو اس قصہ یوسف سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ ایک ہی رسول کے گھر میں دو فطرت کے انسانوں نے پرورش پائی۔ برادران یوسف صرف اور صرف دنیوی فائدوں کے پیچھے بھاگتے رہے اور ان کو حاصل کرنے کے لیے انہوں نے دھوکہ، فریب، بددیانتی، جھوٹ اور بھائی کو کنویں میں پھینکنے جیسے بھیانک جرم کیے۔ جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کے بھائی بنیامین اور یعقوب علیہ السلام نیک فطرت، مضبوط کردار، سچے اور پکے مسلمان اللہ پر پورا پورا بھروسا رکھنے والے، تو دونوں گروہوں کا انجام ہمارے سامنے ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام ، ان کے والد اور بھائی کو اللہ رب العزت نے کیسے عروج عطا کیا جبکہ باقی بھائیوں کو کس قدر ذلت و خواری ملی۔ یہ تو صرف دنیا کا حساب کتاب تھا آخرت میں تو ان کو جہنم کا عذاب یا جو بھی عذاب اللہ ان کے لیے ان کے اعمال کے مطابق تجویز کرے گا ضرور ملے گا جبکہ نیک، صالح اور متقی یوسف علیہ السلام کو آخرت میں بھی بہترین انعامات ملیں گے۔

قرآن پاک میں جو کچھ بتایا جا رہا ہے یہ سب سچ اور حق ہے۔ جتنی آسمانی کتابیں اتر چکی ہیں قرآن پاک ان سب کی تصدیق کرتا ہے۔ اس سورت میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ اسلام عالمگیر مذہب ہے کیونکہ اس میں بتائے گئے اصول، دستور اور قوانین انسانی زندگی کے لیے پیدائش سے لے کر موت تک کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے انہی اصولوں کو اپنا کر عزت، دولت، شہرت، علم، فیاضی، فراست، صبر اور سکون حاصل کیا جبکہ بڑے بھائیوں نے دین سے دور ہو کر ذلت، خواری، نحوست، حسد، بغض، تنگ دلی، گھبراہٹ، خود غرضی اور بے سکونی حاصل کی۔ بس یہی فرق ہے اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے اور نہ کرنے کا۔ اور آخرت میں جزا اور سزا کا دار و مدار بھی اسی دنیا میں کیے گئے اعمال کے اوپر ہوگا۔ عقلمندوں کے لیے یہ تمام نشانیاں کافی ہیں۔

شیخ ابو منصور نے فرمایا ''کہ پوری سورت یوسف کے بیان سے رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینا مقصود ہے کہ آپ کو جو کچھ

ایذائیں اپنی قوم کے ہاتھوں پہنچ رہی ہیں پچھلے انبیاء کو بھی پہنچتی رہیں، مگر انجام کار اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو غالب فرمایا۔ آپ کا معاملہ بھی ایسا ہی ہونے والا ہے۔'' (معارف القرآن مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ)

بفضل الہ العلمین آج سورت یوسف تمام ہوئی۔ الحمد للہ۔

تعارف سورۂ رعد

اس سورت میں 43 آیات اور چھ رکوع ہیں اس کے مکی مدنی ہونے میں اختلاف ہے جس کو علامہ آلوسی نے ختم کرتے ہوئے مکی سورت قرار دیا ہے کچھ آیات مدنی بھی ہیں۔ اس کا نام رعد اس مناسبت سے ہے کہ ایک آیت میں رعد، یعنی بادل کی گرج کا ذکر بڑے معنی خیز انداز میں آیا ہے۔ پھر اس میں قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے اور اللہ رب العزت کی وحدانیت، قدرت اور عظمت کو بڑے ہی مؤثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ دوسری طرف منافقین ومنکرین کا حال بیان کیا گیا ہے کہ وہ کس قدر ہٹ دھرم ہیں کہ جب بھی دعا کرتے ہیں تو بجائے نور ہدایت پانے کے عذاب کی دعا کرتے ہیں۔ پھر آیات 19 سے 24 تک مسلمانوں کی ذہنی، روحانی اور عملی خوبیوں کو بیان کرتے ہوئے ساتھ ہی آیت 25 میں کفار کی ذہنی، روحانی اور عملی پستیوں کو بڑے خوبصورت انداز میں واضح کیا گیا ہے تا کہ مسلم وکافر کا فرق پوری طرح ظاہر ہو جائے۔ اسی طرح آیت 11 میں قوموں کے عروج وزوال کے اسباب کو واضح کر دیا گیا ہے۔ آیت 28 میں سکون قلب حاصل کرنے کا نسخہ بتایا گیا ہے۔ پھر سب سے آخر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ تو رشد وہدایت کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ اپنے کام میں لگے رہیں کسی کی مخالفت یا گمراہی سے آپ کے کام میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا کیونکہ آپ کی رسالت اور صداقت کا میں خود گواہ ہوں اور وہ لوگ بھی جو آپ پر ایمان لائے ہیں۔ کیونکہ آپ کی زبان سے وہی بات نکلتی ہے جو میں کہتا ہوں اور آپ راستہ وہی اختیار کرتے ہیں جدھر میں آپ کو چلاتا ہوں، لہٰذا آپ بے خوف وخطر اپنے کام میں مصروف رہیں۔ میں خود آپ کا مددگار اور حامی و ناصر ہوں۔

قرآن کی حقانیت اور منزّل من اللہ ہونے کی دلیل

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الٓمّٓرٰ ۚ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ ؕ وَالَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ الۡحَـقُّ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۝1

ترجمہ: الٓمّٓرٰ۔ یہ کتاب کی آیتیں ہیں جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوئی ہے یہ سچ ہے، مگر اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔(1)

تشریح: اس سورت کا آغاز حروف مقطعات سے کیا گیا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ یہ آیات مبارکہ اس کتاب کی ہیں جو بالکل سچ اور حق ہے اس میں رشد و ہدایت دنیا و آخرت اور حق و باطل کو ایسے بہترین انداز سے واضح کر کے سمجھا دیا گیا ہے کہ ایسا کلام پیش کرنا کسی بہترین عالم و فاضل اور لائق فائق انسان کے بس کی بات نہیں۔ اس کتاب میں زندگی کے حقائق اس خوبصورتی سے بیان کیے گئے ہیں کہ ایک عام عقل رکھنے والا انسان بھی اس کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے اور اگر ایک عالم و فاضل، پڑھا لکھا سائنسدان، انجینئر، محقق اس کو گہری نظر سے سوچ سمجھ کر پڑھے تو وہ اس میں سے بے شمار راز جو کائنات میں چھپے ہوئے ہیں ڈھونڈ کر انسانیت کی مزید سہولیات کے لیے دنیا کے سامنے پیش کر سکتا ہے، مثلاً (1) توحید الٰہی (2) تصور آخرت، جزا و سزا (3) وحی الٰہی۔ ان تینوں اعتقادات کے مطابق انسان بہترین زندگی گزار کر آخرت میں انعام کا مستحق بن سکتا ہے اسی لیے یہ قرآن پاک بالکل سچی کتاب ہے۔ کہ اس میں ازل سے ابد تک کے تمام وہ راز بتا دیے گئے ہیں جو کسی بھی سائنس دان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو سکتے۔ کوئی نہیں ثابت کر سکتا کہ روح کیا ہے؟ آخرت میں کیا ہوگا؟ دنیا کب شروع ہوئی اور کب اس کا خاتمہ ہو جائے گا؟ مگر قرآن پاک میں ان تمام رازوں کو بڑے اچھے انداز سے اشاروں کنایوں میں بتا دیا گیا ہے۔ پھر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہی تمام باتیں ان کفار کے لیے ناقابل یقین ہیں کیونکہ ان کے لیے اللہ کا واحد ہونا اس کا قادرِ مطلق ہونا، وحی کے ذریعے قرآن پاک کا نازل ہونا اور نبی اکرم ﷺ کا اللہ کا رسول ہونا، یہ سب ان کی عقل سے باہر ہے، اس لیے اکثر لوگ آپ پر ایمان نہیں لاتے۔ کیونکہ ان لوگوں کے مشاہدات، اعتقادات اور نظریات بالکل متفرق ہیں جبکہ دین اسلام ایک ایسی سچائی ہے کہ جو تحقیقات، تجربات اور علوم و فنون کی زیادتی سے اور بھی زیادہ نکھرتی چلی جا رہی ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ ان تمام کاموں میں اللہ، رسول اور قرآن پر پکا یقین ہو۔ کیونکہ اس یقین کے بغیر ہر علم، ہر تحقیق اور ہر تجربہ اللہ اور اس کے دین کی نفی کرتا ہے۔ جاہل لوگ تو اس لیے انکار کرتے ہیں کہ انہوں نے آنکھ ہی ایسے ماحول میں کھولی کہ جہاں بت پرستی، جانور پرستی، ستارہ پرستی وغیرہ کی جاتی تھی۔ بجائے اس کے کہ وہ ان تمام چیزوں کو دیکھ کر اللہ کی موجودگی تک پہنچتے وہ اللہ کو ماننے سے ہی انکار کر دیتے ہیں۔ مگر بیسویں صدی کی دوسری چوتھائی میں درجنوں مشہور مفکرین کے نام موجود ہیں جو اللہ کو مشاہدہ میں نہ ہونے کی وجہ سے اس سے انکار کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ دنیا کا نظام سائنسی کمالات سے خود بخود چل رہا ہے۔ وہ اتنا سمجھنے کی زحمت نہیں کرتے کہ آخر یہ سائنسی کمالات پیدا کس نے کیے ہیں؟ مثلاً ہیوم (Hume) مل (mill) رسل (Russel) اور جولین ہکسلے اور پھر طبیعاتی دنیا کا ہیرو نیوٹن یہ سب نظام کائنات کو خود کار نظام بتاتے ہیں اور اللہ کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ وہ اپنی کم عقلی کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے۔ اگلی آیات میں اللہ کی حکمت، کاری گری اور بہترین، بے مثال اور لاجواب تخلیقات کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے۔

اللہ کی تخلیقات اور آخرت کا انکار کرنیوالوں کا انجام

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ
بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ﴿2﴾ وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ؕ
وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿3﴾ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ
وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۟ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى
بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿4﴾ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ
قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ
وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿5﴾

ترجمہ: اللہ وہی تو ہے جس نے ستونوں کے بغیر آسمان جیسا کہ تم دیکھتے ہو (اتنے اونچے) بنائے، پھر عرش پر جا ٹھہرا، سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا، ہر ایک ایک معین میعاد تک گردش کر رہا ہے۔ وہی (دنیا کے) کاموں کا انتظام کرتا ہے، اس طرح وہ اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کے سامنے جانے کا یقین کرو۔ (2) اور وہ وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا، اس میں پہاڑ اور نہریں پیدا کیں اور ہر طرح کے میووں کی دو دو قسمیں بنائیں، وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے، غور کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ (3) اور زمین میں کئی طرح کے قطعات ہیں، ایک دوسرے سے ملے ہوئے، انگور کے باغات اور کھیتی اور کھجور کے درخت، بعض کی بہت سی شاخیں ہیں اور بعض کی اتنی نہیں ہوتیں اس کے باوجود کہ پانی سب کو ایک ہی ملتا ہے اور ہم بعض میووں کو بعض پر لذت میں فضیلت دیتے ہیں اور اس میں سمجھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ (4) اگر تم عجیب بات سننی چاہو تو کافروں کا یہ کہنا عجیب ہے کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو کیا پھر دوبارہ پیدا کیے جائیں گے؟ یہی لوگ ہیں جو اپنے رب سے منکر ہوئے ہیں۔ اور یہی ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے، اور یہی اہل دوزخ ہیں کہ ہمیشہ اس میں (جلتے) رہیں گے۔ (5)

تشریح: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رب اور خالق ہونے کے دلائل بیان فرمائے ہیں اس دنیا کا اور تمام کائنات کا خالق اور قادرِ مطلق اللہ تعالیٰ ہے اس کی بنائی ہوئی تخلیقات انتہائی حیران کن ہیں اور انسان کے لیے بہترین انتظامات کیے گئے ہیں

۔اس کو چھت کے طور پر آسمانوں کا سایہ دیا، آسمان کی تخلیق اس قدر حیرت انگیز ہے کہ اس کی تعمیر کے لیے کسی ستون یا کھمبے کی ضرورت نہیں پڑی یہ بیان تو ایک عام، بے علم انسان کے لیے ہے مگر علم و فضل رکھنے والے انسان کے لیے یہاں بہت بڑی سائنسی اصطلاح اور ایک بہت بڑا اصول بیان کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ جب آسمان، زمین، چاند اور سورج کے ہر وقت کے عمل پر غور کیا گیا تو پتہ چلا کہ یہ سب کچھ بغیر کسی سہارے کے لامحدود خلا میں گھوم رہے ہیں اور اللہ کے حکم سے اس کی قدرت سے کشش ثقل (GravitationalPull) ان تمام اجرام فلکی کو خلا میں سنبھالے ہوئے ہے۔ اسی طرح سورج اور چاند کے بارے میں کہا گیا ہے کہ سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا ہر ایک ایک معین معیاد تک گردش کر رہا ہے۔ ایک عام انسان کے لیے اس کو سمجھنا یوں آسان ہے کہ ہاں سورج نکلتا ہے تو دن ہو جاتا ہے چاند نکلتا ہے تو رات ہو جاتی ہے۔ چاند سے انسان کو تھوڑی سوجھ بوجھ ہوئی تو اس نے چاند سے دن، مہینے، ہفتہ اور سال کا حساب لگانا شروع کر دیا اور جوں جوں انسان کے علم میں اضافہ ہوتا گیا تو اس نے غور و فکر سے معلوم کر لیا کہ زمین سے سب سے قریب چاند ہے اور یہ زمین سے دو لاکھ چالیس ہزار میل دور رہ کر یوں گردش کر رہا ہے کہ ہر ساڑھے 29 دن میں زمین کے گرد اس کا ایک چکر پورا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہماری زمین سورج سے ساڑھے نو کروڑ میل دور ہے وہ اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گھومتی ہوئی سورج کے گرد انیس کروڑ میل کا دائرہ بناتی ہے جو ایک سال میں پورا ہوتا ہے۔ سورج بھی کھڑا ہوا نہیں بلکہ یہ بھی اپنے تمام سیاروں کے ساتھ چھ لاکھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گردش کر رہا ہے۔ ماہرین فلکیات کے اندازے کے مطابق ہمارا سورج ہیبت ناک تیزی کے ساتھ چکر کھاتا ہوا گھومتا ہوا بارہ میل فی سیکنڈ کی رفتار سے اپنی کہکشاں کے بیرونی حاشیے کی طرف بھاگ رہا ہے۔ اسی طرح تمام ستارے اپنی گردش کو قائم رکھتے ہوئے کسی نہ کسی مقررہ سمت کو بھاگ رہے ہیں ان کے بھاگنے کی رفتار مختلف ہے۔ کوئی آٹھ میل فی سیکنڈ، کوئی 33 میل اور کوئی 84 میل فی سیکنڈ کی رفتار سے بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ کسی کی رفتار اور کسی کی منزل میں نہ تو ذرہ برابر فرق پڑتا ہے اور نہ ہی وہ غلطی کھاتے ہیں۔ نہ ان کا آپس میں ٹکراؤ ہوتا ہے۔ مدتیں گزر گئیں یہ نظام جوں کا توں چلا جا رہا ہے۔ آخر کون سی ایسی مستحکم اور زبردست طاقت ہے جو یہ تمام نظام سنبھالے ہوئے ہے؟ وہ طاقت ہے رب العلمین، وحدہ، لاشریک سب سے بڑا، سب سے زبردست ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ جب ہم نے الہ العلمین پر یقین کر لیا تو پھر ہمیں آخرت پر بھی یقین کرنا ہوگا۔ ہمارا دوبارہ زندہ ہو کر اللہ کے حضور پیش ہونا ہماری اس زندگی کا مقصد ہے۔ ورنہ تو کوئی مقصد ہی نہیں دنیا میں آئے عیش کیا اور مر گئے۔ ہمارا اس دنیا میں پیدا ہونا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم اسی طرح دوبارہ بھی پیدا کیے جائیں گے اور پھر وہ زندگی ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔

اب زمین کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ یہ کرہ بھی عجیب و غریب اور حیرت انگیز حقیقتوں کا مجموعہ ہے۔ ایک عام انسان اس کو اپنی پناہ گاہ سمجھتا ہے۔ مگر ایک ماہر ارضیات، نباتات اور جمادات اس کی ساخت پر غور و فکر کرتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمین پوری کائنات میں ایک ذرے کے برابر ہے مگر پھر بھی وہ ہماری معلومات کے مطابق ایک اہم ترین دنیا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے ایسا توازن رکھا ہے کہ اگر اس کی جسامت کم یا زیادہ ہوتی تو یہ زندہ مخلوق کے لیے بالکل نامناسب ہوتی۔ کیونکہ

سائنسدانوں کا خیال ہے کہ اگر زمین کا قطر موجودہ قطر سے 1/4 ہوتا تو اس کی کشش ثقل 1/6 رہ جاتی اور یوں ہماری دنیا اپنے اوپر ہوا اور پانی کو روک نہ سکتی جب کہ زندہ مخلوق کی بنیادی ضرورت ہوا اور پانی ہے۔ اور پھر موسم اور ٹمپریچر بھی کنٹرول میں نہ رہتا۔ اور یوں ہماری زمین بھی چاند کی طرح ویران اور بے آب و گیاہ ہو کر رہ جاتی۔ زمین پر پہاڑوں کی موجودگی، دریاؤں کا وجود، سمندروں اور ندی نالوں کا موجود ہونا کسی جاہل سے جاہل انسان کو بھی معلوم ہے کہ یہ سب چیزیں زندہ مخلوقات کے لیے کس قدر ضروری اور فائدہ مند ہیں۔ عام سی بات ہے پہاڑوں سے معدنیات، لکڑی اور جنگلی خوراک حاصل ہوتی ہے۔ دریا اور سمندر ہمارے سفر کا ذریعہ بنتے ہیں، آبی خوراک اور پانی جیسی قیمتی نعمت ہمیں ملتی ہے۔ پھر ایک اور نکتہ معلوم ہوا ہے کہ زمین 23 درجہ کا زاویہ بناتی ہوئی فضا میں جھکی ہوئی ہے اس وجہ سے موسم بنتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ آباد کاری ہوتی ہے اور یوں ہر قسم کی نباتات اور پیداوار حاصل ہوتی ہے۔ اگر یہ جھکاؤ نہ ہوتا تو قطبین پر ہمیشہ اندھیرا چھایا رہتا۔ سمندر کے بخارات شمال اور جنوب کی طرف چلے جاتے اور یوں زمین پر یا تو برف کے ڈھیر ہوتے یا پھر چٹیل صحرا ہوتے۔ اور یوں زمین پر زندگی محال ہو جاتی۔ جب کہ موجودہ زمینی ساخت ہمیں طرح طرح کے پھل پھول اور فصلیں مہیا کرتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک ہی زمین سے ایک ہی پانی کی مدد سے طرح طرح کے پھل ملتے ہیں اور ہر پھل تمام مخلوقات کی طرح جوڑے رکھتا ہے یعنی نر اور مادہ۔ نر پودے کا پولن ہوا اور حشرات الارض کے ذریعہ سے مادہ پودے پر پہنچ جاتا ہے اور یوں پھول اور پھر پھل بنتا ہے۔ کچھ پھل اور فصلیں ایک دوسرے سے بہتر ذائقہ، خوشبو اور رنگ رکھتے ہیں جب کہ یہ سب ایک ہی زمین سے اگتے ہیں۔ ان تمام چیزوں پر غور کرنے والوں کے لیے بے شمار نشانیاں ہیں۔

جب ہم زمین آسمان کی ساخت کل کائنات کا نظم وضبط دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ پانی کے ایک معمولی قطرے سے لے کر فضاء بسیط میں پھیلے ہوئے تمام سیاروں اور ستاروں میں ایک زبردست نظام ہے جس کا چلانے والا زبردست طاقت اور قدرت کا مالک ہے۔ اس کی بنائی ہوئی چیزوں کی تعریف اور فوائد کو اگر ہم لکھنے لگیں تو واقعی تمام دنیا کے درخت قلم بن جائیں تمام سمندر سیاہی بن جائیں سات سمندر اور بھی اس میں شامل کر دیں تو اللہ تعالیٰ اور اس کی بنائی ہوئی چیزوں کی تعریف اور فائدے لکھنے کے لیے یہ سب سیاہی اور قلم ناکافی ثابت ہوں۔ اتنا کچھ جان لینے کے بعد بھی کفار پر حیرت ہوتی ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور اس کی بتائی ہوئی خبر پر یقین نہیں کرتے کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ ضرور زندہ کیے جائیں گے اور ضرور اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اعمال کا بدلہ پائیں گے۔ ان کو اس بات کا یقین نہیں آتا اور کہتے ہیں کہ ”جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو کیا پھر دوبارہ پیدا کیے جائیں گے؟

اب تو سائنس نے بھی اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ انسان مرنے کے بعد دوسری زندگی ضرور پائے گا۔ اول تو قرآن کا کہہ دینا ہی بہت بڑا ثبوت ہے کہ دوبارہ ضرور زندہ کیے جائیں گے اتنے بڑے مالک، خالق اور رب العلمین کے لیے یہ کوئی مشکل بات نہیں۔ مگر ان کفار کی ہٹ دھرمی، جہالت اور ضد کا کیا کیا جائے کہ وہ اپنے رب کو واحد اور خالق ماننے سے برابر انکار

کیے جاتے ہیں تو پھر ایسے لوگوں کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

''یہی لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہی اہل دوزخ ہیں کہ ہمیشہ اس میں جلتے رہیں گے۔(الرعد آیت 5)

واقعی ''حکمت خیر کثیر ہے۔''(سورۃ البقرہ آیت 269)

یہ حکمت، دانائی اور علم اللہ نے مسلمانوں کو عطا کیا ہے۔ جیسا کہ ابراہیم عمادی ندوی اپنی کتاب ''مسلمان سائنس دان اور ان کی خدمات'' میں لکھتے ہیں۔عرض ناشر کا کچھ حصہ پیش خدمت ہے 'فلسفہ، سائنس اور طب کی بنیادی تحقیق اور بنیادی اصول مسلم ماہرین نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور بے حساب محنت سے وضع کیے تھے زندگی اور علم کے تمام شعبوں میں تحقیقات و ایجادات، حقائق وشواہد کی دریافت سے ترقی کی نئی راہیں کھولیں۔مگر افسوس کہ ہسپانیہ میں مسلمانوں کے زوال اور عیسائیوں کے غلبہ کے وقت مسلمانوں کا تمام علمی تحقیقاتی خزانہ یورپ کے قبضہ میں چلا گیا انہوں نے اس سے خوب فائدہ اٹھایا اور ریاضی، کیمیا اور طبیعیات کے میدان میں خوب نام کمایا۔اور پھر یہ بھی کیا کہ یورپ نے بنیادی اصول وضوابط بنانے والے مسلمانوں کا نام ونشان ہی غائب کر دیا اور تمام تر تحقیقات، ایجادات اور معلومات کا خود موجد بن بیٹھا۔آج کے نوجوان اور مسلم اقوام کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ علم الافلاک کی بنیاد مسلمان سائنسدانوں نے رکھی مثلاً:

1 بنوامیہ کے مسلم شہزادے خالد بن یزید نے دوسری صدی ہجری میں بڑی کامیابی سے رکھی۔

2 انوراسحٰق ابراہیم بن جندب نے دوسری صدی ہجری کے وسط میں دوربین ایجاد کی۔پونے نو سال بعد گلیلو نے اسی کو ترقی دے کر ٹیلی سکوپ تیار کیا اور ابراہیم بن جندب کے بجائے خود اس کا موجد بن بیٹھا۔

3 جابر بن حیان۔دوسری صدی ہجری کے اواخر کا ممتاز سائنس دان فن کیمیا کا ماہر۔علم المثلث یا ٹرگنومیٹری کا موجد۔

4 احمد عبداللہ حجش بغدادی۔تیسری صدی ہجری کے اوائل کا ماہر ریاضی دان۔

5 عبدالمالک اصمعی۔بیالوجی کا پہلا ماہر مسلمان سائنسدان جس نے تیسری صدی ہجری کے اوائل میں علم حیوانات پر گہری تحقیق کے بعد انسان، جنگلی جانور، پرندوں، بھیڑ بکریوں، گھوڑوں اور اونٹوں پر پانچ مفصل کتابیں لکھیں۔

غرض مسلمان سائنس دانوں کے تحقیقی کارناموں اور ایجادات کی ایک طویل فہرست ہے۔جس سے عام مسلمان بالکل بے خبر ہیں۔یہ سب لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ حکمت، دانائی، ہدایت اور علم کا خزانہ اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو عطا کر رکھا ہے۔ شروع میں تو مسلمانوں نے قرآن سے خوب خوب استفادہ کیا مگر پھر آہستہ آہستہ جوں ہی اپنے مرکز، اصول، مذہب اور قرآن سے دور ہوتے گئے تو قانون قدرت کے مطابق مسلمان زوال کی طرف بڑھنے لگے۔اب تو دنیا میں وہی کامیاب ہے جو ٹیکنالوجی میں کامیاب ہے۔کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان اس قدر بہترین امت ہوتے ہوئے کسی بھی میدان میں دنیا کی اقوام سے پیچھے رہ جائیں۔ہر ماں، باپ، ہر استاد اور ہر ماہر علوم کا فرض ہے کہ اپنے ہر ہر فرد کو ہر صورت سے اور ہر ممکن کوشش سے اپنے بہترین مذہب اس کے بہترین اصول اور انتہائی کامیاب جامع اور حکمتوں سے بھرپور قرآن پاک اور سیرت نبوی سے متعارف کرائے

اور لوگوں کو اپنے دین کی طرف راغب کرے۔ کوئی وجہ نہیں کہ ہم مسلمان اپنی گم شدہ ساکھ، عزت اور درجہ کو حاصل نہ کرسکیں۔ مذکورہ آیات میں ہر قسم کے علم کا ذکر کیا گیا ہے اور بار بار کہا گیا ہے "غور کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ سمجھنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔" انسان پر لازم ہے کہ حق کی طرف رجوع کرے اور اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ بن جائے۔ حقیقی محبت، مروت، اخوت، مساوات، انصاف، خلوص، دیانت، توکل علی اللہ اور دین، ایمان، اللہ اور رسول کی محبت، یہ ہے کہ ایک سچے اور پکے مسلمان کی شان اور پہچان اور جب ہم دین میں پوری طرح داخل ہو جائیں گے تو پھر۔

بجلیاں غیرت کی تڑپیں گی فضائے قدس میں

حق عیاں ہو جائے گا، باطل نہاں ہو جائے گا

ڈاکٹر علامہ اقبال

مطلب یہ ہے کہ آج جہاں جہاں بھی مسلمان غیر مسلموں سے پٹ رہا ہے۔ جیسے ہی مسلمانوں کی غیرت اور جذبہ اسلام بیدار ہوگا ان کو ہر جگہ فتح و کامیابی نصیب ہوگی۔ انشاء اللہ۔

اللہ معاف کرنے والا اور سخت عذاب دینے والا ہے

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰي ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

ترجمہ: اور یہ لوگ بھلائی سے پہلے آپ سے برائی کے جلد خواستگار ہیں (طالب عذاب ہیں)، حالانکہ ان سے پہلے (عذاب کی) مثالیں گزر چکی ہیں۔ اور آپ کا پروردگار لوگوں کو ان کی بے انصافیوں کے باوجود معاف کرنے والا ہے۔ اور بے شک آپ کا رب سخت عذاب دینے والا ہے۔ (6)

تشریح: اس آیت میں کفار مکہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو آپ پر ایمان لانے میں بے یقینی کا شکار ہو چکے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا آپ بڑے ہی نیک سیرت انسان ہیں۔ اسی لیے آپ کو صادق (سچا) اور امین (امانتدار) کے ناموں سے پکارتے تھے۔ آپ کے پاس اپنی امانتیں رکھتے تھے۔ حجر اسود لگانے کا جھگڑا جب کھڑا ہوا تو آپ کے فیصلہ کو تمام اہل مکہ نے بخوشی قبول کیا۔ لیکن جب آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اہل مکہ حیران و پریشان ہو گئے کیونکہ آپ ﷺ کو جھٹلانا بھی ان کے لیے ممکن نہ تھا اور آپ پر ایمان لانا بھی ان کے لیے ممکن نہ تھا، لہٰذا وہ خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر دعائیں کرتے کہ "یا اللہ! اگر

حضرت محمد ﷺ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش کر دے، ہم پر عذاب نازل کر دے۔'' تو اس کے جواب میں رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایمان لانے سے پہلے ہی عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ جب عذاب نازل ہو گیا اور یہ نیست و نابود ہو گئے تو پھر کیا فائدہ ہوگا۔ یہ تو ختم ہو چکے ہوں گے۔ ان کو چاہیے کہ ان گزری ہوئی قوموں کو دیکھیں جنہوں نے انبیاء کو جھٹلایا اور نافرمانی کی تو ان پر عذاب نازل کیے گئے جیسا کہ عاد، ثمود، فرعون وغیرہ ان سے پہلے عذاب سے تباہ ہو چکے ہیں۔ پھر حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے توبہ کر لی تو وہ عذاب سے بچ گئی۔ اسی طرح ان کو بھی چاہیے کہ جو مہلت ان کو ملی ہے اس سے فائدہ اٹھائیں غور و فکر کریں اور ایمان لے آئیں۔ بے شک اللہ جل شانہٗ بڑا ہی مہربان ہے وہ ان کی تمام کوتاہیوں، گناہوں اور نافرمانیوں کو بالکل معاف کر دے گا۔ کیونکہ اللہ بڑا ہی مہربان ہے یہ اللہ کی صفت ہے اور اس کے رحمن و رحیم صفاتی نام ہیں وہ کبھی بھی عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ مگر جب کوئی قوم یا کوئی انسان حد سے بڑھ جاتا ہے تو پھر وہ بڑا سخت عذاب دینے والا ہے کیونکہ جہاں وہ رحمن و رحیم ہے وہاں وہ جبار و قہار بھی ہے۔ یہاں انسان کی اصلاح کے لیے بہترین اصول بیان کر دیے گئے ہیں۔ تاکہ انسان اللہ کی رحمت کا امیدوار ضرور رہے اور ساتھ ہی یہ بھی جان لے کہ اس کی رحمت حاصل کر کے اس قدر لاپرواہ اور بے خوف ہو کر برائی نہ کرنے لگے، وہ یاد رکھے کہ کفر و شرک اور نافرمانی پر اس دنیا میں اور دوسری دنیا میں موت کے بعد اس کو بے شک بڑا سخت عذاب دیا جائے گا۔ خوف، رحمت اور عذاب انسان کو ہر وقت ہر عمل میں یاد رکھنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، حالانکہ جو کچھ تم کرتے ہو اسے سب کا علم ہے۔ وہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کی دعا قبول کرتا ہے اور اپنے فضل سے ان کو اور زیادہ دیتا ہے۔ رہے انکار کرنے والے تو ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' (سورۃ شوریٰ آیات 26-25)

معجزے کا مطالبہ

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿۷﴾ ع

ترجمہ: اور کفار کہتے ہیں کہ اس پیغمبر پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی نازل کیوں نہیں ہوئی؟ (تو اے محمد ﷺ!) آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر ایک قوم کے لیے رہنما ہوا کرتا ہے۔ (7)

تشریح: اس آیت میں بھی کفار مکہ کا جواب ہے۔ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو اپنے رب سے کہیں ہماری فرمائش کے مطابق فرشتوں کو لا سامنے کھڑا کریں یا آسمان کا ٹکڑا گرا دے وغیرہ وغیرہ۔ تو اس پر اللہ جواب

دیتا ہے کہ ان کو اچھی طرح سمجھا دو کہ میں تو صرف وعظ و نصیحت اور ہدایت دینے کے لیے بھیجا گیا ہوں جیسا کہ جب سے دنیا شروع ہوئی ہے ہر زمانہ اور ہر قوم و ملک کے لیے اللہ تعالیٰ پیغمبر اور رسول بھیجتے رہے تا کہ لوگوں کو راہ ہدایت بتائیں۔ میں کوئی جادوگر نہیں کہ تمہاری فرمائشیں پوری کروں۔ معجزہ تو اللہ کی مرضی سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور پھر جن لوگوں نے ایمان لانا ہوتا ہے وہ بغیر معجزہ دیکھے ہی ایمان لے آتے ہیں اور جنھوں نے ایمان نہ لانا ہو وہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے جیسا کہ فرعون نے کیا تھا۔ تو پیغمبر کا آنا کوئی نئی بات نہیں یہ تو ہمیشہ ہی آتے رہے ہیں اسی طرح آپ بھی پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ ان کفار کو بتا دیجیے کہ یہ قرآن پاک بھی تو ایک معجزہ سے کم نہیں کہ میں تمہیں ایسا فصیح و بلیغ کلام سنا رہا ہوں جب کہ میں بالکل ان پڑھ ہوں۔ اس کلام پاک میں ایسی ایسی ہدایت کی باتیں بتائی گئی ہیں کہ جو دنیا و آخرت کو سنوارنے والی ہیں۔ اگلی آیات میں اللہ کی قدرت بیان کی گئی ہے۔

اللہ علیم و خبیر ہے

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ﴿۸﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ﴿۹﴾ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴿۱۰﴾ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: اللہ ہی اس بچہ سے واقف ہے جو عورت کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ پیٹ کے سکڑنے اور بڑھنے سے بھی واقف ہے۔ اور ہر چیز کا اس کے پاس ایک اندازہ مقرر ہے۔(8) وہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا سب سے برتر ہے غالب ہے۔(9) کوئی تم میں سے چپکے سے بات کہے یا پکار کر یا رات کو کہیں چھپ جائے یا دن کی روشنی میں کھلم کھلا چلے پھرے اس کے نزدیک برابر ہے۔(10) اس کے آگے اور پیچھے اللہ کے نگران ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ اللہ اس نعمت کو جو کسی قوم کو حاصل ہے نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو پھر وہ ٹل نہیں سکتی اور اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔(11)

تشریح: ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ذکر بڑے موثر انداز میں کیا گیا ہے۔ جب انسان ایک قطرہ پانی کی صورت میں ماں کے رحم میں تین پردوں کے اندر نشوونما پانا شروع کرتا ہے جب سے وہ اللہ علیم و خبیر کی حفاظت، نگہبانی اور علم میں

ہوتا ہے۔ اس قطرۂ آب کی تمام حرکات وسکنات اللہ کی تدبیر کے ریکارڈ میں موجود ہوتی ہیں۔ کوئی نہیں جانتا مگر اللہ جانتا ہے۔ اس کی جنس، رنگ، اخلاق وکردار، عمر اور موت اور زندگی گزارنے کے رنگ ڈھنگ، رہنے، عمر گزارنے اور مرنے کے مقامات غرض ایک معمولی پانی کے اس قطرے کے بارے میں اللہ کو اتنا کچھ معلوم ہوتا ہے پہلے سے ہی یہ سب اللہ کے بلند وعظیم، برتر اور غالب ہونے کے ثبوت ہیں۔

پھر بھلا وہ انسان جو اللہ کی اس قدر سخت نگہبانی میں وجود پاتا ہے تو بھلا اس کے منہ سے نکلا ہوا جملہ آہستہ ہو یا بلند، اس کے کیے ہوئے اعمال دن کی روشنی میں ہوں یا رات کے اندھیرے میں کس طرح اللہ کے علم سے باہر ہو سکتے ہیں؟ اب سائنسی ترقی نے اس کو بڑے معمولی درجہ پر ثابت بھی کر دیا ہے کہ واقعی ہماری فلم آواز کے ساتھ بلکہ نیت کے حوالے سے بھی پوری کی پوری اللہ کی حکمت سے باقاعدہ تیار ہو رہی ہے جو قیامت میں حساب کے دن ہمیں ہماری گزری ہوئی زندگی کی فلم دکھائی جائے گی۔ اس کے ثبوت میں مولانا وحید الدین خان صاحب اپنی کتاب ''مذہب اور جدید چیلنج'' میں یوں لکھتے ہیں۔

''چنانچہ ایسے کیمرے ایجاد کیے گئے ہیں۔ جن میں انفرا ریڈ شعاعوں سے کام لیا جاتا ہے، اس لیے وہ اندھیرے اور اجالے میں یکساں دیکھ سکتے ہیں۔ چند سال پہلے کی بات ہے، ایک رات نیویارک کے اوپر سے ایک پراسرار ہوائی جہاز چکر لگا کر چلا گیا، اس کے فوراً بعد مذکورہ بالا کیمرے کے ذریعے فضا سے اس کی حرارتی تصویر لی گئی، اس کے مطالعہ سے معلوم ہو گیا کہ اڑنے والا جہاز کس ساخت کا تھا۔ (ریڈرز ڈائجسٹ، نومبر 1960)

اس کیمرے کو مصور حرارت (Euaporagraph) کہتے ہیں، اس کا ذکر کرتے ہوئے ہندوستان ٹائمز نے لکھا تھا کہ ''اس کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ ہم تاریخ کو پردۂ عالم پر دیکھ سکیں گے اور ہو سکتا ہے کہ پچھلے ادوار کے بارے میں ایسے ایسے انکشافات ہوں جو ہمارے موجودہ تاریخی نظریات کو بالکل بدل ڈالیں۔'' یہ تو بڑی ابتدائی کوشش ہے ہو سکتا ہے آنے والے وقت میں اللہ تعالیٰ انسان کو اس قدر قدرت، سمجھ اور کامیابی عطا کر دے کہ وہ اپنے تصور کو عمل میں لے آئے۔ اگر اللہ کا بنایا ہوا انسان یہ کام کر سکتا ہے تو اللہ جو سب سے بڑا اور سب پر غالب ہے تو بھلا اس کا مواصلاتی اور فلم بندی کا نظام اس کے کہنے کے مطابق مضبوط معقول اور پکا کیوں نہیں ہو سکتا۔

ضرور ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بار بار بتایا ہے کہ پوری کائنات میں ایک ذرہ بھی اللہ کے علم سے باہر نہیں۔ اللہ کے چوکیدار کیمرے کی صورت میں ہوں یا فرشتوں کی صورت میں ہوں ہم اللہ کی نگہبانی سے ہرگز باہر نہیں نکل سکتے جب ہم اس بات کو دل و دماغ سے سچ سمجھ لیتے ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ کوئی فرد غلط راہ اختیار کرے اور یوں دنیا گناہوں سے پاک ہو کر امن وسکون کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ کیونکہ ایک فرد سے افراد، پھر سوسائٹی، پھر سوسائٹیاں، پھر قوم، پھر قومیں اور پھر دنیا کا وجود بنتا ہے۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت حوا علیہا السلام اور پھر ان کی اولاد جس نے دنیا بھر دی۔ سوسائٹی کا بگاڑ ایک اکیلا انسان بھی ختم کر سکتا ہے۔ جیسا کہ سلطان بشیر محمود صاحب لکھتے ہیں:

''اگر کسی خاص قوم کی قلبی طاقت باقی دنیا کے لوگوں کی قلبی طاقت سے مقابلتاً بہتر اور طاقت ور ہے تو یہ قوم دنیا کی تاریخ کے دھارے کو اپنے حق میں کر سکتی ہے۔ایک اکیلا انسان بھی جس کی قلبی طاقت اپنے اردگرد کے معاشرے یا سوسائٹی کی مجموعی قلبی طاقت سے زیادہ مضبوط ہو تو وہ بھی اس گروہ پر چھا جائے گا اور سب کو اپنے پیچھے لگا لے گا۔تمام طبیعاتی ضابطے اور دستور اس کے غلام ہو جائیں گے۔'' (قیامت اور حیات بعد الموت صفحہ 101)

اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان میں یہی بات سمجھا دی ہے کہ دلوں کی اصلاح سب سے پہلے ہونی چاہیے کیونکہ دل ذہن کو کنٹرول کرتا ہے ذہن جسم کو اور جسم تمام مادی ذرائع کو کنٹرول کرتا ہے۔اور اسی طرح قوموں کا عروج و زوال ہوتا ہے۔جب کوئی قوم تنزل کی طرف جاتی ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کے افراد بدنیت اور بدچلن ہو گئے ہیں۔اگر تو مجموعی طور پر اس بے راہروی کو کنٹرول کر لیا جائے تو اللہ بھی ان کی مدد کرتا ہے اور ان کو تباہی و بربادی سے بچا لیتا ہے لیکن اگر وہ حد سے گزر جائیں تو پھر اللہ کا عذاب یقینی ہو جاتا ہے اور کوئی بھی اس عذاب سے ان کو بچا نہیں سکتا اور نہ ہی کوئی کمی ہی ہو سکتی ہے۔

شاعر نے اس کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

بجلی کی کڑک باعثِ رحمت بھی ہے اور عذاب بھی

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿12﴾ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَاۗءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿13﴾ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاۗءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿14﴾

ترجمہ: اور وہی تو ہے جو تم کو ڈرانے اور امید دلانے کے لیے بجلی دکھاتا ہے، اور بھاری بھاری بادل پیدا کرتا ہے۔(12) کڑک اور فرشتے سب اس کے خوف سے اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح و تمجید کرتے رہتے ہیں۔اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے، پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔اور وہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں، اور وہ بڑی قوت والا ہے۔(13) برحق پکارنا تو اسی کا ہے اور جن کو یہ

لوگ اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی پکار کو کسی طرح قبول نہیں کرتے، مگر اس شخص کی طرح جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلا دے تا کہ دور ہی سے پانی اس کے منہ تک آ پہنچے، حالانکہ وہ اس تک کبھی بھی نہیں آسکتا اور اسی طرح کفار کی پکار بیکار ہے۔(14)

تشریح: ان آیات میں اللہ کی قدرت اور اس کی وہ عنایت بتائی گئی ہے جو بجلی کی کڑک سے بادل کی چمک اور بارش کی فراہمی سے انسانوں پر کی جاتی ہے۔ جب ہوائیں بھاری بھاری پانی سے بھرے ہوئے بادلوں کو چلاتی ہیں تو بادل کے آپس میں رگڑ کھانے سے بڑی خوف ناک گرج پیدا ہوتی ہے اور انتہائی تیز چمک بھی ان دونوں چیزوں سے اللہ اپنے وجود کا اظہار کرتا ہے۔ انسان اس گرج دار آواز سے خوف بھی کھاتا ہے اور خوش بھی ہوتا ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں اس کے لیے انتہائی فائدہ مند اور مفت ہوتی ہیں۔ بارش کا پانی کھیتوں کو سیراب کرتا ہے اور موسم کو معتدل، خوشگوار اور فضاء کو ہر قسم کے گرد وغبار سے صاف کر کے تمام درختوں پودوں کو غسل دے دیتا ہے ہر طرف خوشحالی کا سماں دکھائی دینے لگتا ہے اور انسان کی جھولی خوشیوں سے بھر جاتی ہے۔ اگر کبھی بارش وقت پر نہ ہو تو انسان نماز استسقاء پڑھتا ہے پوری عاجزی سے بارش مانگتا ہے غرض بارش انسانی ضروریات کا ایک بہت بڑا جز ہے۔ چمک جہاں خوف پیدا کرتی ہے وہاں مٹی کو نائٹروجن ملتا ہے جیسا کہ مولانا وحید الدین خان صاحب لکھتے ہیں۔

''دوسرا ذریعہ جس سے مٹی کو نائٹروجن ملتا ہے، وہ بجلی کا کڑکا ہے، ہر بار جب بجلی کی رو فضا میں گزرتی ہے تو وہ تھوڑے سے آکسیجن کو نائٹروجن کے ساتھ مرکب کر دیتی ہے جو کہ بارش کے ذریعہ ہمارے کھیتوں میں پہنچ جاتا ہے اس طرح سے جو نائٹریٹ نائٹروجن آسانی سے مل جاتا ہے اس کا اندازہ ایک ایکڑ زمین میں پانچ پونڈ ہے جو کہ تیس پونڈ سوڈیم نائٹریٹ کے برابر ہے۔'' مصنف موصوف نے حوالہ میں یہ نام دیا ہے۔

Lyon` Bockman and Brady - The nature and Properties of Soil (مذہب اور جدید چیلنج صفحہ 74)

یہ تو ہوا ایک انعام جو اللہ انسان پر کرتا ہے۔ جو زوردار گرج چمک ہوتی ہے تو بے اختیار زبان سے اللہ کا نام اور تعریف نکلتی ہے اور تسبیح صرف انسان ہی نہیں کرتا بلکہ فرشتے اور خاص فرشتہ کڑک بھی کرتے ہیں۔ ''ضیاء القرآن'' میں پیر کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ''رعد اس فرشتے کا نام ہے جو بارش بادل کی تدبیر وانتظام کا ذمہ دار ہے۔ پھر یہ بجلی اس پر بھی گرتی ہے اور جلا کر راکھ کر دیتی ہے جس پر اللہ اسے گرانا چاہتا ہے۔ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ''شَدِیْدُ الْمِحَالِ'' کا معنی کیا ہے ''بڑی سخت گرفت کرنے والا''

اس آیت کی شان نزول میں علمائے کرام نے متعدد اقوال لکھے ہیں میں حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ کے حاشیہ خزائن العرفان سے اس کا شانِ نزول نقل کر رہی ہوں۔

''حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے ایک نہایت سرکش کافر کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے اپنے اصحاب کی ایک جماعت بھیجی۔ انہوں نے اس کو دعوت دی، کہنے لگا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب کون ہے جس کی تم مجھے دعوت دیتے ہو، کیا وہ سونے کا ہے، چاندی کا، لوہے کا، تانبے کا ہے۔ مسلمانوں کو یہ بات بہت گراں گزری انہوں نے واپس جا کر رسول کریم

ﷺ سے عرض کی کہ ایسا اکفر (بڑا کافر) سیاہ دل سرکش دیکھنے میں نہیں آیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کو دوبارہ بھیجا اس نے پھر وہی گفتگو کی اور کہا کہ میں ایسے اللہ کو مان لوں جسے میں نے نہ دیکھا نہ پہچانا۔ وہ اصحاب واپس آ گئے۔ آپ ﷺ نے ان کو پھر واپس بھیجا۔ مگر وہ کافر پھر وہی بے ہودہ بات چیت کرنے لگا۔ اچانک ایک ابر آیا بجلی کڑکی اور اس کافر پر گری اور اس کو جلا کر خاک کر دیا۔'' (خزائن العرفان)

اللہ بڑی قوت والا، عظمت والا اور بے نیاز ہے۔ اس لیے دعا اور مدد صرف اسی اللہ سے مانگنی چاہیے جو قادر مطلق ہے وہی دعائیں پوری کرتا ہے اور بہترین کارساز ہے جو لوگ اس کے سوا دوسرے لوگوں سے، بتوں سے یا اپنے بنائے ہوئے دیوتاؤں سے دعائیں مانگتے ہیں تو ان کی مثال دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کی مثال تو یوں ہے کہ ایک شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے اور سوچے یا امید کرے کہ اب پانی کو اس کی ضرورت کا علم ہو گیا ہے، لہٰذا پانی خود ہی اس کے منہ میں پہنچ جائے گا۔ جس طرح پانی بے بس ہے اسی طرح ان کے بنائے ہوئے معبود بھی بے بس ہیں کہ ان کی حاجات کو پورا کریں۔ یہاں شرک صرف یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا کسی بھی انسان سے دعا کرنے اور اسے پکارنے سے بھی منع کیا ہے۔ اس میں خود نبی اکرم ﷺ کی ذات بھی شامل ہے۔ وہ ہمارے پیشوا، ہمارے رہنما، ہمارے پیارے پیغمبر، نبی آخر الزماں ﷺ قابل صد احترام ہیں مگر ہم دعا کریں گے تو صرف اللہ سے دعا کریں گے۔ مسلمان کو اللہ کے سوا کسی سے مدد مانگنے کی اور عاجزی کرنے کی اجازت نہیں۔ جیسا کہ سورۃ فاتحہ میں بھی ہم دن میں چالیس مرتبہ بولتے ہیں ''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔''

اس لیے کبھی بھی ''یا رسول اللہ مدد'' یا ''یا علی مدد'' نہ کہیں کہ یہ پکار اور دعا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شرک سے دور رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

۞۞۞

مخلوقات کا اللہ کو سجدہ کرنا، نفع و نقصان کا مالک کون

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ
وَالْاٰصَالِ۩ ⑮ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ
دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى
وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا
كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ⑯

ترجمہ: اور جتنی مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہے۔ خوشی سے یا زبردستی سے اللہ کے آگے سجدہ کرتی ہے اور ان کے سائے بھی صبح وشام سجدے کرتے ہیں۔(15) ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ کہہ دیجئے کہ "اللہ"۔ پھر ان سے کہیے کیا تم نے اللہ کو چھوڑ کر اولیاء کو کارساز بنایا ہے، جو خود اپنے نفع ونقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے، یہ بھی پوچھو کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہیں؟ یا اندھیرا اور اجالا برابر ہوسکتا ہے؟ بھلا ان لوگوں نے جن کو اللہ کا شریک مقرر کیا ہے، کیا انہوں نے اللہ کی سی مخلوق پیدا کی ہے جس کے سبب ان کو مخلوقات مشتبہ ہوگئی ہے۔ کہہ دو کہ اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، اور وہی اکیلا اور زبردست ہے۔(16)

تشریح: ان آیات میں زندگی کے بارے میں بہت بڑا راز اور ایک کلیہ بتایا گیا ہے۔ جو راہنمائی زندگی کے بارے میں قرآن پاک ہمیں دیتا ہے اس کے مطابق زندگی کی پہلی شرط یہ ہے کہ اللہ کو پہچان کر اس کی فرمانبرداری میں جھک جانا اور ہر لمحہ اس کی تعریف کرنا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایٹم زندگی کی بنیادی اکائی کی حیثیت رکھتا ہے جو کہ زندہ ہے۔ ہر چیز کی زندگی کا معیار مختلف ہے۔ مگر یہ طے ہے کہ ہر چیز جو بھی اس جہاں میں موجود ہے وہ زندہ ہے اپنے خالق کو پہچانتی ہے اور اللہ کی دی ہوئی آزادی، فہم اور عقل کے مطابق اللہ کی عطا کی ہوئی ذمہ داریوں کو پورا کرتی ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کی مرضی اور حکم کو خوب اچھی طرح سمجھتی ہے۔ انسان کو اللہ نے اشرف المخلوقات بنایا عقل اور آزادی دی کہ اللہ کو پہچان کر اس کی فرمانبرداری کرے۔ مگر کئی ایسے ناعاقبت اندیش لوگ ہوتے ہیں کہ نہ عقل سے کام لیتے ہیں اور نہ ہی اللہ کے سامنے جھکتے ہیں بلکہ اس کی بنائی ہوئی چیزوں کے سامنے جھکتے ہیں۔ ان کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ وہ مکمل طور پر اللہ کے اختیار میں ہیں۔ اللہ نے چاہا تو ان کو پیدا کر دیا اور جب وہ چاہے گا ان کو موت آ جائے گی پھر جب وہ چاہے گا دوبارہ زندہ کر دے گا۔ اس لحاظ سے وہ لوگ چاہیں یا نہ چاہیں مگر ہیں تو وہ اللہ کے اختیار میں ہی۔ اس کی مرضی کے بغیر وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اور دنیا کی ہر چیز اللہ کی حمد وثنا کرتی ہے جیسا کہ صبح وشام سائے جھکتے ہیں اور وہ اللہ کے حضور سجدہ کرتے ہیں جب وہ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں تو اے انسان! تو غیر اللہ کے سامنے اپنی پیشانی کو کیوں جھکاتا ہے؟

تو ثابت ہوا کہ ایک ذرے سے لے کر بلند ترین پہاڑوں تک غرض ہر چیز کیونکہ اللہ کو پہچانتی ہے اس کے حکم کے مطابق عمل کرتی ہے اس لیے وہ زندہ ہے۔ دنیا کی تمام نعمتیں اور برکتیں سب کے سامنے ہیں۔ اس لیے ہر شخص خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ پیدا کرنے والا اللہ ہے مگر کفار اپنی ضد کی وجہ سے اللہ کے سوا کی عبادت کرتے ہیں۔ رب العلمین نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ آپ ان کفار سے پوچھیں کہ بتاؤ آسمانوں اور زمین کا خالق کون ہے؟ وہ ہرگز اللہ کا نام نہ لیں گے تو آپ خود ہی ان کو بتائیں کہ صرف اللہ ہی خالق و مالک ہے اور وہی وحدہ لاشریک لہ ہے۔ وہی پیدا کرنے والا پالنے والا اور مارنے والا زندہ کرنے والا ہے جب صرف وہی قادر مطلق ہے تو پھر تمہاری عقل کیوں ماری گئی ہے۔ کیوں اللہ سے انکار کرتے ہو اور کیوں ایسی بیکار اور بے اختیار چیزوں کے سامنے جھکتے ہو، دعائیں کرتے ہو؟ جو خود اپنے نفع اور نقصان پر قدرت نہیں رکھتیں چاہے وہ انسان ہو حیوان ہو نباتات ہو حیوانات ہو یا جمادات ہو سب اللہ کے اختیار میں ہیں۔ ان لوگوں کو پوچھو کیا اندھا اور

آنکھوں والا برابر ہوسکتے ہیں؟ اور کیا اندھیرا اور اجالا برابر ہوسکتے ہیں؟

اندھے سے مراد یہاں وہ لوگ ہیں جو اللہ کی قدرتوں، نعمتوں اور اتنی بڑی کائنات کو دیکھ کر بھی اللہ کو نہیں پہچان سکتے اور آنکھوں والے سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں کو دیکھ کر اللہ کی موجودگی، عظمت اور قدرت کو سمجھ لیتے ہیں اور اس کی فرمانبرداری میں جھک جاتے ہیں اس کی وحدانیت کو مان لیتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کفر کو اندھیرے سے اور ایمان باللہ کو اجالے سے تشبیہ دیتا ہے اور وضاحت کرتا ہے کہ کیا ان کے بنائے ہوئے جھوٹے معبود کوئی چیز ایسی بنا سکتے ہیں؟ جیسی کہ الہ العلمین نے بنائی ہیں؟ اللہ اپنے پیارے رسول ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دو، اعلان کردو کہ اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا نہیں۔ وہی ہر طرح کی قدرت اور طاقت رکھتا ہے وہ اکیلا ہے اور زبردست ہے۔

ہے عارفوں کو حیرت اور منکروں کو سکتہ
ہر دل پہ چھا رہا ہے رعب و جلال تیرا

(الطاف حسین حالی)

شعر کا مطلب یہ ہے کہ یا الہ العلمین تجھے ماننے والے لوگ ہوں یا تیرا انکار کرنے والے ہوں دونوں پر تو نے اپنا رعب اور جلال یوں ڈال رکھا ہے کہ دونوں ہی قسم کے لوگ تحیر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اور کوئی بھی تیری قدرت اور اختیار سے باہر نہیں۔

حق اور باطل کی مثال

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ
وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ
يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ
النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ﴿17﴾ لِلَّذِيْنَ
اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؕ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي
الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ
وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿18﴾ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ

وقف النبی ﷺ — نصف — ع 2/11/8

الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿19﴾ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿20﴾

ترجمہ: اسی نے آسمان سے مینہ برسایا، پھراس سے اپنے اپنے اندازے کے مطابق نالے بہہ نکلے، پھر پھولا ہوا جھاگ آ گیا۔ اور جس چیز کو زیور یا کوئی اور سامان بنانے کے لیے آگ میں تپاتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی جھاگ ہوتا ہے۔اس طرح اللہ حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے،سو جھاگ تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے اور پانی جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔اس طرح اللہ (غلط اور صحیح کی) مثالیں بیان کرتا ہے (تاکہ تم سمجھو)۔(17) جن لوگوں نے اللہ کے حکم کو قبول کیا ان کی حالت بہت بہتر ہوگی اور جنہوں نے اس کو قبول نہ کیا اگر روئے زمین کے سب خزانے ان کے اختیار میں ہوں تو وہ سب کے سب اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور (نجات کے) بدلے میں دے ڈالیں تو نجات نہ ہوگی۔ایسے لوگوں کا حساب بھی برا ہوگا اور ان کا ٹھکانا بھی دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔(18) بھلا جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے حق ہے، وہ اس شخص کی طرح ہے جو اندھا ہے؟ اور نصیحت تو وہی حاصل کرتے ہیں جو عقل مند ہیں۔(19) جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اقرار کو نہیں توڑتے۔(20)

تشریح: ان آیات میں حق و باطل، نیکی و بدی، کفر و اسلام کا موازنہ بڑے ہی اچھے انداز میں کیا گیا ہے اچھے، سچے نیک اور صالح لوگوں کو صاف پانی اور صاف سونے سے تشبیہ دی گئی ہے اور برے، بدکردار اور کفار کو گندے پانی اور گرم دھات کے اوپر آنے والی گندگی جو کہ جھاگ کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے سے تشبیہ دی گئی ہے۔نیک اور مسلمان انسان نہ صرف خود ہی سکون اور دنیا و آخرت میں بھلائیاں حاصل کرتا ہے بلکہ خلق خدا اور کائنات کے لیے بھی باعث رحمت، برکت اور مبارک ثابت ہوتا ہے۔جبکہ کفار اور بدطینت بدخصلت انسان نہ صرف یہ کہ خود ہی پریشانیوں، مصیبتوں اور عذابوں میں گھرا رہتا ہے بلکہ دنیا کو اور مخلوق خدا کو بھی مشکل اور پریشانیوں میں ڈالے رکھتا ہے اور پھر آخرت میں بھی اس کے لیے سزا ہی سزا ہے۔

جیسا کہ تاریخ بتاتی ہے کہ اسلام نے حق و صداقت، علم و عرفان، سکون اور انسان دوستی کا جو سبق دیا اور کائنات میں پھیلے ہوئے حقائق کی طرف توجہ دلائی تحقیق، تجسس اور مشاہدے کی جو ترغیب دی تو اسی وجہ سے اس وقت کے مسلمانوں نے روم، یونان، ایران اور ہندوستان کے رائج الوقت علوم و فنون پر خوب اچھی طرح نظر ڈالی اور قرآن و سنت کی مدد اور روشنی سے بے شمار نئے نئے تجربات، نکات اور مشاہدات دنیا کے سامنے پیش کیے اور ہر لحاظ سے دنیا کی اقوام پر فوقیت اور برتری حاصل کی۔

جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ مدینہ کی چھوٹی سی اسلامی ریاست کے معمولی تعداد رکھنے والے مسلمانوں نے بہت تھوڑی مدت میں دنیا کے بیشتر حصوں پر اسلام کا جھنڈا لہرایا۔یہ سب قرآن و سنت اور ایمان و یقین کی ہی برکت سے ہوا۔13 ویں صدی عیسوی تک مسلمانوں کے ہاتھ میں تمام علوم تھے۔مگر اس کے ساتھ ہی تاریخ ہمیں مسلمانوں کے زوال کا بھی پتہ دیتی ہے۔جیسے

ہی مسلمان اپنے علم و عقائد اور دین حق سے دور ہوتے گئے ان کی عزت، ترقی، علم اور کامیابی میں تنزل آتا چلا گیا اور یوں اقوام عالم میں مسلمان پیچھے ہی پیچھے جانا شروع ہو گیا اور آج اگر مسلمانوں نے اپنی کھوئی ہوئی طاقت ایمان و یقین کی طاقت کو بحال نہ کیا تو پھر ان کا انجام بھی پانی پر آنے والے جھاگ جیسا ہو جائے گا۔ بقول اقبال (خدانخواستہ)

خدا اگر دل فطرت شناس دے تجھ کو

سکوت لالہ و گل سے کلام پیدا کر

اللہ ہماری مدد کرے کہ ہم ''عہد الست،، کو کبھی نہ توڑیں اور اللہ کے اچھے، سچے اور پاکباز بندے بن کر زندگیاں گزریں دنیا کو جنت بنائیں اور آخرت میں جنت کمائیں۔ آمین ثم آمین۔

نیک لوگ اوران کا انعام

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿21﴾ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿22﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿23﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿24﴾

ترجمہ: اور جن قرابت کے رشتوں کو جوڑے رکھنے کا حکم اللہ نے دیا ان کو جوڑے رکھتے اور اپنے رب سے ڈرتے رہتے اور برے حساب سے خوف کھاتے ہیں۔ (21) اور جو رب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے تکلیفوں پر صبر کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں اور برائی کا جواب نیکی سے دیتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کے لیے عاقبت کا گھر ہے۔ (22) یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے باپ، دادا، بیویوں اور اولاد میں سے جو نیکوکار ہوں گے وہ بھی بہشت میں جائیں گے اور فرشتے بہشت کے ہر ایک دروازے سے ان کے پاس آئیں گے۔ (23) اور کہیں گے تم پر رحمت ہو یہ تمہاری ثابت قدمی کا بدلہ ہے اور عاقبت کا گھر خوب گھر ہے۔ (24)

تشریح: ان آیات مبارکہ میں چند اصول زندگی بتائے گئے ہیں۔ قرآن پاک ہدایت اور حکمت کی کتاب ہے اس میں انسان کے لیے کامیاب زندگی گزارنے کے ایسے سنہری اصول بتائے گئے ہیں کہ اگر ان پر پوری طرح عمل کیا جائے تو ہماری زندگیاں

خوشیوں، کامیابیوں اور سکون سے بھر سکتی ہیں۔ مثلاً رشتوں کو جوڑے رکھنے کا حکم، بظاہر چھوٹی سی بات ہے مگر جب ہم اس کے معنوں پر غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس سے بڑا کوئی طریقہ ہو ہی نہیں سکتا کہ جس سے انسانی زندگی سر بلند و کامیاب ہو سکے۔ ایک فرد جو امن پسند ہے وہ نہ صرف یہ کہ خود ہی امن وسکون سے رہنا پسند کرتا ہے بلکہ وہ ہر جگہ فتنہ وفساد کو ختم کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔

یہاں میں اپنے تجربہ کی بات کرتی ہوں جس گھر کی ماں، بیوی، بہن، بھاوج، دیورانی، جیٹھانی اور ساس امن پسند اور رشتوں کے تقدس کا احترام کر کے ان کو جوڑے رکھنے کی صلاحیت رکھتی ہوں وہ گھر واقعی جنت کا نمونہ ہوتا ہے اور جو عورتیں تعصب، کینہ، حسد، بغض، نفرت، احساس کمتری اور شیطان فطرت ہوتی ہیں وہ نہ صرف اپنا ہی نقصان کرتی ہیں بلکہ ان تمام نسلوں کی تباہی و بربادی کا باعث بھی بنتی ہیں جو ان کے زیر سایہ یا قربت میں پرورش پاتی ہیں۔ اسی لیے قرآن نے خاص طور پر اس نکتہ کو واضح کر کے بیان کیا ہے۔ حقوق العباد میں ایک دائرہ بنتا ہے جو فرد گھر، گلی، محلہ، شہر، ملک اور پھر دنیا کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ اسی لیے مومنین کی تعریف میں قرآن کا ارشاد ہے۔ ''وہ مومنوں کے لیے بڑے نرم خو ہوں گے۔'' (المائدہ آیت 54)

صلہ رحمی کا حکم مرد وعورت دونوں کے لیے ہے۔ پھر خوف الٰہی کا ذکر ہے خوف وخشیت میں فرق ہے۔ خشیت کا مطلب ہے اللہ کی عظمت واحترام کا خیال کرتے ہوئے اس کی ناراضگی سے ڈرتے رہنا۔ یہ مومن کی دوسری صفت بیان کی گئی ہے کہ مومن ہر قدم پر اللہ اور رسول کی مقرر کی ہوئی حدود کا احترام کرتا ہے۔

تیسری صفت مومن کی یہ ہے کہ ایسے اعمال بجالاتے ہیں کہ ان کا حساب برا نہ ہو، یعنی مناقشہ نہ ہو کہ اللہ یہ پوچھ لے کہ تو نے ایسے کیوں کیا؟ بلکہ آسان حساب ہو، مؤمن ایسے اعمال سے بچتے ہیں کہ ان کا حساب برا ہو، جبکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ اعمال کی زبردست چھان بین کے بغیر اللہ اپنی رحمت اور فضل وکرم سے ہلکا حساب لے کر اس کی مغفرت کر دے۔

چوتھی صفت یہ ہے کہ ہر مصیبت ہر پریشانی پر واویلا کرنے کی بجائے اللہ کی رضا سمجھ کر فوراً صبر کا دامن پکڑتے ہیں۔ اس طرح ایک تو اللہ رب العزت خوش ہو کر اس کے ثواب میں اضافہ اور گناہوں میں کمی کر دیتا ہے اور دوسرے اس کی تکلیف میں بھی نمایاں فرق پڑ جاتا ہے۔ اس میں بالکل شک نہیں بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

پانچویں صفت یہ ہے کہ نماز قائم کرتے ہیں۔ نماز اخلاقی برائیوں کو ختم کرتی ہے اور حقوق اللہ کا رکن خاص ہے۔ نماز سے تنظیم، نفس پر قابو، یعنی شیطان کا دفع، وقت کی پابندی، روحانی اور جسمانی پاکیزگی، خشوع وخضوع کا ذریعہ، اللہ سے ملاقات کا ذریعہ اور پھر اس سے مانگنے کا بہت بڑا ذریعہ نماز ہی ہے۔ جب مومن نماز قائم کرتا ہے تو اس میں بے شمار روحانی وجسمانی قوتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو اس کی زندگی کو چمکا کر آخرت کا راستہ آسان بنا دیتی ہے یہ یاد رہے کہ نماز پورے اخلاص اور سنت رسول کے مطابق ادا کی جائے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ''انسان اور کفر وشرک کے درمیان نماز کا

ترک کرنا (ہی فرق) ہے۔" (صحیح مسلم) یعنی مسلمان نماز پڑھتا ہے اور کافر نماز نہیں پڑھتا۔

چھٹی صفت یہ ہے کہ مومن اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے زکوٰۃ وصدقات خوشی سے دیتا ہے۔ اس میں چھپا کر خرچ کرنا اور ظاہراً خرچ کرنا دونوں طریقے جائز ہیں۔ دوسروں کو ترغیب دینے کے لیے خیرات کا اعلان واظہار جائز ہے۔ مگر جہاں لینے والے کی تذلیل ہو یا دینے والے کی نیت نمائش کی ہو تو پھر ہرگز چھپا کر ہی دینا فرض ہے ورنہ نہ وہ زکوٰۃ قبول ہوگی اور نہ ہی صدقہ وخیرات کا کوئی فائدہ ہوگا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کی فضیلت میں فرمایا کہ "تم میں سے کون شخص ایسا ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال محبوب ہو؟ صحابہ نے عرض کی کہ ہم میں سے تو ہر ایک کو اپنا مال ہی محبوب ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا مال تو وہی ہے جو اس نے (راہِ خدا میں) آگے بھیج دیا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جسے وہ پیچھے چھوڑ جائے گا۔" (صحیح بخاری)

ساتویں صفت یہ ہے کہ برائی کو بھلائی سے، دشمنی کو دوستی سے اور ظلم کو عفو درگزر سے رفع دفع کر دیتے ہیں۔ ایک تو اس کا مطلب یہ ہے کہ برائی کا جواب برائی سے نہیں دیتے فراخ دلی، حسن سلوک اور حسن اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب کبھی گناہ ہو جائے تو اس قدر استغفار اور عبادت کرتے ہیں کہ گناہ مٹ جاتا ہے اور معافی مل جاتی ہے۔

یہ تمام بہترین اصول کلام پاک کی ہی برکت کا نتیجہ ہیں۔ جو لوگ بھی اللہ پر بھروسا کرتے ہیں، یقین رکھتے ہیں۔ اسی کو اپنا مالک وخالق اور نجات دینے والا معبود برحق دل سے مانتے ہیں۔ قرآن وسنت پر دل وجان سے عقیدہ رکھتے ہوئے پوری کوشش سے عمل کرتے ہیں تو ان کے لیے اللہ اعلان کرتا ہے کہ ایسے متقی لوگوں کو آخرت میں ایسے اچھے بہترین ٹھکانے ملیں گے کہ جن کا بیان بے شمار مرتبہ قرآن میں آچکا ہے۔ اور پھر ان لوگوں سے اللہ کا ایک وعدہ یہ بھی ہے کہ ان لوگوں کے آباواجداد اہل کنبہ عزیز واقارب کو بھی ان کے اپنے اعمال سے بڑھ کر بلند درجات دیے جائیں گے شرط یہ ہے کہ وہ سچے مسلمان ہوں۔ تیسرا اعلان اور وعدہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں سے یہ کرتا ہے کہ جنت میں ہر دروازے سے فرشتے ان کو سلام کریں گے اور کہیں گے کہ یہ تمہارے صبر واستقامت اور نیکیوں کی وجہ سے درجات ملے ہیں۔ اور یہ سب انعامات کیسے لاجواب اور بہترین ہیں جن کا وعدہ اللہ نے اپنے مقبول ترین بندوں کے ساتھ کیا ہے۔

برے لوگ اور ان کا مطالبہ

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ﴿25﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ

الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿26﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿27﴾

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ سے پکا وعدہ کر کے توڑ دیتے ہیں۔ جن قرابت کے رشتوں کو جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے وہ ان کو توڑے دیتے ہیں، اور ملک میں فساد کرتے ہیں ایسوں پر لعنت ہے اور ان کے لیے گھر بھی برا ہے۔ (25) اللہ جس کو چاہتا ہے فراخ رزق دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور کافر لوگ دنیا کی زندگی پر خوش ہو رہے ہیں، اور دنیا کی زندگی کا آخرت کے مقابلہ میں بہت تھوڑا فائدہ ہے۔ (26) اور کافر کہتے ہیں اس پیغمبر پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوئی؟ کہہ دو کہ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے، اس کو اپنی طرف کا راستہ دکھاتا ہے۔ (27)

تشریح: یہاں دوسرے گروہ، یعنی کفار کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ ہر وہ کام کرتے ہیں جس سے قطع رحمی ہو اور فساد پھیلے یہ لوگ وہی ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو توڑ دیا، یعنی یہ لوگ مسلمان کے بالکل الٹ کام کرتے ہیں اسی لیے ان کے لیے برے گھر اور لعنت کیے جانے کا اعلان کیا گیا ہے۔

کفار کو جو کچھ عیش و آرام دنیا میں دیا گیا ہے تو وہ صرف اللہ کی مرضی اور اس کی تقسیم رزق کا اپنا طریقہ ہے۔ رزق وہ کفار مشرکین اور مسلمانوں سب کو دیتا ہے مگر یہ صرف اس دنیا کی زندگی کا ہی حصہ ہے جب کہ اصل نعمتیں، عیش و آرام تو آخرت میں ملیں گی۔ کیونکہ کافر سب کچھ اسی دنیا کو سمجھتا ہے۔ نہ اللہ پر ایمان لاتا ہے نہ اللہ کی کتاب پر ایمان رکھتا ہے نہ اس پر عمل کرتا ہے اور نہ ہی آخرت کے انعام و سزا پر یقین رکھتا ہے۔ اس کو تو یقین ہی نہیں کہ یہ زندگی عارضی اور ختم ہونے والی ہے اصل زندگی اور ہمیشہ رہنے والی زندگی تو آخرت کی زندگی ہی ہے۔ کفار نے آپ ﷺ سے معجزہ کی فرمائش کی تو اس پر اللہ رب العزت نے فرمایا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ تمہارا یہ کہنا اس بات کا ثبوت ہے کہ تم ہدایت کی راہ پانے کا کوئی ارادہ ہی نہیں رکھتے ورنہ جو ہدایت کو پسند کرتے ہیں وہ تو ویسے ہی ایمان لے آتے ہیں ان کو معجزوں کی ضرورت نہیں ہوتی اس لیے جان لو کہ تمہارے بدی کی طرف رجوع رکھنے کی وجہ سے تم کبھی بھی ہدایت نہیں پا سکتے جب کہ اللہ کا قانون ہے کہ جو ہدایت کی تھوڑی سی بھی خواہش کرتا ہے اللہ اس کے لیے ہدایت کے راستے پوری طرح کھول دیتا ہے۔ اور اللہ کی طرف رجوع کرنے کی یہ نشانیاں ہیں اس کی تفصیل اگلی آیات میں دی گئی ہیں۔

۞۞۞

اللہ کے ذکر کی فضیلت اور اس کی بڑائی

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿28﴾
اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿29﴾ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ
فِيْۤ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَاۤ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاۡ عَلَيْهِمُ الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَهُمْ
يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ﴿30﴾

ترجمہ: جولوگ ایمان لائے اور جن کے دل اللہ کی یاد سے اطمینان پاتے ہیں، اور سن رکھو کہ اللہ کی یاد سے دل آرام پاتے ہیں۔(28) جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے خوش حالی اور عمدہ ٹھکانا ہے۔(29) (جس طرح ہم اور پیغمبر بھیجتے رہے ہیں) اسی طرح (اے نبی ﷺ!) ہم نے آپ کو اس امت میں جس سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں بھیجا ہے تاکہ آپ ان کو وہ کتاب جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے پڑھ کر سنا دیں اور یہ لوگ رحمن کو نہیں مانتے، فرمادیں کہ وہی تو میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں اسی پر بھروسا رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔(30)

تشریح: تمام دنیا کی نعمتیں ایک طرف اور اللہ کی یاد اس کا کلام ایک طرف۔ قرآن پاک کی جہاں اور بہت سی فضیلتیں اور برکتیں ہیں وہاں ایک بہت بڑی فضیلت یہ بھی ہے کہ جہاں دنیا کی کوئی چیز دل کو سکون نہ دے سکے وہاں ذکر الٰہی سکون دیتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ پوری توجہ اور خشوع وخضوع سے اس کو پکارا جائے اللہ کا ذکر کیا جائے۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے۔"دل اللہ کی یاد ہی سے چین پاتے ہیں۔" (سورۃ رعد آیت 28:)

پھر رسول اللہ ﷺ کا درجہ ان کو بتاتے ہوئے رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ آخری رسول ہیں۔ اچھے برے لوگ ہمیشہ موجود رہتے ہیں آپ ان سے بے نیاز ہو کر بس اللہ کی تعلیمات اور توحید کا سبق دیتے چلے جائیں۔ اللہ آپ کا حامی ومددگار ہے۔

معجزات اور انبیاء کا مذاق اڑانے والوں کا انجام

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ
لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ
جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا
مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿31﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ ع 4/5/10

بِرُسُلٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَاَمۡلَيۡتُ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثُمَّ اَخَذۡتُهُمۡ‌ فَكَيۡفَ كَانَ عِقَابِ ﴿32﴾

ترجمہ: اور اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ اس کے اثر سے پہاڑ چل پڑتے یا زمین پھٹ جاتی یا مردوں سے کلام کر سکتے تو (پھر بھی وہ ایمان نہ لاتے۔) بات یہ ہے کہ سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ تو کیا مومنین کو اس بات سے اطمینان نہیں ہوا کہ اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت کے راستے پر چلا دیتا، اور کفار پر ہمیشہ ان کے اعمال کے بدلے بلا آتی رہے گی۔ یا ان کے مکانات کے قریب نازل ہوتی رہے گی۔ یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آ پہنچے، بے شک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ (31) اور آپ سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ ہنسی مذاق ہوتے رہے ہیں۔ تو میں نے کافروں کو مہلت دی، پھر پکڑ لیا سو دیکھ لو کہ (ہمارا) عذاب کیسا تھا۔ (32)

تشریح: ان آیات میں ان کفار کا جواب دیا گیا ہے جنہوں نے مطالبہ کیا کہ اگر محمد ﷺ معجزانہ طریقے سے پہاڑ کو جگہ سے ہلا دیں، یا زمین کو پھاڑ کر چشمے بہا دیں، مردوں کو زندہ کر دیں کہ وہ بولنے لگیں تو پھر ہم ان پر ایمان لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تو صرف ان کی حجت بازی ہے یہ لوگ معجزات دیکھ کر بھی ایمان لانے والے نہیں۔ کیونکہ جو لوگ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں پر غور وفکر کر کے اللہ پر ایمان نہیں لاتے تو بھلا معجزات سے وہ ایمان کہاں لائیں گے۔ یہ سب کام جن کا یہ لوگ مطالبہ کر رہے ہیں اللہ کے لیے ہرگز کوئی مشکل نہیں۔ اس کے لیے تو یہ بھی کوئی مشکل کام نہیں کہ سب کو ہی مسلمان بنا دے۔ مگر اللہ کسی کو بھی زبردستی مسلمان نہیں بنانا چاہتا کیونکہ اس نے انسان کو عقل اور ارادہ دیا ہے۔ ہدایت کی راہ دکھانے کے لیے رسول بھیج دیا اللہ کی وحدانیت بتانے کے لیے قرآن نازل فرما دیا غور وفکر اور خالق کی پہچان کے لیے کائنات بنا دی یہ سب کیا ہے؟ ایک ابدی (ہمیشہ رہنے والا) معجزہ ہے۔ قرآن پاک میں کائنات کے ایسے ایسے راز بتائے گئے ہیں جو ایک اُمی چودہ سو سال پہلے اپنی قدرت سے نہ جان سکتا تھا نہ بیان کر سکتا تھا۔ یہی فرق ہے آخری رسول اور پچھلے گزرے ہوئے پیغمبروں کے معجزات میں۔ اس وقت لوگ بالکل ہی کم عقل تھے تو ان کو خلاف فطرت معجزات دکھا دیے گئے مثلاً: حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ نے کوئی اثر نہ کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا کے اژدھا بننے کا معجزہ عطا کیا، ان کے ہاتھ کا چمک اٹھنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں ہر مرض کی شفاء کا پیدا ہونا۔ یہ سب اس وقت کے لوگوں کے لیے موزوں تھا مگر قرآن میں بتایا گیا ہے کہ وہ معجزے دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے تھے۔ اور دوسری بات یہ کہ یہ تمام معجزات متعلقہ انبیاء کے ساتھ ہی ختم بھی ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانے تک انسان میں کچھ زیادہ سوجھ بوجھ آ چکی تھی۔ اس لیے ان لوگوں کو قرآن کا جیتا جاگتا معجزہ دیا گیا۔ جس میں اللہ کو پہچاننے کے لیے کھلے ہوئے ثبوت موجود ہیں۔ یہ تمام کائنات کے انکشافات جن سے بعد میں بے شمار سائنسی انکشافات ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ بلکہ یوں کہنا درست ہوگا کہ جوں جوں انسان علم حاصل کر رہا ہے اللہ کی قدرتوں کا زیادہ قائل ہوتا جا رہا ہے وہ علیحدہ بات ہے کہ کچھ اس پر ایمان لا رہے ہیں اور کچھ لوگ تمام حقائق کو جانتے بوجھتے ہوئے بھی اللہ، رسول اور قرآن پر ایمان نہیں لاتے تو ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کو حقیقی سکون کبھی نہیں ملے گا۔ ان پر برابر مصیبتیں آتی رہیں گی اور کبھی ان کو عبرت

دلانے کے لیے آس پاس عذاب بھیجے جائیں گے تاکہ سبق حاصل کریں یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ان کو مہلت دینے اور سمجھانے کے لیے کرتا ہے اور بالآخر پھر قیامت آئے گی یہ اللہ کا وعدہ ہے جو بالکل سچ ہے اور پکا وعدہ ہے۔ پھر حضرت محمد ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے اللہ فرماتا ہے کہ آپ سے پہلے بے شمار نبی آئے اور ان کی امتوں نے ان کو تنگ کیا، ہنسی مذاق اڑایا یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی مصلحتیں تھیں کہ وہ لوگوں کو آزماتا ہے، مہلت بھی دیتا ہے تاکہ نافرمان لوگوں کو سخت عذاب دے کر نیست و نابود کر دے۔

شرک کرنے والوں کا انجام

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿33﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿34﴾

ترجمہ: تو کیا اللہ جو ہر متنفس کے اعمال کا نگران اور نگہبان ہے، (وہ بتوں کی طرح بے عمل اور بے خبر ہو سکتا ہے؟) اور ان لوگوں نے اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں، ان سے کہو کہ ذرا ان کے نام تو بولو۔ کیا تم اس کو ایسی چیزیں بتاتے ہو جس کو وہ زمین میں کہیں بھی نہیں پاتا، صرف ظاہری اور جھوٹی بات کی تقلید کرتے ہو، اصل یہ ہے کہ کافروں کو ان کے فریب خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ اور وہ ہدایت کے راستے سے روک لیے گئے ہیں۔ اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔ (33) ان کو دنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی سخت ہے۔ اور ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں۔ (34)

تشریح: قرآن پاک میں بار بار مشرکین اور ان کے انجام کا ذکر کیا گیا ہے۔

کفر و ایمان، جنت و جہنم اور اللہ کی گواہی

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِىْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿35﴾ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَآ

اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿36﴾ وَكَذٰلِكَ
اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا
لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿37﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ
اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ
كِتَابٌ ﴿38﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۖ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿39﴾ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ
بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿40﴾
اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ
لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿41﴾ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ
جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿42﴾
وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ
وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿43﴾

ترجمہ: جس باغ کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔اس کی صفات یہ ہیں کہ اس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، اس کے پھل ہمیشہ قائم رہنے والے ہیں اور اس کے سائے بھی، یہ ان لوگوں کا انجام ہے جو متقی ہیں اور کافروں کا انجام دوزخ ہے۔(35) اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اس کتاب سے جو آپ پر نازل ہوئی ہے خوش ہوتے ہیں اور بعض فرقے اس کی بعض باتیں نہیں بھی مانتے، کہہ دو کہ مجھ کو یہی حکم ہوا ہے کہ اللہ ہی کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤں، میں اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے لوٹنا ہے۔(36) اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے، اور اگر آپ عقل و دانش آنے کے بعد ان لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے چلیں گے تو اللہ کے سامنے نہ تو کوئی آپ کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا۔(37) (اے نبی ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے بھی پیغمبر بھیجے تھے اور ان کی بیبیاں اور اولاد بھی تھی، اور کسی پیغمبر کے اختیار کی بات نہ تھی کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نشانی لائے، ہر حکم لوح محفوظ میں درج ہے۔(38) اللہ جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے، اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔(39) اور اگر ہم کوئی عذاب، جس کا ان لوگوں سے وعدہ کرتے ہیں، آپ کو دکھائیں (تمہارے سامنے ان پر نازل کریں) یا آپ کی زندگی پوری ہونے کے بعد عذاب بھیجیں تو آپ کا کام احکام پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔(40) کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے

چلے آئے ہیں، اور اللہ جیسا چاہتا ہے حکم کرتا ہے، کوئی اس کے حکم کو ٹالنے والا نہیں۔ وہ جلد حساب لینے والا ہے۔(41) جو لوگ ان سے پہلے تھے وہ بھی بہتیری چالیں چلتے رہے ہیں، سو سب تدبیر اللہ کے ہی ہاتھ میں ہے۔ ہر شخص جو کچھ کر رہا ہے وہ اسے جانتا ہے اور کافر جلد معلوم کر لیں گے کہ عاقبت کا گھر کس کا ہے۔(42) اور کافر لوگ کہتے ہیں، کہ آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں، کہہ دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ اور وہ شخص جس کے پاس آسمانی کتاب کا علم ہے گواہ کافی ہے۔(43)

تشریح: جنت کی بشارت صالح اور نیک لوگوں کو دی گئی ہے۔ جسکے بارے میں فرمان نبوی ہے کسی آنکھ نے جنت دیکھی نہیں کسی کان نے سنا نہیں اور کسی دل پر اس کا خیال نہیں گزرا۔ متقی لوگ قرآن کو دنیا کی بہترین نعمت سمجھ کر خوش ہو کر پڑھتے، سمجھتے اور عمل کرتے ہیں اسی بات کا حکم بار بار دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ کتاب ہر قسم کے علوم اور خاص طور سے رشد و ہدایت کا مجموعہ ہے۔ زندگی، کائنات غرض ازل سے ابد تک اور پھر آخرت کے تمام راز بتا دیے گئے ہیں۔ عربی میں قرآن نازل کیا گیا کیونکہ آپ ﷺ کی زبان اور اہل عرب کی زبان عربی تھی۔ ان کی ہی زبان اختیار کی گئی تاکہ تمام رموز، باریکیاں اور احکامات پوری وضاحت سے سمجھا دیے جائیں۔ اور پھر نبی اکرم ﷺ کو انہیں میں سے چن کر نبی بنایا گیا تاکہ وہ ان کی معاشرت کو سمجھ کر ان کو اچھی طرح ہدایت دے سکیں۔ وہ بھی پہلے پیغمبروں کی طرح انسان ہی تھے مگر ان کو ان کے کردار اخلاق حسنہ اور نیک طینت ہونے کی وجہ سے نبوت کے لیے چن لیا گیا۔ اور آپ نے توحید کی دعوت دی اور قرآن پاک کا بہترین معجزہ آپ کو اللہ نے عطا کیا جو ہمیشہ سلامت رہے گا۔ ہر کام اللہ کی مرضی، حکمت اور طے شدہ فیصلے کے مطابق ہوتا ہے۔ اس نے لوح محفوظ پر جس کو ہم بہترین عظیم ترین کمپیوٹر کہہ سکتے ہیں جو اللہ کی تحویل میں ہے اور اس میں تمام کائنات کے ہر قسم کے عمل کو درج کر دیا گیا ہے۔ یعنی تقدیر لکھ دی گئی ہے۔ جو صرف دعا، محنت اور اللہ کی مرضی سے بدل سکتی ہے۔ ورنہ اس میں کوئی دخل اندازی نہیں کر سکتا۔ انسان کا کام ہے نیکی کی راہ اختیار کر لے۔ چاروں طرف پھیلی ہوئی کائنات کو غور سے دیکھیں۔ کائنات کی ہر چیز اور خود انسان کا وجود اللہ کے وجود کی گواہی دے رہا ہے۔ اس لیے اس کے بھیجے ہوئے رسول پر ایمان لائیں اور اس کی لائی ہوئی کتاب قرآن پر ایمان لائیں غور و فکر کریں۔ اگر غور و فکر کریں تو اس کو اس میں ایسے ایسے سائنسی نکات ملیں گے کہ انسان حیران رہ جائے۔ مثال کے طور پر زمینی ساخت کا بڑا واضح اشارہ دیا کہ ''زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آئے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے جس کی وضاحت ایک بہت بڑے سائنسدان یوں کرتے ہیں ''موجودہ صدی کے آخری بیس، تیس سالوں میں جو ترقی ہوئی ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابتدا میں کرۂ ارض اپنے موجودہ حجم سے کم از کم سو گنا بڑا تھا، اور زمین موجودہ صورت میں پچھلے پانچ بلین سالوں کے سکڑنے کے رفتہ رفتہ عمل کی وجہ سے پہنچی ہے۔ زمین کے سکڑنے کی کئی وجوہات ہیں جس میں کشش ثقل کی طاقت نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ دوسرا زمین کی تخلیق کے وقت سے ہی زمین کے کچھ اجزا خلا کی طرف ضائع ہوتے رہتے ہیں جس کا ایک سبب تو شمسی کشش ہے اور دوسرا تابکاری حرارت ہے جو زمین کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ اس سے بھی زمین کا حجم گھٹتا گیا ہے۔ تیسرا زمین کے دھیرے دھیرے ٹھنڈا ہونے کی وجہ سے بھی ہو سکتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ زمین کا

کریسٹ (چھلکا یا پرت) موٹا پا اختیار کرتا جاتا ہے۔ اور ابتدا میں جب گیس ٹھنڈی ہو کر مائع بنی تو حجم میں یکدم بہت فرق پڑ گیا اس وقت سے اندرونی پگھلا ہوا حصہ (Core) بھی باہر کی طرف سے ٹھنڈا ہو کر بالترتیب گھٹ رہا ہے۔ بہر حال اس عجیب و غریب صورت حال کی کوئی بھی وجہ ہو، یہ حقیقت اپنی جگہ پر قائم ہے کہ کرۂ ارض اپنے حجم میں گھٹ رہا ہے۔''

(قیامت اور حیات بعد الموت مصنف سلطان بشیر محمود)

یہ اتنی بڑی سائنسی حقیقت چودہ سو سال پہلے ایک اُمی کیونکر بیان کرسکتا ہے یہ بہت بڑا ثبوت ہے قرآن کے آسمانی کتاب ہونے کا۔ یہ اور اس طرح کے کئی حقائق ہیں جو اللہ نے رسول ﷺ کے ذریعے قرآن میں بتائے ہیں اور یہی سب سے بڑے ثبوت ہیں رسول کے حق ہونے کے۔ اسی لیے اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ''کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ اور وہ شخص جس کے پاس آسمانی کتاب کا علم ہے، گواہ کافی ہے۔'' (سورۃ رعد آیت 43)

اللہ کے فضل ورحمت کے ساتھ یہ سورت اختتام کو پہنچتی ہے۔ الحمدللہ۔

تعارف سورۂ ابراھیم

جیسا کہ قرآن پاک رشد وہدایت کی کتاب ہے۔ یہ سورت بھی ہدایات کی نشاندہی کرتی ہے یہ چودھویں سورت ہے اس میں 52 آیات اور سات رکوع ہیں۔ یہ مکی سورت ہے اور ہجرت سے تھوڑا عرصہ پہلے نازل ہوئی۔ اس وقت رسول کریم ﷺ پر کفار کے ظلم وستم کی انتہا ہو گئی تھی۔ پچھلے انبیاء کی طرح آپ کو بھی ہجرت پر مجبور کر دیا گیا تھا تو کفار کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ ایمان لانے میں صرف تمہارا اپنا ہی بھلا ہے کیونکہ ایمان لاؤ گے تو اسلام کی برکتوں سے تمہاری دنیا بھی سنور جائے گی اور آخرت بھی سنور جائے گی کیونکہ عمل کا ہی انعام ملے گا اور عمل صرف اس دنیا کی زندگی میں ہی ممکن ہے۔ اس لیے ہوش کرو اور سنبھل جاؤ۔ ورنہ پھر تمہارا انجام بھی تم سے پہلے گزرنے والی قوموں جیسا ہی ہوگا اور عذاب سے تمہیں بھی نیست ونابود کر دیا جائے گا۔

آیت 35 میں حضرت ابراھیم علیہ السلام کا ذکر آیا ہے اسی مناسبت سے اس سورت کا نام ابراھیم رکھا گیا ہے۔ کچھ گزری ہوئی قوموں کا ذکر عبرت دلانے کے لیے کیا گیا ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کا ذکر نیک، فرمانبردار اور مقبول الٰہی بندے کے طور پر کیا گیا ہے۔ ان کی بہترین دعائیں اور ان کو دیے گئے انعامات کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ آخر میں قیامت کے دن کا نقشہ ہولناک انداز میں کھینچا گیا ہے تاکہ ہر شخص نیکی وبدی کا فرق اچھی طرح سمجھ جائے اور پھر اس کے مطابق زندگی گزارے۔

قرآن کا مقصد، کفر کی سزا اور ہدایت کا طریقہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿1﴾ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ﴿2﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿3﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿4﴾

ترجمہ: الٓرٰ۔ یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف اتاری تاکہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائیں ان کے رب کے حکم سے غالب اور قابل تعریف اللہ کے راستے کی طرف۔ (1) وہ اللہ کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کچھ اسی کا ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب کی وجہ سے خرابی ہے۔ (2) جو آخرت کی نسبت دنیا کو پسند کرتے اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے اور اس میں خرابی چاہتے ہیں یہ لوگ پرلے درجہ کی گمراہی میں ہیں۔ (3) اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اپنی قوم کی زبان بولتا تھا۔ تاکہ انہیں (اللہ کے احکامات) کھول کھول کر سنا دے، پھر اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔ (4)

تشریح: یہاں پہلی آیت میں اللہ کے دو صفاتی نام دیے گئے ہیں ''اَلْعَزِیْزُ الْحَمِیْدُ'' یعنی سب پر غالب، تعریف کے قابل۔ وہ اتنا زبردست ہے کہ اس نے یہ اتنی بڑی دنیا بنائی۔ کیونکہ آسمان وزمین اس نے بنائے ہیں اس لیے یہاں کی ہر چیز اس کے قبضے میں اور علم میں ہے انسانوں کو اس نے پیدا کیا تو ان میں کچھ برے ہیں کچھ اچھے ہیں تو بروں کو نیکی کی راہ دکھانے کے لیے انہی میں سے انہی کی زبان بولنے والا ایک ہدایت دینے والا مقرر کر دیا پھر اس کو اپنے بہترین احکامات قرآن کی صورت میں دیئے۔ اور پھر نبی اکرم ﷺ کو بھی ان کی ڈیوٹی سمجھا دی کہ تمام بگڑے ہوئے انسانوں کو راہ راست دکھاؤ اور ان کو بتاؤ کہ یہ دنیا ختم ہونے والی ہے اس کے بعد تم دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے اور وہاں تمہارا حساب کتاب لیا جائے گا اور پھر اس کے مطابق انعام یا سزا دی جائے گی۔ یہ سب حقیقتیں لوگوں کو بتاؤ پھر اگر ان میں تھوڑا سا رجحان بھی نیکی کا پایا گیا تو اللہ اس کے لیے نیکی کی راہیں آسان کر دے گا لیکن جو اکڑ کر ہٹ دھرمی اور نافرمانی اختیار کرے گا تو اللہ اس کے لیے نیکی کی راہیں مشکل اور ناممکن کر

دے گا۔ یہاں پھر اللہ کے دو صفاتی نام بتائے گئے ہیں۔ ''العزیز الحکیم'' یعنی سب پر غالب اور حکمت والا۔ اسی لیے اللہ نے اپنا پکا اصول بتا دیا ہے۔ کہ نیک کے لیے نیکی کے راستے اور برے کے لیے برائی کے راستے اللہ آسان کر دیتا ہے اور اس میں کوئی زبردستی نہیں جدھر چاہو چلے جاؤ یہی تو امتحان ہے انسان کا۔ جس کا بدلہ آخرت میں ملے گا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کی مثال

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ
وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿٥﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى
لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ
سُوْۗءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاۗءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿٦﴾ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ
اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴿٧﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ
فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿٨﴾ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ
وَّثَمُوْدَ ڛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ڜ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۭ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ ع
بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا
لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿٩﴾ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ النصف
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ
مُّسَمًّى ۭ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۭ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ
اٰبَاۗؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٠﴾ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ
بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١١﴾ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ
عَلَي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ۭ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰي مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

الْمُتَوَكِّلُوْنَ (12) وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ
لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ (13) وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ
الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ (14) وَاسْتَفْتَحُوْا
وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ (15) مِّنْ وَّرَاۗىِٕهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّاۗءٍ صَدِيْدٍ (16)
يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۭ وَمِنْ
وَّرَاۗىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ (17) مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ
بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰي شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ
الْبَعِيْدُ (18) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ
وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ (19) وَّمَا ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ (20) وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ
الضُّعَفٰۗؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ
عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ
اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ (21) وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ
وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ
اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا
بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ
الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (22) وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۭ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ (23)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لے جاؤ اور ان کو اللہ کے دن یاد دلاؤ اور اس میں ان لوگوں کے لیے جو صابر و شاکر ہیں (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔ (5) اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ ''اللہ نے جو تم پر مہربانیاں کی ہیں ان کو یاد کرو جب کہ تم کو فرعون کے ہاتھ سے نجات دی، وہ لوگ تمہیں بڑی بڑی سزا دیتے تھے، تمہارے بیٹوں کو مار ڈالتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی سخت

آزمائش تھی۔(6) اور جب تمہارے رب نے تم کو آگاہ کیا کہ اگر شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو یاد رکھو کہ میرا عذاب بھی سخت ہے۔(7) اور موسیٰ نے کہا کہ اگر تم اور جتنے اور لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ناشکری کرو تو اللہ بے نیاز اور قابل تعریف ہے۔(8) بھلا تم کو ان لوگوں کے حالات کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے تھے، یعنی نوح کی قوم، عاد اور ثمود اور جو ان کے بعد تھے، جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ جب ان کے پاس پیغمبر نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ ان کے مونھوں پر رکھ دیے (کہ خاموش رہو) اور کہا ہم تو تمہاری رسالت کو مانتے نہیں اور جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو ہم اس سے بڑے شک میں ہیں۔(9) ان کے پیغمبروں نے کہا کیا تم کو اللہ کے بارے میں شک ہے، جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، وہ تمہیں اس لیے بلاتا ہے کہ تمہارے گناہ بخشے اور فائدہ پہنچانے کے لیے ایک مقررہ مدت تک تمہیں مہلت دے، وہ بولے کہ تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو۔ تم یہ چاہتے ہو کہ جن چیزوں کو ہمارے بڑے پوجتے رہے ہیں ان کی پوجا سے ہم کو منع کر دو، تو اچھا کوئی کھلی دلیل (معجزہ) لاؤ۔(10) پیغمبر نے ان سے کہا کہ ہاں ہم! تمہارے ہی جیسے آدمی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے (نبوت دیتا ہے) احسان کرتا ہے اور ہمارے اختیار کی بات نہیں کہ ہم اللہ کے حکم کے بغیر تم کو تمہاری فرمائش کے مطابق معجزہ دکھائیں اور اللہ پر ہی مومنوں کو بھروسا رکھنا چاہیے۔(11) اور ہم کیوں کر اللہ پر بھروسا نہ رکھیں جب کہ اس نے ہم کو ہمارے دین کے سیدھے راستے بتائے ہیں، اور جو تکلیفیں تم ہم کو دیتے ہو ہم اس پر صبر کریں گے اور بھروسا کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے۔(12) اور جو کافر تھے انہوں نے اپنے پیغمبروں سے کہا کہ یا تو ہم تم کو اپنے ملک سے باہر نکال دیں گے یا تم ہمارے مذہب میں داخل ہو جاؤ۔ تو اللہ رب العزت نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ظالموں کو ہلاک کر دیں گے۔(13) اور ان کے بعد تم کو اس زمین میں آباد کریں گے، یہ اس شخص کے لیے ہے جو قیامت کے دن میرے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اور میرے عذاب سے خوف کھائے۔(14) اور پیغمبروں نے اللہ سے اپنی فتح چاہی تو ہر سرکش ضدی نامراد رہ گیا۔(15) اس کے پیچھے دوزخ ہے اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔(16) اور وہ اس کو گھونٹ گھونٹ پیے گا اور گلے سے نہیں اتار سکے گا، اور ہر طرف سے اسے موت آ رہی ہوگی مگر وہ مرنے میں نہیں آئے گا۔ اور اس کے پیچھے سخت عذاب ہوگا۔(17) جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال راکھ سی ہے کہ آندھی کے دن ان پر زور کی ہوا چلے اور اسے اڑا لے جائے، اسی طرح جو کام وہ کرتے ہیں اس میں کچھ بھی نہ پا سکیں گے یہی تو پرلے درجہ کی گمراہی ہے۔(18) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے؟ اگر وہ چاہے تو تم کو ختم کر دے اور تمہاری جگہ نئی مخلوق پیدا کر دے۔(19) اور اللہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں۔(20) اور قیامت کے دن سب لوگ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے پھر کمزور اپنے سے بڑائی والوں سے کہیں گے ہم تو تمہارے تابع تھے کیا تم ہمیں اللہ کے عذاب سے بچا سکتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ اگر اللہ ہم کو ہدایت کرتا تو ہم تم کو ہدایت کرتے اب ہمارے لیے برابر ہے بے قراری کریں یا صبر کریں ہمارے لیے رہائی کی کوئی جگہ نہیں ہے۔(21) جب حساب کتاب کا کام ہو چکے گا تو شیطان کہے گا کہ جو وعدہ اللہ نے تم سے کیا تھا وہ سچا تھا اور جو وعدہ

میں نے تم سے کیا تھا وہ جھوٹا تھا، اور میرا تم پر کسی طرح کا زور نہ تھا، ہاں میں نے تم کو گمراہی کی طرف بلایا تو تم نے جلدی سے میری بات مان لی، تو آج مجھے ملامت نہ کرو اپنے آپ ہی کو ملامت کرو، نہ میں تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کر سکتے ہو۔ میں اس بات سے انکار کرتا ہوں کہ تم پہلے مجھے شریک بناتے تھے، بے شک جو ظالم ہیں ان کے لیے درد دینے والا عذاب ہے۔(22) اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ بہشتوں میں داخل کیے جائیں گے، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ وہاں ان کی ملاقات کا تحفہ سلام ہے۔(23)

تشریح: ان آیات میں مسلمان کے عقائد اللہ کی حاکمیت، یعنی توحید، آخرت اور کائنات کے وہ راز جو ابھی تک ہمارے بڑے سائنسدان بھی حل نہیں کر سکے ان کی طرف بڑے معنی خیز اشارات موجود ہیں جن کو بنیاد بنا کر زمین کے آغاز ساخت، عمل اور پھر انجام کے بارے میں کچھ کچھ معلومات مفکرین نے حاصل کی ہیں۔ یہی تمام مسائل ہیں جن کا ذکر قرآن پاک میں بار بار کیا گیا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن عربی زبان میں اور عرب میں ہی کیوں نازل ہوا۔ تو اس کا جواب دیا جا چکا ہے مزید جواب یہ ہے کہ اول تو انسان کی ہدایت کے لیے انسان ہی بہترین ہو سکتا ہے کوئی فرشتہ یا جن مناسب نہیں ہو سکتا کیونکہ جب تک ہدایت کا راستہ بتانے والا قوم کی زندگی، رہن، سہن عادات، زبان اور زندگی کے تمام مسائل سے واقف نہ ہو وہ ان کی مکمل طور پر رہنمائی نہیں کر سکتا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے تو عرب کو منتخب کیا، پھر ان کی زبان کو اور پھر ان ہی میں سے بہترین متقی صالح اور خوش اخلاق خوش کردار انسان حضرت محمد ﷺ کو پیغمبر منتخب کیا۔ اللہ تو مدبر ہے اس کی تدبیروں کا ہم احاطہ نہیں کر سکتے مگر پھر بھی سمجھ یہ آتا ہے کہ عربی زبان تمام زبانوں سے زیادہ جامع، پراثر اور شیریں زبان ہے۔ چند جملوں میں بڑے بڑے مسائل ادا ہو جاتے ہیں۔

دوسرا، عرب، ایشیا اور افریقہ کے وسط میں واقعہ ہے۔ یورپ کا جنوبی حصہ جو اس وقت زیادہ آباد حصہ تھا وہ عرب کے انتہائی قریب ہے۔ اگرچہ عربوں میں دنیا کی تمام اخلاقی برائیاں، مذہبی بے راہروی اور جہالت و خونخواری کے تمام برے اوصاف موجود تھے مگر کچھ خصلتیں ان کی قابل تعریف بھی تھیں، مثلاً بہادر، نڈر، مہمان نواز، عہد کے پکے، جفاکش، محنتی، سادگی پسند اور فن تقریر میں ان کا کوئی مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ عربی زبان اس وقت بھی دنیا کی مکمل ترین زبان تھی اور آج بھی ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد ان میں مذہبی لحاظ سے بالکل غلط رجحان پیدا ہو چکا تھا۔ اسی لیے ان لوگوں کی بنیادی صفات کو زنگ، گرد و غبار اور کفر و شرک کی غلاظت سے پاک صاف کر کے ایمان کی روشنی اور چمک دینے کے لیے انہی میں سے حضرت محمد ﷺ کو چن لیا گیا کہ وہ ان لوگوں کو گناہ کے اندھیروں سے نکال کر ایمان و توحید کی روشنی کی طرف لے آئیں۔ آپ ﷺ نے اس کام میں جو جو مشقتیں، تکلیفیں اور پریشانیاں اٹھائیں وہ آپ سب کو معلوم ہو چکی ہیں اور یہ مشقتیں ہر پیغمبر کو اٹھانی پڑی تھیں۔ مگر کیونکہ وہ اللہ کے مقبول ترین اور بہترین تعلیمات دینے والے تھے۔ اللہ نے ہر وقت ہر صورت اور لحاظ سے ان کی مدد کی اور ان کو کامیاب و کامران کیا۔ جن لوگوں نے ان کو تنگ کیا اور توحید کی تعلیمات کو چھوڑ کر شرک و کفر کی راہیں اختیار کیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو بچا لیا مگر ان لوگوں کو تباہ و برباد کر کے زمین کو پاک صاف کر دیا اور پھر وہاں نئی مخلوقات کو آباد کر دیا یہاں مشہور

قوموں کی مثال دی گئی ہے۔ یعنی قوم نوح، عاد، ثمود اور دوسری اقوام۔ اسلام کے بنیادی اصول یہ ہیں کہ اللہ ایک ہے محمد ﷺ آخری نبی ہیں قرآن اللہ کی کتاب ہے جس میں آخرت کا ذکر خاص طور سے کیا گیا ہے۔ حقوق العباد، حقوق اللہ اور تمام اوصاف حمیدہ کو اپنانے سے عرب جیسی وحشی قوم دنیا کی سردار قوم بن گئی۔ آخرت کا تصور اور اس پر یقین انسان کو سدھارنے کے لیے بہترین ذریعہ ہے۔ جب ایک شخص کو پتہ ہوتا ہے کہ اس کا امتحان ہوگا اور اللہ کی نگہبانی اتنی سخت ہے کہ دھوکہ دہی چیٹنگ کا کوئی امکان ہی نہیں تو پھر کون ایسا بے وقوف ہے کہ جو اعمال و کردار اور اعتقادات میں کمی بیشی کرے گا۔ پھر امتحان کے بعد رزلٹ بھی یقینی اور بالکل انصاف کے ساتھ دیا جائے گا۔ مسلمان کو معلوم ہے کہ پکے اور سچے مسلمان کو جنت الفردوس میں جگہ ملے گی مرنے کے بعد زندگی اس کے اعمال کے مطابق ملے گی۔ کفر و شرک کرنے والے کو دوزخ میں جگہ ملے گی جہاں پینے کو پیپ، کھانے کو تھوہر (برا کھانا) اور رہنے کو آگ کا بدترین ٹھکانا ملے گا۔ یہ سب انسان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوگا۔ اچھے اعمال اپنے ہی کام آتے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بندے کے اعمال کا اللہ کو نہ کوئی نقصان ہوتا ہے اور نہ فائدہ۔ اللہ کے قوانین پر عمل کر کے مسلمان بہترین قوم بن گئی۔ مگر پھر آہستہ آہستہ مسلمانوں نے دین میں سستی شروع کر دی اور پھر جب اٹھارھویں صدی کے وسط میں بنگال میں انگریز حکومت قائم ہوئی تو انہوں نے بھی مسلمانوں کے کردار کی تعریف میں یوں کہا کہ مسلمان چوری نہیں کرتا، جھوٹ نہیں بولتا اور جھوٹی گواہی نہیں دیتا۔ یعنی مرمٹنے کے بعد بھی کچھ اخلاقی اچھائیاں مسلمان میں موجود رہیں، جن کو انگریزوں نے ختم کرنے کے لیے ہر طریقہ استعمال کیا۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور آخرت پر اعتقاد ہمارے قانون، معاشی نظام، تہذیب وتمدن اسلامی تعلیمات کو ہر صورت ختم کرنے کی کوشش کی گئی اور یوں مسلمان شیطان کی حکومت میں آ کر اپنی تمام خوبیوں کو بدیوں میں بدل بیٹھا اور اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ قیامت کے دن کوئی بھی سفارش اور کوئی بھی لیڈر کام نہ آئے گا۔ صرف اپنا اعمال نامہ اپنا عقیدہ اور اپنا ایمان ہی کام آئے گا۔ جبکہ کفر و شرک اور برے اعمال کو اللہ تعالیٰ نے راکھ سے تشبیہ دی ہے کہ ہوا کے جھونکے سے اڑ جاتی ہے اور اس کا مالک بالکل خالی ہاتھ رہ جاتا ہے۔ قرآن پاک میں اکثر بات کی وضاحت مثال دے کر کی جاتی ہے تاکہ انسان کو سمجھنے میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ یہ تو تمام دنیا کے لیے اور دنیا کے ختم ہونے تک کے لیے راہ ہدایت کا سرچشمہ قرآن پاک انسان کو دیا گیا ہے۔ اگلی آیات میں قرآنی تعلیمات کو مزید مثال دے کر سمجھایا گیا ہے۔

اچھے کلمے اور برے کلمے کی مثال

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿24﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ

الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿25﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ
اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿26﴾ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ
وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿27﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا
قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿28﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۭ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿29﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا
لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿30﴾

ترجمہ: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاک کلمے کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے وہ ایسی ہے جیسے پاکیزہ درخت، جس کی جڑ مضبوط (زمین کو پکڑے ہوئے ہو) اور شاخیں آسمان میں ہوں۔(24) اپنے رب کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا اور میوے دیتا ہو۔ اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔(25) اور ناپاک کلمے کی مثال ناپاک درخت کی سی ہے (نہ جڑ مضبوط اور نہ شاخیں بلند) زمین کے اوپر ہی سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے اور وہ ہرگز مضبوط نہیں ہوتا۔(26) اللہ مومنوں کے دلوں کو ٹھیک اور پکی بات سے دنیا کی زندگی میں بھی مضبوط رکھتا ہے، اور آخرت میں بھی رکھے گا۔ اللہ بے انصافوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔(27) کیا تم نے ان کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کے احسان کو ناشکری میں بدل دیا۔ اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر اتارا۔(28) وہ گھر دوزخ ہے، سب ناشکرے اس میں داخل ہوں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔(29) اور ان لوگوں نے اللہ کے شریک مقرر کیے کہ لوگوں کو اس کے راستے سے گمراہ کریں کہہ دو کہ چند روز فائدے اٹھالو، آخر کار تم کو دوزخ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔(30)

تشریح: جیسا اللہ کا کلام خوبصورت، فائدہ مند اور مکمل ہے اسی طرح اس کی دی ہوئی مثالیں بھی مقصد کو سمجھانے کے لیے انتہائی بہترین ہیں۔ اچھی بات صرف کہنے والے کے لیے ہی فائدہ مند نہیں ہوتی بلکہ اس کے اثرات بھی بڑے گہرے اور نہ ختم ہونے والے اور ہر سننے والے کے لیے اتنے فائدہ مند ہوتے ہیں کہ جیسے ایک صحت مند مضبوط درخت کا سایہ اور پھل فائدہ مند ہوتا ہے۔ بے شمار لوگوں کو اس سے بے شمار اور دیر پا فائدے ملتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ رشد و ہدایت کی باتیں ہیں اور کفر و شرک کی باتوں کو اللہ نے سوکھے سڑے بدنما اور بھدے درخت سے تشبیہ دی ہے۔ جس کی نہ جڑ مضبوط نہ پھل نہ سایہ۔ قوموں کی تباہیاں ایک فرد کی وجہ سے بھی ہو جاتی ہیں جب کہ وہ ناشکری کرتا ہے۔ تباہی صرف دنیا میں ہی نہیں آخرت میں بھی ان کو آگ کا گھر ملتا ہے جو کہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ یہاں یہود و نصاریٰ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جنہوں نے ہمیشہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی اور علم سے لوگوں کو فائدہ پہنچانے کی بجائے نقصان پہنچایا۔ اس طرح کے بے شمار لوگ اس زمانہ میں بھی موجود ہیں اور آئندہ بھی موجود

رہیں گے۔نیکی وبدی تو ساتھ ساتھ چلتی ہے۔خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو دنیا کی نعمتوں سے جائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور ہر وقت اللہ کا شکرادا کرتے ہیں۔انہیں اللہ دنیا میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھے گا۔آخرت کی زندگی کا پہلا حصہ اور دور قبر ہے۔یعنی قبر میں جب میت سے فرشتے سوال کرتے ہیں تو مومن وہاں بھی ثابت قدم رہے گا۔

صالح اعمال اور اللہ کے احسانات

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً
مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿31﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ
لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿32﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿33﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا
سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿34﴾ ع 7 17

ترجمہ: (اے پیغمبر ﷺ!) میرے مومن بندوں سے کہہ دو کہ نماز پڑھا کریں اور اس دن کے آنے سے پیشتر جس میں نہ اعمال کا سودا ہوگا اور نہ دوستی کام آئے گی ہمارے دیے ہوئے مال میں سے در پردہ اور ظاہر خرچ کرتے رہیں۔(31) اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا،اور آسمان سے مینہ برسایا،پھر اس سے تمہارے کھانے کے لیے پھل پیدا کیے،کشتیوں اور جہازوں کو تمہارے زیر فرمان کیا،تاکہ دریا اور سمندر میں اس کے حکم سے چلیں اور نہروں کو بھی تمہارے زیر فرمان کیا۔(32) سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگا دیا کہ دونوں دن رات ایک دستور پر چل رہے ہیں۔رات اور دن کو بھی تمہاری خدمت میں لگا دیا۔(33) اور جو کچھ تم نے مانگا سب میں سے تم کو عنایت کیا اور اگر اللہ کے احسان گننے لگو تو شمار نہ کر سکو (مگر لوگ نعمتوں کا شکر نہیں کرتے) یقینا انسان بڑا بے انصاف اور ناشکرا ہے۔(34)

تشریح: یہ آیات مومن بندوں کو اس کی حیثیت، فرائض، اللہ کی وحدانیت، اس کے احسانات جو انسان پر کیے گئے اور تمام کائنات کا نقشہ بڑے ہی بہترین، جامع اور مختصر انداز میں بیان کر رہی ہیں۔مخاطب پیارے رسول ﷺ کو کیا گیا ہے کہ ایمان لانے والے بندوں کو بتا دو کہ وہ اشرف المخلوقات ہیں اور زمین میں ان کو اللہ کا نائب بنا کر بھیجا گیا ہے۔اللہ جو مالک کائنات اور مالک روز جزا، منصف (انصاف کرنے والا) رحیم وجبار، سمیع وبصیر، غفور الرحیم اور ناظم اعلیٰ بادشاہوں کا بادشاہ ہے، ایسے عظیم

الشان رب العلمین کا نائب یا خلیفہ ہونا کوئی معمولی بات نہیں، اس لیے انسان کو اپنے مالک کو پہچان کر اپنی پہچان بھی کر لینی چاہیے، سب سے پہلے تو ان فرائض کو خوش دلی سے پورا کرے جو اس کو اللہ کی طرف سے بتائے گئے ہیں مثلاً نماز قائم کرنا، صدقہ و خیرات کرنا۔ (ان کے بارے میں بڑے تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے) پھر اس کی توجہ ان تمام احسانات کی طرف کروائی گئی ہے جو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس پر کیے ہیں۔ وہ اتنے بے شمار اور بے مثال ہیں کہ اگر ان کو گنا جائے تو انسان گن نہ سکے۔ تو پھر انسان کو کیا مشکل ہے کہ اس قدر مہربان اور عظیم الشان رب العلمین کے دیے ہوئے احکامات کو پورا کرتے ہوئے اس کا شکر ادا نہ کرے اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کو بجا طور پر استعمال نہ کرے اور ان سے پورا پورا فائدہ نہ اٹھائے۔ انسان کا فرض ہے کہ اپنی نیابت الٰہی (اللہ کا نائب ہونا) کو سامنے رکھتے ہوئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پوری تن دہی سے پورا کرے تاکہ آخرت میں بلند درجات حاصل کر سکے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ بن جائے اللہ کا نائب اور زندگی گزارے شیطان کی فرمانبرداری میں۔ اگر ایسا کرے گا تو خود اپنا ہی نقصان کرے گا اس سے نہ تو اللہ کو کوئی نقصان ہوگا اور نہ ہی کائنات کو کوئی فرق پڑے گا۔ کیونکہ انسان کو کائنات اور اس کی ہر چیز کی ضرورت ہے۔ کائنات کو قائم رہنے کے لیے انسان کی ضرورت نہیں بلکہ کائنات کا نظام تو انتہائی منظم اور بہترین طریقہ سے اللہ تعالیٰ نے ترتیب دے رکھا ہے کہ انسان کو صدیاں گزر گئیں اس کو سمجھنے میں اور ابھی تک حرف الف۔ ب۔ ہی سمجھ سکا ہے۔ اور جو سیکھ سمجھ سکا ہے وہ بھی اتنا بے شمار ہے کہ گنتی میں لانا مشکل ہے۔

کل کائنات اور اللہ کے تمام احسانات کا تو کوئی حساب ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ناانصاف اور ناشکرا کہا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ انصاف سے کام نہیں لیتا کیونکہ اکثر لوگ مصیبت اور پریشانی میں اللہ کی دی ہوئی باقی تمام نعمتوں کو بھول کر موجودہ پریشانی یا مصیبت پر واویلا کرنے لگتے ہیں بجائے یہ سوچنے کے کہ اگر وقتی طور پر کوئی پریشانی آ گئی ہے تو کوئی بات نہیں اللہ کی طرف سے آئی ہے ضرور اس میں بھی کوئی مصلحت ہوگی بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو آزمانے کے لیے بھی مشکلات میں ڈال دیتا ہے۔ تاکہ اس کے خلوص کو آزمائے اور باقی تمام ملی ہوئی نعمتوں کو یاد کر کے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ادا کرے وہ اللہ سے گلے شکوے کرنے لگتے ہیں۔ جب کہ مخلص مومن کی صفت ہے صَبَّارٌ اور شَكُوْرٌ یعنی صبر کرنے والا اور شکر کرنے والا کیونکہ پکا مسلمان مصیبت پر صبر اور راحت پر شکر ادا کرتا ہے مگر اکثر لوگ ایسا نہیں کرتے۔

جہاں بہترین زندگی گزارنے کے اور بہت سے اصول مسلمان کو قرآن پاک میں سکھائے گئے ہیں وہاں یہ بھی ایک بہت بڑا اصول بتایا گیا ہے کہ صبر اور شکر ہماری زندگیوں کو آسان اور پرسکون بناتے ہیں۔

''مصیبت پر صبر کرنا عبادت ہے۔'' (نسائی)

ایک اور جگہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''جو پریشان ہوا اس نے گویا صبر نہیں کیا۔'' (مسلمان کو چاہیے کہ دنیاوی امور میں ہراساں نہ ہو اور اللہ پر توکل رکھے)۔ (ابن عساکر)

جدالانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ
الْاَصْنَامَ ﴿35﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ
وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿36﴾ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ
زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ
تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿37﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا
نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى عَلَي اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ﴿38﴾
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَي الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ
الدُّعَاۗءِ ﴿39﴾ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ڰ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاۗءِ ﴿40﴾ رَبَّنَا
ع 7 11 19 اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿41﴾

ترجمہ: اور جب ابراہیم نے دعا کی کہ میرے رب! اس شہر کو لوگوں کے لیے امن کی جگہ بنا دے مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے کہ بتوں کی پرستش کرنے لگیں بچائے رکھ۔(35) (اور جب ابراہیم نے دعا کی کہ) اے میرے رب! انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے، سو جس شخص نے میرا کہا مانا وہ میرا ہے، اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو بخشنے والا مہربان ہے۔(36) اے میرے رب! میں نے اپنی اولاد (میدان مکہ میں) جہاں کھیتی نہیں ہوتی تیرے عزت وادب والے گھر کے پاس لا بسائی ہے، اے میرے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ ان کی طرف جھکے رہیں اور ان کو میووں سے روزی دے تاکہ تیرا شکر کریں۔(37) اے اللہ! جو بات ہم چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں تو سب جانتا ہے اور اللہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، نہ زمین میں اور نہ آسمان میں۔(38) اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے بڑی عمر میں اسمٰعیل اور اسحٰق بخشے۔ بے شک میرا رب دعاؤں کا سننے والا ہے۔(39) اے اللہ! مجھے ایسی توفیق دے کہ نماز قائم کرتا رہوں اور میری اولاد کو بھی یہ توفیق بخش، اے رب العلمین! میری دعا قبول فرما۔(40) اے اللہ! حساب کتاب کے دن مجھے اور میرے ماں باپ کو اور مومنوں کو بخش دینا۔(41)

تشریح: حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور اپنی بیوی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو اللہ کے حکم سے وادی فاران کے ایک چٹیل میدان میں چھوڑ آئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر یہاں اس لیے کیا جا رہا ہے کیونکہ پچھلی آیات میں شرک کی مذمت اور توحید کی تعریف کا بیان تھا تو یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام حنیف کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ آپ کو حنیف کا لقب ملا

۔حنیف، یعنی یکسو ہو کر عبادت کرنے والا صرف اور صرف اللہ سے لو لگا کر اسی کی عبادت کرنے والا۔ کیونکہ آپ نے توحید کے سبق کو سب سے زیادہ محنت اور کامیابی سے پھیلایا، اس لیے دین ابراہیمی کو دین حنیف کہا گیا ہے۔ آپ کو نبیوں میں یہ رتبہ بڑی مشقت اور آزمائشوں سے گزرنے کے بعد ملا تھا۔ جیسا کہ آپ کے بارے میں پہلے بھی بڑی تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔

آپ کی بہت بڑی آزمائشوں میں سے ایک بڑی آزمائش یہ ہے کہ آپ نے اپنے بچے اور بیوی کو بیابان میں چھوڑ دیا صرف اللہ کے سہارے۔ اور اللہ سے ان کی اور تمام مسلمانوں کی اور شہر مکہ کے لیے دعائیں کی۔ دعا تو سب انسان ہی مانگتے ہیں مگر پیغمبروں کے دعا کرنے کا انداز اور سلیقے میں فرق ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے دعا کی۔ آپ کی دعا کے دو جز ہیں ایک یہ کہ مکہ کو مکمل امن و سکون کی جگہ بنا دے اور دوسرے یہ کہ میری تمام اولاد کو بت پرستی سے ہمیشہ کے لیے دور رکھنا۔ یہ دونوں ہی باتیں انسانی زندگی کی نجات کا ذریعہ ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی کیونکہ جب تک دل و دماغ کو اور روح کو امن و سکون حاصل نہ ہو دنیاوی مال و دولت سکون کا باعث نہیں بن سکتے۔ انہوں نے اولاد کے لیے ایمان اور امن و سکون کی دعا کی۔ معلوم ہوا کہ باپ کے فرائض میں اولاد کی اصلاح بھی شامل ہے۔ پھر دعا کرتے ہیں کہ میں نے اپنی پوری آل اولاد کو بت پرستی سے دور رہنے کی سخت تاکید کر دی ہے۔ تو اب جو میری راہ اختیار کریں گے، یعنی توحید پر قائم رہیں گے وہ تو میرے ہوں گے اور جو اس راہ سے ہٹ کر کفر و شرک اور بت پرستی اختیار کریں گے تو پھر وہ ہم میں سے نہ ہوں گے۔ تو ایسے لوگوں کے لیے آپ دعا کرتے ہیں کہ ''جو میرا کہلا کر میرے راستے سے ہٹ گیا وہ گمراہ ہو گیا، اس کا معاملہ تیرے ساتھ ہے تو ہی ان سب کا والی ہے تو رب ہے اور تیری صفت غفور رحیم ہے۔ تیسری دعا آپ یہ کرتے ہیں کہ اے الہ العلمین میں نے اپنی اولاد کو تیرے سہارے خانہ کعبہ کے پاس ویران صحرا میں اس لیے چھوڑ دیا ہے کہ وہاں نماز قائم کریں۔ اب آپ ہی لوگوں کی توجہ اس جگہ کی طرف کروائیں یعنی آبادی کے سامان کر دیں اور ان کے کھانے پینے کے لیے بہترین اسباب پیدا کر دیں۔ تاکہ یہ لوگ امن و سکون سے رہیں اور آپ کے شکر گزار بندے بن کر پاکیزہ زندگیاں گزاریں۔ اللہ کے ہر کام اور ہر حکم میں حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ آپ کی آزمائش کے علاوہ دوسری حکمت خانہ کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کروانا مقصود تھی کیونکہ بیت اللہ طوفان نوح میں بے نشان ہو گیا تھا تو اس کی دوبارہ تعمیر آپ سے کروائی۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے سورۂ بقرہ کی تفسیر میں ثابت کیا ہے کہ سب سے پہلے بیت اللہ کی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام نے کی تھی، جب ان کو زمین پر اتارا گیا۔ آپ اور آپ کی اولاد اس کا طواف کرتے تھے۔ طوفان نوح کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہی پرانی بنیادوں پر خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ پھر عرب کے جاہلیت کے زمانہ میں یہ گھر تقریباً ختم ہو گیا تھا جس کی تعمیر قریش نے دوبارہ کی۔ اس تعمیر میں ابو طالب اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے حصہ لیا۔ اور اب وہ مسجد حرام مسلمانوں کا مرکز اور ارکان اسلام میں سے ایک بڑے رکن ''حج'' کا مقام بنا ہوا ہے۔ اور یہ انعام ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے شیر خوار بچے اور بیوی کو وہاں بیابان میں چھوڑ دیا تو پھر مڑ کر ان کی طرف نہ دیکھا۔ مگر دل تو فکر اور جدائی سے بے چین تھا

تو پھر دعا فرمائی کہ یا اللہ! آپ تو ہماری ظاہری اور اندرونی ہر قسم کی پریشانی سے خوب واقف ہیں کیونکہ آپ تو علیم وخبیر ہیں۔ (جاننے والے خبر رکھنے والے) آپ کا علم تو اس قدر وسیع اور مکمل ہے کہ آپ تو آسمان وزمین کی ہر ہر چیز کا ہر وقت ہر صورت میں علم رکھتے ہیں۔ پھر دعا مانگنے کا ایک بہترین ادب اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سکھایا کہ پہلے اس کی دی گئی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیے جیسا کہ آپ نے دعا سے پہلے اپنی اس نعمت کا شکریہ ادا کیا فرماتے ہیں "شکر ہے اس ذات والا کا جس نے بڑھاپے میں مجھے نیک اولاد اسمٰعیل اور اسحٰق علیہما السلام کی صورت میں عطا کی اور پھر دعا کی کہ ہم سب کی حفاظت کرنا کیونکہ آپ دعاؤں کو سننے اور پورا کرنے والے ہیں۔ پھر دعاؤں میں مشغول ہو گئے اور فرمایا "اے اللہ! مجھے اور میری آل اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا دینا" اور پھر یہ دعا کہ "اے ہمارے رب! مجھے میری آل اولاد کو اور تمام مومنین کو قیامت کے دن بخش دینا۔"

تمام آیات کو پڑھنے کے بعد سب سے بڑا سبق یہ ملتا ہے کہ بار بار عجز وانکساری سے دعا کی جائے نعمتوں اور برکتوں کا شکر ادا کیا جائے اور اللہ کی تعریف وتسبیح کی جائے تو دعا کی قبولیت یقینی ہو جاتی ہے۔ حدیث میں دعا کی اہمیت یوں بیان کی گئی ہے۔ "دعا عبادت ہے۔" (سنن ترمذی)

ایک اور حدیث میں آتا ہے۔ "دعا مومن کا ہتھیار ہے، دین کا ستون اور آسمان وزمین کی روشنی ہے۔"

مکہ مکرمہ کی تمام رونقیں، سعادتیں، خانہ کعبہ کی برکت، آب زمزم اور مقام حج، ارکان حج یہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں اور آزمائشوں میں پورا اتر کر ایک بہترین مسلم ہونے کی یادگار میں ہی کیا جارہا ہے اور تا قیامت کیا جاتا رہے گا۔

توکل، بندگی اور فضل الٰہی طلب کرنے کا بہترین ذریعہ ہے "دعا" حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں جو اوپر بیان کی گئی ہیں یہ عالمگیر دعائیں ہیں، اور تمام دنیا کے مسلمان اپنی نمازوں میں یہ دعائیں خاص طور سے مانگتے ہیں۔ ان دعاؤں کی یہ بھی ایک بہت بڑی فضیلت ہے کہ تا قیامت یہ دعائیں پڑھی جاتی رہیں گی۔

ظالموں کو مہلت دی گئی ہے

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿42﴾

ترجمہ: اور مومنو! مت خیال کرنا کہ یہ ظالم جو عمل کر رہے ہیں اللہ ان سے بے خبر ہے، وہ ان کو اس دن تک مہلت دے رہا ہے جب کہ دہشت کے سبب آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ (42)

تشریح: سورۂ ابراہیم علیہ السلام کا آخری رکوع ان لوگوں کے بارے میں ہے جو اللہ سے غافل کفر وشرک کی غلاظت میں پھنسے ہوئے ہیں ان کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ اس عمل سے وہ اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں کیونکہ ان کا خیال ہے کہ بس یہی زندگی ہے ان کو یہ

معلوم نہیں کہ یہ زندگی تو صرف ایک مہلت کا زمانہ ہے جو اللہ نے ان کو دے رکھا ہے ان کو یہ احساس ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو پوری طرح دیکھ رہا ہے اور جب وہ دن، یعنی قیامت کا دن آئے گا تو اس وقت دہشت اور حیرانگی سے ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ اور وہ کچھ نہ کر سکیں گے کیونکہ مہلت کا وقت ختم ہو چکا ہوگا۔ اگلی آیات میں قیامت کا نقشہ بڑے ہولناک انداز میں کھینچا گیا ہے۔ تاکہ لوگ ہوشیار ہو جائیں اور نیکی کی راہ اختیار کریں۔

قیامت کے دن لوگوں کا حال

مُهۡطِعِيۡنَ مُقۡنِعِىۡ رُءُوۡسِهِمۡ لَا يَرۡتَدُّ اِلَيۡهِمۡ طَرۡفُهُمۡ‌ ۚ وَاَفۡـِٕدَتُهُمۡ هَوَآءٌ ؕ‏ ﴿۴۳﴾

ترجمہ: اور لوگ سر اٹھائے ہوئے (میدان قیامت کی طرف) دوڑ رہے ہوں گے، ان کی نگاہیں ان کی طرف لوٹ نہ سکیں گی اور ان کے دل مارے خوف کے ہوا ہو رہے ہوں گے۔ (43)

تشریح: اس آیت میں قیامت کے دن کی سختی بیان کی گئی ہے۔ مسلمان اور نیکو کار لوگ بھی دہشت زدہ ہوں گے مگر اس قدر نہیں کہ جس قدر منکرین دین خوف زدہ ہوں گے کیونکہ ان کے لیے یہ سب حالات بالکل اچانک ہوں گے۔ ان کا حال اللہ نے قرآن پاک میں اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ کفار لوگ بے تحاشہ بھاگتے چلے جائیں گے صرف آگے دیکھیں گے پیچھے نہ دیکھیں گے دہشت اور خوف سے ان کے دل دہل رہے ہوں گے اور ان کو کچھ بھی سوجھ نہ رہا ہوگا کہ وہ دائیں بائیں دیکھیں، بس ٹکٹکی لگائے دوڑے چلے جائیں گے۔ انہی لوگوں کے بارے میں اگلی آیات میں اور بھی وضاحت کی جا رہی ہے۔

قیامت کا منظر اور مجرموں کا انجام

وَاَنۡذِرِ النَّاسَ يَوۡمَ يَاۡتِيۡهِمُ الۡعَذَابُ فَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا رَبَّنَاۤ اَخِّرۡنَاۤ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيۡبٍۙ نُّجِبۡ دَعۡوَتَكَ وَنَـتَّبِعِ الرُّسُلَ‌ؕ اَوَلَمۡ تَكُوۡنُوۡۤا اَقۡسَمۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ مَا لَـكُمۡ مِّنۡ زَوَالٍۙ‏ ﴿۴۴﴾ وَّسَكَنۡتُمۡ فِىۡ مَسٰكِنِ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَتَبَيَّنَ لَـكُمۡ كَيۡفَ فَعَلۡنَا بِهِمۡ وَضَرَبۡنَا لَـكُمُ الۡاَمۡثَالَ‏ ﴿۴۵﴾ وَقَدۡ مَكَرُوۡا مَكۡرَهُمۡ وَعِنۡدَ اللّٰهِ مَكۡرُهُمۡؕ وَاِنۡ كَانَ مَكۡرُهُمۡ لِتَزُوۡلَ مِنۡهُ الۡجِبَالُ‏ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰهَ مُخۡلِفَ وَعۡدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ ذُوۡ انْتِقَامٍؕ‏ ﴿۴۷﴾ يَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ غَيۡرَ الۡاَرۡضِ وَالسَّمٰوٰتُ‌ وَبَرَزُوۡا لِلّٰهِ الۡوَاحِدِ الۡقَهَّارِ‏ ﴿۴۸﴾ وَتَرَى الۡمُجۡرِمِيۡنَ يَوۡمَئِذٍ

مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿49﴾ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿50﴾
لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿51﴾ هٰذَا بَلٰغٌ
ع 7 11 19 لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿52﴾

اورلوگوں کواس دن سے آگاہ کردو جب ان پرعذاب آجائے گا۔تب ظالم لوگ کہیں گے ''اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑی مدت مہلت کی عطا کردے، تاکہ تیری دعوت (توحید) قبول کرلیں، اور(تیرے) پیغمبروں کے پیچھے چلیں (توجواب ملے گا) کیاتم پہلے قسمیں نہیں کھایا کرتے تھے کہ تم کو (اس حال سے جس میں تم) ہوزوال (اور قیامت کواعمال کا حساب) نہیں ہوگا۔(44) اور جولوگ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے، تم ان کے مکانوں میں رہتے تھے، اورتم پر ظاہر ہو چکا تھا کہ ہم نے ان لوگوں کے ساتھ کس طرح کا معاملہ کیا تھا، اورتمہارے (سمجھانے کے) لیے مثالیں بیان کر دی تھیں۔(45) اورانہوں نے بڑی بڑی تدبیریں کیں اوران کی سب تدبیریں اللہ کے ہاں لکھی ہوئی ہیں، گووہ تدبیریں ایسی غضب کی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جائیں۔(46) تو ایسا خیال نہ کرنا کہ اللہ نے جو اپنے پیغمبروں سے وعدہ کیا ہے اس کے خلاف کرے گا۔ بے شک اللہ زبردست بدلہ لینے والا ہے۔(47) جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی بدل دیے جائیں گے اورلوگ زبردست اکیلے اللہ کے سامنے نکل کھڑے ہوں گے۔(48) اور اس دن آپ گنہگاروں کو دیکھیں گے کہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔(49) ان کے کرتے گندھک کے ہوں گے اوران کے مونہوں کوآگ لپٹ رہی ہوگی۔(50) یہ اس لیے کہ اللہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا، بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔(51) یہ قرآن لوگوں کے نام اللہ کا پیغام ہے تاکہ ان کو اللہ سے ڈرایا جائے اورتاکہ وہ جان لیں کہ وہی اکیلا معبود ہے، اورتاکہ اہل عقل نصیحت پکڑیں۔(52)

تشریح: یہ ایک سچی اور پکی حقیقت ہے اور بہت بڑا راز ہے جوقرآن پاک کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو بتایا ہے اور قرآن پاک حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا گیا۔کوئی شخص یہ کہہ کر بری نہ کیا جائے گا کہ مجھے تو پتہ ہی نہ چلا کہ توحید کیا ہے آخرت کیا ہے؟ کیونکہ توحید کی تعلیم اورآخرت کی خبر ہر زمانے میں شروع دنیا سے ہی رسولوں کے ذریعہ دی جاتی رہی ہے۔ ہر زمانے کی عقل و فہم کے مطابق لوگوں کوتعلیم دی جاتی رہی ہے۔حتیٰ کہ آخری زمانہ میں جب کہ لوگوں کی عقل وفہم نسبتاً مضبوط اور معقول ہو چکی تھی تو نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ کو ہادی اور رہبر انسانیت بنا کر بھیجا گیا جس میں ''دنیا وآخرت کا ذکر ایک سو پندرہ دفعہ کیا گیا ہے۔ زندگی اورموت کا ذکر ایک سو پینتالیس دفعہ آیا ہے۔'' یہ دریافت ڈاکٹر طارق السوادن SwaidonAlTariq.Dr کی ہے۔

پھر بار بار پچھلی قوموں کے حالات اور انجام کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ ان سے عبرت حاصل کریں اور اللہ پر ایمان لے آئیں۔گزری ہوئی قوموں کے تباہ شدہ گھروں اور وادیوں میں خود یہ لوگ رہ رہے ہیں پھر بھی ان کو سمجھ نہیں آتی کہ نیکی اختیار کریں اور دنیا وآخرت کے عذاب سے بچیں۔افسوس ہے ان لوگوں پر جو عقل سمجھ رکھتے ہوئے بھی اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر

نیکی اختیار نہیں کرتے اللہ پر ایمان نہیں لاتے تو ایسے ہی لوگوں کو ظالم کہا گیا ہے۔ مگر ان کا ظلم خود ان کے لیے اپنے اوپر ہو رہا ہے اور قیامت کے دن بھی بڑا سخت عذاب دیا جائے گا۔ جس کا تھوڑا سا نقشہ اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں کھینچ رہے ہیں:

''اور اس دن آپ گنہگاروں کو دیکھیں گے کہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔'' (سورۂ ابراہیم آیت:49)

آیت 50 میں فرمایا: ''ان کے کرتے گندھک جس کی خاصیت ہے کہ فوراً آگ پکڑتی ہے کے ہوں گے اور ان کے مونہوں کو آگ لپیٹ رہی ہوگی۔''

یہ فرمان اور یہ خبر قرآن پاک میں اللہ بزرگ و برتر کی دی ہوئی ہے جو ضرور ہوگی اور جو بالکل اٹل اور ضروری ہے۔ جب چاہے گا اپنے مقرر کیے ہوئے پروگرام کے مطابق قیامت کا حکم دے گا اور قیامت آ جائے گی اور تب ''یہ زمین اور آسمان دوسری زمین اور دوسرے آسمان سے بدل دی جائے گی اور لوگ زبردست اللہ کے سامنے نکل کھڑے ہوں گے۔'' (سورۂ ابراہیم آیت 48)

ویسے تو قرآن کا بتا دینا ہمارے لیے کافی ہے مگر اب تو سائنس نے بھی اس حقیقت کو ثابت کر دیا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی۔ دوبارہ زندہ ضرور کیے جائیں گے، اس لیے وقت ہے کہ دنیا سنوار لیں اور آخرت کما لیں۔

اس موضوع پر ڈاکٹر دلدار احمد قادری صاحب (جو کہ نہ صرف مستند سائنس دان ہیں بلکہ قرآن و حدیث سے بھی پوری طرح واقفیت رکھتے ہیں) اپنی کتاب ''کائنات قرآن اور سائنس'' میں بڑے خوبصورت انداز میں لکھتے ہیں۔

''یہاں ہمارا موضوع بحث یہ نہیں کہ انجام کائنات کے متعلق سائنس کیا کہتی ہے بلکہ ہمارا موضوع یہ ہے کہ اس بارے میں قرآن کیا کہتا ہے۔'' موصوف لکھتے ہیں ''قرآن میں کائنات کے متعلق آیات کثرت سے پوری کتاب میں بکھری ہوئی ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ کائنات کے اختتام کے متعلق آیات خاص طور سے قرآن کے آخری پاروں میں موجود ہیں، گویا قرآن کا آخر کائنات کے ساتھ خصوصی تعلق رکھتا ہے۔'' مزید لکھتے ہیں کہ ''جدید Cqsmodlogy کی دریافتیں ان تمام قرآنی آیات کے ساتھ مکمل طور پر مطابقت رکھتی ہیں جو جدید تصور کائنات کی پیدائش سے بہت پہلے چودہ سو سال قبل پیش کیے گئے تھے۔'' پھر لکھتے ہیں کہ ''سائنس دانوں کا خیال ہے کہ اگر کائنات میں کافی مقدار مادہ یا کمیت (Mass) ہوئی تو کشش ثقل کے باعث ایک مقام پر پہنچ کر کہکشاؤں کے ایک دوسرے سے دور بھاگنے کا عمل رک جائے گا اور کائنات سکڑنا شروع ہو جائے گی اور بالآخر کائنات ایک نقطے پر ڈھیر ہو جائے گی۔ اس انجام کو بگ کرنچ (CrunchBig) کہا جاتا ہے۔ خیال ہے کہ بگ کرنچ کے بعد ایک نیا بگ بینگ واقع ہوگا (جیسا کہ دنیا کے ابتدائی وجود پر بگ بینگ ہوا تھا) اور پھر ایک نئی کائنات وجود میں آئے گی جو کہ موجودہ کائنات سے بالکل مختلف بھی ہو سکتی ہے۔'' یہ سب تو سائنس کے تجربات ہیں جو کہ وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں مگر قرآن پاک میں بتائے گئے اشارات جو کائنات کے بارے میں کیے گئے ہیں ہرگز بدل نہیں سکتے، بلکہ وہ تو

اٹل ہیں۔ جیسا کہ سائنس دان نئی دنیا کی تخلیق کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر سکے۔ مگر قرآن پاک میں سورۂ ابراہیم کی آیت 48 میں بڑے ہی واضح الفاظ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی بدل دیے جائیں گے اور لوگ زبردست اللہ کے سامنے نکل کھڑے ہوں گے۔''

اس سے بڑا اور کون سا ثبوت چاہیے؟ جب انسان ان تمام حقیقتوں اور ہونے والے واقعات کو اس قدر سچائی کے ساتھ سن اور پڑھ لیتا ہے تو پھر اور کون سی ایسی بات رہ جاتی ہے کہ جو اس کو گناہوں سے دور کر سکے۔ موت کا یقین اور موت کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اللہ کے سامنے اپنے اعمال کا حساب کتاب دے کر سزا یا جزا پا لینا اور پھر وہ سزا یا جزا اس دنیا کی طرح ختم ہونے والی نہ ہوگی کیونکہ وہ زندگی ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔ ہم ہر وقت اس حقیقت کو دیکھتے رہتے ہیں کہ لوگ مر جاتے ہیں اور ان کا تمام سامان، کپڑے، زیور، روپیہ پیسہ، جائیداد بیوی اور بچے تمام عزیز و اقارب سب کچھ یہاں اس دنیا میں رہ جاتا ہے۔ صرف ایک کفن میں لپیٹ کر میت کو زمین کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ مگر اس کی روح اور اس کا اعمال نامہ (جو ہمیں دکھائی نہیں دیتا) اس میت کے ساتھ عالم برزخ میں چلا جاتا ہے۔ بس وہی اس کا مال و متاع ہوتا ہے جو اس کو آخرت کی زندگی میں عیش دلوا سکتا ہے یا عذاب دلوا سکتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ ہمیں اپنی زندگی قرآن و سنت کی روشنی میں گزارنی چاہیے۔ تاکہ مرنے کے بعد جنت میں عیش و آرام کی زندگیاں گزار سکیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے آمین۔

الحمدللہ سورۂ ابراہیم اختتام کو پہنچی۔ امید ہے اس سورت کے تمام مقاصد پڑھنے والوں پر اچھی طرح واضح ہو گئے ہوں گے۔ بتایا گیا ہے کہ دنیا اور اس کی ہر چیز انسان کے لیے بنائی گئی ہے۔ رسول پیغمبر اس کی ہدایت کے لیے بھیجے گئے تاکہ انسان گمراہ ہو کر حد سے نہ بڑھ جائے اور اپنی یہ زندگی اور آخرت کی زندگی خراب نہ کر بیٹھے۔ تو یہ سب کچھ عقلمند لوگوں کے لیے ہے۔

تعارف سورۃ الحجر

یہ پندرھویں سورت ہے اور مکی ہے اس میں ننانوے آیات چھ رکوع ہیں۔ وادیٔ قرای میں مدینہ سے شام جانے والی سڑک پر ایک بستی تھی یہاں قدیم زمانہ میں قوم ثمود آباد تھی۔ 9 ھ میں تبوک جاتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں سے گزرتے ہوئے لشکر کو یہاں سے جلدی گزر جانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں نافرمانوں پر اللہ کا عذاب نازل ہوا تھا۔ اس سورت میں خاص طور سے دو مضامین آتے ہیں۔ پہلا کفار کو تنبیہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور پھر زندگی گزارنے کے بہترین اصول اور ساتھ ہی پچھلی قوموں کے حالات سے عبرت حاصل کرنے کی نصیحت۔ اس کی پہلی آیت تیرھویں پارے میں ہے اور دوسری آیت سے چودھواں پارہ شروع ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ①

ترجمہ: الٓرٰ۔ یہ اللہ کی کتاب اور روشن قرآن کی آیتیں ہیں۔(1)

رُبَمَا

کفار کی حسرت اور امتوں کی اجل

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴿2﴾ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴿3﴾ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ﴿4﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ﴿5﴾

ترجمہ: کسی وقت کفار یہ آرزو کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔(2) (اے محمد ﷺ!) ان کو ان کے حال پر رہنے دیں کہ کھالیں اور فائدے اٹھالیں اور امیدیں انہیں غافل کیے رکھیں سو آئندہ معلوم کرلیں گے۔(3) اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہیں کی مگر اس کا وقت معین تھا۔(4) کوئی جماعت اپنی وفات کے وقت سے نہ آگے نکل سکتی ہے نہ پیچھے رہ سکتی ہے۔(5)

تشریح: آیات کو پڑھنے سے مطلب واضح ہورہا ہے۔ مزید وضاحت کے لیے حدیث سنیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا "چار چیزیں بدبختی اور بدنصیبی کی علامت ہیں، آنکھوں سے آنسو جاری نہ ہونا (اپنے گناہوں پر ندامت سے نہ رونا) اور سخت دلی، طول امل (لمبی امید) اور دنیا کی حرص۔" (قرطبی عن مسند البزار عن انس رضی اللہ عنہ)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کہ اس امت کے پہلے طبقے کی نجات ایمان کامل اور دنیا سے اغراض کی وجہ سے ہوگی اور آخری امت کے لوگ بخل اور طول امل (لمبی مدت) کی وجہ سے ہلاک ہوں گے۔ (حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب معارف القرآن)

ہر فرد کی موت کا وقت اور جگہ اللہ کے پاس لکھی ہوئی موجود ہے جو نہ ایک منٹ آگے ہوسکتی ہے نہ ایک منٹ پیچھے اس موت سے غافل ہونا سب سے بڑی حماقت اور گناہوں کی بنیاد ہے اور یہ بات قرآن پاک میں بے شمار دفعہ بیان کی جاچکی ہے مگر کفار تو نبی ﷺ کو مجنون کہتے ہیں اگلی آیات میں ملاحظہ کریں۔

کفار کا نبی ﷺ کو مجنون کہنا اور فرشتوں کے نزول کا مطالبہ

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ﴿6﴾ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴿7﴾ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ﴿8﴾ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴿9﴾

ترجمہ: اور کفار کہتے ہیں کہ اے شخص جس پر نصیحت کی کتاب نازل ہوئی ہے تو تو دیوانہ ہے۔(6) اگر تو سچا ہے تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتا۔(7) فرمادیں ہم فرشتوں کو نازل نہیں کیا کرتے مگر حق کے ساتھ اور اس وقت ان کو مہلت نہیں ملتی۔

(8) بے شک یہ نصیحت کی کتاب ہم ہی نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔(9)

تشریح: اسی مضمون کی آیات پچھلے اسباق میں بھی گزر چکی ہیں۔ مقصد صرف یہ ہے کہ کفار مکہ اور آج کل کے کفار میں کوئی خاص فرق نہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ وہ ان پڑھ جاہل اور انتہائی وحشی لوگ تھے۔ ان کو سیدھے راستے پر لانا نبی اکرم ﷺ کا ہی حوصلہ تھا۔ آجکل کے پڑھے لکھے سمجھدار لوگ بھی صرف اپنی ضد کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے، حالانکہ قرآن حکیم اتنا زبردست معجزہ ان کے سامنے ہے اسی سے سائنس اور حکمت کے بنیادی اصول لے کر بڑی بڑی سائنسی ایجادات کر رہے ہیں۔ مگر مانتے نہیں۔ قرآن میں جو کچھ حقائق بتائے گئے ہیں وہ اتنے محکم، پکے اور لازوال ہیں کہ ان کا مقابلہ کوئی بڑے سے بڑا مفکر، سائنسدان، حکیم اور عالم وفاضل بھی نہیں کر سکتا۔ سب جانتے ہیں کہ یہ قرآن چودہ سو سال پہلے نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوا۔ اس میں ایک نکتہ سے لے کر پورے قرآن تک کوئی شخص تبدیلی نہیں کر سکا اور نہ ہی کر سکے گا۔ کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود رب العلمین، علیم وکبیر اور حفیظ ونصیر نے لے رکھا ہے۔ مذکورہ آیات میں تین دفعہ ''ہم'' کا لفظ استعمال کر کے اس بات کو اور بھی مضبوط اور پکا کر دیا ہے کہ یہ کسی معمولی ہستی کی طرف سے نہیں بھیجی گئی کہ یہ غیر معیاری ہو یا کوئی بھی اس میں تبدیلی کرنے کی جرأت کر سکے۔ جس قدر آسمانی کتابیں نازل ہو چکیں ان سب کو تبدیل کر دیا گیا مگر قرآن پاک کیونکہ اللہ کی حفاظت میں ہے اس لیے یہ کبھی تبدیل نہ ہو سکے گا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ جو عظیم ہے واحد ہے، مالک کون ومکاں ہے، قادرِ مطلق ہے۔ اور پھر قرآن پاک کی ہدایت کے مطابق، آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہمارے لیے نمونہ ہے۔ کیونکہ آپ کی سیرت وکردار قرآن کی تفسیر ہے۔ آپ کی زندگی کا ہر عمل اور آپ کے فرمان کا ہر لفظ مسلمانوں کے لیے محترم، مقدس، قابل احترام اور باعث نجات ہے کیونکہ آپ کا ہر قول اور ہر فعل قرآن کے قوانین، فرامین اور ہدایات کے عین مطابق ہے۔ احادیث کا درجہ اسی لیے بے حد بلند ہے۔ شرط یہ ہے کہ وہ مستند اور قوی احادیث ہوں۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب انوار القرآن میں لکھتے ہیں کہ:

''انسانی تاریخ میں جتنی تحقیق حدیث کے فن پر کی گئی ہے، آج تک کسی اور فن پر اتنی محنت نہیں کی گئی ہے۔ یعنی دس لاکھ محدثین ہمارے سامنے موجود ہیں۔ جنہوں نے انتہائی محنت، احتیاط اور بڑی ہی چھان بین کے بعد ہمیں بہترین، صحیح اور محکم احادیث کے مجموعے عطا کیے۔''

پھر قرآن خود کہتا ہے: ''(اے نبی ﷺ!) ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل کیا تاکہ آپ لوگوں پر واضح طور پر بیان کر دیں جو ان پر نازل کیا گیا ہے۔'' (سورۃ النحل آیت: 44)

معلوم یہ ہوا کہ جو نازل کیا گیا ہے اس کے علاوہ بھی ایک ذکر، اللہ نے حضور اکرم ﷺ پر نازل کیا ہے اور یہی وہ ''الحکمت'' ہے جو قرآن پاک کی عملی تفسیر ہے، اور یہی سیرت وسنت ہے۔ خود قرآن سے ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک تو وہ

وحی جو قرآن کی شکل میں موجود ہے اور دوسرے وہ حکمت جو حضور اکرم ﷺ کے دل پر القاء (الہام) کی گئی ہے، دونوں کو ''ذکر'' کے لقب سے ملقب (کیا گیا) فرمایا ہے۔ اس لیے کہ وہ الفاظ کی بجائے حضور اکرم ﷺ کی عملی زندگی کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ قرآن مجید کے الفاظ کی بھی حفاظت کی گئی ہے جو مصحف (کتاب) کی صورت میں ہمارے ہاتھوں میں ہے اور اس کے معنی (تفسیر، سیرت النبی ﷺ) کی بھی حفاظت کی گئی ہے جو حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ اور احادیث کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔'' (انوار القرآن)

ثابت ہوگیا کہ قرآن وسنت مسلمانوں کے لیے مقدس اور ضروری ہیں دونوں کا اتباع (عمل کرنا اور پیروی کرنا) ہر مسلمان پر فرض اور ضروری ہے۔ دعا ہے اللہ ہماری مدد فرمائے اور ہمیں قرآن وسنت پر مکمل طور پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مشرکین کی حجتیں اور معجزات پر تعصب

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿10﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا
بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿11﴾ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿12﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ
خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿13﴾ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ
ع 1 15 1 يَعْرُجُوْنَ ﴿14﴾ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿15﴾

ترجمہ: اور ہم نے آپ سے پہلے لوگوں میں بھی پیغمبر بھیجے تھے۔ (10) اور ان کے پاس کوئی پیغمبر نہیں آتا تھا، مگر وہ اس کے ساتھ مذاق کرتے تھے۔ (11) اسی طرح ہم اس کو گنہگاروں کے دل میں بٹھا دیتے ہیں۔ (12) سو وہ اس پر ایمان نہیں لاتے اور پہلوں کا بھی یہی طریقہ رہا ہے۔ (13) اور اگر ہم آسمان پر کوئی دروازہ ان پر کھول دیں اور وہ اس میں چڑھنے بھی لگیں۔ (14) تو بھی یہی کہیں کہ ہماری نظر بندی کی گئی ہے، بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔ (15)

تشریح: ان آیات میں اللہ جل شانہٗ پیارے نبی ﷺ کو تسلی دے رہے ہیں کہ آپ بالکل پریشان نہ ہوں کیونکہ بدفطرت، نافرمان اور گمراہ لوگ ہمیشہ ایک ہی ذہنیت کے ہوتے ہیں یہ ہمیشہ پیغمبروں کو تنگ کرتے رہتے ہیں یہ ان کی پرانی خصلت ہے کیونکہ یہ ہدایت کی راہ اختیار کرنا ہی نہیں چاہتے اسی لیے ہم نے بھی ان کے دلوں کو گمراہی پر ہی مضبوط کر دیا ہے۔ اللہ کا بھی یہ دستور ہے کہ وہ نیک فطرت کے لیے نیکی کی راہیں اور بدفطرت کے بدی کی راہیں آسان کر دیتا ہے۔ نیک پر خوش ہو کر رحمت کرتا ہے اور بد سے ناراض ہو کر لعنت کرتا ہے، اس لیے کوئی بدکردار انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ نے تو خود کہا ہے کہ ''ہم گنہگاروں کے دل میں کفر بٹھا دیتے ہیں۔'' جس طرح ایک ماں اپنے نافرمان بچے کو نصیحت کرتے کرتے تھک جاتی ہے اور جب دیکھتی ہے کہ یہ راہ پر آنے والا نہیں تو پھر کہتی ہے ''جا جہنم میں مجھے تو پہلے ہی معلوم تھا کہ تو سدھرنے والا نہیں، اللہ نے تیرے لیے یہی لکھ دیا ہے۔'' بالکل یہی حال یہاں بھی دکھائی دیتا ہے۔

رب العلمین فرماتے ہیں کہ معجزے نیک بندوں کے لیے نہیں ہوتے وہ تو بغیر معجزے کے ہی ایمان لے آتے ہیں۔ ان ہٹ دھرم کفار کو تو آسمان میں سے دروازہ بنا کر اوپر چڑھنے کو کہیں یہ تب بھی نہ مانیں گے اور حجت بازی کریں گے یہی ان کے نصیب میں لکھا گیا ہے۔ اس لیے اے نبی ﷺ آپ اپنا کام تسلی سے کیے جائیں پچھلی قوموں کو دیکھیں وہ تو اپنے پیغمبروں کو قتل ہی کر دیتے تھے۔ یہ سب تفصیل سے پچھلے پاروں میں گزر چکا ہے۔ اگلی آیات میں رب العلمین کی عظمت، قدرت اور توحید کے بارے میں بتایا جا رہا ہے۔

ستاروں اور سیاروں کا مقصد

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿16﴾ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿17﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿18﴾

ترجمہ: اور ہم نے ہی آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لیے ان کو سجا دیا۔(16) اور ہر شیطان راندۂ درگاہ سے اسے محفوظ کر دیا۔(17) ہاں! اگر کوئی چوری سے سننا چاہے تو چمکتا ہوا انگارا اس کے پیچھے لپکتا ہے۔(18)

تشریح: ان آیات میں کائناتی ردوبدل کی طرف اشارہ ملتا ہے سب سے پہلے تو ہم برج کی وضاحت کریں گے۔ اس کی جمع بروج ہے۔ لفظی مطلب ہے عمارت کی وہ سب سے اونچی جگہ جو نمایاں دکھائی دے یہاں مراد ستاروں کے گچھے ہیں جو آسمان میں چمکتے ہوئے انتہائی خوبصورت نظر آتے ہیں اور یا پھر فضاء بسیط میں وہ خطے ہیں جن میں سے ہر خطے کو مضبوط سرحدوں نے دوسرے خطے سے محفوظ اور جدا کر رکھا ہے۔ جیسا کہ ہماری زمین کو کئی تہوں میں چاروں طرف سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ مختلف قسم کی گیسوں کے غلاف زمین کو باہر کی آفات سے محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔

جیسا کہ مشاہدات سے معلوم ہوا ہے کہ بے شمار شہاب ثاقب زمین کی طرف آتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں جو کہ تعداد میں تقریباً 10 کروڑ روزانہ زمین کی طرف آتے ہیں جو زمین پر گرنے سے پہلے ہی ملیا میٹ ہو جاتے ہیں۔ زمین کی بیرونی فضا اور خلاء کا نظام ان کو ختم کر دیتا ہے۔ ورنہ تو زمین کا باقی رہنا محال ہو جاتا۔ یہ بہترین نظام سوائے اللہ مصورِ عظیم کے اور کون کر سکتا ہے۔ شہاب مبین کا مطلب ہے روشن شعلہ۔ دوسرا مقصد جو ان آیات میں ملتا ہے بحوالہ تفہیم القرآن وہ یہ ہے کہ ”جس طرح زمین کی دوسری مخلوقات زمین کے خطے میں مقید ہے اسی طرح شیاطین بھی اسی خطے میں مقید ہیں۔ عالم بالا تک ان کی رسائی (پہنچ) نہیں۔ شیاطین کی پرواز بھی محدود ہے یہ نہیں کہ وہ جہاں تک چاہیں پرواز کر سکیں۔“

جیسا کہ قرآن پاک میں اسی سورت کی آیات نمبر 17 اور 18 میں صاف صاف بتایا گیا ہے۔

”اور ہم نے اس کو ہر شیطان مردود سے محفوظ کیا۔ ہاں! اگر کوئی چوری سے سننا چاہے تو اس کے پیچھے چمکتا ہوا انگارا لپکتا ہے۔“

مولانا محمد شفیع صاحب نے اس کا خلاصہ بڑے ہی خوبصورت الفاظ میں یوں بیان کیا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں کہ:

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ شہاب ثاقب کے متعلق جو کچھ فلاسفہ نے کہا ہے، وہ بھی قرآن کے منافی (خلاف) نہیں، اور یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ یہ شعلے براہ راست (سیدھے) بعض ستاروں سے ٹوٹ کر گرائے جاتے ہوں، مقصد قرآن دونوں صورتوں میں ثابت اور واضح ہے۔'' (از معارف القرآن)

پیر محمد کرم شاہ صاحب شہاب ثاقب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''شہاب ثاقب کے ٹکڑے مختلف عجائب خانوں میں موجود ہیں۔ سب سے بڑے ٹکڑے کا وزن تقریباً چالیس ٹن ہے یہ ٹکڑا جنوب مغربی افریقہ میں ہے اس سے کم وزن کا ایک ٹکڑا جو گرین لینڈ میں گرا تھا اس کا وزن 36/1/2 ٹن ہے اسے کمانڈر پیری وہاں سے اٹھوا کر نیویارک لے آئے۔ (انسائیکلو پیڈیا گرولیر)

مگر سائنسدانوں نے ان کو شہاب ثاقب ماننے سے انکار کر دیا، اس لیے اٹھارہ سو تین میں پیرس کے قریب ہی تین ہزار شہاب ثاقب کا مینہ برسا اور اس قدرت نے ان سائنسدانوں کا غرور توڑا۔ کیونکہ اٹھارہویں صدی میں پیرس کی سائنس اکیڈیمی نے شہاب ثاقب کا انکار کر دیا تھا۔ (انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا، جلد 15 صفحہ 341 از ضیاء القرآن جلد دوم)

یوں شہاب ثاقب کا زمین پر گرنا۔ انسان کو ہوشیار کرنے کے لیے اللہ کی قدرت کا ایک ذریعہ بنا۔ کیونکہ وہ مالک و خالق ہے جو چاہے کر دکھائے اس کے لیے کوئی بات نہ مشکل ہے نہ ناممکن ہے۔ جیسا کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ: ''بارہا ایسا بھی ہوا ہے کہ برہنہ آنکھوں نے بھی ٹوٹنے والے تاروں کی غیر معمولی بارش دیکھی۔ مثلاً یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ 13 نومبر 1833ء کو شمالی امریکہ کے مشرقی علاقے میں صرف ایک مقام پر نصف شب (آدھی رات) سے لے کر صبح تک 2 لاکھ شہاب ثاقب دیکھے گئے۔ (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔ 1946ء جلد 15۔ صفحات 337 تا 339 از تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ 501)

خزانوں کا مالک صرف اللہ ہے

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿19﴾ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿20﴾ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿21﴾ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿22﴾

ترجمہ: اور زمین کو بھی ہم ہی نے پھیلایا، اور اس میں پہاڑ بنا کر رکھ دیے اور اس میں ہر چیز اندازے سے اگائی گئی۔ (19) اور ہم ہی نے تمہارے لیے، اور ان مخلوقات کے لیے جن کو تم روزی نہیں دیتے، اس میں معاش کے سامان پیدا کر دیے۔ (20) اور ہمارے ہاں ہر چیز کے خزانے ہیں اور ہم ان کو مناسب مقدار میں اتارتے رہتے ہیں۔ (21) اور ہم ہی ہوائیں چلاتے ہیں جو بادلوں کے

پانی سے بھری ہوئی ہوتی ہیں، اور ہم ہی آسمان سے مینہ برساتے ہیں اور ہم ہی تم کو اس کا پانی پلاتے ہیں، اور تم اس کا خزانہ نہیں رکھتے۔(22)

تشریح: یہ آیات اللہ کی شان اس کی حکمت، کاریگری، طاقت، عظمت اور اس کے رازق وخالق اعظم ہونے کی بہت زبردست دلیلیں پیش کرتی ہیں۔ سبحان اللہ۔ اللہ اکبر۔ اس خالق (پیدا کرنے والا) اور المُتَکبر (بڑائی اور بزرگی والا) رحمن ورحیم کی جس قدر بندگی کریں کم ہے۔ کیونکہ اسی نے ہمیں پیدا کیا۔ رہنے کے لیے انتہائی پرآسائش زمین، کھانے کے لیے بہترین نباتات، حیوانات، پینے کے لیے بہترین پانی کے ذرائع، سانس لینے کے لیے صاف ستھری ٹھنڈی میٹھی ہوائیں، غرض کیا کچھ بیان کریں کہ اس نے اپنے بندوں کو کیسے کیسے خزانے، برکتیں اور نعمتیں عطا کر رکھی ہیں۔ کتنا شکر ادا کریں تو اس کا حق ادا نہیں کر سکتے۔

یہ سب کچھ تو ظاہری باتیں ہیں۔ یہاں انسان کے لیے ایسے ایسے سائنسی حقائق بیان کیے گئے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ جو راز آج کل انتہائی کوششوں کے بعد معلوم کیے جا رہے ہیں وہ اللہ نے ہمیں اپنی کتاب کے ذریعے ان مختصر آیات میں کس حکمت سے بتا دیے ہیں۔ مثلاً فرمایا ''ہم نے زمین کو پھیلایا ایک ڈھنگ سے اور پھر اس میں پہاڑ بنا کر رکھ دیے۔ اور اس میں ہر چیز اندازے سے اگائی گئی۔،، زمین کا پھیلانا بڑا معنی خیز ہے۔ زمین کی بناوٹ کے بارے میں پچھلے اسباق میں بڑی تفصیل سے بتایا جا چکا ہے، یعنی زمین کی ساخت، گھومنا اور جھکاؤ یہ سب موسم، ہواؤں، بادلوں، نباتات، حیوانات اور ہر مخلوق و انسان کے لیے بے حد ضروری ہے۔ یہاں یہی بات واضح کی گئی ہے کہ زمین اور زمین میں پیدا کی گئی ہر چیز میں ایک زبردست توازن ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر ہلوک نور باقی صاحب لکھتے ہیں کہ ''آج تک جو تحقیقات ہو چکی ہیں ان کے تحت پودوں، حیوانوں اور بکٹیریا (جراثیم) کے درمیان ایک متوازن عمل اور رد عمل کا سلسلہ قائم ہے۔ بکٹیریا کے ذمے یہ کام ہے کہ وہ حیوانوں سے نائٹروجن حاصل کر کے پودوں تک پہنچاتا ہے، پودے آکسیجن بناتے ہیں جو حیوانوں اور دیگر جسموں کی ضرورت ہے اور جانور کاربن ڈائی آکسائیڈ اور بکٹیریا کے توسط سے نائٹروجن کو پودوں تک پہنچاتے ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ ہوا میں آکسیجن کا بیس فیصدی کی حد تک قائم رہنا ضروری ہے۔'' مزید لکھتے ہیں ''اس طرح ایک عظیم خدائی کمپیوٹر ہی چاہیے جو پودوں کی اس تعداد کا حساب رکھے، جو چمنیوں سے نکلتے ہوئے دھوئیں اور انسانوں کے آکسیجن کے خرچ کا بھی حساب رکھے، اور پھر ہوا کے لیے بھی مناسب مقدار میں آکسیجن کی فراہمی کا انتظام کرے۔ (از قرآنی آیات اور سائنسی حقائق)

یہ سب لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ نباتات اُگنے کا حساب کتاب بارش، پانی اور ہوا زمینی ساخت کا اتنا بہترین انتظام کیا گیا ہے'' تا کہ اس میں ہر نوع کی نباتات ٹھیک نپی تلی مقدار کے ساتھ اگائیں۔'' یہ حساب کتاب وقت، زمانے اور ماحول کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ تبدیل کرتے رہتے ہیں، مثلاً آج اسے کروڑوں سال قبل نباتات اور حیوانات کا سلسلہ کچھ مختلف تھا اس وقت کی ضرورت کے مطابق، مثلاً اس وقت آکسیجن کے توازن کو بڑھانے کے لیے زمین نباتات سے ڈھکی ہوئی تھی۔ اور اس

کے بعد جیسے جیسے انسانوں کی تعداد اور ضروریات بڑھتی گئیں اسی تناسب سے جنگلات کو بچانے کے لیے رب العزت نے انسان کو کوئلہ، گیس اور تیل کے وہ خزانے عطا کر دیے کہ جو قدرتی نظام کے ذریعہ کروڑوں سالوں میں قدرت نے تیار کر رکھے تھے اور اب انسان کے حوالے کر دیے کہ اپنی ضروریات کو آسانی سے پورا کر سکے۔ اسی طرح دھاتوں کے بے شمار خزانے زمین میں دفن ہیں جن کو انسان نکال کر اپنی ضروریات پوری کرتا ہے۔ اس آیت میں پہاڑوں کا ذکر اس انداز سے کیا گیا ہے گویا یہ زمین کی مضبوطی کے لیے میخیں گاڑ دی گئی ہیں۔ ڈاکٹر ہلوک باقی صاحب بڑے پر اثر انداز سے لکھتے ہیں:

''ہمارے عظیم خالق نے زمین کی سطح کو پائیداری دینے کے لیے اس پر ایک طرح سے بڑے بڑے وزن مہیا کر دیے ہیں، یہ پہاڑوں کے سلسلوں کی صورت میں ہیں، جن کی ساخت میں پوٹاشیم، سلیکون اور بہت سی دوسری دھاتیں مرکوز کر دی گئی ہیں۔ پہاڑی سلسلوں کو زمین کی سطح پر اور سمندر کی تہوں میں ایک بے حد نازک، پیچیدہ اور صحیح اندازوں کے ساتھ بنا دیا گیا ہے بالکل ایک مادی گریویور (Gravuere) کی طرح، چنانچہ اس طریقہ سے زمین کے مرکز میں اندر کی سیمابی آگ کو قابو میں رکھا گیا ہے۔'' (از قرآنی آیات اور سائنسی حقائق)

ہواؤں کا ذکر یہاں بادلوں کے تعلق سے کیا گیا ہے، ورنہ تو ہواؤں کے فوائد بے شمار ہیں۔ ہواؤں کا وجود بھی زمینی ساخت سے بڑا گہرا تعلق رکھتا ہے۔ سادہ سا علم تو یہ ہے کہ ہر طرف سے آنے والی ہوائیں زمین کے ہر حصہ تک پہنچتی ہیں ان کا اور کاموں کے علاوہ ایک بہت خاص ضروری اور اہم کام یہ ہے کہ وہ سمندر سے اٹھنے والے صاف شفاف بخارات کو بادلوں کی شکل دے کر دنیا کے دور دراز ضرورت مند علاقوں تک پہنچا دیتی ہیں اور پھر پانی کے قطروں کو اور برف کے گرنے کو اس قدر خوبصورت شکل میں ڈھال دیتی ہیں کہ ہر قطرہ بغیر کسی نقصان پہنچائے مقررہ نظام کے تحت زمین پر یوں پرسکون اور آرام دہ طریقہ سے گرتا ہے، جیسے پیراشوٹ کے ذریعے سے اوپر سے نیچے اترتا ہو۔ پھر وہ پانی لوگوں کے پینے، جانوروں کے پینے اور زمین کی سیرابی کے لیے بڑے بڑے ذخائر کی صورت میں سٹور ہو جاتا ہے۔ کچھ سمندر میں، دریاؤں، نہروں، تالابوں، جوہڑوں اور بڑی بڑی جھیلوں میں کچھ زمین کے اندر ذخیرہ ہو جاتا ہے جو بعد میں لوگ کنویں کھود کر استعمال کرتے رہتے ہیں۔ یہ تمام طریقے پانی حاصل کرنے کے صرف اللہ کے مقرر کیے گئے حساب کتاب سے ہی انسان کو ملتا ہے یہ کوئی بڑے سے بڑا سائنسدان، عالم فاضل لوگوں کی ٹیم مل کر بھی پانی کا اتنا محکم، بہترین اور شاندار بندوبست کسی صورت نہیں کر سکتے۔ انسان کا حال تو یہ ہے کہ جب بھی کسی وجہ سے جس میں سب سے بڑی وجہ اللہ کی رضا ہے، بارش وقت پر نہ ہو یا برف باری میں تاخیر ہو جائے یا نہ ہو، تو انسان پریشان لاچار ہو کر اللہ کے آگے عاجزی سے سر جھکاتا ہے، گناہوں کی معافی مانگتا ہے بارش کے لیے نماز استسقاء پڑھتا ہے غرض اس لحاظ سے انسان کے ہاتھ بالکل خالی ہیں ہر قسم کے تمام خزانے صرف اور صرف پروردگار کے ہاتھ میں ہیں۔ وہی تمام انتظامات کرنے والا ہے اور ہر جن و بشر، کیڑے مکوڑے زمین کے اوپر رہنے والے ہوں، فضا میں اڑنے والے

ہوں یا سمندروں کی تہوں میں رہنے والے ہوں غرض ہر مخلوق کی خوراک کا بندوبست اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔اس نے سب کا رزق بڑے اندازے کے مطابق اپنے حساب کتاب سے لکھ رکھا ہے۔غرض دنیا و آسمان بلکہ کل کائنات کی تمام موجودات اللہ کے خاص طور پر مقرر کیے ہوئے اندازے کے مطابق چل رہے ہیں اگر اس میں ذرا سا فرق بھی آجائے تو کائنات کا نظام درہم برہم ہوجائے۔یہ تمام طاقت، قدرت اور کمال خالق دو جہان رب العلمین کے سوا کوئی کرسکتا ہے؟ ناممکن ہے۔

کس قدر شرک کرتے ہیں وہ لوگ جو اللہ کے مقابلے میں کسی اور کو داتا اور گنج بخش کہتے ہیں حالانکہ داتا اور گنج بخش اللہ کے علاوہ کوئی نہیں ہے، تو پھر کیوں نہ اسی مالک الملک خالق کون ومکاں کے سامنے دست بستہ حاضر ہو کر سر تسلیم خم کیا جائے وہی تو ہے جو مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے۔اس کی قدرتیں اگلی آیات میں اور بھی تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔

موت وحیات کا مالک اور مرنے کے بعد زندہ کرنیوالا

وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿23﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿24﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿25﴾ ع 2/10 2

اور ہم ہی حیات بخشتے اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہم سب کے وارث ہیں۔(23) اور جو لوگ تم میں سے پہلے گزر چکے ہیں ہم کو معلوم ہیں اور جو پیچھے آنے والے ہیں وہ بھی ہم کو معلوم ہیں۔(24) اور تمہارا پروردگار قیامت کے دن ان سب کو جمع کرے گا وہ بڑا دانا اور خبردار ہے۔(25)

تشریح: جیسا کہ پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی بہترین تخلیقات، انتظامات اور قادر مطلق ہونے کا بیان مثالوں سے واضح کیا گیا ہے اسی طرح ان آیات میں اللہ کے حکیم (حکمت و دانائی والا) اور علیم (جاننے والا) ہونے کا اعلان کیا گیا ہے یہ بہت بڑے راز ہیں جن پر انسان نہ تو قابو پاسکتا ہے اور نہ ہی ان کا کوئی علاج ان کے پاس موجود ہے۔جیسا کہ موت وحیات انسان کے بس میں نہیں۔انسان نے انسانی جسم کی بناوٹ کے تمام اجزا معلوم کر لیے ہیں، جوڑ کر بنانے کا دعویٰ بھی کر لیا ہے مگر روح کیونکہ اللہ کا حکم ہے اس لیے انسان اپنے بنائے ہوئے انسان میں جان نہیں ڈال سکتا۔انسان کتنی بھی کوشش کرلے کتنی ہی محنت کرلے روح نہیں ڈال سکتا کیونکہ زندگی دینا اللہ کے اختیار میں ہے۔رہا موت کا سلسلہ تو موت بھی رب الاعلیٰ نے اپنے ہی اختیار میں رکھی ہوئی ہے۔کوئی شخص کتنا ہی پریشان ہو بیماری کی وجہ سے دکھی اور تکلیف کی وجہ سے غمزدہ مگر وہ اپنی مرضی سے مر نہیں سکتا۔مرنے کا وقت، جگہ اور وجہ اللہ کے پاس لکھی ہوئی موجود ہے موت نہ وقت سے پہلے آئے گی نہ وقت سے بعد۔جو لوگ اللہ کے اس حکم سے ٹکراتے ہیں، یعنی خودکشی کرتے ہیں تو ان کو اس کا عذاب ضرور دیا جائے گا کیونکہ یہ حرام موت میں شامل ہے اور وہ موت جو

بظاہر وہ خود گلے لگاتا ہے دراصل وہ بھی رب العلمین کے پاس لکھی جا چکی ہوتی ہے۔ خودکشی کرنے والا خواہ مخواہ عذاب اور گناہ اپنے اعمال میں درج کروا لیتا ہے۔ یہ بڑا سخت گناہ ہے حدیث میں آتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر خودکشی کی وہ جہنم کی آگ میں ہوگا اور وہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گرتا رہے گا، اور جس نے زہر پی کر خودکشی کی تو اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہو گا اور وہ جہنم کی آگ میں اسے ہمیشہ ہمیشہ پیتا رہے گا، اور جس نے اپنے آپ کو کسی اوزار سے قتل کیا، تو اس کا وہ اوزار اس کے ہاتھ میں ہوگا، اور وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ اسے اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا۔ (صحیح بخاری)

زندگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے اور امانت بھی اس لیے جو شخص بزدلی یا کم عقلی کا ثبوت دیتے ہوئے اللہ کی دی ہوئی نعمت کو اپنے ہی ہاتھ سے ضائع کرے گا اور اللہ کی دی ہوئی امانت (زندگی) کو خیانت کر کے ختم کر دے گا تو وہ پکا مسلمان کیسے ہوسکتا ہے؟ اسی لیے اس کو جہنم کا عذاب اور دوسرا عذاب جو اس نے زندگی ختم کرنے کے لیے اپنے اوپر کیا وہ اس کو بار بار برداشت کرنا پڑے گا۔ خودکشی ہر طرح سے گھاٹے کا سودا ہے، اس لیے ہمت سے کام لے کر اللہ کی طرف سے آئی ہوئی بیماری، مصیبت اور پریشانی کو برداشت کرنا چاہیے کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے۔ جو اس میں پورا اترے، صبر سے کام لے اور اللہ کی رضا سمجھ کر شکر ادا کرتا رہے وہی مقبول الٰہی ہوتا ہے اور اس طرح اس کے کیے گئے گناہوں کو بھی اللہ معاف کر دیتا ہے۔ کیونکہ یہ سب اللہ کی حکمت کے تحت ہی ہو رہا ہوتا ہے۔ وہ تو اس قدر دانا اور علم رکھنے والا ہے کہ جس قدر لوگ دنیا سے جا چکے ہیں اور جس قدر جانے والے ہیں ان سب کو قیامت کے دن اپنے پاس اکٹھا کرے گا کیونکہ اللہ ہی تمام مخلوقات کا وارث اور مالک ہے اور پھر وہ اس قدر علم رکھتا ہے کہ ہر شخص کی نیت ارادہ اور اعمال کو وہ خوب اچھی طرح جانتا ہے جیسا کہ پچھلے اسباق میں بتایا جا چکا ہے کہ اس کام کے لیے اللہ نے اس قدر مضبوط بندوبست کر رکھا ہے۔ وہ علیم بذات الصدور ہے ہر ایک بات کو سنتا اور جانتا ہے۔ فضائی لہروں کی صورت میں، قدرتی کیمروں کے ساتھ اور فرشتوں کے ذریعے کہ سب کام خود بخود فلمایا جا رہا ہے، ٹیپ کیا جا رہا ہے۔ ہر چیز کو محفوظ اور ریکارڈ کروا کے گواہی کے لیے تیار کی جا رہی ہے، جبکہ اللہ کا یہ بندوبست اور اس کا علم تو کسی بندے بشر کے احاطہ میں نہیں آ سکتا۔ وہ ہمارے تصور، ہماری عقل اور ہمارے ادراک سے بہت بہت اور بہت ہی بلند و بالا ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ عرش پر مستوی ہے، آسمانوں پر بلند ہے لیکن پوری کائنات کو وہاں سے وہ کنٹرول کر رہا ہے۔

❁❁❁

انسان کی پیدائش اور ابلیس کی نافرمانی

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿26﴾ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿27﴾ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ

مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (28) فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ (29)
فَسَجَدَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ (30) اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ
السّٰجِدِيْنَ (31) قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ (32) قَالَ لَمْ اَكُنْ
لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (33) قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا
فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ (34) وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ (35) قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى
يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (36) قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ (37) اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (38) قَالَ
رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ (39) اِلَّا
عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (40) قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ (41) اِنَّ عِبَادِيْ
لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ (42) وَاِنَّ جَهَنَّمَ
لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ (43) لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ (44) ع 3 19 3

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا۔(26) اور جنوں کو اس سے بھی پہلے لو کی آگ سے (بغیر دھوئیں کی آگ) سے پیدا کیا تھا۔(27) اور جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ ''میں سڑے ہوئے کھنکھناتے گارے سے ایک بشر بنانے والا ہوں۔(28) جب اس کو درست (صورت انسانی) کرلوں اور اس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔(29) تب سب فرشتوں نے مل کر سجدہ کیا۔(30) مگر شیطان، کہ اس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کیا۔(31) اللہ نے فرمایا کہ ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شامل نہ ہوا۔(32) اس نے کہا کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ انسان جسے تو نے کھنکھاتے سڑے ہوئے گارے سے بنایا ہے سجدہ کروں۔ (33) اللہ نے فرمایا ''یہاں سے نکل جا تو مردود ہے۔(34) اور تجھ پر قیامت کے دن تک لعنت برسے گی۔(35) اس نے کہا کہ پروردگار مجھے اس دن تک مہلت دے جب لوگ مرنے کے بعد زندہ کیے جائیں گے۔(36) فرمایا کہ تجھے مہلت دی جاتی ہے۔(37) وقت مقرر یعنی قیامت کے دن تک۔(38) اس نے کہا کہ اے رب! جیسا تو نے مجھے راستہ سے الگ کیا ہے، میں بھی زمین میں لوگوں کے لیے گناہوں کو آراستہ کرکے دکھاؤں گا اور سب کو بہکاؤں گا۔(39) ہاں ان میں جو تیرے مخلص بندے ہیں (ان پر قابو پانا مشکل ہے۔) (40) اللہ نے فرمایا کہ مجھ تک پہنچنے کا یہی راستہ ہے۔(41) جو میرے مخلص بندے ہیں ان پر تجھے کچھ قدرت نہیں (کہ ان کو گناہ میں ڈال سکے،) ہاں! بدراہوں میں سے جو تیرے پیچھے چل پڑے۔(42) اور ان سب

کے وعدے کی جگہ جہنم ہے۔(43) اس کے سات دروازے ہیں، ہر ایک دروازے کے لیے ان میں سے جماعتیں تقسیم کر دی گئی ہیں۔(44)

تشریح: حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا قصہ اور شیطان کا ملعون ہونا سورۂ بقرہ رکوع 4، سورۂ نساء رکوع 18 اور سورۂ اعراف رکوع 2 میں بڑی وضاحت سے بیان کیا جا چکا ہے۔ یہاں سورۃ الحجر میں کیونکہ ان آیات سے پہلے تمام کائنات اور ہر چیز کے ناپ تول کا ذکر کیا گیا ہے، اس لیے یہاں انسان کی پیدائش، جسم، نفس، روح اور زندگی کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ سب بھی اللہ نے بڑے حساب کتاب اور ناپ تول سے بنائے ہیں۔ یہاں وہ تمام راز کھول کر بیان کر دیے گئے ہیں جو انسانی سائنسی تحقیقات سے بہت بلند ہیں۔ پچھلی آیات سے جو کچھ معلوم ہوا وہ تو تمام تخلیقات کے بارے میں تھا۔ یہاں خاص طور سے یہ قصہ آدم علیہ السلام اور شیطان اسی لیے دہرایا گیا ہے کہ انسان کو پیدا کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اسے تمام انسانی خصوصیات اور پھر پاکیزہ روح دی گئی تاکہ وہ نیابت الٰہی کر سکے۔ جو کہ باقی کسی مخلوق کو نہیں دی گئی۔ اس قصہ کو بیان کرنے کے تین واضح مقاصد دکھائی دیتے ہیں۔

(1) پہلا یہ کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ مگر اس کے فرائض بھی بڑے سخت ہیں۔ کیونکہ اس کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کا دشمن شیطان بھی پیدا ہو گیا۔ جو اس کو ہمیشہ راہ سے بھٹکانے کی پوری کوشش کرتا رہتا ہے۔ مگر جو انسان اپنے مقام بلند کو برقرار رکھتے ہوئے شیطان کی شرارت سے بچ کر اللہ کی راہ پر چلے گا وہی مقبول الٰہی ہوگا۔ یہی آزمائش ہے انسان کے لیے اس دنیا کی پوری زندگی میں۔

(2) دوسرا یہ کہ جنت و جہنم انسان کے اسی دنیا کے عمل پر ملیں گے۔

(3) تیسرا یہ کہ قیامت کے دن کوئی آدمی شیطان کو الزام نہ دے سکے گا کہ شیطان نے اس کو بہکایا تھا۔ کیونکہ اللہ نے ہدایت اور گمراہی کا راستہ واضح کر دیا جو شیطان کو ہی سب کچھ سمجھ لے اور اس کے بہکاوے میں آ جائے تو اس کا ذمہ دار خود انسان ہی ہوگا نہ کہ شیطان پر اس گمراہی کا الزام دیا جائے گا۔ شیطان کا تو کام ہے بہکانا اور انسان کا کام ہے اپنے آپ کو بچا کر رب کی راہ پر لگانا۔ ورنہ پھر دوزخ کی راہ پر چلنا ہوگا۔ دوزخ کا بیان تو کافی کیا جا چکا ہے یہاں دوزخ کے ان درجات کا ذکر دروازوں کی نسبت سے کیا گیا ہے۔ کیونکہ دوزخ کے بھی گناہوں کے مطابق درجات ہیں۔ یعنی دہریت، شرک، نفاق، نفس پرستی، ظلم وستم، فسق و فجور، قتل و غارتگری، غرض ہر قسم کی بدکرداری کا درجہ دوزخ میں گناہ کی نوعیت سے دیا جائے گا۔ یہ تمام راز کی باتیں اور حقیقتیں رب ذوالجلال نے بتا دی ہیں۔ ان میں شک و شبہ کی ہرگز کوئی گنجائش نہیں یہ سب ایسے ہی ہوگا، جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے پیارے نبی کے ذریعہ سے ہمیں بتا دیا ہے۔ ہم خوش نصیب ہیں اور اللہ کی یہ رحمت ہے کہ اس نے ہمیں اکثر باتیں قرآن پاک میں پہلے سے بتا دی ہیں اور ہمیں پوری طرح ہوشیار اور خبردار کر دیا ہے۔ ہمیں ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

نیکوں کے لیے خوشخبری اور بروں کے لیے ڈراوا

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّعُيُونٍ ﴿45﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿46﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ
صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿47﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا
هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿48﴾ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿49﴾ وَاَنَّ عَذَابِيْ
هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿50﴾

ترجمہ: جو متقی ہیں وہ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔(45) ان سے کہا جائے گا ان میں امن والے سلامتی سے داخل ہو جاؤ۔ (46) اور ان کے دلوں میں جو کدورت ہوگی اس کو ہم نکال کر صاف کر دیں گے وہ (گویا بھائی بھائی ہوکر) تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔(47) نہ ان کو وہاں کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔(48) (اے پیغمبر ﷺ!) میرے بندوں کو بتادو کہ میں بڑا بخشنے والا اور مہربان ہوں۔(49) اور یہ کہ میرا عذاب بھی دردناک عذاب ہے۔(50)

تشریح: ان آیات میں نیک، صالح اور متقی لوگوں کے لیے انعامات کا بیان ہے۔ متقی کی تعریف پیچھے گزر چکی ہے۔ مسلم کا مطلب ہے فرمانبردار، یعنی اسلام کے ہر حکم کی تعمیل دل وجان سے بخوشی کرنا اور یہی عبادت ہے چاہے اس حکم کا تعلق اللہ سے ہو یا بندوں سے ہو۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ مکمل اسلامی زندگی گزارنے والے آدمی کا ہر کام عبادت ہے۔ کیونکہ وہ جو بھی کرتا ہے چاہے دنیاوی کام ہوں یا کہ مذہبی کام ہوں۔ مثلاً خرید و فروخت، اٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا، لکھنا پڑھنا، اور لوگوں سے ملنا جلنا سب کچھ عبادت میں شمار ہوتا ہے۔ کتنی مزے کی بات ہے! عبادات، یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج یہ بھی عبادت میں صرف اس وقت ہی شامل ہو سکتی ہیں اور قابل قبول ہو سکتی ہیں جبکہ نیت صاف اور خالص ہو۔ ورنہ تو کوئی فائدہ نہیں۔ نیت کے خلوص سے سونا بھی عبادت میں شمار ہو جاتا ہے۔ حکیم ابونصر محمد بن فارابی انسانوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہتا ہے:

''پاکیزہ اور فطری زندگی یہ ہے کہ انسان تفکر اور تدبر سے کام لے وہ جاہلی تمدن (جہالت) کی زندگی کو ترک کر کے سعادت کی طرف لوٹ آئے صحیح تفکر اور تدبر (ٹھیک سوچ وبچار) پاکیزہ خیالات اعمال صالحہ (نیک کام) حسن اخلاق (خدمت خلقی) انسان کے دل و دماغ کو روشن کر دیتے ہیں۔ اللہ کی عظمت (بڑائی) کا اظہار۔ نماز، روزہ، تسبیح وتقدیس اور اعمال صالحہ (نیک کام) اس کی زندگی کو پاکیزہ بنا دیتے ہیں۔ خدائے بزرگ و برتر اس بندے سے خوش ہوتا ہے اور موت کے بعد وہ عظیم الشان صلہ (بدلہ) کا مستحق ہوتا ہے۔'' از مسلمان سائنس دان اور ان کی خدمات مصنف ابراہیم عمادی ندوی

جنت کا جو تصور اوپر آیات میں بیان کیا گیا ہے وہ بہترین زندگی کا تصور ہے۔ اور اس کا مالک ہونا آسان کام نہیں اللہ کا ڈر، خوف اور محبت ہی ہمیں جنت کا وارث بنا سکتی ہے۔ بے شک اللہ جل شانہٗ غفور رحیم ہے (معاف کرنے والا رحم کرنے والا)

مگر نافرمان کو سزا بھی بڑی سخت دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو رب العلمین نے پیغمبر آخر الزمان بنا کر بھیجا تو آپ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ لوگوں کو گناہ اور ثواب کا، رحمت اور عذاب کا فرق سمجھانے کے لیے انعام کے حق دار حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ اور غضب کے حق دار قوم لوط اور ثمود کا قصہ سنا دیجیے۔ تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں نیکی اختیار کریں اور گناہوں سے بچیں۔ اگلی آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اور قوم لوط، ثمود کا ذکر مختصر بیان کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ تفصیلاً تو پہلے گزر چکا ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی خوشخبری، قوم لوط کا ذکر بد، ثمودیوں پر عذاب

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿51﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ
وَجِلُوْنَ ﴿52﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿53﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى
اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿54﴾ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ
الْقٰنِطِيْنَ ﴿55﴾ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿56﴾ قَالَ فَمَا
خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿57﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿58﴾ اِلَّآ اٰلَ
لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿59﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿60﴾
فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿61﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿62﴾ قَالُوْا بَلْ
جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿63﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿64﴾ فَاَسْرِ
بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا
حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿65﴾ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ
مُّصْبِحِيْنَ ﴿66﴾ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿67﴾ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا
تَفْضَحُوْنِ ﴿68﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿69﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿70﴾
قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿71﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿72﴾
فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿73﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ

حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿74﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿75﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ
مُّقِيْمٍ ﴿76﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿77﴾ وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿78﴾
فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿79﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ
الْمُرْسَلِيْنَ ﴿80﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿81﴾ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ
الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿82﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿83﴾ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا
كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿84﴾

ترجمہ: اور ان کو ابراہیم کے مہمانوں کا حال سنا دو۔ (51) جب وہ (فرشتے) ابراہیم کے پاس آئے تو سلام کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم کو تو تم سے ڈر لگتا ہے۔ (52) انہوں نے کہا ڈریں نہیں! ہم آپ کو ایک دانش مند لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ (53) وہ بولے جب میں بوڑھا ہو چکا تو تم مجھے خوشخبری دیتے ہو۔ (54) وہ بولے ہم آپ کو سچی خوشخبری دیتے ہیں آپ مایوس نہ ہوں۔ (55) (ابراہیم نے) کہا اللہ کی رحمت سے میں مایوس کیوں ہونے لگا اس سے مایوس ہونا گمراہوں کا کام ہے۔ (56) پھر کہنے لگے فرشتو! تمہیں اور کیا کام ہے؟ (57) انہوں نے کہا ہم ایک گنہگار قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں کہ اس کو عذاب دیں۔ (58) مگر لوط کے گھر والے کہ ان سب کو ہم بچا لیں گے۔ (59) البتہ ان کی بیوی کہ اس کے لیے ہم نے ٹھہرا دیا ہے کہ وہ پیچھے رہ جائے گی۔ (60) پھر جب فرشتے لوط کے گھر گئے۔ (61) تو لوط نے کہا تم تو نا آشنا (غیر) سے لوگ ہو۔ (62) وہ بولے نہیں بلکہ ہم آپ کے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جس میں لوگ شک کرتے تھے۔ (63) اور ہم آپ کے پاس یقینی بات لے کر آئے ہیں اور ہم سچ کہتے ہیں۔ (64) تو آپ کچھ رات رہے سے (پچھلی رات) اپنے گھر والوں کو لے نکلیں اور خود ان کے پیچھے چلیں اور آپ میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے اور جہاں آپ کو حکم ہو وہاں چلے جائیں۔ (65) اور ہم نے لوط کی طرف وحی بھیجی کہ ان لوگوں کی جڑ صبح ہوتے ہوتے کاٹ دی جائے گی۔ (66) اور اہل شہر لوط کے پاس خوش خوش دوڑتے ہوئے آئے۔ (67) لوط نے کہا یہ میرے مہمان ہیں کہیں ان کے بارے میں مجھے رسوا نہ کرنا۔ (68) اللہ سے ڈرو اور میری بے آبروئی نہ کرنا۔ (69) وہ بولے ہم نے تم کو سارے جہان کی حمایت سے منع نہیں کیا۔ (70) انہوں نے کہا اگر تمہیں کرنا ہی ہے تو یہ میری قوم کی لڑکیاں ہیں ان سے شادی کر لو۔ (71) (اے نبی ﷺ!) آپ کی جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش ہو رہے تھے۔ (72) سو ان کو سورج نکلتے نکلتے چنگھاڑ نے آ پکڑا۔ (73) اور ہم نے اس شہر کو الٹ کر نیچے اوپر کر دیا اور ان پر کھنگر کی پتھریاں برسائیں۔ (74) بے شک اس قصے میں اہل فراست (عقلمندوں) کے لیے نشانیاں ہیں۔ (75) اور وہ شہر اب تک سیدھے رستے پر موجود ہے۔ (76) بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے نشانی ہے۔ (77) اور بن کے رہنے والے، یعنی قوم شعیب کے لوگ

بھی ظالم تھے۔(78) گو ہم نے ان سے بھی بدلہ لیا اور یہ دونوں شہر کھلے رستے پر موجود ہیں۔(79) اور وادئ حجر کے رہنے والوں نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی (جھٹلایا۔)(80) ہم نے ان کو اپنی نشانیاں دیں اور وہ ان سے منہ پھیرتے رہے۔ (81) اور وہ پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے تھے کہ امن وسکون سے رہیں گے۔(82) تو چیخ نے صبح ہوتے ہوتے ان کو آ پکڑا۔ (83) اور جو وہ (پتھر کے مکان وغیرہ) بنایا کرتے تھے ان کے کچھ بھی کام نہ آئے۔(84)

تشریح: ان تمام آیات کا مقصد صرف یہ ہے کہ انسان کو اللہ کی عنایت کی گئی صفات کو اعتدال، راست بازی اور خلوص وایمان کے ساتھ اپنی روزمرہ زندگی میں کام میں لانا چاہیے۔ کیونکہ انسان کی زندگی جانوروں جیسی نہیں بلکہ انسان کی زندگی کا عظیم مقصد ہے۔ اخلاقی فضائل کو ہم چار شعبوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلا حکمت، دوسرا شجاعت، تیسرا عفت چوتھا عدالت۔ جو قومیں اللہ کی دی ہوئی ان تمام قوتوں کو صحیح اور مناسب طریقہ سے استعمال میں لاتی ہیں وہی کامیاب وکامران اور اللہ کے مزید انعامات اور رضا کی حق دار ہوتی ہیں۔ اس میں چاہے ایک فرد ہو یا پوری قوم ہو۔ یہی اصول سب پر لاگو ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے غور وفکر کر کے دین حنیف کو قبول کیا اور پھر اس کی اشاعت کی جب کہ وہ بھی ایک بت پرست باپ کے گھر اور بت پرست ماحول میں پیدا ہوئے تھے۔ غور وفکر، حکمت، شجاعت، عفت اور عدالت پر قائم رہتے ہوئے مقبول خدا ہوئے اور ان کو بڑھاپے میں نیک اولاد حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری دی گئی۔ سورۂ ہود رکوع 7 میں آپ کے بارے میں تفصیلاً بیان کیا جا چکا ہے۔ جن فرشتوں نے آپ کو خوشخبری دی انھی نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب لانے کی خبر بھی سنائی۔ یہ قوم اخلاقی پستیوں میں ڈوب چکی تھی، یعنی مرد مردوں سے بے حیائی کا کام کرتے، جبکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ سخت ظالم، دھوکہ باز اور بد معاملہ تھے۔ شعیب علیہ السلام کی قوم اور لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں کے کھنڈرات حجاز سے شام اور عراق سے مصر جاتے ہوئے راستے میں ہیں۔ ان کے بارے میں سورۂ ھود رکوع 7 سورۂ اعراف رکوع 10 میں بڑی تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔ قوم لوط کی نافرمانیوں اور اخلاقی پستیوں کی وجہ سے ان کو تباہ وبرباد کر دیا گیا اور اوپر سے سخت نوکیلے پتھروں کی بارش کی گئی۔

شعیب علیہ السلام کو اہل مدین کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا، مدین ان کا مرکزی شہر تھا۔ ایکہ یہ تبوک کا قدیم نام ہے فلسطین سے شام جاتے ہوئے راستے میں ہے۔ یہ قوم ثمود کا مرکزی شہر تھا۔ مدینہ سے شمال کی طرف حجر نامی بستی تھی جہاں قوم ثمود رہتی تھی۔ حضرت صالح علیہ السلام ان کے پاس رسول بنا کر بھیجے گئے۔ اپنی قوم کو راہ راست پر لانا بڑا مشکل کام ہے۔ یہ لوگ بھی گناہوں کی پستیوں میں گر کر عذاب کے مستحق ہوئے ان پر ہیبت ناک عذاب آیا خوف ناک چنگھاڑ اور شدید زلزلہ کی صورت میں ان کے زبردست محلات جو پہاڑوں کو کاٹ کر بنائے گئے تھے۔ کھنڈرات کی صورت میں فلسطین سے شام جاتے ہوئے راستے میں موجود ہیں۔ یہ سب کچھ عقلمند لوگوں کے لیے عبرت کا نمونہ ہیں۔ سورۂ اعراف میں تفصیلات ہو چکیں۔ یہ سب کچھ دوبارہ صرف اس لیے بیان کیا گیا ہے تاکہ انسان اپنی قدر ومنزلت پہچان کر اپنی زندگی کو بہترین توازن میں رکھ کر شیطان سے اپنا بچاؤ کرتے

ہوئے اللہ کی پناہ میں رہتے ہوئے بہترین، پرسکون، کامیاب اور شادمان زندگی گزار کر آخرت میں بھی اعمال نیک کا بہترین انعام حاصل کر سکے۔ وہ انعام ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوگا جب کہ یہ زندگی تو ضرور ہی ختم ہو جانے والی ہے۔

حکمت، شجاعت، عفت اور عدالت۔ ان چار قوتوں کا مجموعہ بہترین انسان کہلاتا ہے کیونکہ جو بھی اپنی زندگی میں ان صلاحیتوں کو اجاگر رکھتا ہے وہی اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کا مالک ہو سکتا ہے جسے فضائل اخلاق کہتے ہیں اور اسی کا نام سعادت ہے اور یہی عظیم انسان کی زندگی کا مقصد ہے۔ جو ان تمام اصولوں سے ہٹ گیا وہی مارا گیا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''آپ سے پہلے ہم نے مختلف بستی والوں میں سے جو پیغمبر بھیجے تھے وہ سب بھی انسان ہی تھے اور انہی کی طرف ہم وحی بھیجتے رہے ہیں، پھر کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ ورنہ دیکھ لیتے ان قوموں کا کیسا انجام ہوا جو ان سے پہلے گزر چکی ہیں، بیشک آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے اور زیادہ بہتر ہے جنہوں نے تقویٰ کی روش اختیار کی کیا اب بھی تم لوگ نہ سمجھو گے۔'' (سورۃ یوسف آیت: 109۔)

حدیث میں آتا ہے ''ایمان کی انتہا پرہیز گاری ہے۔'' (مسند احمد)

تخلیقِ کائنات کا مقصد

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿85﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿86﴾

ترجمہ: اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ (تدبیر سے پیدا کیا ہے) اور بے شک قیامت تو آنے ہی والی ہے، پس آپ ان کے ساتھ عمدگی سے درگزر کریں۔ (85) کچھ شک نہیں کہ تمہارا رب سب کچھ پیدا کرنے والا اور جاننے والا ہے۔ (86)

تشریح: جیسا کہ اس سورت میں جگہ جگہ حکمت اور توازن کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ آسمان، زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزیں حق کے ساتھ پیدا کی گئی ہیں، یعنی یہ تمام کائنات ایک انتہائی موزوں اور بہترین کاریگری کا نمونہ ہے، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اللہ نے یہ سب کچھ کیوں پیدا کیا؟ یہ سوچنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اللہ اپنی مرضی کا مالک ہے۔ وہ ہمارا رب ہے اور ہم اس کے بندے۔ ہمیں تو بس یہ سوچنا چاہیے کہ اس کو کس طرح خوش کریں کہ ہماری دنیا و آخرت سنور جائے۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ بندے کو اپنے رب سے پیار ہونا چاہیے۔ جب ہم اس سے پیار کریں گے تو اس کے احکامات کو دل و جان سے مانیں گے جب اس کے احکامات کو مانیں گے تو وہ ہم سے خوش ہوگا اور جب وہ ہم سے خوش ہوگا تو ہم اس کی رحمتوں، برکتوں، فضل و کرم اور سعادتوں کے پہلے سے زیادہ مستحق ہو جائیں گے اور یوں ہمارے اندر ایک پاکیزہ روح، پاکیزہ ضمیر اور توکل علی اللہ پیدا ہو جائے

گا۔اور اس طرح ہم دنیا کی تمام پریشانیوں کو، شیطان کے بہکاوے کو بڑی بہادری سے اپنے اوپر طاری ہونے سے یقیناروک سکیں گے۔اس کے لیے اصول بھی اللہ تعالیٰ نے خود بتادیا ہے،فرمان رب العالمین ہے:

اے نبی ﷺ فرمادیں اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔(ال عمران:31)

اطاعت رسول کرنے سے حق اور سچ ہماری رگ رگ میں سما جائے گا اور ہم اعتماد، توکل، صبر، استقامت، بہادری اور سکون کی ایک ایسی مضبوط چٹان بن جائیں گے کہ جسے موت بھی ڈرا نہ سکے۔ بلکہ موت کے وقت ہمارے لبوں پر مسکراہٹ ہوگی کہ سرخرو ہو کر اپنے پیارے رب سے ملنے جا رہے ہیں۔علامہ اقبال نے بہت خوبصورت منظر کشی کی ہے مرد مؤمن کی۔اپنے شعر میں فرماتے ہیں

نشانِ مردِ مؤمن باتو گویم

چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

مطلب کہ مرد مؤمن موت کو مسکراہٹ سے قبول کرتا ہے۔ایک مرد مؤمن کامیاب انسان ہوتا ہے نہ تو وہ تکالیف میں پریشان ہوتا ہے اور نہ ہی نعمتوں اور برکتوں پر خوشی سے بے قابو ہو جاتا ہے بلکہ ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور یوں وہ کامیاب انسان خوف اور غم سے بالکل آزاد ہو کر راہِ مستقیم (سیدھے راستے) پر دوڑتا چلا جاتا ہے۔ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''نہ تو ان پر خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوتے ہیں۔''

پھر فرمایا:

''اے نفس مطمئن! واپس چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی، پس شامل ہو جا میرے بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں۔(سورۃ الفجر آیات:27 - 30)

اللہ جل شانہٗ اپنے پیارے نبی محمد ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ تو اپنے کام میں مرد کامل کی طرح لگے رہیں کفار اور شیاطین کی چالوں سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں یہ تو ہماری مصلحت ہے کہ نیکی کے ساتھ بدی اور فرشتے کے ساتھ شیطان کو بھی انسان کے ساتھ لگا رکھا ہے۔جیت تو حق کی ہی ہوگی۔اور دنیا نے تو ختم ہی ہو جانا ہے اور میدان حشر میں نیکی و بدی حق و باطل کا پورا پورا فرق سب کے سامنے آجانا ہے۔یہ سب انتظام اور یہ سب تخلیقات اس عظیم و کبیر رب العلمین کی ہیں اور وہ ''سب کچھ پیدا کرنے والا اور جاننے والا ہے۔''(آیت:86)

دعا یہ ہے،''اے میرے رب! مجھے خوبی کے ساتھ پہنچا دے اور خوبی کے ساتھ نکال لے اور مجھے اپنی طرف سے ایسا غلبہ عطا کر جس کے ساتھ نصرت (فتح) ہو۔ (بنی اسرائیل،آیت80)

اللہ کا بہترین انعام

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿87﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى
مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿88﴾

ترجمہ: ہم نے آپ کو سات ایسی آیتیں دے رکھی ہیں جو بار بار دہرائی جانے کے لائق ہیں اور آپ کو قرآن عظیم عطا کیا ہے۔ (87) آپ اس متاع دنیا کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو دے رکھا ہے اور نہ ان کے حال پر غمزدہ ہوں اور (انہیں چھوڑ کر) ایمان لانے والوں کے لیے تواضع سے پیش آئیں۔ (88)

تشریح: اکثر مفسرین اور علمائے کرام سات آیتوں سے مراد سورۂ فاتحہ لیتے ہیں۔ یہاں اس کا ذکر آنا بذات خود اس کی فضیلت کی نشانی ہے۔ یہ سورت بہترین دعا اور شفاء ہے اسی لیے اس کو امّ القرآن کا درجہ ملا ہوا ہے۔ کیونکہ یہ مجموعہ ہے حمد و ثنا، اقرار ربوبیت، اقرار حاکمیت، اقرار توحید اور دعا کا اس سورت کی بے شمار فضیلتیں ہیں اسی لیے نماز پنجگانہ میں چالیس دفعہ پڑھی جاتی ہے اور فرمان رسول بھی ہے جو اپنی نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (صحیح بخاری) حتی کہ اگر امام کے پیچھے بھی نہ پڑھے تو بھی نماز نہیں ہوتی۔ (جزء القراۃ للبیہقی)

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ کو تو دنیا و آخرت کا خزانہ دے دیا گیا ہے۔ سورۂ فاتحہ، اور پورے قرآن کی صورت میں آپ کو سرداران قریش کفار مکہ کی شان و شوکت کی ہرگز پرواہ نہیں ہونی چاہیے اور نہ ہی ان کی ضد، ہٹ دھرمی اور کفر و عناد پر افسوس کرنا چاہیے کیونکہ آپ کا مددگار احکم الحاکمین ہے اور وہی ان کا فیصلہ کرنے والا ہے۔ آپ تو بس بے فکر اور مستعد ہو کر اللہ کی دی ہوئی اس نعمت، یعنی قرآن پر شکر کریں اور زیادہ سے زیادہ اسلام کی تبلیغ کریں اور مسلمانوں کی جمعیت سے خوش ہو کر ان کو ساتھ لے کر چلیں۔ یہی آپ کا منصب ہے اور یہی آپ کی شان اور یہی اللہ کا حکم ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

”جو حکم آپ کو رب کی طرف سے ملا ہے، یہ سب کو سنا دو“ (سورۃ الحجر آیت 94)

اعلانیہ تبلیغ کا حکم

وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿89﴾ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿90﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا
الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿91﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿92﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿93﴾
فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿94﴾ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿95﴾

الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿96﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ
يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿97﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿98﴾
وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿99﴾

ترجمہ: اور فرما دیں کہ میں تو اعلانیہ ڈر سنانے والا ہوں۔(89) اور ہم ان کفار پر اس طرح عذاب نازل فرمائیں گے جس طرح ان لوگوں پر نازل کیا جنہوں نے علیحدہ علیحدہ کر دیا۔(90) قرآن (تورات) کو (کچھ ماننے اور کچھ نہ ماننے سے) ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔(91) آپ کے رب کی قسم ہم ان سے ضرور پوچھیں گے۔(92) ان کاموں کی بابت جو وہ کرتے رہے۔(93) پس جو حکم آپ کو اللہ کی طرف سے ملا ہے وہ لوگوں کو سنا دیں اور مشرکوں کا ذرا بھی خیال نہ کریں۔(94) آپ سے مذاق کرنے والوں کو ہم کافی ہیں۔(95) جو اللہ کے ساتھ معبود بناتے ہیں عنقریب ان کو ان باتوں کا انجام معلوم ہو جائے گا۔(96) اور ہم جانتے ہیں کہ ان باتوں سے آپ کا دل تنگ ہوتا ہے۔(97) تو آپ اپنے رب کی تسبیح کرتے رہیں اور اس کی خوبیاں بیان کرتے رہیں اور سجدہ کرنے والوں میں داخل رہیں۔(98) اور اپنے رب کی عبادت کیے جائیں یہاں تک کہ آپ کی موت کا وقت آ جائے۔(99)

تشریح: ان آیات میں کفار کے انجام کا ذکر کیا گیا ہے اور اسلام کی اشاعت و تبلیغ علانیہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آخر میں مصیبت و پریشانی سے نجات حاصل کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے، یعنی اللہ کی طرف رجوع کرنا۔ قرآن کے ٹکڑے کرنے والوں سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی آسمانی کتابوں تورات اور انجیل کے احکامات کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا، یعنی جو دل چاہا حکم مان لیا اور جو دل نہ چاہا حکم نہ مانا۔ اس کام کی پوچھ ان سے ضرور ہوگی کیونکہ نبی اکرم ﷺ ایک انسان ہی تھے۔ رسالت کے بعد آپ پر اور آپ کے ماننے والوں پر جو کچھ ظلم و ستم ہوا وہ کسی سے چھپا ہوا نہیں تو آپ بھی پریشان ہو جاتے تھے، اللہ تو ہر دل کا حال خوب جانتا ہے اس لیے آپ کی ہمت بندھانے اور تسلی دینے کے لیے فرمایا کہ کسی سے مت ڈریں، کسی سے مت گھبرائیں، کسی کی پرواہ مت کریں، اب وقت آ گیا ہے، اللہ کا نام لے کر علانیہ تبلیغ دین شروع کر دیں، پس اب ہمت سے کام شروع کر دیں، بے شک اللہ تمہارا بہترین مددگار رہے۔ بھلا اللہ کا مقابلہ کون کر سکتا ہے، یعنی ''ہمت مرداں مدد خدا'' اور پھر آپ جیسا متقی، پرہیزگار، محبوب خدا، مرد کامل جب اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر چل پڑے گا تو بھلا اس کا مقابلہ یہود، کفار اور مشرکین کیسے کر سکتے ہیں۔ وہ تو یقیناً دنیا میں بھی رسوا ہوں گے اور آخرت میں بھی رسوا ہوں گے اور پھر آخر میں سکون دل، ہمت و استقلال اور کامیاب و کامران ہونے کا وہ طریقہ بھی بتا دیا جو صرف اللہ کے مقبول بندوں کے لیے ہی ہے یا یوں کہیں کہ جب کوئی بندہ اللہ کے سامنے عجز و انکساری سے سجدہ ریز ہو جاتا ہے تو اس کے تمام دکھ درد پریشانیاں اور زحمتیں، سکھ، چین، امن و سکون اور رحمتوں میں بدل جاتی ہیں کیونکہ قرآن میں شفاء بھی ہے اور حکمت بھی ہے۔ اور دل کی تنگی کا علاج رب العزت نے ان الفاظ میں بتایا ہے:

''اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو، اس کے سامنے سجدہ کرو اور موت کے آنے تک رب کی بندگی کرتے رہو۔''

تمام دنیا کے انسانوں کے لیے بڑا واضح اور بہترین پیغام یہ ہے کہ نیکی پھیلاتے وقت خود کو اکیلا نہ سمجھو۔ ایک فرد سے ہی دنیا آباد ہوئی ہے۔ جب انسان فضائل اخلاق کا سرچشمہ ہو، سعادت اس کی منزل ہو، ارادہ سچا، پکا اور خالص ہو اور مقصد عظیم ہو۔ تو اللہ اس کا مددگار یقینی ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی زندگی ہم سب کے لیے رشد و ہدایت کا بہترین نمونہ ہے اللہ و رسول کی اطاعت کا بہت بڑا اجر ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

''جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے۔ تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا ہے، جیسے نبی صدیق، شہید اور نیک لوگ، یہ بہترین رفیق ہیں۔'' (سورۃ النساء آیت 69)

جب ہم نبی آخر الزماں کی حیات طیبہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کی اولوالعزمی، مستقل مزاجی، شجاعت، توکل اور ایمان کی مضبوطی اور اللہ کی مدد کے بے شمار واقعات دکھائی دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے تن تنہا توحید کا نعرہ بلند کیا اور اللہ کی مدد سے تھوڑی ہی مدت میں پورے عرب کو ایمان کے نور سے منور کر دیا اور پھر ایسے ایسے بہترین، بہادر، جنگجو قابل فخر مجاہد پیدا ہوئے کہ آپ ﷺ کے وصال کے صرف چار سال بعد 15 ہجری میں ہند پر عرب مسلمانوں کی طرف سے فوج کشی کا آغاز ہوا جو پھیلتا چلا گیا۔ تاریخ میں بے شمار نامور، بہادر، مجاہدین سپاہ سالاروں کے نام درج ہیں، جن کی زندگیاں ہمارے لیے بہترین نمونہ ہیں۔

ہمارے فرائض میں شامل ہے کہ قوم کا ہر فرد بچوں کو ایسی نامور شخصیات کے حالات زندگی سنائے تاکہ ہمارا ہر بچہ شروع سے ہی دل و دماغ میں نورِ ایمانی اور اخلاقی فضائل لے کر میدان عمل میں آئے اور عملی زندگی میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فہم و فراست اور قوتِ تدبر، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قوتِ فیصلہ، جرأت و شجاعت، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا تقویٰ، تلاوت قرآن اور انفاق فی سبیل اللہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہادری، قوت فیصلہ، حضرت عمر بن عبد العزیز کا اندازِ حکمرانی، حضرت خالد بن ولید کی جنگی مہمات اور اسی طرح دوسرے صحابہ کرام کی دوسری اہم خصوصیات اس کے سامنے ہوں اور انہی کی سیرت و کردار کو اپنا کر وہ میدان عمل میں آئے اور بچوں کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے قومی ہیروز یہی تھے جن کا ذکر کیا گیا ہے۔ مسلمانوں نے صرف جنگ کے میدان میں ہی برتری حاصل نہیں کی بلکہ دینی علوم، طب، ریاضی، فلکیات، علم کیمیا، فلسفہ اور دوسرے سائنسی علوم میں بھی بڑا نام پایا اور بڑے بڑے نامور مفکرین پیدا ہوئے۔ مثلاً خالد بن یزید، حکیم یحییٰ منصور، احمد بن موسیٰ شاکر، جابر ابن حیان، ابن خلدون، ابن الہیثم، خیام، رازی، ابن رشد وغیرہ اور موجودہ زمانے میں بھی مسلمانوں کے پاس ایسے ایسے انسٹیٹیوٹ موجود ہیں جہاں پر ہزاروں نوجوان ریسرچ میں مصروف ہیں اور دنیا کی تیز ترین ترقی کے ساتھ ساتھ ان کی محنت بھی شامل ہے۔ جن کی کہانیاں بچوں کو سنا کر ان میں جوش، جذبہ، ولولہ اور نورِ ایمانی پیدا کیا جا سکتا ہے۔ اور یوں ہم اپنے بچوں، جوانوں کو رشد و ہدایت اور حکمت سے متعارف کروا سکتے ہیں۔ اور پھر رسول مقبول کی اس حدیث پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔ ''حکمت مسلمانوں کی کھوئی ہوئی

میراث ہے اس لیے وہ جہاں ملے حاصل کرلو۔، ہمیں اس دور میں اس کی بے حد ضرورت ہے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں ؎

ضمیر لالہ میں روشن چراغ آرزو کر دے

چمن کے ذرے ذرے کو شہیدِ جستجو کر دے

علامہ اقبال

مطلب یہ ہے کہ اقبال اپنے آپ کو یا قائدین قوم کو مشورہ دیتے ہیں کہ جب حالات سازگار ہیں تو پھر تمہارا فرض ہے کہ تم مسلمان کے دل ودماغ میں آزادی، بیداری، ترقی اور اسلام کی روشنی پیدا کردو۔ تاکہ وہ سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ کر زندگی کا سفر طے کریں اور دنیا وآخرت میں کامیاب وکامران ہوسکیں۔ آمین۔

الحمد للہ کہ سورۃ الحجر مکمل ہوگئی۔

تعارف سورۃ النحل

یہ سورت سولھویں سورت ہے۔ مکہ کے قیام کے آخری دنوں میں نازل ہوئی کچھ آیات ہجرت کے بعد مدینہ کے شروع دنوں میں نازل ہوئیں اس میں 128 آیات اور سولہ رکوع ہیں۔ اس سورت میں النحل، یعنی شہد کی مکھی کا ذکر ہے اسی مناسبت سے اس کا نام النحل رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک خالصتاً رشد وہدایت کی کتاب ہے جب کہ دنیا کے دوسرے تمام علوم بھی اس میں اشارتاً وقتاً فوقتاً بیان کیے گئے ہیں مگر بنیادی مضمون توحید کی سچائی اور کفر کا ابطال (جھوٹا ہونا) ہی ہے۔ اس سورت میں بھی زیادہ تر یہی دو موضوعات ہی زیر بحث ہیں۔ اور پھر نبی اکرم ﷺ کی شان، فرائض اور پریشانیوں کا ذکر ہے۔ آنحضرت ﷺ کو مشکلات میں تسلی دی گئی ہے۔ اور کفار سے نمٹنے کے طریقے بھی بتائے گئے ہیں۔

اللہ کے امر (عذاب) کا پیغام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝1 يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ

بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا

فَاتَّقُوْنِ ۝2 خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝3

ترجمہ: اللہ کا حکم (عذاب) گویا آ ہی پہنچا تو اس کے لیے جلدی مت کرو، یہ لوگ جو اللہ کا شریک بناتے ہیں وہ اس سے پاک اور بالاتر ہے۔ (1) وہی فرشتوں کو پیغام دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس کے پاس چاہتا ہے بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بتا دو

کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھ ہی سے ڈرو۔(2) اسی نے آسمانوں اور زمین کو حق سے پیدا کیا ہے، اس کی ذات ان کافروں کے شرک سے اونچی ہے۔(3)

تشریح: یہ آیات کیونکہ آنحضرت ﷺ کے مکہ میں آخری زمانہ اور مدینہ کے شروع میں نازل ہوئیں۔ اور آپ کا زمانہ قیامت کے قریب کا زمانہ شمار ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جو عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں ان کو بتا دو کہ عذاب بس آنے ہی والا ہے۔ اور دوسری بات ان کو یہ بھی سمجھا دو کہ اللہ کی اپنی مرضی ہے جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے چن کر قوم کے لیے رسول بنا بھیجے اس کا چناؤ دولت اور مرتبہ پر نہیں بلکہ شرافت اور پرہیزگاری پر ہوتا ہے پھر وہ اپنے اس برگزیدہ بندے پر فرشتے کے ذریعے اپنا پیغام بھیجتا ہے، کیونکہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں، لہٰذا صبر کرو بڑی جلد تمہیں اپنے اعمال کے بدلے میں عذاب مل جائے گا۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ کی ہجرت کے 9 یا 10 سال بعد کفار کو معلوم ہو گیا کہ توحید کا پیغام سچ ہے اور کفر کا نام باطل ہے۔ بڑی جلد توحید کے ماننے والے پورے عرب پر چھا گئے اور کفار ذلیل و خوار ہو کر تقریباً ختم ہو گئے۔ یہ سب کچھ اس وحدہٗ لاشریک کی طرف سے ہوتا ہے جس نے زمین آسمان کو اور خود انسان کو بڑی حکمت اور کاریگری سے بنایا ہے۔ اس عظیم المرتبت خالق و مالک کے ساتھ اگر یہ کفار کسی دوسرے کو شریک بناتے ہیں تو اپنا ہی نقصان کرتے ہیں اللہ کا تو ان کے شرک سے کچھ نہیں بگڑ جاتا وہ تو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اس لیے عقل کا تقاضہ تو یہی ہے کہ اللہ قوی عزیز سے ہی ڈرا جائے اسی کے سامنے جھکا جائے اور اسی سے دعائیں مانگی جائیں۔ رحمت کی اور بخشش کی، وہی پیدا کرنے والا اور مارنے والا ہے۔ اگلی آیات تخلیق انسان کے بارے میں ہیں۔

انسان کی پیدائش اور اللہ کی دی ہوئی نعمتیں

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿4﴾ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿5﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ﴿6﴾ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿7﴾ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿8﴾

ترجمہ: اسی نے انسان کو نطفے سے بنایا مگر (وہ اس خالق کے بارے میں) کھلم کھلا جھگڑنے لگا۔(4) اور چار پایوں کو بھی اسی نے پیدا کیا ان میں تمہارے لیے گرم کپڑے اور بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔(5) اور جب شام کو انہیں چرا کر لاتے ہو اور جب صبح ان کو چرانے لے جاتے ہو تو ان سے تمہاری عزت وشان ہے۔(6) اور دور دراز شہر میں جہاں تم بغیر انتہائی مشقت کے جا نہیں سکتے وہ تمہارے بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں کچھ شک نہیں کہ تمہارا رب نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے۔(7) اور اسی نے گھوڑے، خچر اور گدھے پیدا کیے تا کہ تم ان پر سوار ہو اور وہ تمہارے لیے رونق اور زینت بھی ہیں اور وہ اور بھی چیزیں پیدا کرے گا جن کی تمہیں خبر نہیں۔(8)

تشریح: ان آیات میں ایک بہت بڑا راز انسان کی پیدائش کا بتایا جا رہا ہے اس وقت جب یہ آیات نازل ہوئیں کون جانتا تھا کہ انسان کی پیدائش پانی کے اس قطرہ سے ہوتی ہے جو ماں کے رحم میں ڈالا جاتا ہے۔ یہاں انسان کی ابتدا نطفہ سے بتائی گئی ہے جو کہ سائنس کے طالب علم کے لیے بہت بڑا موضوع بن گیا اور آج سائنسدان ان تمام حقائق تک پہنچ گیا ہے جن کے بارے میں قرآن پاک نے آج سے کئی صدیاں پہلے وضاحت کر دی ہے کہ انسان کو نطفہ سے بنایا۔ جب کہ سورۂ بقرہ میں ایک بہت بڑا راز حضرت آدم کی تخلیق کے قصہ میں بتا دیا۔ کہ انسان کو ہم نے مٹی سے بنایا۔ اس ایک جملہ سے تمام سائنسدانوں کی تحقیقات کو ملیا میٹ کر دیا جو انسان کی تخلیق کے راز کو معلوم کرنے کے لیے کبھی ڈارون (سائنسدان) کی تھیوری پر پریشان تھے کہ انسان کسی جانور کی شکل تبدیل ہونے سے بنا ہے اور وہ انسان کی ابتدا کو ارتقائی تھیوری میں گھما پھرا رہے تھے۔ جبکہ اللہ نے فرمایا ہم نے مٹی سے پتلا بنایا اس میں اپنی روح پھونک دی اور پھر آدم علیہ السلام کو زمین پر اتار دیا جہاں انسان کی تخلیق مرد وعورت کے ذریعے نطفے سے شروع کر دی گئی۔ اب اس کو طبی لحاظ سے دیکھا جائے تو ڈاکٹر ہلوک نور باقی صاحب کچھ یوں لکھتے ہیں۔

ماں کے رحم کے اوپر والے حصے میں دائیں بائیں دو پتلی ٹیوبیں فلوپین ٹیوب یا یوٹرین ٹیوب ہوتی ہیں۔ پیڑو کی اطراف ان ٹیوبوں کے سرے پھولوں کی طرح کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ اوری یا بیضہ رحم کو گھیرے ہوئے ہوتے ہیں جیسے ہی بیضہ والا خلیہ یا اووم پیڑو کے گڑھے میں گرتا ہے تو ان ٹیوبوں کا منہ اسے پکڑ کر اووم کے اندر سمیٹ لیتے ہیں اور ٹیوب سے رحم کے دوسرے کنارے کی طرف سے داخل کر دیتے ہیں۔ اووم یعنی بیضے والا خلیہ اسی ٹیوب میں ذرخیز پذیر ہوتا ہے۔ ایک مخصوص عرصہ کے بعد یہ ٹیوب کی لمبائی سے گزارا جاتا ہے اور رحم میں پہنچایا جاتا ہے رحم کے اندر لعابدار جھلی کی بالائی سطح باریک بالوں جیسی سطح سے مشابہت رکھتی ہے اسے ولی کہتے ہیں اووم یا بیضہ والے خلیے کے نکتہ نظر سے اس کی مثال جنگل میں درخت کے نیچے ایک خاص مقام سے دی جا سکتی ہے۔ رائیکوٹ خلیہ کے دو حصوں میں تقسیم در تقسیم کے عمل کو اسی ماحول میں جاری رکھتا ہے اور پھر غیر خلیاتی کیپسول میں ایک جینن یا حمل تشکیل پذیر ہوتا ہے، یعنی پستانیوں کے انڈے کے گرد منڈھی ہوئی جھلی کی صورت میں ہوتا ہے۔ اب یہ حقیقت روشن ہو جاتی ہے کہ ابتدائی توقعات کے برعکس انسان کی ساخت ماں کے پیٹ میں کئی مرحلوں سے گزر

کر پوری ہوتی ہے نہ کہ صرف ایک مرحلہ ہے۔ (از قرآنی آیات اور سائنسی حقائق)

یہ سب لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں اللہ کی بنائی ہوئی مخلوقات کس قدر پیچیدہ اور میزان کن طریقہ سے عمل میں آتی ہے کہ اس کو سمجھنے کے لیے ڈاکٹر حضرات زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ انتہائی محنت میں گزارتے ہیں تو جا کر اللہ کے ان قواعد کا کچھ حصہ جان سکتے ہیں۔ جو اس نے خود انسان کو بنانے کے لیے بنا رکھے ہیں اور اسی طرح تمام مخلوقات کو اس نے مختلف طریقوں سے پیدا کر رکھا ہے۔ سبحان اللہ! اللہ نے اس بے حد پرانے زمانے میں بڑے چھوٹے سے جملے میں بتا دیا کہ "انسان نطفے سے بنایا گیا ہے۔" یہ اطلاع اس زمانے میں دی گئی جب انسان سفر کے لیے گھوڑے، خچر، اور گدھے استعمال کرتا تھا۔ ان کے علاوہ وہ کچھ ایسے جانور تھے مثلاً بھیڑ، بکری، اونٹ وغیرہ کہ ان کی کھال سے پوشاک بناتا اور اس کا گوشت کھا کر پیٹ بھرتا تھا۔ اگر یہ تمام چیزیں اللہ انسان کے لیے پیدا نہ کرتا تو انسان کو زندگی گزارنی کس قدر مشکل ہو جاتی۔ اس وقت کے بدوؤں کو سمجھانے کے لیے ان کے معیار کے مطابق قرآن نے بات کی کہ اس وقت عربوں کا معیار بھیڑ بکریوں کے گلے تھے اور یہی ان کی شان اور برتری کا نشان تھے تو ان کو اپنی قدرت سمجھانے کے لیے ان کی عقل، معاشرت، تمدن اور زمانے کے مطابق بات کر دی جبکہ نطفے کا ذکر کر کے بعد میں آنے والے علمائے، حکما اور دانشوروں کو سوچ بچار اور تحقیقات کا ایک بہت بڑا موضوع دے دیا اور ان کو اپنی قدرت اور طاقت کا پتہ اس بہت بڑے طبی نکتے سے بتا دیا۔ کیا حکمت ہے کیا جامعیت ہے اور کیا معقولیت ہے قرآن کے کلام میں! کیوں نہ ہو یہ کلام اس قادرِ مطلق رحمن و رحیم کا کلام ہے آخر میں فرمایا "اور وہ اور بھی چیزیں پیدا کرے گا جن کی تمہیں خبر نہیں۔"، یہ ایک بڑا ہی لطیف اشارہ ہے بعد میں آنے والی سواریوں کی طرف۔ جو انسان نے اللہ کی دی ہوئی عقل اور اللہ کی دی ہوئی چیزوں کو استعمال کر کے اپنی پر آسائش سواریوں کے لیے تیار کیں۔ مثلاً بیل گاڑی، ریل گاڑی، موٹر کار، بحری جہاز اور پھر ہوائی جہاز یہ تو ہوئیں اب تک کی سواریاں آئندہ جو کچھ انسان بنانے والا ہے وہ انسان کے علم میں تو بعد میں آئے گا مگر اللہ کے علم میں وہ اس وقت سے ہے جب سے اس نے کائنات بنائی۔ قربان جائیں اللہ کے علم، قدرت اور خلاقی (پیدا کرنے) کے۔ بھلا اس خدائے واحد کا کون مقابلہ کر سکتا ہے اور کون اس کا شریک ہو سکتا ہے؟ ہرگز کوئی اس کی ہوا تک کو نہیں پہنچ سکتا۔ اگلی آیات میں اللہ کی باقی کچھ عنایات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

انسان کے لیے دنیا کی تمام چیزیں مسخر ہیں

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ۭ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝9
هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝10
يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ اِنَّ
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝11 وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ

وَالْقَمَرَ ۭ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿12﴾ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿13﴾

اور سیدھا راستہ تو اللہ تک جا پہنچتا ہے۔اور بعض رستے ٹیڑھے ہیں (وہ اس تک نہیں پہنچتے) اور اگر وہ چاہتا تو سب کو سیدھے رستے پر چلا دیتا۔(9) وہی تو ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا جسے تم پیتے ہو اور اس سے درخت بھی سرسبز ہوتے ہیں جن میں تم اپنے چار پایوں کو چراتے ہو۔(10) اسی پانی سے وہ تمہارے لیے کھیتی، زیتون، کھجور، انگور اور بے شمار درخت اگاتا ہے اور ہر طرح کے پھل پیدا کرتا ہے۔غور کرنے والوں کے لیے اس میں اللہ کی قدرت کی بڑی نشانی ہے۔(11) اور اسی نے تمہارے لیے رات، دن، سورج اور چاند کو کام میں لگایا اور اسی کے حکم سے ستارے بھی کام میں لگے ہوئے ہیں۔سمجھنے والوں کے لیے اس میں اللہ کی قدرت کی بہت سی نشانیاں ہیں۔(12) اور جو طرح طرح کے رنگوں کی چیزیں اس نے زمین میں پیدا کیں سب تمہارے زیر فرمان کر دیں نصیحت پکڑنے والوں کے لیے اس میں نشانی ہے۔(13)

تشریح: سیدھا راستہ تو وہی ہے جو قرآن نے بتایا اور رسول اللہ ﷺ نے بتایا۔تقویٰ ہی سیدھے راستہ پر لے جاتا ہے۔یوں سمجھ لیں کہ خاردار جھاڑیوں کے درمیان میں سے اپنے کپڑے سمیٹ کر گزر جانا۔کیونکہ اس دنیا میں انسان کے لیے چاروں طرف مرغوب چیزیں بکھری پڑی ہیں۔اولاد، بیوی، مال، جائیداد، دوست احباب خاص طور سے بیوی بچے اور مال یہ تو انسان کے لیے بہت بڑی آزمائش کا ذریعہ ہیں یہ سب ٹیڑھے راستے ہی تو ہیں۔انہی کے لیے انسان جھوٹ بولتا ہے، چوری کرتا ہے، فساد کرتا ہے، قتل، جھگڑا غرض جو بھی کرنا پڑے انسان کر جاتا ہے۔جب کہ یہ بہت بڑی حماقت ہے جو سمجھ دار لوگ ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ سب چیزیں تو اسی دنیا میں رہ جائیں گی ان کی وجہ سے اپنے اعمال نامے کو کیوں خراب کیا جائے جو کہ ہمارے ساتھ جائے گا اور جس کی وجہ سے ہمیں آخرت میں جہنم ملے گی یا جنت ملے گی وہاں نہ تو بیوی کام آئے گی اور نہ اولاد اور نہ ہی مال و دولت ہی کام آئیں گے جو ابد ہی تو خود اکیلے ہی کی ہوگی۔تو ایسے عقلمند لوگ اپنی راہیں خراب نہیں کرتے بلکہ بیوی بچے دوست احباب رشتہ داران سب کے حقوق، اللہ نے مقرر کر رکھے ہیں بس ان کو ایمانداری سے پورا کرنا اور ہر وقت اللہ کا خوف دل میں رکھنا، یہی سیدھا راستہ ہے۔جو اللہ کی طرف لے جاتا ہے باقی ٹیڑھے راستے ہیں۔ہر قدم پر دنیا و آخرت کا خیال رکھنا ہی سیدھا راستہ ہے۔اور یہی تو انسان کی آزمائش ہے ورنہ اللہ کے لیے کیا مشکل تھا کہ سب کو ہی سیدھے راستے پر چلا دیتا۔وہ ہر قدرت کا مالک ہے۔سیدھے راستے پر سب کو چلا دینا بڑا معمولی کام ہے اللہ کے لیے جب کہ وہ اتنے بڑے بڑے بہترین کام کرتا ہے جو اس کے سوا کوئی نہیں کر سکتا، مثلاً آسمان سے بارش برسانا۔یہاں بھی اللہ نے پانی کی خاصیتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔اول تو بارش کا ہونا ہی حیرت انگیز عمل ہے پھر اس کے فوائد ان گنت ہیں یہ ہر مخلوق، نباتات، حیوانات اور ہر ذی روح کے زندہ رہنے کا بنیادی جزو ہے اور ہر جگہ اس کی مناسبت سے پانی کام کرتا ہے۔مثلاً انسان کو زندگی کی توانائی دیتا ہے کیونکہ انسانی جسم کا یہ ایک

اہم جز ہے۔اسی طرح زمین میں تازگی پیدا کرتا ہے تو زمین سے ہر قسم کی نباتات اگنے لگتی ہیں، پھر مزے کی بات یہ ہے کہ ہر چیز کو اس کی ضرورت کے مطابق، پھل پھول، سبزی ترکاری اور ہر قسم کی فصل کو اس کے مزاج ضرورت اور خاصیت کے مطابق پہنچاتا ہے۔ جب ہم اپنے چاروں طرف غور سے دیکھتے ہیں تو اللہ کی قدرتوں سے ہمارے سامنے حکمتوں اور حیرتوں کے دفتر کھل جاتے ہیں۔ دانشور، سائنسدان اور مفکرین ان سے بے شمار علوم کی بنیاد رکھ کر اپنے لیے اور خلق خدا کے لیے بے شمار نئی راہیں نکالتے ہیں اور فائدے اٹھاتے ہیں۔اب ذرا آسمان کی طرف نظر کریں تو وہاں اور ہی حیرتوں کا جہاں پھیلا ہوا ہے قدرت کی ہر چیز سورج، چاند ستارے سب کو اللہ نے ایک بہترین نظام کے تحت مسخر کر رکھا ہے اور ان کو انسان کے لیے باقاعدہ کام میں لگا رکھا ہے کہ انسان کی بقا کے لیے رات، دن، چاند سورج ستارے باقاعدہ چلتے چلے جارہے ہیں ان میں سے کسی ایک کو بھی مجال نہیں کہ ایک سیکنڈ کے لیے بھی اپنے کام سے غافل ہو جائے۔ساری کائنات اور کائنات کی ہر چیز انسان کو تدبر اور تفکر کی دعوت دیتی ہے۔ اگر یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ انسان کی بھلائی کے لیے پیدا کرسکتا ہے تو کیا سب لوگوں کو ہی ہدایت پر لگا دینا اللہ کے لیے کون سا مشکل کام تھا۔مگر یہ اس کی تدبیر کا حصہ ہے کہ اس نے انسان کو عقل، فہم ہدایت کا راستہ واضح کر دینے کے بعد ارادہ بھی اس کو دے دیا اور یہی خاصیت انسان کو باقی تمام مخلوقات سے ممتاز، اور افضل بناتی ہے یہی آزمائش ہے اور یہی انسان کے لیے سب سے مشکل کام ہے اس میں پورا اترنا ہی کامیابی کی نشانی ہے اور ایسے ہی کامیاب انسان اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں اور ان تمام نعمتوں کو بڑے سلیقے اور طریقے سے استعمال کرتے اور فائدے اٹھاتے ہیں اور دوسروں کے لیے بھی سہولتوں اور آسائشوں کا بندوبست کرتے ہیں۔مثلاً حکیم ارشمیدس کا لیور کا اصول طبیعیات کی بنیاد بنا۔اسی طرح پیرس کے ڈاکٹر پال لارنس نے ایٹمی دل ایجاد کیا۔یہ آلہ انگلی کے ناخن کے برابر ہے۔اسی طرح گندھک اور شورے کا تیزاب مسلمان سائنس دان جابر بن حیان نے بنایا تھا جو بے شمار مختلف قسم کی مصنوعات میں استعمال ہوتا ہے۔اسی طرح البرٹ آئن سٹائن بے شمار ایجادات کا موجد ہے اس نے صرف ذاتی محنت اور جدوجہد کی وجہ سے اتنی کامیاب کارآمد چیزیں بنائیں کہ بغیر کسی خاص سائنسی تجربے کے نوبل انعام حاصل کیا۔اور اپنی ذاتی لگن اور محنت سے دنیا کو زندگی کی بہترین سہولتیں عطا کیں۔

اسی طرح پاکستان کے ممتاز سائنس دان ڈاکٹر رضی الدین صدیقی نے بلڈ پریشر کی مفید دوائی ''اجملین'' ایجاد کی اور یوں انسانیت کی بڑی خدمت کا باعث بنے۔

یوں اللہ نے بہترین آسائشیں اور آرام کے سامان عطا کیے ہیں اور ساتھ ہی عقل فہم اور فراست بھی عطا کی ہے اور جگہ جگہ حکم دیا ہے کہ غور وفکر کرو تم اللہ کو پہچان سکو گے اس کی توحید کے ماننے والے بن جاؤ گے اور یہی سیدھا راستہ ہے۔ ہے نا پتے کی بات! بجائے اس کے کہ شیطان کا راستہ اختیار کر کے ادھر ادھر ٹھوکریں کھاتے پھرو نہ دنیا ملے نہ آخرت اور نہ ہی سکون واطمینان حاصل ہو۔کیونکہ اللہ کے راستے پر چلنے والے نہ غمگین ہوتے ہیں نہ پریشان ہوتے ہیں۔کیسا خوبصورت اصول زندگی گزارنے کا

اللہ نے اپنے بندوں کو بتایا ہے۔ اللہ فرماتا ہے: ''سیدھا راستہ تو اللہ تک جا پہنچتا ہے۔'' (آیت 9)

اور پھر فرمایا: ''سمجھنے والوں کے لیے اس میں اللہ کی قدرت کی بہت سی نشانیاں ہیں۔'' (آیت 12 سورۃ النحل)

سمندری نعمتیں

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿14﴾

ترجمہ: اور وہی تو ہے جس نے دریا کو تمہارے اختیار میں کیا۔ تا کہ اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ۔ اور اس سے زیور موتی وغیرہ نکالو جسے تم پہنتے ہو۔ اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں دریا میں پانی کو پھاڑتی چلی جاتی ہیں اور اس لیے بھی دریا کو تمہارے اختیار میں کیا کہ تم اللہ کا فضل (معاش) تلاش کرو تا کہ اس کا شکر ادا کر سکو۔ (14)

تشریح: جیسا کہ پچھلی آیات میں اللہ کی نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو زمین سے تعلق رکھتی ہیں یہاں ان نعمتوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو انسان سمندروں سے حاصل کرتا ہے۔ سمندر اور دریا بھی انسان کے لیے مسخر کر دیے گئے ہیں پہلا فائدہ تو بے شمار پانی کا ہے جو ہمیں دھوپ کے ذریعے کشید ہو کر بادلوں اور بارش کے ذریعہ سے ملتا ہے، سمندر کا پانی کھارا ہوتا ہے جس کو انسان بغیر کشید کیے پی نہیں سکتا یہ بھی بڑی حکمت کی بات ہے آئندہ اس پر بحث ہوگی۔ ان شاء اللہ۔

پندرھویں صدی عیسوی میں ایک نئی دریافت یہ ہوئی تھی کہ سمندر کی گہرائیوں میں بہنے والے دریا ہیں جو پانی کا ایک بڑا ذخیرہ ایک خاص طرف با قاعدہ لاتے اور لے جاتے ہیں یہ دریا میٹھے پانی کے ہیں اگر پانی میٹھا ہے تو سمندر کا نمکین پانی اس میں شامل نہیں ہوتا اور اگر گرم پانی کا دریا ہے تو بھی سمندر کا کھاری پانی اس میں شامل نہیں ہوتا۔ قرآن میں اس راز کی طرف یوں اشارہ ملتا ہے۔ اللہ نے فرمایا:

''اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا رکھا ہے ایک لذیذ و شیریں اور دوسرا نمکین اور کھارا اور دونوں کے درمیان پردہ حائل ہے جو انہیں آپس میں مکس ہونے سے روکے ہوئے ہے۔'' (سورۃ الفرقان آیت 52)

یہ تو کچھ علیحدہ معلومات ہیں جن کا ذکر آیت 14 میں نہیں کیا گیا، بہر حال سمندری نعمتوں میں یہ بھی شامل ہیں۔

آیت میں موجود ایک تو پانی کی نعمت کا ذکر ہے دوسرا ان آبی جانوروں کا ذکر ہے جن کو انسان سمندر اور دریا میں سے نکال کر خوراک کے طور پر استعمال کرتا ہے جس میں سب سے بڑی خوراک مچھلی کا تازہ گوشت ہے۔ اور مچھلی دوسرے آبی جانوروں کی طرح بے شمار قسم کی ہوتی ہے۔ جو رنگ مزے اور بو میں مختلف ہوتی ہے۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ انسان اس میں سے طرح طرح کے موتی حاصل کرتا ہے۔ یہ موتی بے حد نایاب، قیمتی اور خوبصورت ہوتے ہیں جو عام طور پر عورتیں زیور بنوا کر سجاوٹ کے لیے پہنتی ہیں اور کچھ جواہرات تو دواؤں میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ خشکی کا سفر تجارت اور رسل ورسائل کا کام گھوڑے، گدھے کے ذریعے ابتدائی زمانے میں ہوتا تھا اور بعد میں گاڑی، ٹرک، ٹرین وغیرہ کے ذریعے سے ہونے لگا، پھر ہوائی جہاز بن گیا جہاز سے پہلے ایک خشکی کے علاقے سے دوسرے علاقے میں جانے کا راستہ کشتی اور بحری جہاز سے ہوتا تھا۔ یوں لوگ اپنے کاروبار اور روزی رزق (اللہ کا فضل) تلاش کرنے کے لیے کشتی استعمال کرتے تھے۔ کشتی اور جہاز کے پانی میں تیرنے اور لہروں کو چیرنے کا ذکر قرآن میں آیا ہے، جس کی وجہ سے مفکرین نے اس پر تحقیق کر کے ایک ایسی سواری بنائی جو پانی کے اوپر تیرتی بھی ہے اور پانی کو پھیلاتے ہوئے راستہ بناتے ہوئے آگے بھی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ جب ان تمام نعمتوں کا ذکر ہوتا ہے تو بے اختیار اللہ کی قدرت، رحمت، حکمت اور وحدانیت پر پکا یقین ہو جاتا ہے۔ اور بے اختیار اسکا شکر بھی زبان سے ادا ہونے لگتا ہے۔ اور پھر بندہ سوچتا ہے کہ جو اتنی قدرت والا ہے تو اس نے تمام لوگوں کو خود ہی سیدھا راستہ کیوں نہ دکھا دیا تو یہاں پھر وہی بات آتی ہے کہ انسان فرشتوں، حیوانوں، نباتات اور جمادات سے افضل ہے اس کو عمل کرنے کے لیے ارادہ، علم اور عقل دی گئی ہے۔ جبکہ باقی تمام مخلوقات ارادہ، علم اور عقل کو استعمال کیے بغیر فقط اللہ کے حکم سے چلتی چلی جاتی ہیں اور مجال نہیں کہ اس میں ذرہ برابر بھی فرق آ جائے۔ انسان ہونے پر بھی شکر ادا کرنا چاہیے کہ یہ تمام تخلیقات انسان کے لیے ہی کی گئی ہیں۔

پہاڑ، نہریں اور ستاروں کے وجود کے مقاصد

وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿15﴾
وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿16﴾ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا
تَذَكَّرُوْنَ ﴿17﴾ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿18﴾ وَاللّٰهُ
يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿19﴾

ترجمہ: اور اس نے زمین پر پہاڑ بنا کر رکھ دیے کہ تم کو لے کر کہیں جھک نہ جائے اور نہریں بھی بنائیں اور راستے بنا دیے تا کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تک آسانی سے جا سکو۔ (15) اور (راستوں میں) نشانات بنا دیے اور لوگ ستاروں سے بھی رستے معلوم کرتے ہیں۔ (16) تو جو اتنی مخلوقات پیدا کرے بھلا وہ اس کے برابر ہے جو کچھ بھی پیدا نہ کر سکے تو پھر تم غور کیوں نہیں کرتے؟ (17) اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو گن نہ سکو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (18) اور جو کچھ تم چھپاتے اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو سب سے اللہ واقف ہے۔ (19)

تشریح: پہاڑوں کے بارے میں پہلے بھی لکھا جا چکا ہے مزید اللہ تعالیٰ جل شانہٗ ہمیں یہ اطلاع دیتا ہے کہ یہ اونچے اونچے وسیع پہاڑوں کے سلسلے زمین کی مضبوطی اور حفاظت کا بہت بڑا ذریعہ ہیں کیونکہ یہ جتنے اوپر نظر آتے ہیں اتنے ہی زمین کے اندر گاڑے ہوئے ہیں۔ اور یوں پہاڑوں کے پتھریلے سخت اور وزنی اجزاء سمندر کی زبردست ٹکریں زمین کو ضائع ہونے سے بچاتی ہیں۔ دوسرا زمین کا توازن برقرار رہتا ہے۔ تیسرا پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف جمتی رہتی ہے جو موسم گرما میں پگھل کر دریاؤں کی صورت میں زمینوں کو سیراب کرنے کے کام آتی ہے۔

چوتھا پہاڑوں کی وجہ سے مسلسل زلزلوں سے بچاؤ ہوتا ہے۔ پھر راستوں کا ذکر ہے یہ ان دروں کی طرف اشارہ ہے جو قدرتی طور پر پہاڑوں کے بیچ میں بنائے گئے ہیں جو آمد و رفت میں بہت بڑی سہولت کا موجب ہوتے ہیں اور پھر ان راستوں سے انسان کئی جگہوں کی نشان دہی کر سکتا ہے راستے کا تعین کرنا آسان ہو جاتا ہے اور اسی طرح ستاروں کو بھی کئی دوسرے فوائد کے ساتھ ایک فائدہ راستہ تلاش کرنے کا بہت بڑا ذریعہ بنا دیا ہے۔ انیسویں صدی کے وسط تک بحری، بری اور فضائی راستے ستاروں سے ہی تلاش کیے جاتے تھے مگر اب اس کام کے لیے کئی دوسرے ذریعے انسان نے دریافت کر لیے ہیں۔ بہر حال اللہ کی نعمتیں بے شمار، لاتعداد، لاجواب اور انتہائی کارآمد ہیں۔ ان کا شمار کرنا انسان کے بس کی بات نہیں اور ان جیسی تخلیقات کسی بھی عالم، فاضل، حکیم و دانا سائنس دان کے بس میں نہیں، ہاں! البتہ اب اللہ کی تخلیقات کی نقل سے کچھ نہ کچھ ہلکا پھلکا کام ہونے لگا ہے جو کہ محض نقل تک محدود ہے۔ اتنا کچھ دیکھنے، جاننے اور استعمال کرنے کے باوجود بھی بے شمار لوگ اللہ کو واحد ماننے سے انکار کرتے ہیں اور عجیب و غریب کائنات کی مختلف تخلیقات کی پوجا کرتے ہیں جو کہ خود اللہ کی محتاج ہیں۔ کمال کی بات یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو بھی اللہ ہر نعمت عطا کرتا ہے۔ اس سے اللہ کے غفور رحیم ہونے کا بہت بڑا ثبوت ملتا ہے۔ ایسے مشرک اور منافق لوگوں کو اللہ مطلع کرتا ہے کہ ظاہر باطن، عمل اور نیتیں سب کچھ اللہ کے علم میں ہیں۔ اور وہ اسی علم کے ذریعے ہر شخص کو اجر و ثواب بڑے ہی انصاف سے دے گا۔

غیر اللہ کی حقیقت اور ان کو پوجنے والوں کا انجام

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿20﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ
ع 2/12/8 اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿21﴾ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا
يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿22﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ
مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿23﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ
اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿24﴾ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ

الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿25﴾ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿26﴾

ترجمہ: اور جن لوگوں کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کوئی چیز بھی تو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔ (20) وہ مردے ہیں زندہ تو نہیں، ان کو یہ بھی تو معلوم نہیں کہ اٹھائے کب جائیں گے۔ (21) تمہارا معبود تو اکیلا ہے تو جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل انکار کر رہے ہیں اور وہ سرکش ہو رہے ہیں۔ (22) یہ جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اللہ اس کو ضرور جانتا ہے۔ وہ اللہ سرکشوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ (23) اور جب ان کفار سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا اتارا ہے؟ تو کہتے ہیں کہ "وہ تو پہلے لوگوں کی حکایتیں ہیں۔ (24) (اے پیغمبر ﷺ!) ان کو بکنے دو یہ قیامت کے دن اپنے اعمال کے پورے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور جن کو یہ بے تحقیق گمراہ کرتے ہیں ان کے بوجھ بھی اٹھائیں گے، سن لو کہ جو بوجھ اٹھا رہے ہیں برے ہیں۔ (25) ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسی ہی مکاریاں کی تھیں تو اللہ کا حکم ان کی عمارتوں کے ستونوں پر آ پہنچا اور چھت ان پر اوپر سے آ گری اور ایسی طرف سے ان پر عذاب آ واقع ہوا جہاں سے ان کو خیال بھی نہ تھا۔ (26)

تشریح: پچھلی آیات میں اللہ نے اپنی نعمتوں، برکتوں اور بہترین تخلیق کا تذکرہ کیا ہے۔ اس قدر واضح ثبوت اور نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی کفار کی آنکھیں نہیں کھلتیں اور وہ جوں کے توں کفر و شرک پر ہی قائم رہتے ہیں۔ بلکہ دوسروں کو بھی گمراہی کا سبق دیتے ہیں اور یہ ان کے لیے دہرے عذاب کا باعث بنے گا۔ کیونکہ ان کا گمراہی کا دیا ہوا سبق جہاں تک دوسرے لوگوں تک پہنچے گا اور پھر اس سے آگے جتنا یہ سبق پھیلتا چلا جائے گا تو ان تمام لوگوں کی گمراہی کا عذاب ان شروع میں سبق دینے والوں کے لیے ہی ہو گا کیونکہ گمراہی کی بنیاد انہوں نے ہی رکھی۔

یہاں یہ بات واضح ہے کہ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سے مراد صرف بے جان (سورج، چاند، ستارے یا بت) نہیں کیونکہ ان کے لیے تو مرنے کے بعد اٹھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ فرشتے کیونکہ وہ مرتے نہیں، یہاں اصل میں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ میں اصحاب قبور ہی آتے ہیں جن میں انبیاء، اولیائ، شہداء اور نیک لوگ آتے ہیں کہ جنہیں انکی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں شریک بنایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ انہیں کب اٹھایا جائے گا تو یہ الٰہ اور مشکل کشا کیسے بن گئے۔

بزرگوں کی عزت و احترام میں حدود کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے کہ کہیں شرک کا احتمال نہ ہو جائے، ان بزرگوں اور اولیائے کرام کو ہرگز ایسے القابات نہ دیے جائیں جو اسمائے حسنیٰ سے ملتے جلتے ہوں، یا اللہ کے اوصاف یا صفات کے ساتھ مشابہت رکھتے ہوں۔ آخر میں اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں کہ ان سے پہلے جو گمراہ لوگ گزر چکے ہیں ان کا عبرت ناک انجام ان سب لوگوں کے سامنے ہے بجائے ان سے عبرت حاصل کرنے کے الٹا کہتے ہیں کہ قرآن کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں بس پچھلے لوگوں

کے قصے کہانیاں ہی اس میں بیان کی گئی ہیں۔ ان ہی لوگوں کی طرح وہ لوگ بھی کفر وشرک، گمراہی، اور فخر وغرور میں بدمست ہو کر غافلوں کی سی زندگی گزار رہے تھے کہ اچانک اللہ کے غضب کا نشانہ بن گئے ان کی تباہی و بربادی عقل وشعور رکھنے والوں کے لیے بڑی عبرت کا ذریعہ ہیں۔

قیامت کے دن مشرکین اور کفار کی رسوائی اور ذلت

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿27﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿28﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿29﴾

ترجمہ: پھر وہ ان کو قیامت کے دن بھی ذلیل کرے گا اور کہے گا میرے وہ شریک کہاں ہیں؟ جن کے بارے میں تم جھگڑا کرتے تھے جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہیں گے آج کافروں کی رسوائی اور برائی ہے۔ (27) ان کا حال یہ ہے کہ فرشتے جب ان کی روحیں قبض کرنے لگتے ہیں اور یہ اپنے ہی حق میں ظلم کرنے والے ہوتے ہیں تب وہ اطاعت ظاہر کرتے ہوئے کہیں گے ہم کوئی برا کام نہیں کرتے تھے۔ ہاں! جو کچھ تم کیا کرتے تھے اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ (28) سو دوزخ کے دروازوں سے داخل ہو جاؤ، ہمیشہ اس میں رہو گے، اب تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے۔ (29)

تشریح: پچھلی آیات میں دنیا میں دیے گئے عذاب کا ذکر ہے اب ان آیات میں کفار کی وہ حالت بیان کی گئی ہے جو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیے جانے اور حساب کتاب کے وقت ہوگی۔ تب وہ سو حیلے بہانے بنائیں گے اور عذاب الٰہی سے بچنے کی کئی تدبیریں کریں گے مگر سب بے کار ہوگا۔ کیونکہ اللہ سب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے رہے لہٰذا ان کے برے اعمال اور شرک و کفر کی وجہ سے ان کو حکم دیا جائے گا کہ دوزخ کے دروازوں سے جہنم میں داخل ہو جاؤ اور ہمیشہ اسی میں رہو۔ ان کا کوئی شریک وہاں کام نہیں کرے گا۔ آخرت کا لفظ 115 دفعہ اور دنیا کا لفظ بھی قرآن میں 115 دفعہ آیا ہے۔ اور قیامت تو ایک ایسی حقیقت ہے جو موجودہ سائنس دانوں پر بھی دلائل سے واضح ہو چکی ہے۔ قرآن میں تو اس کی وضاحت بے شمار آیات میں تفصیل سے کر دی گئی ہے۔ عام الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ بڑی اور آخری قیامت موجودہ کائنات کا مکمل خاتمہ ہوگا۔ کیونکہ قیامت اچانک آئے گی اور پوری کائنات ایک دھماکے سے بھسم ہو جائے گی۔ کچھ نہ بچے گا سوائے اللہ کی ذات کے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”وہ دن ہوگا جس دن پھٹ جائیں گے آسمان جس طرح پھٹ جانے کا حق ہوتا ہے۔ اور پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ کر

تیرنے لگیں گے۔(سورۂ طور آیات:9تا10)

یہ انتہائی خوفناک وقت ہوگا اور بالکل اچانک ہوگا۔اس واقعہ کے بارے میں سائنسی نظریات ملاحظہ ہوں ''پال ڈیویز کا کہنا ہے کہ کائنات کا سکڑنا،یعنی انہیں اولین حالات میں آسمان کہیں بھٹی میں تپتے ہوئے اور پگھلتے ہوئے تانبے کی طرح نظر آئیں گے اور کہیں تازہ خون اور چربی کی کھال کا منظر پیش کریں گے،مندرجہ ذیل آیات دی جارہی ہیں تاکہ ہم قرآنی حکمت کی نگاہ سے اپنے سائنسی تصورات کو صحیح طور پر پرکھ سکیں۔اس سلسلے میں ارشادِ ربانی ہے:''جس دن کہ آسمان پگھلے ہوئے بھٹی سے نکلنے والے تانبے کی طرح معلوم ہوگا۔(سورۂ معارج آیت:8از قیامت اور حیات بعد الموت مصنف مشہور سائنسدان صوفی منش سلطان بشیر محمود)

آخر میں دوزخ کے بارے میں فرمایا ہے۔کہ وہ بڑی ہولناک جگہ ہے۔اس کا ذکر سورۃ الانفال کی آیات 50 تا 52 میں ہو چکا ہے۔وہ ایسی جگہ ہے جہاں ہر طرح کی اذیت کے سامان ہوں گے۔جسمانی اذیت،ذہنی اذیت اور روحانی اذیت دی جائے گی۔ اوراس کے دروازوں کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔اے غفور و رحیم،رحمن و رحیم اللہ!ہم سب کو اس عذاب سے اپنی پناہ میں رکھنا۔آمین۔

نیک لوگوں کے لیے خوش خبری

وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوْا خَيْرًا ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿30﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ؕ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿31﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿32﴾

اور جب پرہیز گاروں سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا نازل کیا ہے؟تو کہتے ہیں کہ بہترین کلام جو لوگ نیکوکار رہیں ان کے لیے اس دنیا میں بھلائی ہے اور آخرت کا گھر تو بہت ہی اچھا ہے اور پرہیز گاروں کا گھر بہت خوب ہے۔(30)وہ ہمیشہ رہنے والے بہشت ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہاں جو چاہیں گے ان کو ملے گا۔اللہ پرہیز گاروں کو ایسا ہی بدلہ دیتا ہے۔(31)ان کی حالت یہ ہے کہ جب فرشتے ان کی جانیں نکالنے لگتے ہیں اور یہ(کفر و شرک سے) پاک ہوتے ہیں تو سلام علیکم کہتے ہیں اور کہتے ہیں جو عمل تم کیا کرتے تھے ان کے بدلے میں بہشت میں داخل ہو جاؤ۔(32)

تشریح: اللہ تعالیٰ کا یہ خاص طریقہ ہے کہ جہاں وہ دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو ساتھ ہی جنت کا ذکر ضرور ہوتا ہے۔یہاں ان آیات میں جنت کا ذکر ہے۔جنت کی دو خاص صفتیں بتائی گئی ہیں۔ایک تو وہاں کے عیش و آرام ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔دوسرا ان سے انسان کبھی اکتائے گا نہیں۔جیسا کہ دنیا میں دکھ اور سکھ ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔وہاں ایسا نہ ہوگا حدیث میں آتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جنت میں داخل ہو جائے گا وہ (ہمیشہ) عیش میں رہے گا، اسے کوئی رنج و تکلیف نہیں پہنچے گی۔ نہ اس کے کپڑے پرانے ہوں گے اور نہ اس کا ثبات فنا ہوگا۔'' (صحیح مسلم)

ایک بہت بڑا راز اللہ تعالیٰ ان آیات میں یہ بتا رہے ہیں۔ جس کی وضاحت رسول اللہ ﷺ یوں کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ''حشر نشر تک قبر ہمارے سفر کی پہلی منزل ہے۔ اگر یہ مرحلہ آسانی سے گزر گیا تو اگلے مرحلے بھی آسان ہوں گے لیکن اگر یہاں خرابی ہوئی تو پھر حشر و نشر کے باقی واقعات اس سے بھی بدتر ہو سکتے ہیں۔ (جامع ترمذی شریف)

موت اور موت کے بعد کے حالات کچھ یوں پتہ دیتے ہیں۔

(1) موت کا مطلب ہے ہمارے نگہبان فرشتے روح کو مادی جسم سے نکال لیتے ہیں۔

(2) موت کی تکلیف کافر اور مؤمن دونوں کو ہوتی ہے۔ مؤمن کی روح یوں نکلتی ہے جیسے مشکیزے سے پانی اور کافر کی جیسے کانٹے دار سلاخ سے ململ کا کپڑا کھینچ لیا جائے۔

(3) موت کی جسمانی تکلیف موت کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے اور روح کی تکلیف یا آرام اعمال کے مطابق فوراً شروع ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اس سورت کی آیت 32 میں کہا گیا ہے۔

(4) موت کے بعد حشر تک انسان کی روح عالم برزخ میں رہتی ہے۔ یہاں نیک لوگ خوشحال رہیں گے جبکہ بُرے لوگ عذاب میں رہیں گے۔ اور درمیانہ درجہ کے لوگ نیند کے عالم میں رہیں گے اور اپنے اعمال کے مطابق برے پریشان کن خواب دیکھیں گے جب کہ اچھے لوگ خوشگوار خواب دیکھیں گے۔ اور یوں اعمال کا بدلہ ہمیشہ پاتے رہیں گے حشر نشر کے زمانے کے آنے تک جس کی کوئی اطلاع مدت کے بارے میں نہیں دی گئی۔

یہ سب کچھ بالکل سچ ہے کیونکہ اس کی اطلاع قرآن پاک میں دی گئی ہے، لہٰذا ہر وقت اپنے اعمال پر نظر رکھنی چاہیے تاکہ دنیا و آخرت میں آرام و سکون اور راحتیں حاصل کر سکیں۔ دنیا میں بھی عزت عطا فرمائے اور آخرت میں انعام۔

کفار کے حیلے اور بہانے

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿33﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿34﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿35﴾

ترجمہ: کیا یہ کافر اس بات کے منتظر ہیں کہ فرشتے ان کے پاس جان نکالنے آئیں یا تمہارے رب کے عذاب کا حکم آ پہنچے اسی طرح ان لوگوں نے کیا تھا جو ان سے پہلے تھے اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔(33) تو ان کو ان کے اعمال کے برے بدلے ملے اور جس چیز کے ساتھ وہ ٹھٹھے کیا کرتے تھے اس نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا۔(34) اور مشرک کہتے ہیں اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم ہی اس کے سوا کسی چیز کو پوجتے اور نہ ہمارے بڑے ہی پوجتے اور نہ اس کے فرمان کے بغیر ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے۔(اے پیغمبر! ﷺ) اسی طرح ان سے اگلے لوگوں نے کیا تھا، تو پیغمبروں کے ذمے اللہ کے احکام کو کھول کر سنا دینے کے سوا اور کچھ نہیں۔(35)

تشریح: ان آیات میں بھی پہلے بیان کیے گئے مضمون کا عکس دکھائی دیتا ہے۔ کفار اکثر یہی کہتے ہیں کہ اللہ تو اتنی زیادہ قدرت رکھتا ہے ہمیں بھی گمراہ نہ ہونے دیتا تو الہ العلمین اس کا جواب یہی دیتے ہیں کہ بندوں کی ہدایت کے لیے رسول بھیجے گئے جس نے ان کی بات سنی اور غور کیا، اور پھر عمل کرتے ہوئے سیدھی راہ اختیار کی اس نے نجات پائی، مگر جس نے ہٹ دھرمی سے کام لے کر اپنی عقل وارادہ کو کام میں نہ لا کر گمراہی کی راہ اختیار کی تو وہ اس کی سزا ضرور پائے گا۔ اس میں نہ تو اللہ پر الزام آتا ہے اور نہ ہی رسول پر الزام آتا ہے۔ اللہ نے ہدایت کے لیے رسول بھیجا اور رسول نے اپنا فرض ادا کرتے ہوئے لوگوں کو ہدایت کی طرف بار بار بلایا۔ اپنے رسول ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے اللہ فرماتا ہے کہ اے نبی (ﷺ) آپ کا کام تھا ہدایت کا راستہ واضح کر دینا بس آگے ماننا یا نہ ماننا یہ ان لوگوں کی صوابدید پر منحصر ہے، مگر یہ کفار سمجھ نہیں رہے اور یہ اس وقت کا انتظار کر رہے ہیں کہ فرشتہ آ کر ان کی جان نکال لے یا پھر عذاب آ جائے اور یہ ختم ہو جائیں یہ دونوں باتیں ان سے عمل کرنے کی مہلت ختم کر دیں گی کیونکہ عمل تو صرف اس دنیا کی اس زندگی میں ہی ہو سکتا ہے۔ جو مر گیا تو پھر بس اس کو تو کفر و شرک کی سزا ہی ملے گی۔ یہ نئی بات نہیں ان کے آباؤ اجداد بھی یہی کام کرتے آئے ہیں۔ آپ ان کی فکر نہ کریں بس اپنا کام کرتے جائیں۔

ہدایت اور آخرت سے انکار

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۗ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿36﴾ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿37﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۭ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿38﴾

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا أَنَّهُمْ كَانُوا كٰذِبِينَ ﴿39﴾
إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَآ أَرَدْنٰهُ أَنْ نَّقُولَ لَهٗ كُنْ فَيَكُونُ ﴿40﴾

ترجمہ: اور ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اور بتوں کی پوجا سے بچو، اور ان میں بعض ایسے ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور بعض ایسے ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوئی تو زمین پر چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔(36) اگر آپ ان کفار کی ہدایت کی خواہش کریں تو جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ اور ایسے لوگوں کا کوئی مددگار بھی نہیں ہوتا۔(37) اور یہ اللہ کی سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جائے گا اسے اللہ قبر سے نہیں اٹھائے گا۔ ''ہرگز نہیں'' یہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور اسے وہ ضرور پورا کرے گا۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔(38) تاکہ جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں وہ ان پر ظاہر کر دے اور اس لیے کہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔(39) جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہماری بات یہی ہے کہ اس کو کہہ دیتے ہیں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔(40)

تشریح: پیغمبر کا آنا اور کفار و مشرکین کا عذاب سے تباہ و برباد ہونا یہ سب بڑی تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔ اسی طرح حیات بعد موت کا بھی بیان ہو چکا ہے یہاں پھر وضاحت کی جا رہی ہے کیونکہ کفار اس بات پر قسمیں کھا رہے ہیں کہ ہم دوبارہ زندہ نہ ہوں گے جبکہ قرآن میں اس بات کو بار بار دہرایا جا رہا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اور قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں، اس وقت وہ تمام جو قبروں میں ہیں پھر سے زندہ کیے جائیں گے۔ (سورۂ حج آیات 5 تا 7) ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یقیناً انسانی جسم کے تمام اجزا مناسب طریقہ سے ملا کر انسان کو دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا۔

علم الابدان کے ماہر بتاتے ہیں کہ انسان کا جسم تقریباً 26 پدم خلیات (Cells) سے مل کر بنتا ہے۔ یہ سلز ٹوٹتے ختم ہوتے اور نئے وجود میں آتے رہتے ہیں ہر دس سال میں یہ تبدیلی ہوتی رہتی ہے مگر اندر کا انسان یعنی روح ویسی کی ویسی ہی رہتی ہے اور انسان ہر عمر میں اپنے آپ کو وہی پچھلا انسان محسوس کرتا ہے کیونکہ جسمانی تبدیلی تو ہوتی ہے مگر روحانی تبدیلی، یعنی تمنائیں، خیالات اور عادات نہیں بدلتیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ انسانی زندگی، جسم سے علیحدہ کوئی چیز ہے کیونکہ مر جانے پر روح قائم رہتی ہے اور قیامت کے دن اس کو حکم دیا جائے گا کہ عالم برزخ سے نکل کر اپنے مادی جسم کے ساتھ مل جائے اور دوبارہ اصل انسان کی شکل میں اللہ کے سامنے پیش ہو جائے تاکہ اس دنیا میں کیے گئے اعمال کا بدلہ پا سکے اور جان جائے کہ اللہ کا فرمان سچا اور پکا ہوتا ہے۔ اللہ کے لیے کچھ مشکل نہیں اس کی قدرت تو اتنی عجیب و غریب مگر مستحکم ہے کہ اس نے کن (ہو جا) کہا اور یہ اتنی بڑی کائنات وجود میں آ گئی۔ پھر انسان کا ماں کے پیٹ میں وجود اسی ،، کن فیکون ،، کا کمال ہے۔ غرض ایک ذرہ بھی اللہ کے حکم سے باہر نہیں۔ اور وہ ہر چیز پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے اور وہی قادرِ مطلق ہے۔

مہاجرین کا اجر وثواب

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿41﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿42﴾

وقف لازم

اور جن لوگوں نے ظلم سہنے کے بعد اللہ کے لیے وطن چھوڑا ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے، کاش وہ اسے جانتے۔(41) وہ لوگ جو صبر کرتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسا رکھتے ہیں۔(42)

تشریح: ہجرت کے فضائل یہاں بیان کیے گئے ہیں۔ ہجرت کی تفصیلات سورۂ نساء کی آیت 97 میں بیان ہو چکی ہیں یہاں تو اللہ کے ان وعدوں کا ذکر ہے جو مہاجرین سے کیے گئے۔

پہلا یہ کہ مہاجرین کو دنیا و آخرت میں بہترین اجر ملے گا۔ جیسا کہ ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ سے مسلمان ہر قسم کی فتح و کامرانی اور عزت و وقار سے مالا مال ہو گئے۔

دوسرا یہ کہ دنیا و آخرت میں بھلائی کا وعدہ تمام مسلمان مہاجرین کے لیے ہے۔ پھر ہجرت کے خالص ہونے کی کچھ شرائط ہیں۔

پہلا: ہجرت کا مقصد خالصتاً اللہ کی رضا حاصل کرنا ہو۔

دوسرا: مظلوم ہونا۔ تیسرا۔ تکالیف پر صبر کرنا۔ چوتھا اللہ پر مکمل بھروسا ہونا۔

اسی طرح ہجرت کی کچھ قسمیں ہیں:

(1) دار الکفر سے دار السلام کی طرف جانا۔

(2) جسمانی اذیتوں سے بچنے کے لیے ہجرت کرنا۔

(3) آب و ہوا کی خرابی اور امراض سے بچنے کے لیے ہجرت کرنا۔

(4) مال، جان اور عزت کی حفاظت کے لیے ہجرت کرنا۔

آخر میں صبر و استقامت اور توکل علی اللہ کی بہت بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ قرآن پاک میں بے شمار جگہ پر آیا ہے کہ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اس لیے مصیبت اور پریشانی میں صبر و سکون اور شکر سے کام لینا چاہیے۔ تمام تکلیفوں کا حل اسی میں ہے۔ اور آخرت میں تو صبر کرنے والے بڑا درجہ حاصل کریں گے۔

رسول آئے لوگوں کو خبردار کرنے کے لیے

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْــَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿43﴾ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿44﴾

اور ہم نے آپ سے پہلے مردوں ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا جن کی طرف ہم وحی بھیجا کرتے تھے اگر تم لوگ نہیں جانتے تو اہل کتاب سے پوچھ لو۔ (43) اور ان پیغمبروں کو دلیلیں اور کتابیں دے کر بھیجا تھا اور ہم نے آپ پر بھی یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ جو ارشادات لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر ظاہر کردیں اور تاکہ وہ غور کریں۔ (44)

تشریح: یہاں اس بات کا جواب دیا گیا ہے کہ جو کفار ہمیشہ کہتے آئے تھے کہ حضرت محمد ﷺ کو ہی کیوں پیغمبر بنا کر بھیجا گیا فرشتے کو کیوں نہ بھیجا گیا؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ”پیغمبر، رسول اور نبی ہمیشہ انسان ہی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ پچھلے لوگوں (اہل کتاب) کسی سے بھی پوچھ لو یہی جواب ملے گا کہ ہمیشہ انسان کی ہدایت کے لیے انسان ہی رسول بنائے گئے، اس میں مصلحت یہی ہے کہ انسان ہی انسان کو علم اور عمل کے ذریعے اللہ کا وہ پیغام اچھی طرح سمجھا سکتا ہے کوئی دوسری مخلوق یہ کام نہیں کرسکتی۔

یہاں سنت رسول، سیرت مبارکہ، احادیث رسول اور شریعت کی اہمیت بھی واضح کردی گئی ہے۔ کیونکہ آپ کی پاکیزہ اور مبارک زندگی رشد و ہدایت کا بہترین نمونہ ہے جو قرآن کے اصول و قوانین کو اچھی طرح ہمارے اوپر واضح کردیتے ہیں۔ یہ ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا موجودہ انسان نے جہاں بے شمار ایجادات کی ہیں وہاں اپنا اصلی سکون جو اللہ کی قربت سے ملتا ہے بالکل ختم کرلیا ہے۔ سائنسی ترقی نے انسان کو مادی سہولتیں تو دی ہیں مگر روحانی پستی میں مبتلا کردیا ہے۔ ایسے نفسا نفسی کے دور میں قرآن و حدیث کا مطالعہ بھی رکھا جائے تو یقیناً ایک سائنس دان بہترین عالم دین اور پکا مسلمان ثابت ہوسکتا ہے۔ الحمدللہ کہ نبی پاک ﷺ کی لائی ہوئی آخری کتاب قرآن مجید اور ان کی شریعت سیرت النبی ﷺ آج بھی زندہ و قائم ہے اور آج کا بے چین بے سکون اور بھٹکا ہوا انسان اللہ کے قوانین سے رہبری حاصل کر کے دنیا و آخرت کا سکون حاصل کرسکتا ہے۔

مکار لوگوں کے لیے مختلف عذابوں کی وعید

اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَكَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿45﴾ اَوْ یَاْخُذَهُمْ فِیْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿46﴾ اَوْ یَاْخُذَهُمْ عَلٰی تَخَوُّفٍ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿47﴾

ترجمہ: کیا جو لوگ بری بری چالیں چلتے ہیں اس بات سے بے خوف ہیں کہ اللہ ان کو زمین میں دھنسا دے یا ایسی طرف سے ان پر عذاب آ جائے جہاں سے ان کو خبر ہی نہ ہو۔(45) یا ان کو چلتے پھرتے پکڑ لے وہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔(46) یا وہ کمزور ہو کر تباہ ہو جائیں یہ ان کو پکڑے، بے شک تمہارا پروردگار بہت شفقت کرنے والا اور مہربان ہے۔(47)

تشریح: اسی مضمون کی آیات پہلے بھی گزر چکی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کفار نبی کی مخالفت اور کفر وشرک میں اتنی زیادہ مصروفیت کا اظہار کر رہے ہیں۔ گویا وہ اللہ کی پکڑ سے بالکل آزاد ہیں۔ حالانکہ اللہ ان کو فوراً عذاب صرف اس لیے نہیں دیتا کہ شاید وہ سمجھ جائیں اور ہدایت پائیں جبکہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اور ہر قسم کا عذاب دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے، مگر یہ تو اس کے رحیم وکریم ہونے کی نشانی ہے کہ وہ ہوشیار کرنے کے لیے ہلکی پھلکی سزا دیتا ہے پھر فراخی دیتا ہے، لیکن جب انسان ہر طرح سے غافل اور اپنے اعمال بد پر ڈٹ کر کفر وشرک کرتا چلا جائے تو پھر سوائے تباہی و بربادی کے عذاب کے اور کوئی چارۂ کار ہی نہیں ہوتا اور یہ پوری طرح اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ چاہے تو سِسکا سِسکا کے مارے یک دم عذاب عظیم سے مار دے۔ لیکن اللہ تو انسان کو محبت سے سمجھاتا رہتا ہے کہ باز آ جاؤ، باز آ جاؤ۔ یہ اس کی رحمت ہی تو ہے کہ پہلے ہدایت دیتا ہے پھر ڈراتا ہے پھر ہلکا عذاب دیتا ہے اور پھر آخر میں بڑا عذاب دیتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ چھوٹی موٹی لغزشوں پر توبہ واستغفار کا وظیفہ کرتے ہوئے نیک راہیں اختیار کرے اور دوسروں کو بھی حکم دے۔ بندگی کا یہی دستور ہے۔

کائنات کی ہر چیز اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوتی ہے

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿48﴾ وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿49﴾ یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَیَفْعَلُوْنَ

مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝50 وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ
فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝51 وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ
اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ۝52 وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ
تَجْـَٔرُوْنَ ۝53 ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝54
لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝55 وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ
نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۭ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ۝56 وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ
الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ۝57 وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ
مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝58 يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْۗءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي
هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝59 لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝60 ع 7 10 13

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے اللہ کی مخلوقات میں سے ایسی چیزیں نہیں دیکھیں جن کے سائے دائیں سے (بائیں کو) اور بائیں سے (دائیں کو) لوٹتے رہتے ہیں یعنی اللہ کے آگے عاجز ہو کر سجدے میں پڑے رہتے ہیں۔ (48) اور تمام جاندار جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں سب اللہ کے آگے سجدہ کرتے ہیں اور فرشتے بھی۔ اور وہ ذرا غرور نہیں کرتے۔ (49) اور اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے ڈرتے ہیں اور جو ان کو کہا جاتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔ (50) اور اللہ نے فرمایا ہے کہ دو معبود نہ بناؤ، معبود تو ایک ہی ہے، تو مجھ سے ہی ڈرتے رہو۔ (51) اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور اسی کی عبادت لازم ہے تو تم اللہ کے سوا اوروں سے کیوں ڈرتے ہو؟ (52) اور جو نعمتیں تمہیں ملی ہوئی ہیں سب اللہ کی طرف سے ہیں، پھر جب تم کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کے آگے فریاد کرتے ہو؟ (53) پھر جب وہ تم سے تکلیف کو دور کر دیتا ہے تو تم میں سے کچھ لوگ اللہ کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں۔ (54) تاکہ جو نعمتیں ہم نے ان کو دی ہیں ان کی ناشکری کریں۔ تو اے مشرکو! دنیا میں فائدے اٹھا لو۔ عنقریب تمہیں اس کا انجام معلوم ہو جائے گا۔ (55) اور ہمارے دیے ہوئے مال میں سے ایسی چیزوں کا حصہ مقرر کرتے ہیں جن کو جانتے ہی نہیں۔ کافرو! اللہ کی قسم کہ جو تم بہتان باندھتے ہو اس کی ضرور تم سے بازپرس ہوگی۔ (56) اور یہ لوگ اللہ کے لیے تو بیٹیاں تجویز کرتے ہیں اور وہ ان سے پاک ہے اور اپنے لیے بیٹے جو ان کو بہت پسند ہیں۔ (57) حالانکہ جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی پیدائش کی خبر ملتی ہے تو غم سے اس کا رنگ کالا ہو جاتا ہے اور اس کا دل غمگین ہو جاتا ہے۔ (58) اور بری خبر جو وہ سنتا ہے

لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اور سوچتا ہے کہ ذلت برداشت کر کے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا زمین میں گاڑ دے۔ دیکھو یہ جو تجویز کرتے ہیں بہت بری ہے۔(59) جولوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے انہی کے لیے بری باتیں ہیں اور اللہ کو صفت اعلیٰ زیب دیتی ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔(60)

تشریح: یہاں عربوں کی انتہائی بری عادت بیان کی گئی ہے جو کہ ان میں عام طور پر رواج پا چکی تھی۔ اول تو وہ لڑکی ذات کو ہی ناپسند کرتے تھے، پھر جب وہ پیدا ہو جاتی تو اس کو اپنی انتہائی ذلت کا باعث سمجھتے تو اس ذلت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے اپنی بچی کو مار دیتے یا زندہ کو ہی دفن کر دیتے اور یوں تین گناہ کرتے ایک تو اپنی اولاد پر ظلم کرتے دوسرا قتل کا گناہ کرتے اور تیسرا حکمت الٰہی میں دخل دیتے۔ اس کے علاوہ ایک بہت بڑا گناہ یہ کرتے کہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے، یعنی جس بات کو اپنے لیے باعث شرم سمجھتے اس کو اللہ کے لیے مناسب سمجھتے اور یوں شرک کا بڑا گناہ کرتے۔ اسلام نے ان تمام گناہوں سے سختی سے منع کیا ہے، بلکہ بیٹی کی پرورش اور اسکی تعلیم وتربیت کو باعث جنت قرار دیا ہے اور یوں عورت کو عزت واحترام کی جگہ دی گئی ہے اسلام نے بتایا کہ شریعت اور قانون کی نظر میں جس طرح مرد کے حقوق ہیں اس طرح عورت کے بھی حقوق ہیں اگر چہ مرد کا درجہ زیادہ ہے۔ (سورۃ البقرہ آیت 228)

بچیوں سے سلوک، تعلیم وتربیت میں بچیوں کو بچوں سے کم رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ تاکہ معاشرے میں عورت کسی بھی طرح کم تر درجہ میں نہ رہے۔ اسی آزادی اور بہترین اصول وضوابط کا نتیجہ ہے کہ ہمیں عورت دنیا کے ہر میدان میں شاندار کامیابیاں حاصل کرتی ہوئی نظر آتی ہے، اس کے لیے شرم وحیا اور پاکیزگی کے قائم رکھنے پر زور دیا گیا ہے اور بڑے مناسب اصول اس کے لیے وضع کیے گئے ہیں جو کہ ہر صورت میں معاشرے اور عورت کی بھلائی کے لیے ضروری ہیں۔ مثلاً پردہ کا خیال رکھنا اور مردوں سے آزادانہ میل جول سے احتیاط برتنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر ان حدود میں رہ کر عورت کام کرے تو کوئی برا نہیں۔ آپ عورت کی تخصیص کے بارے میں غور کریں کہ اس کے بارے میں قرآن پاک میں پوری سورت سورۂ نساء کے نام سے اتری ہے۔ جس میں اس کے تمام تر حقوق اور فرائض کو واضح کیا گیا ہے۔

رحمت الٰہی، کفار کو دردناک عذاب کی وعید اور نزول قرآن کا مقصد

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿61﴾
وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا

جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ﴿62﴾ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ
فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴿63﴾ وَمَاۤ
اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً
لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴿64﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۤءِ مَاۤءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ
اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ﴿65﴾ ع

ترجمہ: اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم کے سبب پکڑنے لگے تو ایک جاندار کو زمین پر نہ چھوڑے مگر ان کو ایک مقرر وقت تک مہلت دیے جاتا ہے۔ جب وہ وقت آ جاتا ہے تو ایک گھڑی نہ پیچھے رہ سکتے ہیں نہ ایک گھڑی آگے جا سکتے ہیں۔ (61) اور یہ اللہ کے لیے ایسی چیزیں تجویز کرتے ہیں جن کو خود ناپسند کرتے ہیں اور زبان سے جھوٹ بولتے جاتے ہیں کہ ان کے لیے بھلائی ہی بھلائی ہے کچھ شک نہیں کہ ان کے لیے دوزخ کی آگ تیار ہے اور یہ دوزخ میں سب سے آگے بھیجے جائیں گے۔ (62) اللہ کی قسم ہم نے آپ سے پہلی امتوں کی طرف بھی پیغمبر بھیجے تو شیطان نے ان کے برے اعمال کو ان کے سامنے اچھا کر کے دکھایا اور آج بھی وہی ان کا دوست ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (63) اور ہم نے جو آپ پر کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ جس حکم میں ان لوگوں کو اختلاف ہے آپ اس کا فیصلہ کر دیں اور یہ مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔ (64) اور اللہ ہی نے آسمان سے پانی برسایا، پھر زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا بے شک اس میں سننے والوں کے لیے نشانی ہے۔ (65)

تشریح: اللہ کی رحمتیں بے شمار ہیں اور سب کے لیے ہیں۔ اللہ کا نظام چل رہا ہے ہر کافر و مشرک اور مسلمان اس کی رحمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے مگر جو لوگ اس کی ہدایت کے مطابق زندگی گزارتے ہیں اچھی جزا پائیں گے جو ہدایات سے ہٹ کر بری زندگی گزارتے ہیں وہ بری جزا پائیں گے۔ اور یہ وقت اللہ کے منتخب کیے گئے پروگرام کے مطابق ٹھیک وقت پر ضرور آ جائے گا۔ اور اس حقیقت سے ہر عقل مند آدمی خوب اچھی طرح واقف ہے۔

دودھ ایک عظیم نعمتِ باری تعالیٰ

وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا
خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ﴿66﴾

ترجمہ: اور تمہارے لیے چار پایوں میں بھی نشانِ عبرت ہے کہ ان کے پیٹوں میں جو گوبر اور لہو ہے اس سے ہم تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں۔ جو پینے والوں کے لیے خوشگوار ہے۔ (66)

تشریح: اس آیت میں اللہ کی طرف سے دی گئی ایک بہت بڑی نعمت کا ذکر ہے، یعنی دودھ۔ یہ اس قدر شفاف، فائدہ مند، غذائیت سے بھرپور، خوشبودار اور سفید ہوتا ہے کہ تمثیلاً کہا جاتا ہے دودھ کی طرح سفید۔ جب ہم غور کرتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ یہ چوپاؤں کے ذریعے انسان کے لیے مہیا کیا جاتا ہے۔ کیسی عجیب فیکٹری ہے دودھ بنانے کی۔ دودھ دینے والے جانوروں میں گائے، بھینس، اونٹ، بھیڑ، بکری، دنبہ، شامل ہیں۔ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ جانور جو کچھ کھاتا ہے اس سے اس کی اپنی غذا، اس کے بچے کی غذا اور پھر انسان کی غذا پیدا ہوتی ہے۔ وہی غذا جو وہ کھاتا ہے اس سے اس کے جسم کی طاقت اور نشوونما کے لیے خون بنتا ہے، گوبر بنتا ہے اور پیشاب بنتا ہے۔ خون رگوں میں دودھ تھنوں میں اور گوبر پیشاب اپنے باہر نکلنے کے نظام کی طرف چلا جاتا ہے۔ سبحان اللہ! کس قدر زبردست انتظام کیا گیا ہے جانور کی اندرونی کارکردگی کا۔ کہ دودھ جو ہم اس سے حاصل کرتے ہیں وہ پینے کی بہترین چیزوں میں سے ایک ہے۔ ایک ایسی جگہ تیار ہوتا ہے جہاں چارہ ہوتا ہے اور اس سے یہ تینوں چیزیں ایسے تیار ہوتی ہیں کہ ہر چیز بالکل علیحدہ علیحدہ اور خالص شکل میں انسان کو مل جاتی ہے دودھ بہترین غذا ہے اس میں نہ گوبر کی ملاوٹ ہوتی ہے نہ خون کا رنگ، مزہ اور بو ہوتی ہے۔ ہے نا یہ اللہ کا کمال اور بندوں پر اس کی بہترین عنایت۔ اب تھوڑا سا اس نظام کے بارے میں وضاحت کی جاتی ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ خوراک خون بناتی ہے جو فالتو پھوک رہ جاتا ہے اس کا گوبر اور پیشاب بن کر جسم سے خارج ہو جاتا ہے جبکہ خوراک کی پوری طاقت اپنے مکمل نظام کے تحت خون بن کر تمام جسم میں پھیل جاتی ہے جب بچہ ماں کے پیٹ میں نشوونما پانے لگتا ہے تو فوراً ہی دودھ بنانے والے گلینڈرز حرکت میں آ جاتے ہیں جیسے جیسے بچہ پیدائش کے قریب آتا ہے تھنوں میں دودھ بنانے والے گلینڈرز کو خون کی سپلائی طاقت ور بنانے لگتی ہے بچے کی پیدائش کے بعد تھنوں میں دودھ پوری تیزی سے تیار ہونا شروع ہو جاتا ہے، پھر جیسے ہی بچہ تھنوں میں دودھ پینے کی پوری کوشش کرتا ہے دماغ سے فوراً ایک خاص گلینڈرز کو حکم ہوتا ہے جو آگے گلینڈرز کو دودھ بنانے کا حکم دیتا ہے یہ گلینڈرز تھنوں میں ہوتے ہیں اور یوں دودھ کی مشین فرافر دودھ بنانے لگتی ہے یہی طریقہ انسان کے ساتھ بھی ہے فرق صرف یہ ہے کہ جانور کا دودھ بڑی زیادہ مقدار میں ہوتا ہے کیونکہ اس کو انسان نے اپنی جسمانی طاقت بڑھانے کے لیے استعمال کرنا ہوتا ہے جبکہ انسان، یعنی عورت کے دودھ کی یہ نوعیت نہیں ہوتی بلکہ وہ صرف بچے کی نشوونما کے لیے دو سال تک پلایا جا سکتا ہے۔ کیا کہنا اللہ کی کاریگری کا اسی لیے تو موجودہ سائنس دان اب بڑی تیزی سے رب کی طرف آ رہے ہیں۔ یہ تو تھی دودھ کی نعمت اگلی آیات میں کچھ اور نعمتوں کا ذکر ہے۔

ملاحظہ ہو:

پھلوں کی نعمت

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿67﴾

ترجمہ: اور کھجور وانگور کے میوں سے (بھی تم پینے کی چیزیں تیار کرتے ہو) کہ ان سے شراب بناتے ہو اور عمدہ رزق کھاتے ہو۔ جو لوگ سمجھ رکھتے ہیں ان کے لیے ان چیزوں میں (اللہ کی قدرت کی) نشانی ہے۔(67)

تشریح: یہاں اللہ کی دی گئی نعمتوں میں سے کھجور اور انگور کا ذکر کیا گیا ہے۔ دونوں پھل اپنی افادیت (فائدے) کے لحاظ سے بالکل منفرد پھل ہیں ان میں بے شمار وٹامنز اور بہترین غذائیت بھری ہوتی ہے۔ ان دونوں پھلوں کو تازہ بھی کھاتے ہیں خشک کر کے بھی کھاتے ہیں اور ان سے بے شمار مفید مشروب بھی بنائے جاتے ہیں۔ آیت میں سکراً کا لفظ آیا ہے جس کا مطلب ہے نشہ ،یعنی شراب۔ضیاء القرآن میں مولانا صاحب بحر قرطبی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں ''دوسرے علماء نے کہا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ اپنے احسانات کا ذکر فرما رہا ہے ایسے مقام پر کسی پلید اور نجس چیز کا ذکر کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ ان کی رائے میں سکر سے مراد کھجور اور انگور کا میٹھا رس ہے جو حلال ہوتا ہے۔'' (از پیر محمد کرم شاہ۔). میں خود بھی اسی خیال کے حق میں ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شہد کی مکھی کی کاریگری

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿68﴾ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿69﴾

ترجمہ: اور آپ کے رب نے شہد کی مکھیوں کو ارشاد فرمایا کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور اونچی چھتریوں میں جو لوگ بناتے ہیں گھر بنا۔(68) اور ہر قسم کے میوے کھا اور اپنے رب کے صاف رستوں پر چلی جا۔ اس کے پیٹ سے پینے کی چیز نکلتی ہے جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں ان میں لوگوں کے لیے (کئی امراض کی) شفا ہے۔ بے شک سوچنے والوں کے لیے اس میں بھی نشانی ہے۔(69)

تشریح: ایک سائنسی عجوبہ دودھ کا ذکر ہو چکا اب یہ ایک اور بہترین سائنسی معجزے کا ذکر قرآن میں کیا جا رہا ہے۔ جو واقعی انسان کے لیے معاشرت، معیشت، محنت، کارکردگی، ،خلوص، محبت، نظم وضبط، کاریگری اور اللہ کی قربت کا ایک بہترین نمونہ اور

بہترین ذریعہ ہے اللہ نے عالم حیوانی میں شہد کی مکھی کو کس قدر اہمیت دی ہے جس کے نام پر ایک سورت کا نام رکھ دیا۔ کیوں نہ ہو! یہ ہے ہی اس قابل کہ اس کو غور وفکر کا درجہ دیا جائے۔ یہ انسان کو صرف شہد ہی مہیا نہیں کرتی بلکہ بہت سے سبق سکھاتی ہے اور اللہ پر ایمان کو پختہ کرتی ہے۔ سب سے پہلے ہم اس کے خاندان کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ سوشل کیڑا ہے اس کا خاندان تین ممبران پر مشتمل ہوتا ہے۔ ملکہ۔ کارکن۔ نکھٹو۔

1- ملکہ: یہ کالونی کی ماں ہوتی ہے۔ یہ بہار کے موسم میں ایک ہزار تک انڈے دیتی ہے۔ اس کے جسم سے مواد نکلتا ہے جس کو مکھیاں چاٹتی رہتی ہیں۔ جب پیدائش کے بعد ملکہ مکھی ہوا میں اڑتی ہے تو ایک خاص مادہ اس کے جسم سے نکلتا ہے جس کی وجہ سے نکھٹو اس کا پیچھا کرتے ہیں۔

2- کارکن مکھیاں: یہ مامتا سے بھرپور ہوتی ہیں ان کے جسم سے دودھ کی طرح مادہ نکلتا ہے جو تین دن تک بچوں اور رانی کو دیا جاتا ہے۔ یہ انڈے نہیں دیتیں۔ بلکہ فوراً کام شروع کر دیتی ہیں پہلے رائل جیلی نکالتی ہیں، پھر خانے بناتی ہیں، پھر ان میں شہد جمع کر کے اس کو سکھاتی ہیں۔ بیس دن تک چھتے کے اندر کام کرتی ہیں بیس دن چھتے سے باہر کام کرتی ہیں۔ پیدائش کے چودہ دن بعد یہ پیٹ کے پچھلے حصہ سے موم اگلتی ہیں۔ چھتے کی حفاظت اور پھر سروے کا کام کرتی ہیں کہ خوراک کہاں سے ملتی ہے۔

3- نکھٹو: یہ ذرا بڑا ہوتا ہے مگر اپنی خوراک خود حاصل نہیں کر سکتا 3 سے 6 مکھیاں ایک نکھٹو کے لیے خوراک مہیا کرتی ہیں۔

مکھیوں کی منظم زندگی کچھ یوں ہے کچھ مکھیاں انجینئرنگ کا کام کچھ نرسنگ کا کچھ خوراک جمع کرنے کا کام کرتی ہیں۔ جب کہ انڈے دینا صرف ملکہ مکھی کا کام ہے۔

مکھیوں کی جسمانی ساخت قدرت کا بہترین شاہکار ہے۔ اس کی تین آنکھیں دور بینی کے لیے۔ جسم پر کنگھی نما دندانے ہوتے ہیں جو پولن اکٹھا کرنے اور پھیلانے کا کام کرتے ہیں۔ اور اس کے اندر موم بنانے کا قدرتی درجہ حرارت یعنی 90 95^{o} - موجود ہوتا ہے۔ مکھی تین قسم کے ڈانس کرتی ہے جو مختلف کاموں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ تمام کیڑوں کی طرح یہ بھی چار حالتوں سے گزرتی ہے (1) انڈے۔ (2) لاروا۔ (3) پیوپا۔ (4) جوان۔

مکھیوں کی خوراک۔ پھل دار درخت، فصلیں، تیل کے بیج والی فصلیں، سبزیاں، پودے، بیلیں، جھاڑیاں، جنگلی درخت، اور بے شمار قسم کے پودے پھول جنگلی اور زیبائشی۔ مکھی بہترین خوراک کے لیے اللہ کی طرف سے الہام حاصل کرتی ہے اور شہد تیار کرنے کا ایک بہترین کارخانہ چلاتی ہے۔ اس کا پورے کا پورا کام انتہائی باریکیوں اور بے شمار سائنسی نکات پر منحصر ہے۔ یہ سب کچھ نہ تو وہ کسی سکول، کالج یا یونیورسٹی سے سیکھتی ہے نہ کسی استاد سے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تمام حیران کن کام اس معمولی مکھی کو میں خود براہ راست سکھاتا ہوں۔ یہی وضاحت ہے الہام کی۔ اور اسی الہام اور تائید الٰہی کی بدولت شہد کی

مکھی اپنی ضرورت سے کئی گنا زیادہ شہد انسانوں کے لیے بناتی ہے۔ اوران کی نقل وحرکت اور پیداواری صلاحیتیں کسی بڑے انجینئر سائنسدان سے کچھ زیادہ ہی ہیں۔ اس کے چھتے کی بناوٹ اور پھر آپس میں رابطہ بالاصوتی (Ultrasonic) لہروں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور پھر اس کی صنعتی صلاحیتیں بھی قابل تحسین ہیں۔ سب سے پہلے تو ہم اس کے چھتے کی بناوٹ پر غور کرتے ہیں۔ مکھی کا گھر شش پہلو (چھ پہلو) مخروطی صورتوں میں ہوتا ہے۔ یہ جیومیٹری جیسی شکل والی ساخت تعمیراتی جگہ کے ممکنہ بہترین استعمال کو ظاہر کرتی ہے، یعنی زیادہ چیز کم جگہ میں سما جاتی ہے۔ پھر اس کی تعمیر میں استعمال ہونے والی گوند یا رال ایسی ہوتی ہے جو انسانی صحت کے لیے موزوں ترین ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ شہد کی مکھی اپنی مخصوص اور طرح طرح کی آوازوں سے اپنے جسم کی تکمیل کرتی ہے اور چھتے تک واپس پہنچنے کے لیے اپنی راہ بھی ڈھونڈھ سکتی ہے۔ اور دوسری مکھیوں کو خوراک کی جگہ کی ہدایات بھی دے سکتی ہے۔ اب ذرا شہد کی خاصیتیں اور اجزا کے بارے میں سنیے۔ شہد میں رائبوز ایک خاص قسم کی شکر ہوتی ہے جو جسم میں نئے خلیوں کی تعمیر میں استعمال ہوتی ہے۔ کیونکہ پیدائش کا عمل صرف ملکہ مکھی کرتی ہے، اس لیے رائبوز صرف ملکہ مکھی کھاتی ہے کارکن مکھیوں کو اسے کھانے کی اجازت نہیں ہوتی۔

شہد میں B^{13} , B^{14} اور BT موجود ہوتے ہیں جو کسی اور خوراک میں نہیں ہوتے اسی طرح شہد میں کئی اور اہم مرکبات ہوتے ہیں۔ جیسے فاسفورس، کیلشیم فاسفیٹ، ایم (حیاتین) اس کے علاوہ شہد کی مکھی مختلف کھیتوں اور پودوں سے طبی نکتہ نظر سے بے حد مفید جواہر اکٹھا کرتی ہے پھر ان کو شہد میں شامل کر دیتی ہے اسی لیے مخصوص علاقوں کے شہد مخصوص بیماروں کے لیے فائدہ مند ہوتے ہیں۔ مثلاً اعصابی بیماری، دل معدہ اور گلے کی بیماریاں۔ اس کے علاوہ اللہ نے فرمایا:

”اس کے اندر سے رنگ برنگ کا ایک شربت نکلتا ہے۔ (آیت 69)

شہد میں موجود مختلف قسم کی کیمیاوی خواص کی طرف اشارہ ہے۔ ڈاکٹر ہلوک نور باقی صاحب اپنی کتاب ”قرآنی آیات اور سائنسی حقائق“ میں وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”شہد کے خواص میں بالیدگی دینے والے ہارمون (شاہی جیلی) سفید رنگ کی ہوتی ہے رائبوز ہلکے پیلے رنگ کی ہوتی ہے کچھ لاکھیں (نامیاتی مرکبات) اور صحت بخش کیمیائی اجزاء نارنجی رنگ کے ہوتے ہیں۔ فاسفورس کے کچھ مرکبات اور کچھ قسم کے خمیر گاڑھے بھورے مائع کی صورت میں ہوتے ہیں۔ مکھی ان تمام اجزا کو اکٹھا کر کے ایک خاص طریق عمل کے ذریعے شہد میں تبدیل کرتی ہے۔ شہد زخموں کے لیے اور تمام پرانی بیماریوں کے لیے مفید اثر رکھتا ہے۔ مثلاً گٹھیا، جسمانی ضعف وزن میں کمی کی شکایت، معدہ، معدے کی آنتوں کے زخم یا ناسور، پرانی جلدی بیماری اور بخار کے بعد بے حد مفید ثابت ہوتا ہے۔ شہد کی یہ تاثیر رائبوز۔ فاسفورس، فالک ایسڈ، تمام حل ہو جانے والے حیاتین (وٹامنز) کیمیائی خمیر کی وجہ سے ہے جو شہد کا جز ہوتے ہیں۔ یہ حقیقت بھی دریافت ہو چکی ہے کہ دل کا مخصوص اعصابی نظام شہد سے اور بطور خاص اس میں موجود حیاتین بی کے گروپ اور

فاسفورس سے غیر معمولی طور پر فائدہ حاصل کرتا ہے۔ اور دماغ کے لیے بھی شہد میں موجود رائبوز۔ حیاتین بی اور فاسفورس بے حد مفید پائے گئے ہیں۔

قادرِ مطلق نے اس معمولی مکھی کو حکمت وایجادات کا ماہر بنا دیا جس کا ذہن ایک پن کے سرے سے بھی چھوٹا ہوتا ہے۔ وہ اللہ کی مرضی اور مدد سے اس قدر بڑی اور مفید صنعت کی مالک بن گئی کہ سوچنے والے حیران ہو جاتے ہیں اور یہ اللہ کی بڑائی، قدرت اور صناعی کا بہترین شاہکار ہے۔ جو انسان کے لیے اللہ کی معرفت میں مددگار ہوتا ہے اسی طرح کی بے شمار نشانیاں ہیں جو اللہ کے وجود اور وحدانیت کا ثبوت پیش کر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یقیناً اس میں ایک نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں۔ (النحل آیت 69)

❁❁❁

خود انسان اللہ کی قدرت کا ثبوت ہے

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿70﴾

ترجمہ: اور اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا، پھر وہی تم کو موت دیتا ہے اور تم میں بعض ایسے ہوتے ہیں کہ نہایت خراب عمر کو پہنچ جاتے ہیں اور بہت کچھ جاننے کے بعد ہر چیز سے بے علم ہو جاتے ہیں بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا اور قدرت والا ہے۔ (70)

تشریح: پہلے دودھ کی نعمت، پھر پھلوں کی نعمتوں اور پھر شہد کی بہترین نعمت کا ذکر کیا گیا اور فرمایا کہ یہ سب کچھ اللہ کی قدرت، عظمت اور رحمت یاد دلانے کے لیے کافی نہیں؟ اب انسان کو خود اس کی اپنی خلقت (پیدائش) کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے کہ کس طرح اللہ نے تمہیں لاغر اور ناتواں حالت میں ایک بچہ کی حیثیت سے پیدا کیا، پھر بتدریج تمہاری جسمانی حالت کو مضبوط سے مضبوط تر کرتا چلا گیا اور اس طرح تم بچپن سے لڑکپن، پھر جوانی سے بڑھاپے کی طرف چلتے چلے جاتے ہو۔ کچھ لوگ تو اس کے دوران میں ہی فوت ہو جاتے ہیں اور کچھ بڑھاپے کی اس عمر کو پہنچ جاتے ہیں جب وہ دوبارہ ایک بچہ کی طرح لاغر اور بے بس ہو جاتے ہیں مگر اللہ کی رضا سے وہ زندہ رہتے ہیں۔ کیونکہ موت وحیات اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہی اس پر قدرت رکھتا ہے اور وہی بہتر جانتا ہے کہ کس کو کس حال میں اور کتنی دیر زندہ رکھنا ہے۔ جب کہ نکمی عمر سے آنحضرت ﷺ نے بھی پناہ مانگی ہے کیونکہ یہ خود انسان کے لیے اور تمام گھر والوں کے لیے آزمائش بن جاتی ہے۔ بہر حال یہ سب کچھ بھی رب العزت کی قدرت، عظمت اور علیم وخبیر ہونے کی بہت بڑی نشانی ہے۔

روزی، رزق کی تقسیم

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿71﴾

ترجمہ: اور اللہ نے رزق و دولت میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے تو جن لوگوں کو فضیلت دی ہے وہ اپنا رزق اپنے غلاموں کو تو دینے والے نہیں (پورا پورا) کہ سب اس میں برابر ہو جائیں تو کیا یہ لوگ اللہ کی نعمت کے منکر ہیں؟ (71)

تشریح: پچھلی کئی آیات سے رب رحیم و کریم کی نعمتوں کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ اسی لحاظ سے ایک اور بہت بڑی نعمت کا ذکر یہاں ہو رہا ہے کہ مال و دولت اور رزق اللہ تعالیٰ سب انسانوں کو دیتے ہیں مگر اس کی تقسیم میں اللہ نے اپنا خاص نظام بنا رکھا ہے۔ وہ یہ کہ کسی کو زیادہ دیتا ہے کسی کو کم اور کسی کو درمیانے درجے کا۔ یہ نظام بھی بذات خود انسان کے لیے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ کیونکہ اس دنیا کے کاروبار حیات کو چلانے کے لیے یہ تناسب، یعنی امیر، غریب اور متوسط طبقات کا ہونا انتہائی فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر تمام لوگ ایک ہی معیار کے ہو جائیں تو یہ اونچے نیچے کام کیسے چلیں کیونکہ کسی کو اللہ نے معلم کی صلاحیت دے رکھی ہے کسی کو معمار، کسی کو طبیب، کسی کو سائنسدان، کسی کو بڑھئی، کسی کو نانبائی، کسی کو سنار، کسی کو لوہار، موچی، کسان، غرض زندگی کے مختلف شعبہ جات ہیں جن کے لیے مختلف لوگوں کو اللہ نے اپنے اپنے متعلقہ کاموں کی صلاحیتیں دے رکھی ہیں اور پھر اسی معیار سے ان کو روزی اور رزق ملتا ہے۔ یہ ایک نظام ہے ملک کا جو اللہ نے مسلمان کو سمجھا دیا ہے اسی میں بہتری ہے۔ کیونکہ اس نظام سے سرمایہ داری نظام اور اشتراکیت کا مکمل خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ ان نظاموں میں انسانی صلاحیتوں، آزادی اور مذہب سے دوری ضروری ہو جاتی ہے۔ مگر اللہ کے نظام میں غریبوں کو دینا لازمی قرار دیا ہے۔ مرنے والے کی وراثت تقسیم کرنا لازمی ہے تاکہ دولت ایک جگہ جمع نہ رہے۔ قدرتی نعمتیں، یعنی چشمے، سمندر، پہاڑ، دریا، خودرو پیداوار اور جنگل وغیرہ یہ سب تمام مخلوق کا سرمایہ بنا دیا۔ ورنہ سرمایہ داری نظام میں یہ سب سرمایہ دار کو ہی دے دیا جاتا ہے۔ پھر اشتراکی مفکرین نے انسان کی انفرادیت، صلاحیت اور خاص طور سے خاندانی نظام کو تقریباً ختم کر دیا ہے۔ کیونکہ یہ نظام لوٹ گھسوٹ، حسد، بغض اور نفرت پیدا کرتا ہے۔ خاندانی نظام کو ختم کر کے سب سے زیادہ بچوں پر عورتوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے ہیں۔ اشتراکی نظام میں دو بڑے گروہ پیدا ہوئے سرمایہ دار اور مزدور۔ ان کی ہر وقت آپس میں لڑائی رہنے لگی جس کو ختم کرنے کے لیے سوشلزم اور کمیونزم کو اختیار کیا گیا۔ جو کہ بری طرح فیل ہو گیا۔ یہ تمام نظام انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ جن میں سب سے اوپر کارل مارکس، اینگلس اور لینن وغیرہ کے نام آتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے پیدا کیے ہوئے اس کے بنائے ہوئے نظام حیات یا نظام مملکت کا بھلا کس طرح مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اللہ کا نظام انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ اور یہ نظام انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو سامنے رکھ کر بیان کیا گیا ہے۔

تاکہ انسانوں کو دقت یا پریشانی نہ ہو۔ آخر میں رب العلمین فرماتے ہیں کہ کفار کو اتنی بھی سمجھ نہیں آتی کہ جب اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے وہ اپنے غلاموں یا نوکروں کو ضرور کچھ نہ کچھ دیتے رہتے ہیں مگر اس قدر نہیں کہ وہ ان کی حیثیت کے برابر ہو جائیں۔ تو پھر وہ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ جس رب نے ان کو اور تمام کائنات کو پیدا کیا ہے وہ اکیلا عبادت کے لائق ہے تو پھر وہ لوگ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو ہی عبادت کے لائق بنا کر اللہ کے شریک بنا دیتے ہیں۔ سورۃ انعام میں فرمایا: ''رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔'' (آیت 151)

قصہ کچھ یوں ہے کہ بعثت رسول سے پہلے کفار تمام عبادتیں کرتے تھے حتیٰ کہ فتح مکہ یعنی 9 ہجری تک ہر سال حج بھی کرتے رہے مگر اپنے طریقہ سے مسجد حرام میں انہوں نے بت رکھے ہوئے تھے۔ انہی کی عبادت بھی کرتے تھے ان کا اور موجودہ کفار کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ بڑا اللہ تو ایک ہی ہے مگر چھوٹے خدا کئی ہیں۔ جن کے درمیان بڑے اللہ نے اپنے کچھ اختیارات بانٹ رکھے ہیں۔ بزرگان دین کو احتراماً اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں سے پکارنا شرک ہے اور اس میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔ فتح مکہ کے بعد حرم کعبہ کو بتوں سے پاک کیا گیا اور رسول اللہ ﷺ نے جو خطبہ دیا وہ بالکل کفار کے عقیدہ کی تردید میں تھا۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔''

شرک کا مطلب صرف یہ ہی نہیں کہ اس کے سوا کسی کی عبادت کی جائے بلکہ اللہ کی ذات، صفات، اختیارات اور حقوق میں بھی کسی دوسرے کو پکارنا شرک ہی ہوتا ہے۔ چاہے کسی بھی صورت میں ہو، اس لیے اللہ کے مقابلے میں کسی کی بات ماننا بھی شرک ہے اور شرک یہ بہت بڑا ظلم ہے جو انسان خود اپنے اوپر کرتا ہے۔ اس سے اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ ثابت یہ ہوا کہ معاش میں درجات کا اختلاف اور اللہ کی وحدانیت پر یقین، یہ دونوں رب رحیم کی بہت بڑی نعمتیں ہیں انسان کے لیے۔ ان دونوں کو سچے دل سے مان لینا ہی انسان کے مفاد میں ہے۔ دعا ہے ''اے اللہ! تیرے ہی نام پر مجھے مرنا ہے اور تیرے ہی نام پر مجھے جینا ہے۔''

اللہ کی طرف سے مزید نعمتیں اور اللہ کی دی گئی مثالیں

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿72﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـــًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿73﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿74﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰي شَيْءٍ وَّمَنْ

رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ
بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿75﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ
عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ
وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿76﴾

اور اللہ ہی نے تم میں سے تمہارے لیے عورتیں پیدا کیں، عورتوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کیے اور کھانے کو تمہیں پاکیزہ چیزیں دیں۔ تو کیا جھوٹی باتیں مانتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں سے انکار کرتے ہیں؟ (72) سوا یسوں کو پوجتے ہیں جو ان کو آسمانوں اور زمین میں روزی دینے کا ذرا بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ کسی اور طرح قدرت رکھتے ہیں۔ (73) تو اللہ پر مثالیں چسپاں مت کرو۔ بے شک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (74) اللہ ایک مثال دیتا ہے کہ ایک غلام ہے جو بالکل دوسرے کے اختیار میں ہے اور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور ایک ایسا شخص ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے بہت سا پاکیزہ مال دیا ہے اور وہ اس میں سے رات دن ظاہر اور پوشیدہ خرچ کرتا رہتا ہے تو کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں؟ (ہرگز نہیں۔) ساری خوبی اللہ کے لیے ہے مگر بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ (75) اور اللہ ایک مثال اور دیتا ہے کہ دو آدمی ہیں ایک ان میں سے گونگا ہے جو کچھ کام نہیں کر سکتا اور وہ اپنے مالک پر بھاری ہے کہ وہ جس طرف بھی اسے بھیجے کوئی بھلائی کر کے نہ لائے۔ کیا (ایسا گونگا بہرہ) اور وہ شخص جو سنتا بولتا ہے اور لوگوں کو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور خود سیدھے رستے پر چل رہا ہے کیا دونوں برابر ہیں؟ (76)

تشریح: ان آیات میں اللہ نے مزید نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اسی طرح تمہارے جوڑے بنائے، یعنی میاں بیوی تاکہ دنیا کی خوشیاں اور سکون حاصل کرسکو اور پھر اولاد در اولاد کی خوشیاں دیکھو اور دنیا کی تمام چیزیں تمہارے لیے مسخر کر دیں پھر بھی بے وقوف لوگ بے جان لاچار اور بے بس مخلوقات کی عبادت کرتے ہیں۔ جب ان سے پوچھو تو کہتے ہیں کہ جیسے جس طرح بادشاہ تک پہنچنے کے لیے درباریوں وزیروں کا سہارا لینا پڑتا ہے تو اسی طرح اللہ سے مانگنے کے لیے ان چیزوں کو وسیلہ بنانا پڑتا ہے کیونکہ اللہ تو بہت ہی بلند و بالا ہے۔ براہِ راست اس تک کیسے پہنچا جاسکتا ہے ہماری ان کے آگے اور ان کی اللہ کے آگے۔ اللہ تعالیٰ انکی اس بے بنیاد بات کو بالکل مسترد کرتے ہوئے فرماتا ہے اور مثالیں دیتا ہے۔ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بصیر و علیم قادرِ مطلق ایک پتھر کی مورتی یا بے جان اشیاء کے برابر کیسے ہوسکتا ہے؟ اسی طرح اپاہج جاہل اس رب ذوالجلال کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں۔ کفار و مشرکین کی کم عقلی اور نا اہلی کو ثابت کیا گیا ہے جبکہ الہ العلمین کی قدرت کاملہ اور وحدانیت کو مثالوں سے ثابت کیا گیا ہے مگر یہ لوگ خود عقل و بصیرت سے خالی ہیں۔

قیامت آنکھ جھپکنے کی طرح قائم ہوگی

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۷۷﴾

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کے بھید اللہ ہی کو معلوم ہیں اور اللہ کے نزدیک قیامت کا آنا یوں ہے، جیسے آنکھ کا جھپکنا بلکہ اس سے بھی جلد تر کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (77)

تشریح: اس آیت میں بڑی گہری بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ ہے **غیب السموات والارض** یعنی کائنات کا مادہ غیب (Hidden Matter) اس آیت میں مادہ غیب اور قیامت کا اکٹھا ذکر کرنے کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ دونوں کا آپس میں تعلق ہے۔ پھر ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ یعنی اس کو معلوم کر لینا انسان کے لیے کوئی معمولی بات نہیں۔ اس مادہ غیب کی توضیح (وضاحت) مشہور سائنسدان سلطان بشیر محمود صاحب یوں کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں: ''حیرانی کی بات یہ ہے کہ بلا چارج انتہائی چھوٹے ایٹمی ذرات نیوٹرینوز (Neutrinos) جن کا سائنسی تعلق ہم نے **غیب السموات والارض** کے طور پر کیا ہے۔ ایسی ہی ایک نوع ہے جس کا ادراک اور ان کو پکڑنا ابھی تک سائنس کے بس سے باہر ہے۔ انسان کا حساب تو بتاتا ہے کہ وہ موجود ہیں لیکن ابھی تک سائنسی آلات ان کو قابو کرنے سے قاصر ہیں۔''

مزید لکھتے ہیں کہ ''یہی مادہ غیب اگر خاص مقدار سے زیادہ ہوا تو یقیناً کائنات رک کر سکڑنے لگے گی۔ ان کے علاوہ بے شمار طرح کی اور بھی شعائیں ہیں جو مادہ غیب کا حصہ ہیں۔'' (از قیامت اور حیات بعد الموت)

آخر میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کا عظیم واقعہ اتنی جلدی اور اچانک ہوگا کہ جتنی دیر آنکھ جھپکنے میں لگتی ہے یا اس سے بھی زیادہ جلدی۔ کس قدر حیرت کی بات ہے انسان کے لیے مگر اللہ تعالیٰ اس قدر قدرت اور طاقت رکھتا ہے کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ سائنس دان اس اچانک حادثہ جس کو ہم قیامت کہتے ہیں کا ثبوت پیش کرنے کی کافی کوشش کر رہے ہیں اور تحقیق کے بعد مان گئے ہیں کہ یہ حادثہ ہو کر رہے گا۔ کیونکہ فضائی، کائناتی اور زمینی تبدیلیاں ان کا ثبوت دے رہی ہیں۔ یہ نہیں معلوم کہ کب ہو۔ مگر قرآن پاک کی بعض آیات سے صاف طور پر اشارہ ملتا ہے کہ اب قیامت کا آنا زیادہ دور نہیں۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے۔

''اور وہ دیکھتے ہیں اس واقعہ (قیامت) کو دور۔ اور ہم دیکھتے ہیں اس کو نزدیک۔'' (سورۃ المعارج آیات 6 - 7)

انسان کی پیدائش، اڑتے پرندے اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ

وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿78﴾ اَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ
السَّمَآءِ ؕ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿79﴾

ترجمہ: اور اللہ ہی نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے پیدا کیا کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے اور اس نے تم کو کان، آنکھیں اور دل دیے تا کہ تم شکر کرو۔(78) کیا ان لوگوں نے ان پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کی ہوا میں حکم کے پابند اڑتے رہتے ہیں۔ان کو اللہ ہی تھامے رکھتا ہے۔ایمان والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔(79)

تشریح: اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور نعمتوں کا ذکر ہو رہا ہے۔اسی سلسلے میں یہاں انسان کا ذکر ہو رہا ہے کہ غور کریں تو پتہ چلتا ہے اللہ رحمن ورحیم نے انسان کی پیدائش کا ذریعہ اس کی ماں کو خاص طور سے بنایا ہے۔کیونکہ وہی اپنے پیٹ کے اندر مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے ایک بچے کی پرورش کرتی ہے اور پھر نو ماہ کی مشکل ترین محنت کے بعد اللہ کے حکم سے بچے کو جنم دیتی ہے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو بظاہر وہ بالکل بے تعلق نظر آتا ہے مگر اس کے تمام اعضاء بالکل ورکنگ کنڈیشن میں ہوتے ہیں۔لیکن تمام توانائیاں بڑی کمزور حالت میں ہوتی ہیں جو کہ آہستہ آہستہ وقت اور عمر کے ساتھ ساتھ مضبوط ہوتی چلی جاتی ہیں۔لیکن بچے کا رابطہ اس وقت اللہ کے ساتھ بہت زیادہ ہوتا ہے اور پھر تمام جسمانی توانائیاں دل کے کام سے ہی مکمل ہو رہی ہوتی ہیں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جسمانی اعضاء میں کان اور آنکھیں سب سے پہلے کام شروع کرتے ہیں۔دل کے بعد۔

یہاں خاص طور سے کان، آنکھیں اور دل کا ذکر پہلے آتا ہے اور پھر باقی تمام جسمانی اعضاء کا ذکر آتا ہے۔تو یہاں معلوم ہوا کہ تینوں اعضاء کے بارے میں اللہ نے خاص پیغامات دیے ہیں۔

(1) دل کے ساتھ دو بنیادی حسی اعضاء، یعنی آنکھ اور کان کے تعلق کو خاص طور سے بیان کیا گیا ہے۔

(2) دل ہی انسانی عقل اور شعور کا مرکز ہے۔اور اسی سے سچائی تک پہنچا جاتا ہے۔

(3) آنکھ، کان اور دل یہی تین سردار اعضاء ہیں جو انسان کو اللہ کی پہچان دلا کر ایک عظیم الشان انسان بنا دیتے ہیں۔

(4) دل کا وجدان روحانی بلندی ہی انسان کو بہترین انسان بناتی ہے۔

(5) آنکھ اور کان صرف حسی ضروریات ہی پوری نہیں کرتے بلکہ دل کی رہبری میں یہ اچھا شعور رکھتے ہوئے بہترین فیصلہ بھی کرتے ہیں۔

(6) دل تمام جسم میں سب سے دور خلیے کو بھی ایک ایک مالیکیول کر کے زندگی پہنچاتا ہے اور اس کام میں وہ ایک ذرہ برابر بھی غلطی نہیں کرتا۔انسان کے حالات و واقعات اور کام کی نوعیت سے جسم میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں مگر دل ایک انتہائی ماہر حساب دان کی طرح ان تبدیلیوں کا حساب کتاب لگا کر تمام اسباب زندگی کو جاری رکھتا ہے۔مثلاً محنت مشقت میں جسم کو اسی لحاظ سے خون مہیا کرتا ہے اپنے عمل کو زیادہ تیز کر دیتا ہے جو کہ دل کی تیز دھڑکن سے محسوس کی جاسکتی ہے۔اسی طرح ہر طرح کے

جذبات خوشی، غمی، حیرت یا پریشانی ہو اس کا اثر دل ہی زیادہ قبول کرتا ہے اور اسی لحاظ سے جسم کو خون کی سپلائی کرتا ہے۔ یہاں اس صورت میں دماغ یا نروس سسٹم کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اسی طرح کسی بات یا واقعہ سے الہامی طور پر آگاہ ہونا دماغ کی بجائے دل پر ہی ظاہر ہوتا ہے۔ تو ظاہر ہوا کہ دل ایک عام قسم کا صرف پمپ ہی نہیں بلکہ یہ جسمانی اعضاء کا ایک حیران کن جز ہے جو اللہ کی بہترین کاریگری کو ظاہر کرتا ہے۔

ویسے تو انسان کے جسم کا کون سا حصہ ہے جو بلا ضرورت ہو؟ کوئی نہیں ناخن سے لے کر بال تک ہر چیز اللہ کی قدرت کا بہترین نمونہ ہے۔ جو ان اعضاء کی قدر و قیمت جان کر اپنے خالق و مالک کا شکر ادا کرتا ہے اور ان اعضاء سے نیکی و راستبازی کی راہوں پر چلتا ہے وہی بہترین انسان ہے۔ ایمان لانے کے لیے اللہ کو وحدہٗ لاشریک ماننے کے لیے خود انسان کی ذات بہت بڑی نشانی ہے۔ اسی طرح جب ہم پرندوں کو دیکھتے ہیں کہ اللہ کی قدرت سے یہ کس طرح اتنی بلندیوں میں بغیر کسی انسانی مشین کے سہارے کے کہاں سے کہاں اڑ کر سفر کرتے ہیں۔ تو اللہ کی قدرت نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر قیوم پاشا زبیری صاحب لکھتے ہیں۔

''جدید ترین تحقیقات پر سائنس دان نے دریافت کیا ہے کہ تمام جانداروں (حیوانات و نباتات) کے ہر خلیہ میں ایک کیمیاوی مرکب ''ڈی۔این۔اے'' ہوتا ہے۔ یہ بہت معمولی قسم کا کیمیاوی مرکب ہے اس کی شکل ایک گول زینہ کی طرح ہوتی ہے اور یہ خوردبینی کمپیوٹر کی طرح کام کرتا ہے۔ جس میں احکام کے یاد کرائے ہوئے حافظہ کی لاتعداد نقلیں ہوتی ہیں جن کو کوڈ (رمز) کہتے ہیں۔ جب یہ خلیہ دو میں تقسیم ہوتا ہے تو ہر حصہ کو اپنے اپنے کام کے لحاظ سے یہ نقلیں بھی مل جاتی ہیں۔ احکام کا یہ ٹیپ ریکارڈ ہر خلیہ میں صحیح وقت اور موقع پر احکام جاری کرتا رہتا ہے کہ خلیہ کو اب کیا کام کرنا ہے۔ یہ کوڈ اسی حساب سے احکام جاری کرتے رہیں گے جو اس کو خلیہ کی تقسیم کے وقت اس نقل میں ملے تھے ان احکام کی تلاش میں۔ ڈی۔این۔اے اور یہ کوڈ (رمز) دریافت ہوئے ان رموز کو کون واضح کرتا ہے اور کیوں؟ ابھی تک سائنس اس کو سمجھنے سے بھی قاصر ہے۔ بنانا تو درکنار، موصوفہ ڈی۔این۔اے کو شعر میں یوں بیان کرتی ہیں

ڈی ۔ این ۔ اے کو یہ کوڈ خلیات میں تحریر
ہے ایک نوشتہ جو ہے احکام کی تعمیر
ڈی کوڈ یہ جب ہوتی ہے لکھی ہوئی تقدیر
آتی ہے نظر فعل کی صورت میں یہ تفسیر
یہ دیکھ کے سمجھو کہ ضرورت ہے خدا کی

(ماخوذ از بصیرت مصنفہ ڈاکٹر قیوم پاشا زبیری)

اللہ کے انعامات اور کفار کی ہٹ دھرمی

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿80﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿81﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿82﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿83﴾

ترجمہ: اور اللہ ہی نے گھروں کو تمہارے لیے رہنے کی جگہ بنایا اور اسی نے جانوروں کی کھالوں سے تمہارے لیے گھر (خیمے) بنائے جن کو تم ہلکا پھلکا جان کر سفر میں اور گھر میں کام میں لاتے ہو اور ان کی اون، رووں اور بالوں سے کئی اسباب اور چیزیں بناتے ہو جو مدت تک کام دیتی ہیں۔(80) اور اللہ ہی نے تمہارے آرام کے لیے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کے سائے بنائے، پہاڑوں میں غاریں بنائیں اور کرتے بنائے جو تم کو گرمی سے بچاتے ہیں اور ایسے کرتے بھی جو تم کو جنگ (میں اسلحہ کے نقصان) سے بچائیں، اسی طرح اللہ اپنے احسان تم پر پورے کرتا ہے تا کہ تم فرمانبردار بنو۔(81) اور اگر یہ لوگ پھر جائیں تو (اے پیغمبر ﷺ!) آپ کا کام تو صرف وضاحت سے پہنچا دینا ہے۔(82) یہ لوگ اللہ کا احسان پہچانتے ہیں مگر پھر بھی انکار کرتے ہیں اور یہ اکثر ناشکرے ہیں۔(83)

تشریح: ان آیات میں بھی اللہ کی طرف سے دی گئی کچھ اور نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ تمام نعمتیں مستقل جاری وساری رہنے والی ہیں اور یہ سب انسان کو ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرنے کے لیے دی گئی ہیں۔ ان میں سب سے پہلے گھر کا ذکر کیا گیا ہے کہ گھر انسان کے سکون کی بہترین جگہ ہے۔ گھر اوپر سے بنا کر اللہ نے نہیں دیا بلکہ گھر بنانے کی تمام چیزیں مہیا کر دی گئیں اور ساتھ میں عقل وفہم اور علم وادراک بھی دے دیا پہلے خاندان کے رہن سہن کو بڑی تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے اور حلال حرام کا بھی ذکر ہو چکا ہے اب جانوروں کے وہ فائدے بیان کیے جا رہے ہیں جو ان کی کھال اور اون سے حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ یہ تمام بنیادی اصول بتائے گئے ہیں جن کو ترقی دے کر مختلف اور بہترین ایجادات کی جا چکی ہیں مثال کے طور پر اب خیمے کئی قسم کے بنتے ہیں لباس کا تو کوئی حساب ہی نہیں اسی طرح گرمی سردی اور جنگ کے اثرات سے بچنے کے لیے ایسے ایسے بہترین لباس

اور ذریعے بن چکے ہیں کہ جو حیرت انگیز ہیں مگر ان تمام چیزوں کو بنانے کی عقل سمجھ اور اشیاء کس نے مہیا کیں؟ تو سب جانتے ہیں خدائے بلند و برتر نے ہی یہ سب کچھ دیا ہے مگر عقل کے اندھے ایسے ہیں کہ جانتے بوجھتے بھی اللہ کی وحدانیت سے انکار کرتے ہیں۔ اور جب اس سے انکار کرتے ہیں تو بھلا اس کا شکر کیا ادا کریں گے۔ تو ایسے ناشکروں کے لیے اللہ فرماتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

قیامت کے دن مشرک اور شریکوں کا حال

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿84﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿85﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُو مِنْ دُونِكَ ۖ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿86﴾ وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ ۖ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿87﴾ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿88﴾

ترجمہ: اور جس دن ہم ہر امت میں سے گواہ (یعنی پیغمبر) کھڑا کریں گے تو نہ تو کفار کو (بولنے کی) اجازت ملے گی اور نہ ان کے عذر قبول کیے جائیں گے۔ (84) اور جب ظالم لوگ عذاب دیکھ لیں گے تو پھر نہ تو ان کے عذاب میں کمی کی جائے گی اور نہ ان کو مہلت ہی دی جائے گی۔ (85) اور جب مشرک اپنے بنائے ہوئے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے پروردگار یہ وہی ہمارے شریک ہیں جن کو ہم تیرے سوا پکارا کرتے تھے۔ تو وہ ان کو جواب دیں گے کہ تم جھوٹے ہو۔ (86) اور اس دن اللہ کے سامنے جھک جائیں گے اور بھول جائیں گے جو جھوٹ وہ باندھا کرتے تھے۔ (87) جن لوگوں نے کفر کیا اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا ہم ان کو عذاب پر عذاب دیں گے اس لیے کہ وہ فساد کیا کرتے تھے۔ (88)

تشریح: یہاں قیامت اور مشرکین کا انجام بڑی وضاحت سے کر دیا گیا ہے۔ کافر، مشرک اور فسادی اللہ کے عذاب سے ہرگز بچ نہ سکیں گے، لہٰذا ہر وقت قیامت اور روز حساب کو ذہن میں رکھنا چاہیے معلوم یہی ہوتا ہے کہ ہم سب جو کچھ بھی کرتے ہیں زیادہ تر اپنے لیے ہی کرتے ہیں۔ اللہ تو ہمارے شکر اور خدمت گزاری سے بالکل بے نیاز ہے وہ تو ہر ہر صورت سے بندے کی بھلائی ہی چاہتا ہے کیونکہ اس نے بندے کو پیدا کر کے بے یار و مددگار نہیں چھوڑ دیا بلکہ کھانے، پینے، رہنے سہنے، غرض بہترین زندگی گزارنے کے لیے اس قدر نعمتیں اور برکتیں عطا فرمائیں کہ جو شمار سے باہر ہیں پھر ان کو استعمال کے طریقے بھی بالوضاحت بیان کر دیے۔ اس لیے آپ سے گزشتہ تمام نبیوں کی گواہی لی جائے گی اور تمام انبیاء پر رسول کریم ﷺ کو گواہ مقرر کیا جائے گا۔ آخر میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں۔ کہ اس دن پھر ہم بتائیں گے "اے رسول ہم نے آپ کی طرف ایک عظیم الشان کتاب اتاری جس کا نام قرآن ہے۔ اور جس میں

قیامت کے دن تک کے لیے تمام چیزوں کو خوب کھول کر بیان کر دیا گیا ہے جو انسان کے کام آنے والی ہیں۔ اور پھر جو اس کتاب پر ایمان لائیں گے ان کے لیے خوشخبری ہے۔" خوشخبری کیا ہے؟ جنت کی خوشخبری ہے۔ ان لوگوں کے لیے جو قرآن کے احکامات پر پابندی سے عمل کریں گے۔

آنحضرت ﷺ کی تمام انبیاء پر گواہی

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿89﴾

ترجمہ: اور اس دن (کو یاد کرو) جب ہم ہر امت میں سے خود انہی پر گواہ کھڑا کریں گے اور اے پیغمبر! آپ کو ان لوگوں پر گواہ لائیں گے اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے کہ اس میں ہر چیز کا بیان مفصل ہے اور مسلمانوں (فرمانبرداروں) کے لیے ہدایت، رحمت اور بشارت ہے۔(89)

تشریح: اس آیت میں ایک بہت بڑا راز بتایا گیا ہے، یعنی میدانِ حشر کا حال۔ اس خبر کو بڑے خوبصورت انداز میں اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔ جیسا کہ بتایا گیا ہے ہر امت میں سے ان کا پیغمبر رہبر یا رسول جو بھی اس کی طرف ہدایت کے لیے بھیجا جا چکا ہے اللہ کے سامنے کھڑا ہو کر اپنی امت کی گواہی دے گا، پھر سب سے آخر میں حضرت محمد مصطفی ﷺ اپنی امت اور ان تمام رسولوں کی گواہی دینے کے لیے اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر تمام انبیاء و رسل کی گواہی دیں گے کیونکہ وہ آخری نبی اور آخری کتاب قرآن حکیم کے لانے والے ہیں اور قرآن پاک میں گذشتہ انبیاء اور ان کی قوموں کے حالات بتائے گئے ہیں۔

اعمال حسنہ اور بُرے اعمال کی پہچان

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿90﴾ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۚ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿91﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِن بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَن تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ ۚ

إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ۗ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿92﴾

ترجمہ: اللہ تم کو حکم دیتا ہے انصاف، احسان اور رشتہ داروں کو (خرچ میں مدد) دینے کا، بے حیائی، نامعقول اور سرکشی سے منع کرتا ہے اور تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔(90) اور جب اللہ سے پکا عہد کرو تو اس کو پورا کرو اور جب پکی قسمیں کھاؤ تو ان کو مت توڑو کہ تم اللہ کو اپنا ضامن مقرر کر چکے ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو جانتا ہے۔(91) اور اس عورت کی طرح نہ ہونا جس نے محنت سے سوت کاتا، پھر اس کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا کہ تم اپنی قسموں کو آپس میں اس بات کا ذریعہ بنانے لگو کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ غالب رہے۔ بات یہ ہے کہ اللہ تمہیں ان (قسموں اور معاہدوں کے ذریعے) آزماتا ہے اور جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو قیامت کو اس کی حقیقت تم پر ظاہر کر دے گا۔(92)

تشریح: ان تمام احکامات کا ذکر بڑی تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔ مختصراً عرض ہے کہ یہاں تین باتوں کا حکم دیا گیا ہے یعنی عدل، احسان اور قرابت داروں پر خرچ کرنا اور تین باتوں سے منع کیا گیا ہے یعنی فحش کلامی، ہر برا کام اور ظلم وستم۔

ان میں جن اعمال کو بجالانے اور جن سے روکا گیا ہے یہ احکامات اصل میں انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے بہترین نسخہ ہیں۔ جو دنیا و آخرت کی بھلائیاں کامیابیاں اور خوشیاں حاصل کرنے کی پکی سند ہیں۔

پھر ایفائے عہد، یعنی وعدے کو پورا کرنا ایک مسلمان کی شان ہے کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے اپنے کیے گئے وعدہ کو نبھانا فرض ہے۔ پھر قسموں کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ قسم اول تو کھانی ہی نہیں چاہیے اگر کھالیں تو توڑنی نہیں چاہیے۔ اس بارے میں تفصیلات گزر چکی ہیں بہرحال قسم کو توڑنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ کفارہ دینا لازم آتا ہے۔

اللہ کا عہد اور پاکیزہ زندگی

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۗ
وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿93﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ
قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ
عَظِيْمٌ ﴿94﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۗ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿95﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۗ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ
صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿96﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ

أُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿97﴾

ترجمہ: اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی جماعت بنا دیتا لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ اور جو عمل تم کرتے ہو ان کے بارے میں تم سے ضرور پوچھا جائے گا۔(93) اور اپنی قسموں کو آپس میں اس بات کا ذریعہ نہ بناؤ کہ لوگوں کے قدم جم چکنے کے بعد لڑکھڑا جائیں اور اس وجہ سے کہ تم نے لوگوں کو اللہ کے رستے سے روکا تم کو برائی کا مزہ چکھنا پڑے گا اور بہت بڑا عذاب ملے گا۔(94) اور اللہ کے عہد کو مت بیچو اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت مت لو(کیونکہ عہد پورا کرنے کا جو بدلہ) اللہ کے پاس مقرر ہے وہ اگر تم سمجھو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔(95) جو کچھ تمہارے پاس ہے ختم ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اور جن لوگوں نے صبر کیا ہم ان کو ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ دیں گے۔(96) جو شخص نیک اعمال کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ مؤمن ہو تو ہم اس کو دنیا میں پاک اور آرام کی زندگی سے زندہ رکھیں گے اور (آخرت میں) ان کے نیک اعمال کا بہت اچھا بدلہ دیں گے۔(97)

تشریح: یہاں بھی اللہ کی قدرت کاملہ کا اظہار یوں کیا گیا ہے کہ اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا یا سب کو ہی گمراہ کر دیتا مگر اس نے تو انسان کو دونوں راستے دکھا کر ارادہ اور مرضی کا اختیار دے دیا جو چاہو اختیار کر لو اور پھر اعمال صالحہ میں عہد کا پورا کرنا، قسموں کو نہ توڑنا اور غلط کاموں کے لیے اپنے عہد کو یا قسموں کو توڑ دینا کہ تمہاری اس بدفعلی کو دیکھ کر، یعنی اخلاقی کمزوری کو دیکھ کر نومسلم اسلام سے نفرت کرنے لگیں۔ اس کی کئی شکلیں ہیں۔ مثلاً کسی کو دھوکہ دینے کے لیے قسم کھا لینا، یا پھر ناجائز کام کرنا ،مثلاً ابن عطیہ کے کلام سے اس کی تعریف یوں ہوتی ہے۔

جس کام کا کرنا اس کے ذمے واجب ہے اسکے چھوڑنے پر معاوضہ لینا یا جس کام کا چھوڑنا اسکے ذمے لازم ہے اس کے کرنے پر معاوضہ لینا رشوت ہے۔ (اور بدعہدی بھی ہے اللہ کیساتھ رسول کے ساتھ اور اپنے ساتھ)۔ (تفسیر بحر محیط، ص 533 جلد 5)

پھر تاکید کی گئی ہے کہ ہمیشہ یاد رکھو اس دنیا کے دکھ سکھ، دوستی دشمنی سب فنا ہو جانے والے ہیں صرف ان کے اجر وثواب باقی رہ جائیں گے جو سب حساب کتاب کے ساتھ اللہ کے پاس موجود رہیں گے اور پھر آخرت میں ہمیں مل جائیں گے۔ جیسا کہ آیت 97 میں صاف صاف اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے:

''(آخرت میں) ان کے نیک اعمال کا ہم بہت اچھا بدلہ دیں گے۔'' (النحل آیت:97)

آدابِ تلاوت، شیطان کا غلبہ کن پر؟

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿98﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ
سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿99﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ
يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿100﴾ ع 13/11/19

ترجمہ: پھر جب آپ قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔ اسے ان لوگوں پر غلبہ حاصل نہیں ہوتا جو ایمان لاتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ (99) اس کا زور تو انہیں لوگوں پر چلتا ہے جو اس کو اپنا سرپرست بناتے ہیں اور اس کے بہکانے سے شرک کرتے ہیں۔ (100)

تشریح: پچھلی آیات میں وعدہ پورا کرنے اور نیک اعمال کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ تو یہ سب کچھ بڑی تفصیل کے ساتھ ہمیں قرآن پاک میں بتایا گیا ہے اسی لیے رب العزت نے فرمایا ہے کہ شیطان تمہارا بڑا پرانا دشمن ہے وہ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ انسان نیکی اختیار کرے اس لیے جب بھی تم لوگ قرآن پاک پڑھنے لگو تو پہلے شیطان رجیم کی شرارت سے اللہ کی پناہ ضرور مانگ لیا کرو کیونکہ شیطان کا مقابلہ کرنے کے لیے کسی اسلحہ کی ضرورت نہیں بلکہ پکے ارادے اور اللہ کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ جن لوگوں کو عبادت، ریاضت سے اتنی طاقت حاصل ہو جاتی ہے کہ شیطان کو مغلوب کر سکیں ان پر پھر شیطان کا زور نہیں چلتا۔ بدفطرت لوگ ہی اس کے قبضے میں آتے ہیں نیک بندوں سے تو وہ خود دور بھاگتا ہے۔ اس کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ اول تو انسان قرآن پڑھے ہی نہ اور اگر پڑھنے بیٹھ ہی جائے تو بغیر سمجھے پڑھے کیونکہ جب سمجھے گا ہی نہیں تو عمل کیا کرے گا۔ اسی لیے اللہ نے حکم دیا ہے کہ:

"جب قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔" (سورۃ النحل آیت 98)

سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے کس قدر پیار ہے۔ کہ جس طرح ایک ماں اپنے بچے کے ہر فعل پر نظر رکھتی ہے اور قدم قدم پر پوری کوشش سے اس کی راہنمائی کرتی ہے کہ کہیں ٹھوکر کھا کر گر نہ پڑے، کہیں بری صحبت میں نہ پڑ جائے وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تو ماں سے کئی گنا زیادہ اپنے بندوں سے پیار کرتا ہے یہ ساری کائنات اور اس کی ہر چیز بندوں کی سہولت کے لیے پیدا کی گئی ہے پھر رسول اللہ ﷺ اور قرآن تو اس قدر بڑی نعمتیں ہیں کہ کوئی حساب نہیں تو کیا بندوں کا فرض نہیں کہ اپنی ہی بھلائی کے لیے اللہ کو پکاریں اس کے بتائے ہوئے راستوں پر خلوص نیت سے چلیں اور شیطان مردود کو کبھی اپنے نزدیک بھی نہ پھٹکنے دیں۔ "برے خیالات نیک کاموں میں سستی"، یہ سب کیا ہے؟ صرف شیطان کا غلبہ ہوتا ہے۔ جو اس سے ہار گیا تو گویا شیطان کا ساتھی بن گیا اور جس نے اس پر غلبہ پا لیا اپنے پکے ارادے اور مضبوط سہارے، یعنی اللہ کی مدد سے تو گویا ایسا بندہ دنیا میں بھی کامیاب ہوا اور آخرت میں تو کامیابی کی کوئی انتہا ہی نہیں۔

شیطان کیا ہے عام زبان میں ہم اس کو نفس امارہ کہتے ہیں۔اس کی تفصیلات گزر چکی ہیں اس کا ذکر سورۂ یوسف کی آیت 53 میں ہو چکا ہے۔یہ نفس پوری طرح خواہشات کا غلام ہوتا ہے اور اسی لیے انسان کے لیے بے سکونی کا باعث بنا رہتا ہے۔اس کو قابو میں رکھنا کامیابی کی نشانی ہے۔

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا

(ڈاکٹر علامہ محمد اقبال)

کفار کا اعتراض اور اللہ کا جواب

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿101﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿102﴾

ترجمہ: اور جب ہم کوئی آیت کسی آیت کی جگہ بدل دیتے ہیں۔اور اللہ جسے نازل فرماتا ہے اسے خوب جانتا ہے تو کافر کہتے ہیں کہ تم تو یونہی اپنے پاس سے بنا لاتے ہو۔حقیقت یہ ہے کہ ان میں اکثر نادان ہیں۔101) فرمادیں کہ اس کو روح القدس آپ کے رب کی طرف سے سچائی کے ساتھ لے کر نازل ہوئے ہیں تاکہ یہ قرآن مؤمنوں کو ثابت قدم رکھے اور حکم ماننے والوں کے لیے تو یہ ہدایت اور بشارت ہے۔(102)

تشریح: کفار تو ہر وقت اس کوشش میں رہتے تھے کہ کوئی بہانہ ملے تو قرآن اور نبی ﷺ کو جھٹلائیں ان پر الزامات لگائیں۔اسی طرح جب بھی کبھی کوئی حکم کسی مصلحت کی وجہ سے پہلے سے ذرا مختلف ہوتا تو کفار کہنے لگتے کہ یہ کلام اللہ کا ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اللہ تو حکیم وخبیر ہے اس کو احکامات بدل کر دینے کی کیا ضرورت ہے۔تو اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ آپ ان کو بتا دیجیے کہ یہ کلام حضرت جبرائیل لے کر میرے پاس آتے ہیں اور یہ جو احکامات میں تھوڑی سے تبدیلی ہوتی ہے تو یہ بھی اللہ رب العزت کی مصلحت کی وجہ سے ہوتی ہے نہ کہ لاعلمی کی وجہ سے ہوتی ہے۔مثلاً مکی اور مدنی زندگی کے حالات جیسے جیسے بدلتے گئے ویسے، ویسے مصلحتاً احکامات میں بھی تبدیلی آتی گئی۔شروع میں شراب کو حرام قرار نہ دیا، پھر اس کو ناپسندیدگی میں شمار کیا گیا اور پھر یکدم اس کو حرام قرار دیا گیا۔تو یہ انسان کی فطرت کے مطابق احکامات جاری کیے گئے۔اسی طرح شروع میں تبلیغ اسلام کی کھلم کھلا اجازت نہ دی گئی بلکہ چھپ چھپا کر تبلیغ کی اجازت دی گئی۔لڑائی سے منع کیا گیا۔مگر جب حالات مضبوط ہو گئے اور مسلمان تھوڑی سی طاقت پکڑ گئے مدینہ میں ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست بن گئی تو ہجرت سے پہلے تو اعلانیہ تبلیغ کے لیے حکم ہوا اور پھر بعد میں جنگ کا بھی حکم ہوا۔جبکہ مسلمان جنگ سے گھبرائے تو اللہ نے وعدہ کیا کہ فکر نہ کرو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔اور پھر

فتح کی خوش خبری بھی دی گئی۔ تو یہ سب اللہ کی حکمتیں ہیں جن کو ہم تھوڑا تھوڑا سمجھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ زبردست جواب دے رہے ہیں کہ گھبراؤ نہیں اور صاف صاف بتا دو کہ:

''اس (قرآن) کو روح القدس آپ کے رب کی طرف سے سچائی کے ساتھ لے کر نازل ہوئے ہیں تاکہ یہ قرآن مؤمنوں کو ثابت قدم رکھے اور حکم ماننے والوں کے لیے تو یہ ہدایت اور بشارت ہے۔'' (سورۃ النحل آیت 102)

اللہ کی ہدایات

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿103﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿104﴾

ترجمہ: اور ہمیں معلوم ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ اس پیغمبر کو ایک شخص سکھا جاتا ہے مگر اس شخص کی زبان جس کی طرف یہ اشارہ کرتے ہیں غیر عربی ہے اور یہ صاف عربی زبان میں ہے۔ (103) یہ لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے ان کو اللہ ہدایت نہیں دیتا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (104)

تشریح: ان آیات میں اللہ کی طرف سے اس بات کا جواب دیا گیا ہے جو کفار نبی اکرم ﷺ کے لیے کہتے تھے۔ کفار نے کہنا شروع کیا کہ ان کو تو وہ غیر مسلم غلام سکھاتے ہیں۔ جو تورات انجیل پڑھتے تھے اور نبی اکرم ﷺ کے پاس اکثر وبیشتر آتے رہتے تھے پھر بعد میں وہ مسلمان ہو گئے تھے۔ تو ان غلاموں کے بارے میں رب العلمین فرماتے ہیں کہ وہ تو عربی زبان ٹوٹی پھوٹی جانتے ہیں وہ بھلا اس قدر فصیح وبلیغ اور جامع آیات کیسے بنا سکتے ہیں جب کہ قرآن کی آیات جیسی آیات عرب کے بڑے بڑے دانش ور اور علماء اور شعراء بھی نہیں بنا سکتے اور پھر اس میں تو اس قدر حکمت کی اور راز کی باتیں ہیں کہ کوئی ان کو جانتا تک نہیں مثلاً بچے کی پیدائش کو ہی لے لیں قرآن میں آج سے چودہ سو سال پہلے اس کو ہر مرحلہ وار تفصیل سے بیان کر دیا ہوا ہے۔ جب کہ سائنس دان بہت بعد میں اس تمام مسئلہ کو سمجھ سکے۔ بہر حال یہ اعتراضات اور اس قسم کی بے شمار فضول باتیں کفار اپنے پاس سے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اکثر کرتے رہتے ہیں۔ ایسے ہی ہٹ دھرم اور بے وقوف لوگوں کے لیے ہی تو رب ذوالجلال فرماتا ہے۔ ''یہ لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے ان کو اللہ ہدایت نہیں دیتا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (النحل:104)

کفار کے کرتوت اور ان کا انجام

إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْكَاذِبُونَ ﴿105﴾ مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ
بِالْإِيمَانِ وَلَٰكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ ۖ وَلَهُمْ
عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿106﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللَّهَ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿107﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ
وَأَبْصَارِهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿108﴾ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ
الْخَاسِرُونَ ﴿109﴾ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا
وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿110﴾ يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ
عَنْ نَفْسِهَا وَتُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿111﴾ وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا
قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ
اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿112﴾ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ
رَسُولٌ مِنْهُمْ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿113﴾ فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ
اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿114﴾

ترجمہ: جھوٹ افترا تو وہی لوگ کیا کرتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے وہی جھوٹے ہیں۔ (105) جو شخص ایمان
لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے وہ نہیں جو کفر پر زبردستی مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو، بلکہ وہ جو دل
سے اور دل کھول کر کفر کرے تو ایسوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کو بڑا سخت عذاب ہوگا۔ (106) یہ اس لیے کہ انہوں نے دنیا کی
زندگی کو آخرت کے مقابلے میں عزیز رکھا اور اس لیے کہ اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (107) یہی لوگ ہیں جن کے دلوں
، کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور یہی غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ (108) کچھ شک نہیں کہ یہ آخرت میں
خسارہ اٹھانے والے ہوں گے۔ (109) پھر جن لوگوں نے ایذائیں اٹھانے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور ثابت قدم رہے
آپ کا رب ان کو بے شک ان آزمائشوں کے بعد بخشنے والا اور ان پر رحمت کرنے والا ہے۔ (110) جس دن ہر متنفس اپنی

طرف سے جھگڑا کرنے آئے گا۔ اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی کا نقصان نہیں کیا جائے گا۔ (111) اور اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے کہ ہر طرح سے امن چین کی بستی تھی، ہر طرف سے رزق بافراغت چلا آتا تھا، مگر ان لوگوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان پر بھوک اور خوف کا لباس پہنا کر ناشکری کا مزہ چکھا دیا۔ (112) اور ان کے پاس انہی میں سے ایک پیغمبر آیا تو انہوں نے اسے جھٹلایا سو ان کو عذاب نے آ پکڑا اور وہ ظالم تھے۔ (113) پس اللہ نے جو تم کو حلال اور پاکیزہ رزق دیا ہے اسے کھاؤ اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ (114)

تشریح: ان آیات میں پچھلی آیات کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر جو الزام لگایا گیا کہ یہ چند غلاموں سے پوچھ کر قرآن بنا لائے ہیں تو یہ ہر صورت بہتان ہے کیونکہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ تو ہمیشہ سے پاکباز اور سچے اور امین مشہور ہیں وہ ہرگز کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے دوسری بات یہ ہے کہ قرآن کی سچائی بے شمار طریقوں سے ثابت ہو چکی ہے۔

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کے والد یاسر اور ان کی والدہ سمیہ کو شہید کیا گیا (چونکہ عمار اور ان کے والدین ابوجہل کے غلام تھے) چنانچہ عمار رضی اللہ عنہ نے وہ کچھ کہہ دیا جو کفار آپ سے کہلوانا چاہتے تھے، پھر رسول کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور یہ سب کچھ بیان کیا کہ میں نے کفار کے پاس آپ ﷺ کو برا بھلا کہا اور ان کے معبودوں کا ذکر خیر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے دل کی کیفیت بتاؤ؟ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میرا دل تو ایمان پر مطمئن ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر پھر کبھی ایسی صورت پیش آئے تو رخصت سے فائدہ اٹھا لینا، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (صحیح بخاری)

جس شخص کو کفر پر مجبور کیا جائے اور وہ جان بچانے کے لیے زبان سے یا عمل سے کفر کا اقرار کر لے، جب کہ اس کا دل پوری طرح ایمان پر قائم ہو، تو وہ کافر نہیں ہوگا، نہ اس کی بیوی اس سے جدا ہوگی اور نہ اس پر دیگر احکام کفر لاگو ہوں گے۔" (از فتح القدیر)

جیسا کہ حرام حلال میں چھوٹ دی گئی ہے اسی طرح اس میں بھی نرمی رکھی گئی ہے کہ جان بچانے کے لیے صرف ظاہری اور عارضی طور پر اس کی اجازت ہے۔ ورنہ تو حرام کھانے والا اور ایمان لانے کے بعد کفر کرنے والا اللہ کے عذاب سے ہرگز بچ نہ سکے گا۔ ایسے لوگوں کے لیے بڑا سخت عذاب ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ جو لوگ جان بوجھ کر کفر کی راہیں اختیار کرتے ہیں تو ان کے لیے وہی راہیں کھول دی جاتی ہیں جیسا کہ سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے۔ کہ ایسے لوگ پھر اندھے گونگے اور بہرے کر دیے جاتے ہیں کہ چلو جاؤ پھر کفر کی دلدل میں ڈوبتے جاؤ۔ کیونکہ اللہ نے انسان کو حکمت و دانائی دی ہے۔ جیسا کہ ابن مسکویہ کہتا ہے۔

"حکمت و دانائی۔ تدبر اور تفکر کا نام ہے: مگر خلوص نیت اور بوجہ اللہ شرط ہے، تمام مسائل پر جو زندگی سے متعلق ہیں احتیاط سے غور کرنا۔ اللہ کی خوشنودی کو ہر حال میں پیش نظر رکھنا۔ اللہ کی مصلحتوں سے غافل نہ رہنا۔ نشیب و فراز کو سمجھنا، اور پورے عزم کے ساتھ ایک فیصلہ کر لینا۔ (از مسلمان سائنس دان اور ان کی خدمات مصنف ابراہیم عمادی ندوی)

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسے مضبوط ارادے کے لوگ کامیاب لوگ ہوتے ہیں اسی لیے رب العزت بھی ان کے لیے نیک اور سیدھی راہیں آسان کر دیتا ہے اور شیطان تو ویسے ہی ان سے گھبراتا ہے۔ اس کا داؤ ان پر چلنا بہت مشکل کام ہے۔ پھر مکہ کے مسلمانوں کی مثال دے کر اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بتاتے ہیں کہ جس طرح ان لوگوں نے کفار مکہ کی بے حد وحساب اذیتیں برداشت کیں، پھر اللہ کی خوشنودی اور اسلام کی محبت میں اپنے مال و دولت، جائیداد اور رشتہ داروں کو چھوڑ کر حبشہ اور پھر بعد میں مدینہ کی طرف ہجرت کی، پھر جب جہاد کا حکم ہوا تو اللہ کا نام لے کر دشمن کے مقابلہ میں بے دھڑک چل نکلے تو ایسے لوگوں کی مدد بھلا الہ العلمین کیسے نہ کرتا۔ اللہ نے ان کو دنیا میں فتح، کامیابی عطا کی اور آخرت میں بے حساب انعامات کا وعدہ کیا ایسا وعدہ جو کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔ یہ حالات صرف اسی زمانے کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ایسے حالات ہر زمانہ میں ہر صورت مسلمانوں کو پیش آتے رہتے ہیں۔ پھر جو ثابت قدم رہتے ہیں اپنا سب کچھ اللہ اور رسول کی محبت میں قربان کر دیتے ہیں ان کو قیامت کے دن پورے انصاف کے ساتھ بہترین انعامات جنت الفردوس کی شکل میں ضرور دیے جائیں گے۔ وہ زندگی ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔ کیا یہ فائدے کا سودا نہیں کہ یہاں کی عارضی زندگی کو اللہ کے لیے قربان کر کے آخرت کے ہمیشہ کے بہترین انعامات حاصل کیے جائیں۔ آخر میں پکے مسلمان کی ایک نشانی اور بتائی کہ وہ لوگ اللہ کے پسندیدہ لوگ ہیں جو اللہ کی نعمتوں کا شکر زبان سے ادا کرتے رہتے ہیں اور اس کی دی گئی تمام نعمتوں کو انتہائی جائز اور مناسب طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔ اگر نیت صاف ہو تو دنیا کا ہر کام ہر قدم اور ہر سانس عبادت شمار ہوتا ہے۔ کس قدر رحیم و کریم اور قدردان ہے ہمارا رب کہ صرف اس کی خوشنودی کو سامنے رکھ کر روزی کمائیں، بچے پیدا کریں، ان کی پرورش کریں، گھر کی صفائی کریں، برتن دھوئیں یا میاں کو خوش رکھیں سب کچھ عبادت میں شمار ہو جائے گا۔

صبح وشام اسی کی ہی تسبیح میں شمار ہو جائے گا۔ سبحان اللہ، اللہ کی رحمتیں، برکتیں اور مہربانیاں تمام لوگوں پر برابر ہوتی رہتی ہیں لیکن جیسا کہ تاریخ گواہ ہے کہ ناشکرے، بدنیت اور خراب لوگوں کو ضرور عذاب دے کر تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی ان کو ہمیشہ رہنے والا دردناک عذاب ضرور دیا جائے گا۔ یہ عین حقیقت ہے، کیونکہ یہ بات قرآن پاک میں اللہ قادرِ مطلق بادشاہوں کے بادشاہ نے بار بار کہی ہے۔ جو ہرگز جھوٹ نہیں ہوسکتی۔ بے شک اللہ غفور و رحیم ہے۔ اگر غلطی سے گناہ ہو جائے تو سچی توبہ اس گناہ سے بخشش دلا سکتی ہے۔ مگر توبہ کی شرائط (جو کئی بار بیان ہو چکیں) پوری ہونی چاہئیں۔ ورنہ توبہ بے کار ہے۔ بلکہ جب اللہ کی پکڑ ہوتی ہے تو بڑی سخت پکڑ ہوتی ہے کیونکہ وہ صرف غفور الرحیم ہی نہیں بلکہ عزیز ذوانتقام بھی ہے۔

ایک سچی اور پکی حقیقت اللہ تعالیٰ نے یہ بھی انسان کو بتائی ہے کہ خوراک کے اثرات انسان کی صحت پر تو پڑتے ہی ہیں انسان کے کردار پر حلال اور حرام خوراک کا اثر ضرور پڑتا ہے۔ اس کی تفصیلات بیان کی جا چکی ہیں۔ بہر حال سور کا گوشت اور شراب دونوں حرام ہیں جب کہ کفار و مشرکین یہ دونوں چیزیں کھاتے اور پیتے ہیں تو ان کی اخلاقی گراوٹ، یعنی بے حیائی،

بدکرداری اور خاندانی انتشار صاف دکھائی دیتے ہیں۔ جب کہ مسلم معاشرہ فی الحال ان تمام اخلاقی برائیوں سے پاک صاف ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے بچوں اور جوانوں کو کفار کی رسومات، تمدن، لباس اور معاشرت سے ہر صورت بچا کر رکھیں کیونکہ اب ہر صورت یہ فرض ہر مسلمان پر عائد ہوتا ہے کہ نیکی کا حکم دے اور بدی سے منع کرے۔ پوری دنیا اس وقت مخرب الاخلاق ماحول کی زد میں آ چکی ہے اس کے خلاف بڑے زبردست جہاد کی ضرورت ہے۔ جب آنحضرت ﷺ اسلام کا نام لے کر کھڑے ہوئے تو پوری دنیا کے خلاف لڑنے کے لیے اس وقت ان کے پاس صرف ایک طاقت تھی ''قرآن پاک''۔ جو کہ اب بھی ہمارے پاس صحیح وسلامت موجود ہے۔ اللہ کرے ہم اسے پڑھیں، سمجھیں اس پر عمل کریں اور بچے بچے تک اس کا بہترین پیغام پہنچائیں۔ آمین۔

دعا ''اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! آپ ہی میرے کارساز ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، مجھے پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھائیے اور مجھے خاص نیک بندوں میں شامل کر دیجیے۔'' (سورۃ یوسف آیت 101)

حرام چیزیں اور اللہ کے احکامات

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۚ
فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿115﴾ وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ
أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ إِنَّ
الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿116﴾ مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ
أَلِيمٌ ﴿117﴾ وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ
وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿118﴾ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ
ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿119﴾ 15 ع 9 21

ترجمہ: اس نے تم پر مردار اور سور کا گوشت حرام کر دیا ہے اور جو چیز اللہ کے سوا اور کسی کے نام پر پکار (ذبح) کر دی جائے وہ بھی حرام ہے، ہاں! اگر کوئی مجبور ہو جائے مگر گناہ کرنے والا نہ ہو اور نہ ہی حد سے نکلنے والا ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (115) اور یونہی جھوٹ موٹ مت کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے اور یوں اللہ پر جھوٹ بہتان باندھنے لگو ایسے لوگوں کا بھلا نہیں ہو گا۔ (116) (جھوٹ کا) فائدہ تو تھوڑا ہے مگر اس کے بدلے دردناک عذاب بہت زیادہ ہو گا۔ (117) اور جو چیزیں ہم آپ سے پہلے بیان کر چکے ہیں وہ ہم نے یہودیوں پر حرام کر دی تھیں، اور ہم نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا بلکہ وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے

تھے۔(118) پھر جن لوگوں نے نادانی سے برا کام کیا پھر اس کے بعد توبہ کی اور نیکوکار ہو گئے تو آپ کا رب ان کو توبہ کرنے اور نیکوکار ہو جانے کے بعد بخشنے والا اور ان پر رحمت کرنے والا ہے۔(119)

تشریح: حرام حلال کو بڑی وضاحت سے سورہ بقرہ، المائدہ اور سورۃ الانعام میں بیان کیا جا چکا ہے۔ خاص نکات دہرا دیے جاتے ہیں۔

(1) مجبوری میں معافی مل سکتی ہے۔

(2) اللہ کے بنائے ہوئے احکامات میں دخل اندازی کی سخت ممانعت ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھنا بڑے سخت عذاب کا سبب بنے گا۔

(4) یہودیوں پر بہت سی چیزیں صرف اس لیے حرام کر دی گئی تھیں کیونکہ انہوں نے اللہ کے احکامات کے بارے میں بڑے سوال کیے، لہٰذا اللہ کے احکامات کے بارے میں زیادہ سوال کرنا خود اپنے اوپر ظلم کرنے کے برابر ہے۔

(5) سچی توبہ پوری شرائط کے ساتھ قبول ہو سکتی ہے۔ کیونکہ بخش دینا اور رحم کرنا اللہ کی صفات میں شامل ہے۔

دین ابراہیمی

إِنَّ إِبْرٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيفًا ۖ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿120﴾ شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ ۚ اجْتَبٰهُ وَهَدٰهُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿121﴾ وَآتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿122﴾ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرٰهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿123﴾

ترجمہ: بے شک ابراہیم (اکیلے) ایک امت اور اللہ کے فرمانبردار تھے جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔(120) اس کی نعمتوں کے شکر گزار تھے اللہ نے ان کو برگزیدہ کیا تھا اور اپنی سیدھی راہ پر چلایا تھا۔(121) ہم نے ان کو دنیا میں بھی خوبی دی اور وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں ہوں گے۔(122) پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ دین ابراہیم کی پیروی کرو جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔(123)

تشریح: حضرت ابراہیم علیہ السلام بذات خود ایک امت کا درجہ رکھتے تھے کیونکہ وہ تن تنہا، توحید کا پیغام لے کر کھڑے ہوئے اور اس کامیابی سے دین حنیف کی بنیاد رکھی کہ یہود و نصاریٰ بلکہ کفار اور مشرکین بھی اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرتے، مگر ان کی تعلیمات میں بہت کچھ کمی بیشی کر دی گئی جس کو پورا کرنے کے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انہی کی شریعت دے کر بھیجا گیا اور تاکید کی گئی کہ اسی دین ابراہیمی کی اتباع کی جائے۔ یہ بہت بڑا اعزاز ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا گیا کہ آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی

حضرت ابراہیم کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا۔ آپ نے یہ اعزاز بہت بڑی آزمائشوں ریاضتوں اور عبادتوں کے بعد حاصل کیا جو اور کسی کو نصیب نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ عیسائی اور نہ مشرک تھے (ان سے ان کا کوئی تعلق نہیں) بلکہ وہ ایک طرف کے دین کے تھے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔

سورۃ النحل کی آیت 120 سے 123 تک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بڑے ہی پیارے انداز میں تعریف کی ہے اور یہی ثبوت ہے ان کے خلیل اللہ ہونے کا۔ وہ بڑے ہی جلیل القدر اور تمام پیغمبروں کے جدِ امجد تھے۔ ایسے جدِ امجد کہ جن کی محبت کفار کے دلوں میں بھی اس قدر تھی کہ وہ اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرتے اور ان سے محبت کے دعویدار تھے اور ان کی تعلیمات کو کفار نے اپنی کم عقلی کی وجہ سے یوں بدل دیا تھا کہ ان کے خیال میں اتنی بڑی کائنات کا سارا بندوبست اکیلا اللہ نہیں کر سکتا، اس لیے انہوں نے اللہ کے مقرر کردہ کارندے بنا لیے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ کارندے بت وغیرہ لوگوں کی دعائیں اللہ تک پہنچا دیتے ہیں۔ یہی شرک کی بیماری ان کو لگ گئی تھی۔ جس سے بچانے کے لیے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات کو زندہ کرنے اور ٹھیک رخ دینے کے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا گیا اور حکم دیا گیا ''پھر ہم نے آپ کی طرف حکم بھیجا کہ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر چلیں جو ایک طرف کا تھا اور شرک کرنے والوں میں سے نہ تھا'' (سورۃ النحل آیت 123)

یہود کا انجام، اصلاح و تبلیغ کا بہترین طریقہ

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿124﴾ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿125﴾ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿126﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿127﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿128﴾

16/9/22

ترجمہ: ہفتے کا دن تو انہی لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا تھا جنہوں نے اس میں اختلاف کیا اور آپ کا رب قیامت کے دن ان میں ان باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ (124) (اے پیغمبر! صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے رب کے رستے کی طرف بلائیں اور بہت ہی اچھے طریقہ سے ان سے بات چیت کریں۔ جو اس کے رستہ سے بھٹک گیا اللہ

تعالیٰ اسے بھی خوب اچھی طرح جانتا ہے اور جو رستے پر چلنے والے ہیں ان سے بھی خوب واقف ہے۔ (125) اور اگر تم ان کو تکلیف دینی چاہو تو اتنی ہی دو جتنی تکلیف تم کو ان سے پہنچی اور اگر صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لیے بہت اچھا ہے۔ (126) اور صبر ہی کرو تمہارا صبر بھی اللہ (ہی کی مدد) کے ساتھ ہو سکے گا اور ان کے بارے میں غم نہ کرو اور جو یہ فریب کرتے ہیں اس سے تنگدل نہ ہو۔ (127) کچھ شک نہیں کہ جو پرہیزگار ہیں اور نیکوکار اللہ ان کے ساتھ ہے۔ (128)

تشریح: یہاں سب سے پہلے یہود کا ذکر کیا گیا ہے وہ بھی دین ابراہیمی ہی کے تابع کہلاتے تھے، حالانکہ وہ ایسے نہ تھے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خاصیت ہی یہ تھی کہ وہ ایک ہی طرف کے چلنے والے تھے، یعنی صرف اور صرف اللہ کی وحدانیت کو ماننے والے پکے مسلم (فرمانبردار) تھے جبکہ یہود تو انتہائی ضدی اور نافرمان قوم تھی۔ ان کو فرمانبرداری سکھانے کے لیے ہفتے کا دن مقدس دن مقرر کیا گیا مگر وہ دو فرقوں میں بٹ گئے کچھ نے مانا اور کچھ نے نہ مانا۔ نہ ماننے والوں کو دنیاوی عذاب کی صورت میں سور اور بندر بنا دیا گیا اور آخرت کا عذاب تو خیر ان کو ضرور ہی ملے گا۔

پھر رب رحیم نبی آخر الزمان پیارے رسول ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تبلیغ کرتے وقت دو باتوں کا خاص طور پر خیال رکھا کریں۔ ایک حکمت اور دوسری موعظت۔ مطلب یہ ہے کہ مخاطب کا ہر لحاظ سے خیال رکھا جائے، یعنی اس کی عمر، عقل، معاشرہ اور طبقہ کی مناسبت سے انتہائی نرم، مشفقانہ اور ہمدردانہ انداز میں بڑی ہی آسان، موثر اور دلیلوں کے ساتھ بات چیت کی جائے۔ خلوص اور جذبہ خیرخواہی پیغام کو اور بھی موثر بنا دیتا ہے، لہٰذا دعوت و تبلیغ کرتے ہوئے ان باتوں کا خاص طور پر خیال رکھیں، تیسری بات ہے مجادلہ۔ یعنی جھگڑا، جو کہ عام طور پر مخالف فریق کرنے لگتا ہے تو اس میں بہتری پیدا کرنے کے لیے یہ اصول وضع کر دیا گیا ہے کہ تم صرف اتنا ہی بدلہ لو جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے مگر سب سے بہتر یہ ہے کہ معاف ہی کر دو۔ اور صبر کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ یقیناً ہوتا ہے جو متقی اور احسان کرنے والے ہوں اور جس شخص کے ساتھ مالک الملک اللہ جل شانہٗ ہو، بھلا اس کو کوئی کیسے تکلیف پہنچا سکتا ہے۔ یہاں بلاشبہ نبی کریم ﷺ کو ہی مخاطب کیا گیا ہے کیونکہ اصل میں تو دعوت و تبلیغ کا کام انبیاء علیہم السلام کے ذمہ ہی ہے مگر امت کے علماء اس حق کو ان کے نائب ہونے کی حیثیت سے استعمال کر سکتے ہیں۔ تو ان کے لیے ان احکامات، یعنی دعوت حق کرتے ہوئے حکمت اور موعظت اور پھر مجادلہ، یعنی بحث و مباحثہ یا لڑائی، جھگڑا کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر تو دعوت و تبلیغ عداوت، حسد، بغض اور لڑائی جھگڑے کا باعث بن جاتی ہے۔ اور یوں اصلاح فساد میں بدل جاتی ہے۔ علماء کے بعد ہر امتی کا فرض بنتا ہے کہ جس مقام پر بھی وہ ہو انسانیت کی بہتری کا سوچتے ہوئے نیکی کا حکم دے اور بدی سے منع کرے اور اس کام کو کرتے ہوئے حکمت اور موعظت کا خیال رکھے اس کے بعد جھگڑے فساد اور ترش روئی سے بالکل پرہیز کرے۔ اگر کوئی برا بھلا کہہ بھی دے جیسا کہ پیغمبروں کو بھی ان کی امتیں بہت برا بھلا کہہ دیتی تھیں اور عام لوگ تو کافی سخت الفاظ استعمال کر جاتے ہیں کسی بھی نصیحت کرنے والے کو۔ کیونکہ یہ انسانی فطرت میں شامل ہے تو

اس پر صبر کرنا گویا خود کو اللہ کی امداد اور حفاظت میں دینا ہے جیسا کہ سورۂ نحل کے آخر میں اللہ نے فرمایا:

''کچھ شک نہیں کہ جو پرہیزگار ہیں اور نیکوکار ہیں اللہ ان کے ساتھ ہے۔'' (آیت:128)

اللہ کی مدد اور نصرت حاصل کرنے کا بہترین نسخہ اللہ رحیم وکریم نے انسان کو بتادیا ہے۔ اللہ تمام لوگوں کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔''اللہ کے دوستوں کو غم لاحق ہوگا اور نہ کوئی پریشانی۔'' (سورۂ یونس آیت:62)

الحمدللہ آج سورۃ النحل مکمل ہوئی۔

تعارف سورۂ بنی اسرائیل

سورہ بنی اسرائیل مکی سورت ہے اور اس کا دوسرا نام سورۃ الاسرا بھی ہے۔ اس میں ایک سو گیارہ آیات اور بارہ رکوع ہیں۔ سورت معراج کے مشہور سفر کے بعد نازل ہوئی۔ اس وقت آپ ﷺ کو تبلیغ کرتے ہوئے بارہ سال ہو چکے تھے اور عرب کے ہر گوشہ میں پیغام حق پہنچ چکا تھا۔ مدینہ منورہ کے مضبوط قبائل اوس اور خزرج کے کافی لوگ آپ کے ساتھ شامل ہو چکے تھے اور اب حالات ایسے ہو رہے تھے کہ ایک آزاد اور خود مختار ریاست کا قیام عمل میں لایا جائے۔ اور پھر آپ کو انسانیت کی فلاح و بہبود کے تمام اصول بتا دیے گئے تھے۔ اس سورت میں خاص طور سے کفار مکہ کو خبردار کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کے انجام سے عبرت حاصل کرو۔ جس طرح وہ نافرمانی اور بداعمالی کی وجہ سے عذاب کا شکار ہوئے تم بھی انہی کی طرح نیست و نابود کر دیے جاؤ گے اور تمہاری جگہ دوسرے لوگ آباد کر دیے جائیں گے۔ پھر قرآن کو سچا ماننے کا حکم دیا گیا اور نہ ماننے کی صورت میں اس جیسا کلام پیش کرنے کا چیلنج دیا گیا۔ اور کفار کو عذاب آخرت سے ڈرایا گیا جبکہ نبی اکرم ﷺ اور تمام مسلمانوں کو اللہ رب العزت نے خاص ہدایات دیں کہ اپنے کام پر بے خوف ہو کر ڈٹے رہو اور نماز قائم کرو کہ یہ انسان میں اتنی بہترین صفات پیدا کر دیتی ہے کہ انسان اللہ کی قربت اور اس پر بھروسہ کر کے بڑی سے بڑی مصیبت اور پریشانی کو بڑی آسانی سے برداشت کر لیتا ہے اور پھر کامیاب و کامران بھی ہو جاتا ہے۔ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ پہلا موقع ہے کہ نماز پنج وقتہ اوقات کی پابندی کے ساتھ مسلمانوں پر فرض کی گئی۔

عظمت نبوی اور مقام عبد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝۱

ترجمہ: وہ ذات پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام، یعنی خانہ کعبہ سے مسجد اقصیٰ، یعنی بیت المقدس تک لے گیا جس کے ماحول کو ہم نے برکت دی ہے تا کہ ہم اسے اپنی نشانیوں کا مشاہدہ کرائیں، حقیقت میں وہی سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ (1)

تشریح: یہ اس مشہور معجزہ کی نشاندہی کی گئی ہے جو معراج کے نام سے مشہور ہے۔ یہ واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا جبکہ

آپ کو تبلیغ کرتے ہوئے بارہ سال گزر چکے تھے آپ کی عمر اس وقت 53 سال تھی تاریخ میں اختلاف ہے مگر معروف یہی ہے کہ 27 رجب کو یہ واقعہ ہوا۔ اس طرح کہ ایک رات آپ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر سو رہے تھے یا بیت اللہ میں تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گئے وہاں آپ ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی۔ پھر وہ آپ کو عالم بالا، یعنی کائنات کی بلندیوں کی طرف لے چلے پھر مختلف آسمانی طبقات میں آپ کی ملاقات کئی انبیاء سے ہوئی، آخر کار رب جلیل سے ملاقات کے لیے مزید بلندیوں کی طرف پرواز کی جہاں رب کے حضور حاضر ہوئے اور بہت سی ہدایات کے علاوہ پانچ وقت کی نماز کا تحفہ ملا۔ نماز مسلمان کے لیے تحفہ ہی ہے کیونکہ یہ ہر مسلمان کی معراج کہلاتی ہے۔ یہی ایک ذریعہ ہے رب سے ملاقات کرنے اور اپنی حاجات پیش کرنے کا اور اس کا قرب حاصل کرنے کا۔

بہر حال وہاں سے آپ بیت المقدس اور پھر مسجد حرام تشریف لے آئے، پھر بہت سی روایات سے ثبوت ملتا ہے کہ آپ نے جنت و دوزخ کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تو صرف یہی کہا کہ ''ہم آپ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گئے۔'' مگر اس کی تفصیلات میں 25 احادیث مستند آ چکی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو معراج جسمانی ہوا نہ کہ خواب میں یا روحانی طور پر آپ ﷺ کو سیر کرائی گئی۔

اسی طرح مقبول خدا متقی، نیک اور اہل معرفت (اللہ کو پہچاننے والے) لوگ قرآن و سنت کے مطابق اعمال کو اللہ کے قرب کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ فرائض کی پابندی کے ساتھ وہ نوافل کے ذریعے اللہ کی ولایت کا درجہ حاصل کرتے ہیں۔ ایسا شخص روحانی طور پر بہت بلند، پاکیزہ اور ہلکا ہو جاتا ہے اس بلندی کو حاصل کرنے کے لیے گناہوں کی گندگی سے بچنا اور نیکیوں کی طرف بڑھنا بہت ضروری ہے۔ حسد، بغض، نفرت، شرارت، بدگمانی، خباثت اور غصہ یہ سب اعمال انسان کو انتہائی پستیوں میں لے جاتے ہیں۔ ایسا شخص نہ صرف یہ کہ اللہ سے دور رہتا ہے بلکہ خود اپنے لیے بھی بے سکونی اور پریشانی کا باعث بنا رہتا ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ ان تمام بدعملیوں سے دور رہ کر اللہ کی عبادت میں گم ہو جاتے ہیں کہ اللہ کی نافرمانی بالکل نہیں کرتے۔

رب سے پیار کی یہ انتہا ہے جو عام بہترین متقی اور نیک لوگوں کو حاصل ہو جاتی ہے تو نبی اکرم ﷺ نبیوں کے سردار خاتم النبیین حامل قرآن اور شفیع المذنبین بھلا ان کو معراج کی سعادت جسمانی طور پر حاصل ہو جانا کوئی ناممکن بات ہے۔ اور شروع آیت ''سبحٰن الذی'' کا مطلب ہے الہ العٰلمین قادرِ مطلق کہ جو کن (ہو جا) سے دنیا بنا دے بھلا اس کے لیے اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جانا اور پھر عالم بالا کی سیر کروانا کیسے مشکل بات ہو سکتی ہے۔ یہ پہلا ثبوت ہے۔

دوسرا ثبوت یہ ہے کہ اللہ نے آپ کے لیے عبد (بندہ) کا لفظ استعمال کیا اور عبد جسم اور روح کا مجموعہ ہوتا ہے۔

تیسرا ثبوت یہ ہے کہ جب آپ نے اپنے معراج کے واقعہ کا ذکر کرنا چاہا تو ام ہانیؓ نے آپ کو منع کیا کہ لوگ آپ کے اور بھی مخالف ہو جائیں گے۔ اگر یہ خواب ہوتا تو وہ آپ کو ہرگز منع نہ کرتیں کہ خواب تو انسان دیکھتا ہی رہتا ہے۔

مگر معراج کا واقعہ اپنی خاص اہمیت رکھتا ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں بڑے واضح الفاظ میں کیا گیا ہے۔ مسجد الحرام اور مسجد اقصیٰ کا فاصلہ اس وقت کے لحاظ سے چالیس راتوں کا سفر تھا جو اللہ نے اپنی قدرت سے رات کے کچھ حصہ میں طے کروا دیا۔ مسجد اقصیٰ کو بابرکت اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ یہ علاقہ قدرتی نہروں، شادابی اور پھلوں کی کثرت کے لیے مشہور ہے اور دوسری بات یہ کہ یہاں بڑے بڑے انبیاء مدفون (دفن) ہیں۔

بہرحال معراج کی صداقت میں ملاحظہ ہو:

''واقعہ اسراء کی حدیث پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے صرف ملحد وزندیق لوگوں نے اس کو نہیں مانا۔'' (ابن کثیر)

آج کل تو معراج کے واقعہ کو مان لینا یوں بھی آسان ہو گیا ہے کہ اگر انسان ناممکن کو ممکن بنا کر چاند پر اتر سکتا ہے۔ خلا میں چہل قدمی کر سکتا ہے تو اللہ جل شانہ، کے لیے یہ کیونکر مشکل تھا کہ اپنے پیارے نبی، محسن انسانیت، ہادی اعظم ﷺ کو اپنے پاس بلائے مادی جسم کے ساتھ اور سیر کرائے۔ یوں ان کی عزت واکرام میں اضافہ کرے اور پوری انسانی برادری کو بہترین مخلوقات کا درجہ عطا کرے۔ اور نماز جیسا مبارک تحفہ عطا کرے۔ ہم اپنے رب سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے حبیب ﷺ کی امت کے ہر فرد، مرد، عورت، بچے، بوڑھے، جوان کو پکا اور سچا نمازی بنا دے اور ہمیں نماز کی تمام برکات سے مالا مال کر دے کیونکہ نماز ہی جنت کی کنجی ہے۔ نماز ہی اللہ کی نصرت کا ذریعہ، روحانی قوت کا سرچشمہ، برائیوں سے بچانے کا ہتھیار، اتحاد اور اصلاح کا ذریعہ، تنظیم کا وسیلہ، سکون قلب کا باعث غرض دنیا وآخرت میں ہر طرح کی کامیابیاں حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔ اسی لیے نماز کو بہترین تحفہ کہا گیا ہے جو آپ ﷺ معراج سے ہمارے لیے لے کر آئے۔

اللہ تعالیٰ خوب اچھی طرح دیکھنے اور سننے والا ہے اسی لیے اس نے بندوں کی بہتری کو دیکھتے ہوئے ان پر نماز پانچ وقت کی فرض کر دی جو اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے

اس آیت میں جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے مسجد اقصیٰ اور ملک شام کو دینی اور دنیاوی برکات سے اللہ نے مالا مال کر رکھا ہے۔ دینی ایسے کہ وہ تمام گزرے ہوئے انبیاء علیہم السلام کا قبلہ تھا اور پھر ان تمام کا مسکن (رہنے کی جگہ) اور مدفن (دفن ہونے کی جگہ) بنا اور دنیوی یوں کہ اس میں بہترین چشمے، نہریں اور باغات ہیں۔ اور پھر چار مساجد کی حرمت یوں بیان کی گئی ہے۔ حدیث ہے۔ ''دجال ساری زمین میں پھرے گا مگر چار مسجدوں تک اس کی رسائی نہ ہو گی۔

(1) مسجد مدینہ

(2) مسجد مکہ مکرمہ

(3) مسجد اقصیٰ

(4) مسجد طور (از مسند احمد)

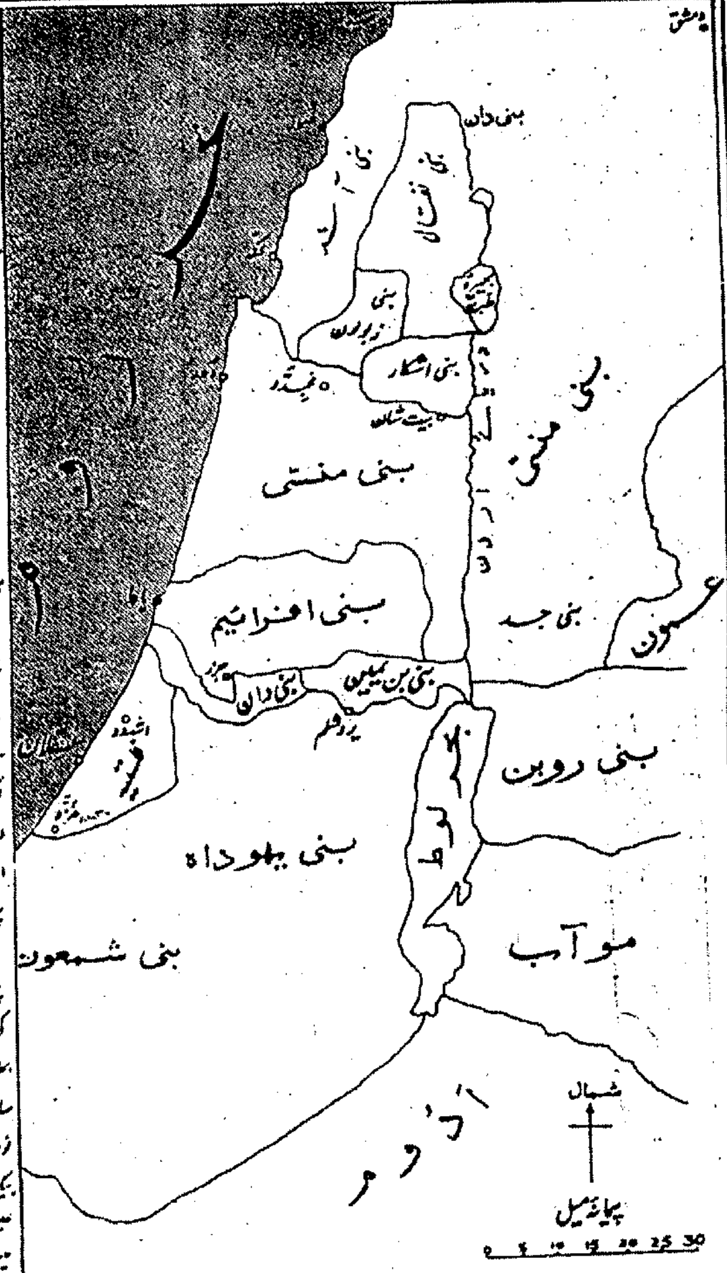
فلسطین حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد

برائے بنی اسرائیل رکوع ۱

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل نے فلسطین کے چند علاقے کو فتح کر لیا۔ مگر انھوں نے متحد ہو کر اپنی کوئی ایک منظم سلطنت قائم نہ کی بلکہ اس علاقے کو مختلف اسرائیلی قبیلوں نے آپس میں بانٹ کر اپنی چھوٹی چھوٹی قبائلی ریاستیں قائم کر لیں۔ اس نقشے میں یہ دکھایا گیا ہے کہ فلسطین کا مختصر سا علاقہ کس طرح بنی اسرائیل کے قبائل (بنی یہوداہ، بنی شمعون، بنی دان، بنی بن یمین، بنی افرائیم، بنی روبن، بنی جد، بنی منسی، بنی اشکار، بنی زبولون، بنی نفتالی اور بنی آشر) میں تقسیم ہو گیا تھا۔

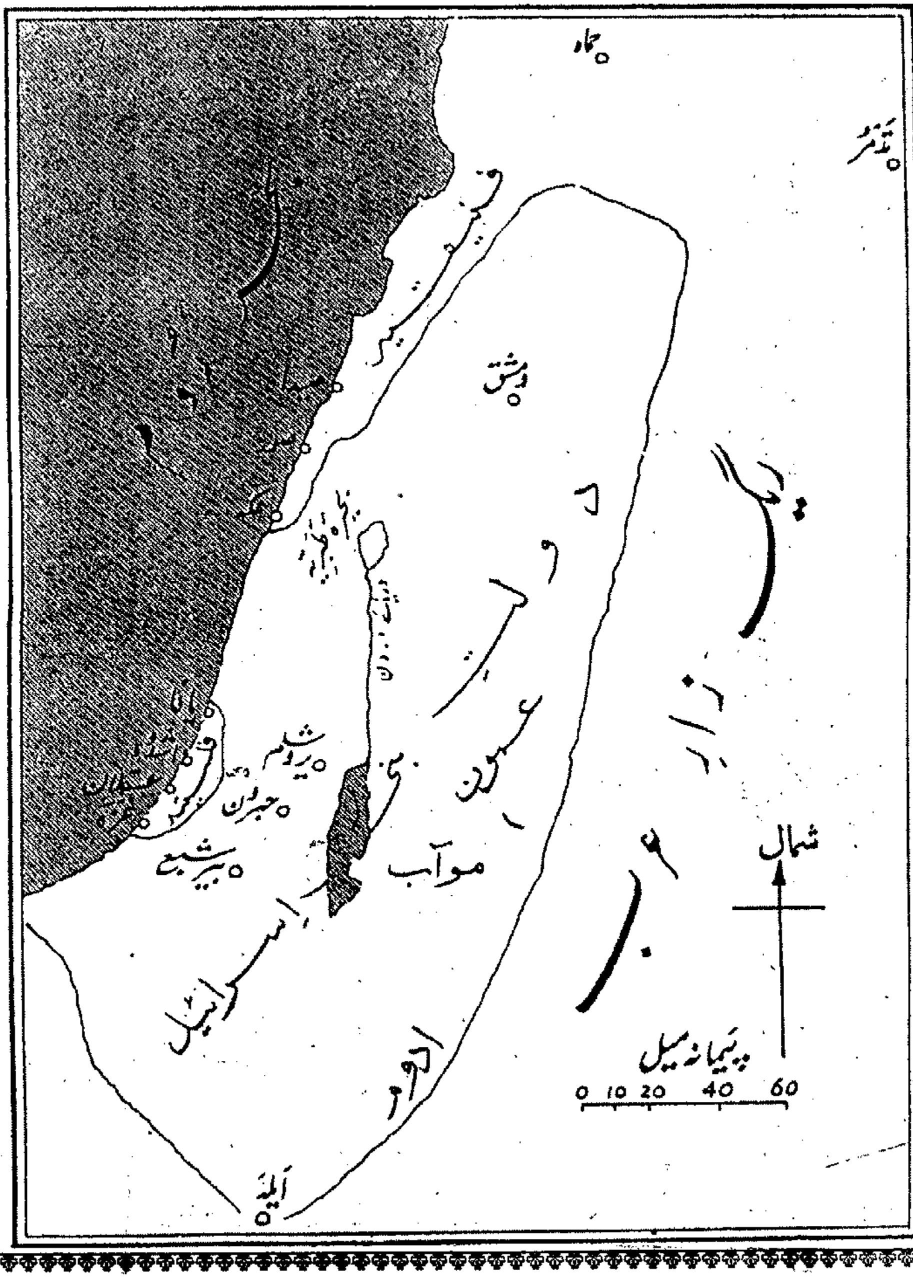
اس طرح ہر قبیلے کی ریاست اپنی اپنی جگہ کمزور رہی اور یہ لوگ توراۃ کے اس منشا کو پورا نہ کر سکے کہ اس علاقے کی مشرک قوموں کا استیصال کر دیا جائے۔ اسرائیلی قبائل کے ان علاقوں میں جگہ جگہ مشرک کنعانی قوموں کی شہری ریاستیں بدستور قائم رہیں۔ بائبل سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ طالوت کے عہد تک صیدا، صور، دور، مجدو، بیت شان، جزر، یروشلم وغیرہ شہر مشرکوں کے قبضے میں رہے اور ان شہروں کی مشرکانہ تہذیب کا بنی اسرائیل پر گہرا اثر پڑتا رہا۔

مزید برآں اسرائیلی قبائل کی سرحدوں پر فلستیوں، اَدومیوں، موآبیوں اور عمونیوں کی طاقتور ریاستیں بھی بدستور قائم رہیں جنھوں نے بعد میں پے در پے حملے کر کے بہت سا علاقہ اسرائیلیوں سے چھین لیا۔ حتیٰ کہ نوبت یہ آ گئی کہ فلسطین سے بنی اسرائیل بیک بینی و دو گوش نکال دیے جاتے اگر عین وقت پر اللہ تعالیٰ طالوت کی قیادت میں اسرائیلیوں کو جمع نہ کر دیتا۔



حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام کی سلطنت بزمانہ بنی اسرائیل

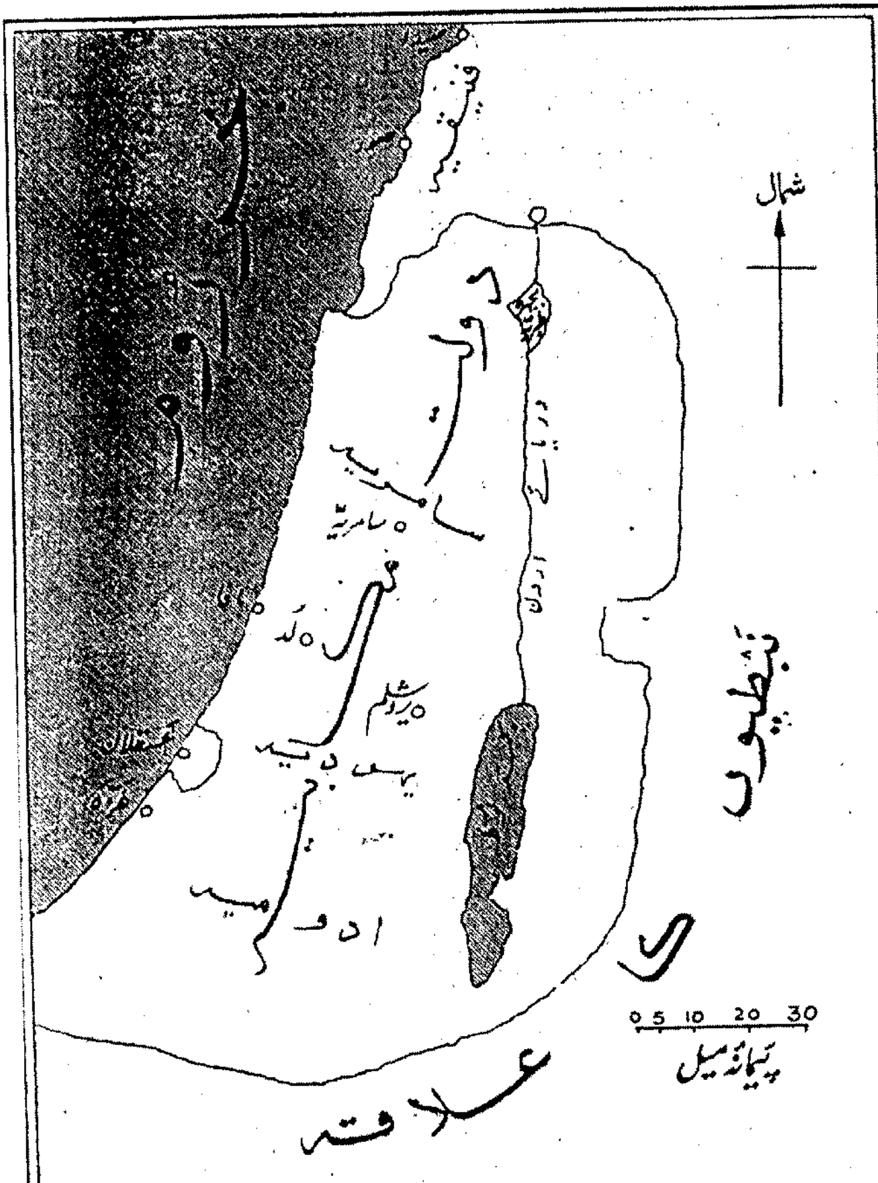
سنہ ۱۰۰۰ - سنہ ۹۳۰ قبل مسیح



فلسطین بزمانۂ دولتِ مکابیۂ

برائے بنی اسرائیل رکوع (1)

سنہ ۱۶۸ – ۶۳ سنہ قبل مسیح



ہیرود اعظم کی سلطنت

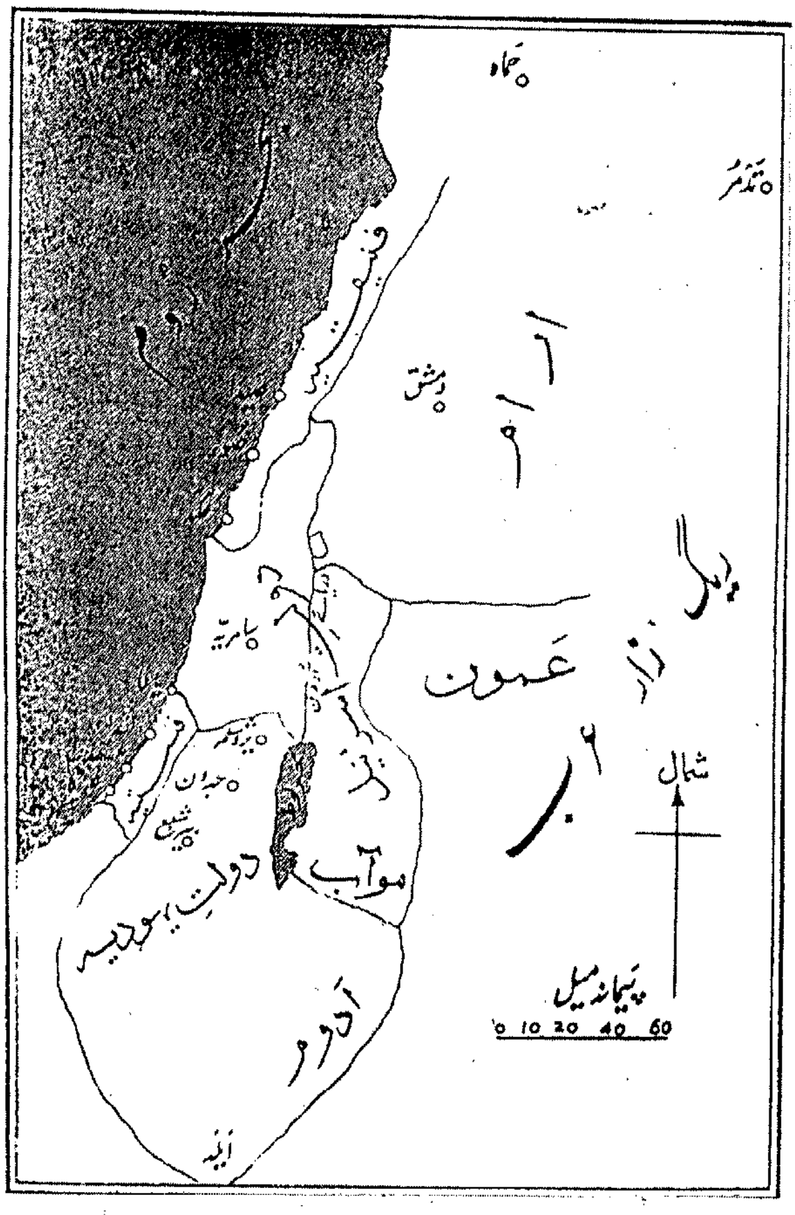
سنہ ۴۰ ۔ سنہ ۴ قبل مسیح



فلسطین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں



بنی اسرائیل کی دو ریاستیں "یہودیہ" اور "اسرائیل"



عبرت کے لیے بنی اسرائیل کا ذکر

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ
وَكِيْلًا ﴿2﴾ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ﴿3﴾ وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ
اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿4﴾
فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا
خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ﴿5﴾ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ
وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ﴿6﴾ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ
لِاَنْفُسِكُمْ ۣ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۗءٗا وُجُوْهَكُمْ
وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ﴿7﴾ عَسٰى
رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ﴿8﴾ وقف لازم

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی تھی اور اس کو بنی اسرائیل کے لیے رہنما مقرر کیا تھا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ ٹھہرانا۔(2) اے ان لوگوں کی اولاد! جن کو ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا بے شک نوح (ہمارے) شکرگزار بندے تھے۔(3) اور ہم نے بنی اسرائیل سے کہہ دیا تھا کہ تم زمین میں دو مرتبہ فساد مچاؤ گے اور بڑی سرکشی کرو گے۔(4) پس جب پہلے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے اپنے سخت لڑائی کرنے والے بندے تم پر مسلط کر دیے اور وہ شہروں کے اندر پھیل گئے اور وہ وعدہ پورا ہو کر رہا۔(5) پھر ہم نے دوسری بار تم کو ان پر غلبہ دیا، مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کی اور تمہیں بڑی جماعت بنا دیا۔(6) اگر تم نیکو کاری کرو گے تو اپنی جانوں کے لیے کرو گے اور اگر اعمال بد کرو گے تو ان کا وبال بھی تمہاری ہی جانوں پر ہو گا پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو (ہم نے پھر اپنے بندے بھیجے) تاکہ تمہارے چہروں کو بگاڑ دیں اور جس طرح پہلی دفعہ مسجد بیت المقدس میں داخل ہو گئے تھے اسی طرح پھر اس میں داخل ہو جائیں اور جس چیز پر غلبہ پائیں اسے تباہ کر دیں۔(7) امید ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے اور اگر پھر تم وہی حرکتیں کرو گے تو ہم بھی وہی پہلا سلوک کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنا رکھا ہے۔(8)

تشریح: یہاں معراج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اچانک بنی اسرائیل کا ذکر یوں آ گیا کہ اہل مکہ کو خبردار کر دیا جائے کہ یہ پیغمبر جو تم سے مخاطب ہے کوئی معمولی انسان نہیں بلکہ انسانیت کی بلندیوں سے ہو کر آ رہا ہے یہ عظیم الشان اور بہترین انسان حقیقت

ہیں کہ ابھی آخرت کا عذاب ان کے لیے باقی ہے۔ اور وہ بڑا ہی دردناک جہنم کا عذاب ہے جو پورے انصاف کے ساتھ ان کو ضرور دیا جائے گا۔

باعثِ ہدایت کتاب اور انسانی فطرت

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ
الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ﴿9﴾ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا
لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿10﴾ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ ع 10
عَجُوْلًا ﴿11﴾ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ
مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ
شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿12﴾

ترجمہ: یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔(9) اور یہ بھی بتاتا ہے کہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے لیے ہم نے دکھ دینے والا عذاب تیار رکھا ہے۔(10) اور انسان جس طرح جلدی سے بھلائی مانگتا ہے اسی طرح برائی مانگتا ہے اور انسان جلد باز واقع ہوا ہے۔(11) اور ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایا ہے۔ رات کی نشانی کو تاریکی بنایا اور دن کی نشانی کو روشن۔ تاکہ تم اپنے رب کا فضل، یعنی روزی تلاش کرو اور برسوں کا شمار اور حساب جانو۔ اور ہم نے ہر چیز کی خوب وضاحت کر دی ہے۔(12)

تشریح: اللہ تعالیٰ فصاحت و بلاغت بھرے انداز میں فرما رہے ہیں کہ قرآن رحمت ہے، برکت ہے، کیونکہ اس میں بہترین زندگی گزارنے کے وہ تمام اصول بتا دیے گئے ہیں جو انسان کو اجر عظیم کا حق دار بنائیں گے اور ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ جو ایمان نہیں لاتے وہ بچ نہ سکیں گے ان کو دردناک عذاب ضرور دیا جائے گا۔ پھر انسانی فطرت کا ذکر اس طرح کیا کہ انسان بڑا جلد باز ہے، جیسے بھلائیوں کے لیے دعائیں کرتا ہے اسی طرح تکلیف پہنچنے پر بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے لیے بددعا کرنے لگتا ہے یہ تو اللہ کی خاص مہربانی ہے کہ وہ انسان کی اس حماقت کو سمجھتے ہوئے اس کی بددعا قبول نہیں کرتا۔ اس موضوع پر سورۂ یونس آیت 11 میں بڑی اچھی وضاحت ہو چکی ہے۔ پھر آخر میں اللہ رحمن و رحیم اپنی نشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میری نشانیوں میں سے ایک دو نشانیاں دن و رات کا مسلسل آنا ہے اور ان کا ردوبدل بڑے اندازے اور حکمت کی نشانی ہے اور پھر ان کے آنے جانے میں انسان کے لیے فائدے ہی فائدے ہیں۔ روشن دن کام کے لیے اور اندھیری رات

ہیں کہ ابھی آخرت کا عذاب ان کے لیے باقی ہے۔ اور وہ بڑا ہی دردناک جہنم کا عذاب ہے جو پورے انصاف کے ساتھ ان کو ضرور دیا جائے گا۔

باعثِ ہدایت کتاب اور انسانی فطرت

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ﴿9﴾ وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿10﴾ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿11﴾ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿12﴾

ترجمہ: یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔ (9) اور یہ بھی بتاتا ہے کہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے لیے ہم نے دکھ دینے والا عذاب تیار رکھا ہے۔ (10) اور انسان جس طرح جلدی سے بھلائی مانگتا ہے اسی طرح برائی مانگتا ہے اور انسان جلد باز واقع ہوا ہے۔ (11) اور ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایا ہے۔ رات کی نشانی کو تاریکی بنایا اور دن کی نشانی کو روشن۔ تاکہ تم اپنے رب کا فضل، یعنی روزی تلاش کرو اور برسوں کا شمار اور حساب جانو۔ اور ہم نے ہر چیز کی خوب وضاحت کر دی ہے۔ (12)

تشریح: اللہ تعالیٰ فصاحت و بلاغت بھرے انداز میں فرما رہے ہیں کہ قرآن رحمت ہے، برکت ہے، کیونکہ اس میں بہترین زندگی گزارنے کے وہ تمام اصول بتا دیے گئے ہیں جو انسان کو اجر عظیم کا حق دار بنائیں گے اور ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ جو ایمان نہیں لاتے وہ بچ نہ سکیں گے ان کو دردناک عذاب ضرور دیا جائے گا۔ پھر انسانی فطرت کا ذکر اس طرح کیا کہ انسان بڑا جلد باز ہے، جیسے بھلائیوں کے لیے دعائیں کرتا ہے اسی طرح تکلیف پہنچنے پر بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے لیے بددعا کرنے لگتا ہے یہ تو اللہ کی خاص مہربانی ہے کہ وہ انسان کی اس حماقت کو سمجھتے ہوئے اس کی بددعا قبول نہیں کرتا۔ اس موضوع پر سورۂ یونس آیت 11 میں بڑی اچھی وضاحت ہو چکی ہے۔ پھر آخر میں اللہ رحمن و رحیم اپنی نشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میری نشانیوں میں سے ایک دو نشانیاں دن و رات کا مسلسل آنا ہے اور ان کا ردو بدل بڑے اندازے اور حکمت کی نشانی ہے اور پھر ان کے آنے جانے میں انسان کے لیے فائدے ہی فائدے ہیں۔ روشن دن کام کے لیے اور اندھیری رات

آرام کے لیے اور پھر دن مہینے اور سال کا اندازہ بھی تو انہی کے آنے جانے سے لگایا جاتا ہے۔ یہ سب باتیں بڑی وضاحت سے بیان کردی گئی ہیں۔ ایک مفکر اور مدبر اس تحقیق میں کہ آخر اس میں سائنس کا کون سا نکتہ پوشیدہ ہے اس کی جستجو میں کئی اور بے شمار نکات ڈھونڈ لیتا ہے۔ مسلمان ماہر فلکیات نے اس علم کو بہت ترقی دی اور انہوں نے قرآنی آیات کی روشنی میں ستاروں اور سیاروں کی حرکات و مقامات کے حسابات بڑے ٹھیک ٹھیک کیے اور کئی مشہور سائنسدان مثلاً بطلیموس کے کئی مشاہدات کو غلط ثابت کیا اسی طرح بہت سے سائنسدان اپنے تحقیقی مشاہدات کو بدلتے رہتے ہیں جبکہ قرآن پاک کے اشارات بڑے سچے اور پکے ہیں، مثلاً سورج کے بارے میں گردش کرنے کا مسئلہ قرآن پاک میں بتادیا گیا کہ ''وہ اپنے مستقر کی طرف بڑھ رہا ہے۔'' جبکہ سائنس دان اس کو ٹھہرا ہوا ثابت کرتے رہے اور ماضی قریب میں اس نتیجہ پر پہنچے کہ سورج بھی گردش میں ہے، ٹھہرا ہوا نہیں۔ موجودہ دور خلائی دور کہلاتا ہے۔ بے شمار دوربینیں، رصدگاہیں خلا میں بھیجی جاچکی ہیں جو زمین کے گرد گھوم رہی ہیں 20 جولائی 1969ء میں انسان چاند پر قدم رکھ چکا تھا اور اس طرح انسان نے چاند سے اپنی زمین کا مشاہدہ کرلیا۔ اب تو یہ پرانی بات ہوچکی ہے۔ معلوم ہوچکا ہے کہ ہمارا سورج اوسط درجے کا ستارہ ہے اس کا قطر تقریباً 1.4 ملین (14 لاکھ) کلومیٹر ہے۔ سورج زمین کی سطح کے نصف کو جو اس کے سامنے ہوتا ہے روشن کردیتا ہے اور زمین کا دوسرا نصف تاریکی میں رہتا ہے۔ زمین اپنے محور پر گردش کرتی ہے اور روشنی وہی رہتی ہے۔ چنانچہ نصف کرہ (زمین) کی شکل کا کچھ رقبہ چوبیس گھنٹے میں زمین کے چاروں طرف ایک چکر لگالیتا ہے جبکہ دوسرا نصف کرہ جو تاریکی میں رہ چکا ہے وہ بھی وہی چکر اتنے ہی وقت میں پورا کرلیتا ہے اور یوں دن اور رات کا تسلسل جاری رہتا ہے۔ اور اسی سے تاریخ، یعنی دن، ہفتہ، مہینہ اور سال پھر صدیوں کا حساب کتاب کرلیا جاتا ہے۔ ہے نا! یہ شان کریمی۔ کس قدر مہربانیاں، رحمتیں اور برکتیں اس ارحم الراحمین نے ہم بندوں پر بالکل مفت کر رکھی ہیں، پھر کچھ بے وقوف لوگ اللہ سے شرک اور کفر کرتے ہیں۔ ہمارے سامنے قدم قدم پر اس کی نشانیاں موجود ہیں جو پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ اللہ ایک ہے، عظیم ہے، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور یہ دنیا ضرور فنا ہوجائے گی ہم سب دوبارہ زندہ ہوکر اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے، سزا اور جزا ضرور ملے گی، پھر بھی ہم غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ ہماری مدد فرمائے اور ہمیں ان اخلاقی اصولوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔

(1) اخلاقی کمال کی اعلیٰ ترین صورت رضائے الٰہی کا حصول ہے۔

(2) اہل حق کا ہر عمل صرف رضائے الٰہی کی خاطر ہوتا ہے۔

(3) اہل حق کی دوستی اور دشمنی کا معیار بھی رضائے الٰہی کا نصب العین ہوتا ہے۔

''اے ہمارے رب جب تو ہمیں ہدایت کرچکا تو ہمارے دلوں کو نہ پھیر اور اپنے ہاں سے ہمیں رحمت عطا فرما، بے شک تو بہت زیادہ دینے والا ہے۔'' (سورۃ آل عمران آیت 8)

اعمال نامہ اور قیامت کا دن

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿13﴾ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا ﴿14﴾ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿15﴾

ترجمہ: ہم نے ہر انسان کا عمل اس کے گلے میں لٹکا رکھا ہے اور قیامت کے دن ہم اس کے لیے ایک کتاب نکالیں گے جسے وہ (اپنے سامنے) کھلا ہوا پائے گا۔(13)(اسے حکم ملے گا) پڑھو اپنے عمل کا دفتر آج تم اپنی باز پرس کرنے کے لیے خود ہی کافی ہو۔(14) جو شخص دنیا میں سیدھی راہ پر چلتا ہے وہ اپنا ہی فائدہ کرتا ہے اور جو گمراہ ہوا، اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے اور کوئی شخص کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور ہم (اس وقت تک) عذاب نہیں دیتے جب تک کہ (ان لوگوں میں) پیغمبر نہیں بھیج دیتے۔(15)

تشریح: ان آیات میں اس سائنسی نکتہ کو بڑے ہی عام الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے کہ ہمارے کائناتی نظام میں اس قدر مضبوط اور معقول نظام ریکارڈنگ اور فلم کا رکھا ہوا ہے کہ ہر شخص اس نظام کے احاطہ کے اندر ہے۔ ہر شخص کی کہی ہوئی بات کیا ہوا عمل اور نیت سب کچھ ایک خود کار عمل کے ذریعے ایسے ہی تیار ہو رہا ہے، جیسے کہ انسان کے اعمال کی تختی ہر وقت اس کے گلے میں لٹک رہی ہو۔ اور پھر وہ تختی اللہ کی اتنی سخت حفاظت میں جمع ہو جاتی ہے کہ قیامت کے دن وہ اپنے اعمال کی تختی خود دیکھ لے گا۔ یہ اس لیے کہ اللہ نے رسول بھیج دیے جس شخص نے اپنی عقل، فہم اور ارادہ سے نیک راہ اختیار کی اور خلوص نیت سے نیک زندگی گزاری یا جس نے گمراہی اختیار کی تو اس کی سزا و جزا میں ہرگز بے انصافی نہ ہوگی بلکہ اپنے ہی اعمال کا ٹھیک ٹھیک بدلہ ملے گا اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر نیکی کرتے ہو تو اپنے لیے برائی کرو گے تو اپنے لیے اعمال میں اور سزا و جزا میں کوئی کسی کا ذمہ دار ہرگز نہیں ہو سکتا۔ مسلمان تو خیر اس پر ایمان رکھتا ہے مگر جدید سائنسی تحقیقات نے بھی اس حقیقت کو ثابت کر دیا ہے کہ ہر چیز خواہ اندھیرے میں ہو یا اجالے میں، ساکن ہو یا حرکت میں ہو اپنے اندر سے ایک حرارت نکالتی رہتی ہے۔ ان حرارتی لہروں سے اس کی مکمل تصویر تیار ہوتی رہتی ہے۔ جس طرح آواز کی لہریں زبان سے نکلی ہوئی تھرتھراہٹ سے بات کو محفوظ کر لیتی ہیں۔ یہ ایک لمبا موضوع ہے۔ مختصراً یہ ہے کہ آجکل جو کیمرے انفرارڈ شعاعوں سے کام میں آ رہے ہیں وہ یہی کام دکھا رہے ہیں۔

سائنس بتاتی ہے کہ ہمارے اعمال اندھیرے میں کیے گئے ہوں یا اجالے میں ہوں، چھپ کر ہوں یا ظاہراً کیے گئے ہوں سب فضا میں فلم کی صورت میں موجود رہتے ہیں۔ جن کو جمع کر کے کسی بھی شخص کی پوری زندگی کی فلم تیار ہو سکتی ہے۔ اسی لیے

اللہ علیم وخبیر فرماتا ہے:

''اور پھر قیامت کے دن ہم اس کے لیے ایک کتاب نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا۔'' (سورۂ بنی اسرائیل آیت:13)

قرآن کس قدر سچی اور حقیقت سے بھری ہوئی کتاب ہے! اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے اسے انسانوں کے لیے رحمت کہا ہے۔ مگر یہاں عمل اور ارادہ کی خود مختاری دے کر انسان کو حیوان سے ممتاز کر دیا گیا ہے اور یہی انسان کے لیے مشکل ترین کام ہے۔ ڈاکٹر علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

❁❁❁

فسق وفجور ہلاکت کی نشانی

وَاِذَاۤ اَرَدۡنَاۤ اَنۡ نُّهۡلِكَ قَرۡيَةً اَمَرۡنَا مُتۡرَفِيۡهَا فَفَسَقُوۡا فِيۡهَا فَحَقَّ عَلَيۡهَا الۡقَوۡلُ فَدَمَّرۡنٰهَا تَدۡمِيۡرًا ﴿16﴾ وَكَمۡ اَهۡلَـكۡنَا مِنَ الۡقُرُوۡنِ مِنۡۢ بَعۡدِ نُوۡحٍ‌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوۡبِ عِبَادِهٖ خَبِيۡرًاۢ بَصِيۡرًا ﴿17﴾

ترجمہ: اور جب ہمارا ارادہ کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ہوا تو وہاں کے امیر لوگوں کو بے حیائی پر مامور کر دیا تو وہ نافرمانیاں کرتے رہے پھر اس پر عذاب کا حکم بھیج دیا اور ہم نے اسے ہلاک کر ڈالا۔ (16) اور ہم نے نوح کے بعد بہت سی امتوں کو ہلاک کر ڈالا اور تمہارا رب اپنے بندوں کے گناہوں سے باخبر دیکھنے والا کافی ہے۔ (17)

تشریح: یہاں ان لوگوں کا ذکر ہے جنھوں نے پیغمبر آنے کے بعد بھی نافرمانی کی۔ ایک تو سزا کا طریقہ یہ ہے کہ بری قوم پر برے سربراہ سزا کے طور پر مقرر کر دیے جاتے ہیں۔ جو خود بھی برائیاں کرتے ہیں اور برائیوں کو پسند کرتے ہیں اس طرح بری قوم بالکل ہی بری ہو جاتی ہے۔ اور دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مال و دولت بذات خود ایک بہت بڑی آزمائش ہے۔ جو لوگ تو دولت کے نشے میں اللہ، رسول اور آخرت کو بھول جاتے ہیں وہ بہت سے لوگوں کو تباہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور جو مال و دولت کی فراوانی میں اللہ اور رسول کو یاد رکھتے ہیں وہی اچھے لوگ ہوتے ہیں۔ مگر یہاں پہلی قسم کے لوگوں کا ذکر ہے کہ ایسے امیر بدکردار پوری قوم کو لے ڈوبتے ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام کے بعد بے شمار ایسی قومیں گزر چکی ہیں جو اسی وجہ سے تباہ و برباد کر دی گئیں۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا دیکھنے اور جاننے والا ہے۔ وہ کسی کو ناحق تباہ و برباد نہیں کرتا۔

❁❁❁❁❁❁

دنیا کی خواہش اور آخرت کی طلب

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ
جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿18﴾ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا
وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿19﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ
عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿20﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى
بَعْضٍ ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿21﴾ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ
فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿22﴾

ترجمہ: جو شخص دنیا کی (آسودگی) چاہے تو ہم اس میں سے جسے چاہتے ہیں جتنا چاہتے ہیں جلد دے دیتے ہیں۔ پھر اس کے لیے جہنم کا ٹھکانا مقرر کر رکھا ہے جس میں وہ بدحال اور دھتکارہ ہوا داخل کیا جائے گا۔(18) اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہو اور اس میں اتنی کوشش کرے جتنی ضروری ہے اور وہ مومن بھی ہو تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔(19) ہم ان کو اور ان سب کو تمہارے رب کی بخشش سے مدد دیتے ہیں اور تمہارے رب کی بخشش کسی سے رکی ہوئی نہیں۔(20) دیکھو ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔ اور آخرت درجوں میں دنیا سے بہت برتر اور بہتری میں کہیں بڑھ کر ہے۔(21) اور اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود نہ بنانا کہ ملامتیں سن کر اور بے کس ہو کر بیٹھے رہ جاؤ۔(22)

تشریح: دعا کا یہ انداز کہ صرف دنیا کی بھلائیاں مانگی جائیں اچھا نہیں اس سے دنیا کی محبت کا اظہار ہوتا ہے اور صرف دنیا کی ہی بھلائیاں ملیں گی جو بالکل نقصان کا سودا ہے کیونکہ آخرت کی بھلائیاں بہت بلند درجہ رکھتی ہیں۔ اور جو آخرت کی بھلائیاں مانگے اس کو آخرت کی بھلائیاں مل جاتی ہیں اور دنیا کی بھی مل جاتی ہیں مگر ایسا بندہ زیادہ فائدہ میں رہتا ہے۔ اللہ کے خزانے میں کوئی کمی نہیں، اس لیے اس سے دنیا و آخرت کی بھلائیاں مانگنی چاہییں، مگر شرط یہ ہے کہ دعا میں خلوص اور ایمان شامل ہو۔ کفر و شرک تو ویسے ہی جہنم کی طرف لے جانے والے ہیں صرف دعا سے بچ نہیں سکتے۔ اس لیے دعا کے لیے خشوع و خضوع اور ایمان کی مضبوطی شرط ہے۔

بہترین آدابِ زندگی کے قرآنی اصول

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ
الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا

كَرِيمًا ﴿23﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا
رَبَّيَانِي صَغِيرًا ﴿24﴾ رَّبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ ۚ إِن تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ
لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا ﴿25﴾ وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ
تَبْذِيرًا ﴿26﴾ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ۖ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ
كَفُورًا ﴿27﴾ وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّن رَّبِّكَ تَرْجُوهَا فَقُل لَّهُمْ قَوْلًا
مَّيْسُورًا ﴿28﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ
فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ﴿29﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ
بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿30﴾ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ
وَإِيَّاكُمْ ۚ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا ﴿31﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ ۖ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً ۖ
وَسَاءَ سَبِيلًا ﴿32﴾ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَمَن قُتِلَ
مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ ۖ إِنَّهُ كَانَ مَنصُورًا ﴿33﴾
وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۚ وَأَوْفُوا
بِالْعَهْدِ ۖ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴿34﴾ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ
الْمُسْتَقِيمِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿35﴾ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ
إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴿36﴾ وَلَا تَمْشِ فِي
الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ﴿37﴾ كُلُّ ذَٰلِكَ
كَانَ سَيِّئُهُ عِندَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ﴿38﴾ ذَٰلِكَ مِمَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۗ
وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتُلْقَىٰ فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَّدْحُورًا ﴿39﴾

ترجمہ: اور تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اف تک نہ کہنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور ان کے ساتھ بات ادب کے ساتھ کرنا۔(23) اور عجز وانکساری سے ان کے آگے جھکے رہو اور ان کے حق میں دعا کرو کہ اے رب العزت! جیسا انہوں نے

مجھے بچپن میں شفقت سے پرورش کیا ہے تو بھی ان کے حال پر رحمت فرما۔(24) جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تمہارا رب اس سے بخوبی واقف ہے۔ اگر تم نیک ہوگے تو وہ رجوع کرنے والوں کو بخش دینے والا ہے۔(25) اور رشتہ داروں، محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرو اور فضول خرچی سے مال نہ اڑاؤ۔(26) کہ فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کی نعمتوں کا انکار کرنے والا ناشکرا ہے۔(27) اگر تم اپنے رب کی نعمت (فراخ دستی) کے انتظار میں جس کی تمہیں امید ہو ان مستحقین کی طرف توجہ نہ کر سکو تو ان سے نرمی سے بات کہہ دیا کرو۔(28) اور اپنے ہاتھ کو نہ تو گردن سے باندھا ہوا (بہت تنگ کر لو) کہ کسی کو کچھ دو ہی نہیں اور نہ بالکل کھول ہی دو (کہ سبھی کچھ دے ڈالو) اور انجام یہ ہو کہ ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔ (29) بے شک تمہارا رب جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور جس کی روزی چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، وہ اپنے بندوں سے خبردار ہے اور ان کو دیکھ رہا ہے۔(30) اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو کیونکہ ان کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں، کچھ شک نہیں کہ ان کا مار ڈالنا بڑا سخت گناہ ہے۔(31) اور زنا کے بھی پاس نہ جانا کہ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے۔(32) اور جس جاندار کا مارنا اللہ نے حرام کیا ہے اسے قتل نہ کرنا مگر جائز طور پر (شریعت کی اجازت سے) اور جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے کہ ظالم قاتل سے بدلہ لے، تو اس کو چاہیے کہ قتل کے قصاص میں زیادتی نہ کرے بے شک وہ شخص امداد کے قابل ہے۔(33) اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جانا، مگر ایسے طریق سے کہ بہت بہتر ہو۔ یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہنچ جائے اور عہد کو پورا کرو کہ عہد کے بارے میں ضرور پوچھ گچھ ہوگی۔(34) اور جب کوئی چیز ماپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھرا کرو اور جب تول کر دو تو ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو یہ بہت اچھی بات اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت بہتر ہے۔(35) اور (اے بندے!) جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ کہ کان، آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں پوچھ ہوگی۔(36) اور زمین پر اکڑ کر مت چلو کہ تم زمین کو پھاڑ تو نہیں ڈالو گے اور نہ لمبا ہو کر پہاڑوں کی چوٹی تک پہنچ جاؤ گے۔(37) ان سب عادتوں کی برائی تیرے رب کے نزدیک بہت ناپسند ہے۔(38) (اے پیغمبر!) یہ ان ہدایتوں میں سے ہیں جو اللہ نے دانائی کی باتیں آپ کی طرف وحی کی ہیں۔ اور اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود نہ بنانا کہ ایسا کرنے سے ملامت زدہ اور اللہ کی درگاہ سے راندہ بنا کر جہنم میں ڈال دیے جاؤ گے۔(39)

تشریح: جب ہم سوچتے ہیں کہ آخر وہ کون سی ایسی خاص بات تھی کہ جس کی وجہ سے ایک شخص اکیلا توحید کا پیغام لے کر کھڑا ہوا جو اس وقت کے لحاظ سے مالی طور پر کوئی خاص اہمیت نہ رکھتا تھا۔ اس وقت مکہ میں بہت بڑے بڑے رؤسا موجود تھے مگر اللہ نے اس شخص کو امانت، رسالت اور نبوت کے لیے منتخب کیا جو اخلاقی، کردار، حسن سلوک، پرہیزگاری، امانت دیانت اور محبت وخلوص میں سب سے بلند درجہ رکھتا تھا تو ظاہر ہوا کہ انسان کی روحانی حیثیت مادی حیثیت سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے وہ مرد کامل حضرت محمد ﷺ اپنی روحانی بلندی کی وجہ سے مقبول الٰہی بندہ ہو گیا اور پھر اللہ کی وکالت اور مدد حاصل کر کے کفار عرب سے ٹکرا گیا اور

دیکھتے ہی دیکھتے اس مرد آہن نے پورے عرب پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیا پورے عرب پر ہی نہیں بلکہ اس وقت دنیا کے ہر ملک میں مسلمانوں کی تعداد کافی موجود ہے۔ یہ آیات بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ مسلمان کی زندگی کا منشور اس وقت دیا گیا جب مکہ کی زندگی کا اختتام اور مدینہ کی نئی زندگی کا آغاز ہو رہا تھا۔ اللہ کا دیا ہوا یہ ہدایت نامہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ اللہ کیونکہ سمیع و بصیر، خالق و معبود، فتاح و رزاق، مبدی و محصی، مالك الملك اور ارحم الراحمین ہے۔ اس نے انسان کو پیدا کیا اس کے آرام کے لیے آسمان زمین اور ہر قسم کی تمام چیزیں پیدا کر دیں اور پھر اخلاقی مذہبی، تمدنی غرض زندگی کو بہترین طریقہ سے گزارنے اور اصول سمجھانے کے لیے انبیاء بھیجے، آسمانی صحیفے بھیجے جو وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہوتے چلے گئے تو سب سے آخر میں انسان کی اصلاح و تربیت کے لیے حضرت محمد ﷺ کو آخری کتاب (قرآن مجید) دے کر بھیجا جو سب سے بڑی ہدایت کی کتاب ہے۔ اس میں انسان کے لیے دنیا و آخرت کے لیے تمام نعمتیں، برکتیں اور آسائشیں جمع کر دی گئی ہیں۔ ان آیات میں وہ زندگی کا بہترین چارٹ بنا کر دے دیا گیا ہے جو کوئی بڑے سے بڑا عالم فاضل نہیں بنا سکتا۔ ملاحظہ ہو:

انسان کو اس کے خالق کی پہچان دلائی گئی۔ اور فرمایا:

''اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔'' (سورۂ بنی اسرائیل آیت: 23)

جب ایک بندہ کہتا ہے ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' تو اس کا مطلب ہے اس نے اپنے آپ کو ہر لحاظ سے ایک اکیلے اللہ کی بندگی میں دے دیا، یعنی اب اس کا جینا، مرنا، ہنسنا، بولنا، اٹھنا، بیٹھنا، غرض اس نے اپنی مشکل اپنی خوشی اپنا دکھ، اپنا سکھ سب اللہ کے سپرد کر دیا اور خود اس کی محبت میں مست دنیا کے کاموں میں مصروف ہو گیا اور یوں وہ دنیا کے رنج والم اور خوف و خطر سے بالکل محفوظ ہو گیا اسی لیے تو فرمایا ''نہ اس پر خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں'' ایسے مرد کامل کا اپنے رب پر اس قدر اعتماد اور یقین ہوتا ہے کہ کوئی مشکل کوئی پریشانی کوئی جن اور کوئی انسان کسی صورت بھی اسے ہرا نہیں سکتا۔ ایسا شخص صبر، بہادری اور یقین کی ایسی مضبوط چٹان بن جاتا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کو زیر نہیں کر سکتی۔ ہمارے سامنے ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ کی اتنی شاندار مثال موجود ہے۔ ان کو اپنے رب سے محبت تھی۔ وہ اپنی زندگی کے ہر مرحلہ میں اس قدر کامیاب و کامران رہے کہ ان کے جانی دشمن بھی ان کو صادق (سچا) اور امین (امانت دار) کہتے تھے۔ اور پھر انہوں نے دنیا کو اسلام کی تعلیم اس کامیابی سے دی کہ باقی جتنے پیغمبر آئے وہ کسی قوم یا خاص ملک کے لیے آئے اور کچھ عرصہ بعد ان کی تعلیمات قوم اور ملک ختم ہو گئے مگر پیارے رسول حضرت محمد ﷺ پوری دنیا کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے اور ان کی تعلیمات ان پر نازل ہونے والی کتاب قرآن پاک تا قیامت محفوظ رہے گی۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اب ہم ذرا ان تعلیمات پر غور و فکر کرتے ہیں جن کی برکت سے مسلمان کو تمام اقوام عالم پر فضیلت دی گئی۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور بندوں کی محبت کا سبق دیا ہے۔ یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد۔

حقوق اللہ میں توحید، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج آ جاتا ہے۔

دیکھا جائے تو یہ عبادات انسانی عمارت کی بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جب ہمارا اعتقاد اللہ پر اس قدر پکا ہو جاتا ہے کہ اس کے سوا نہ ہمیں کسی نے پیدا کیا ہے اور نہ ہی ہمارا کوئی اور رازق ہے تو ہماری زندگی کی یہ بنیادی اینٹ بالکل سیدھی اور مضبوط ہو جاتی ہے۔ اور یوں ہم دنیا کی تمام خباثتوں، رنج وغم اور پریشانیوں سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسلمان کو کوئی تکلیف ہی نہیں پہنچتی۔ دکھ سکھ، رنج وراحت، کامیابی وناکامی، نفع ونقصان یہ سب کچھ انسانی زندگی کا ضروری حصہ ہیں کیونکہ اگر زندگی صرف ایک ہی طرح گزرنے لگے بے شک خوشی ہی خوشی ہو تو انسان کی فطرت ہے وہ اکتا جاتا ہے اسی لیے ملے جلے حالات کا نام ہے بہتر زندگی اور پھر اس کو بہترین بنانے کا طریقہ ہے رب سے محبت۔ جب اللہ پر یقین پکا ہو جاتا ہے تو پھر کوئی غم، غم نہیں لگتا۔

توحید کے علاوہ جتنی عبادات ہیں ان کے بارے میں بڑی تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔ مختصراً یہ ہے کہ تمام عبادات انسان کے اپنے بھلے اور کامیابی کا ذریعہ ہیں۔ عبادت تو اللہ کی کرتے ہیں مگر جسمانی، روحانی، تمدنی اور اخلاقی کامیابیاں خود ہمیں اپنے لیے حاصل ہوتی رہتی ہیں۔ اور ہم ایک فرد یا افراد ہوں ہر طرح دنیا وآخرت کو فتح کر لیتے ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ان عبادات میں اللہ کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ سو فیصد فائدہ خود انسان کا اپنا ہی ہوتا ہے۔

اب آتے ہیں حقوق العباد کی طرف۔ حقوق العباد کا کیا کہنا یہ تو خوشیوں، برکتوں، کامیابیوں اور سکون کی گویا کنجی ہے۔

حقوق العباد کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ یعنی انسانی اخلاق اور دوسرا آپس کے معاملات۔ انسان سوشل حیوان ہے۔ یہ اکیلا نہیں رہ سکتا۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ حضرت حوا کی اور پھر ان کی اولاد کی کہانی ہے۔ لیکن کیونکہ مل جل کر رہنے میں لڑائی جھگڑا بھی ہو جاتا ہے جو معاملات واخلاقیات پر مبنی ہے تو اس کے لیے جو سب سے پہلا اصول اللہ نے اپنے بندے کو بتایا وہ ہے والدین کا ادب

(1) والدین کا ادب: پہلا خالق اللہ ہے اور دوسرا پیدائش کا ذریعہ والدین ہیں۔ اللہ کے بعد ان کی فرمانبرداری پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ خاص طور سے جب وہ بوڑھے ہو جائیں ان کے ساتھ سلوک کو اللہ نے ایک چھوٹے سے جملہ میں سمیٹ دیا ہے فرمایا:

”والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان کے ساتھ احترام سے بات کرو، نرمی ورحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو، اور دعا کیا کرو کہ ”پروردگار! ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت وشفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔“ (بنی اسرائیل آیت: 23)

یہ بنیادی فرق ہے مسلم اور غیر مسلم کے خاندانی دستور کا۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”رب کی رضا والد کی رضا اور رب کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔“

صرف ایک حکم ہے جو والدین کا ماننا منع ہے وہ ہے شرک وکفر کا حکم۔

(2) ''اور رشتہ داروں محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرو۔'' (آیت 26)

یہ انسانی محبت آپس میں بھائی چارے اور مال کی تقسیم کا بہترین ذریعہ ہے۔ اور انہیں تین دفعات پر مدینہ کے معاشرے کا اخلاقی نظام ترتیب دیا گیا جس کی وجہ سے غیر مسلم اسلام کی طرف بے ساختہ جھکتے چلے گئے اور لوگ خود بخود اس بہترین اخلاقی نظام کے عادی ہو گئے اور پورے ماحول میں فیاضی، تعاون، بھائی چارے اور ہمدردی کا طریقہ جڑ پکڑ گیا اور یوں اسلام مضبوط اور مقبول مذہب ثابت ہوا۔

(3) ''فضول خرچی سے بچو۔'' اللہ نے فرمایا:

''اور فضول خرچی سے مال نہ اڑاؤ۔'' (بنی اسرائیل آیت: 26)

یہ ذہنی اور اخلاقی تربیت کا بہترین نسخہ ہے۔ اس سے عیاشی کا رجحان ختم ہوتا ہے، دوسرے قانونی طور پر بے جا مال خرچ کرنے سے روکا گیا ہے، تیسرے معاشرتی اصلاح کے ذریعہ ان تمام فضول رسموں کا خاتمہ کیا گیا ہے جو غلط اور بے کار ہیں۔ چوتھے صدقات وخیرات اور زکوۃ کے احکام سے دولت بجائے جمع ہونے کے گردش میں رہنے لگی اور یوں مدینہ کی نئی ریاست کو ایک بہترین قانون کے ذریعے مضبوط اور دوسروں سے معروف بنا دیا گیا اور اس اخلاقی تربیت کا اثر آج بھی مسلم معاشرے میں نظر آتا ہے۔ جو اس سے ہٹ کر زندگی گزارتے ہیں وہ اللہ کے گنہگار اور ناکام لوگ ہیں کیونکہ ضرورت سے زیادہ مال جمع کرنا حرام ہے۔

(4) میانہ روی: یہ انسانی زندگی میں بے حد ضروری ہے۔ نہ صرف یہ کہ مال و دولت میں ہی میانہ روی اختیار کرو بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں 'میانہ روی، مصیبت، پریشانی اور بے چینی سے بچاتی ہے۔ اللہ اپنے بندوں کو بڑی اچھی طرح جانتا ہے اور دیکھتا ہے۔ اس کا یہ نظام ہے کہ اس نے تمام لوگوں کو روزی رزق میں برابر نہیں رکھا ہوا۔ یہ بھی اس کی بہت بڑی حکمت ہے (وضاحت پچھلے اسباق میں ہو چکی ہے) اس اونچ نیچ کو بھی مدینہ کی سیاسی زندگی کو معمول پر لانے کے لیے یہی قانون نافذ کیا گیا کہ اعتدال سے کام لیا جائے تاکہ معاشی لحاظ سے لوگوں میں جو فرق اللہ نے رکھا ہوا ہے وہ بجائے ظلم وناانصافی کے بہترین اخلاقی، روحانی اور تمدنی اصلاح کا ذریعہ بن جائے۔ اور یوں مسلم معاشرہ دوسرے تمام معاشروں سے ممتاز ہو جائے اس منشور کی یہ دفع بھی اسلام کی مضبوطی اور کامیابی کا ذریعہ بنی۔

(5) ''مفلسی کے باعث اولاد کو قتل نہ کرو۔'' (بنی اسرائیل آیت:31)

انوار القرآن میں ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب نے بڑی اچھی وضاحت کی ہے لکھتے ہیں:

''قدیم زمانے میں لوگ افلاس کے خوف سے اولاد کو قتل کر دیتے تھے امت محمدیہ کو اس قبیح کام سے روکا گیا ہے بلکہ

خاص طور پر آپ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ:

''ایسی عورتوں کے ساتھ شادی کرو جو محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی ہوں تاکہ میں کل صبح قیامت کے دن اپنی امت کی کثرت پر فخر کر سکوں۔''

ڈاکٹر صاحب مزید لکھتے ہیں۔''اس سائنسی اور میڈیا کے دور میں برتھ کنٹرول کے لیے کیے جانے والے اقدامات اور اس کی تشہیر کے بارے میں بحیثیت مسلم ہمیں غور کرنا چاہیے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلم ادارے تیسری دنیا خصوصاً مسلم ممالک میں برتھ کنٹرول کے ذریعے امت مسلمہ کی تعداد کو محدود کرنا چاہتے ہیں جبکہ ترقی یافتہ ممالک میں اس کا تصور تک نہیں جہاں تک وسائل اور افلاس کا معاملہ ہے باری تعالیٰ کا اس بارے میں ارشاد مبارک ہے۔''

''ان کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔'' (بنی اسرائیل آیت:31 از انوار القرآن)

تاریخ کا تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ دنیا کے مختلف ملکوں میں کھانے والی آبادی جتنی بڑھتی گئی اتنے ہی زیادہ معاشی ذرائع وسیع ہوتے گئے۔ تو ثابت ہوا کہ اللہ کے اس تخلیقی پروگرام میں دخل دے کر صرف اپنے آپ کو گنہگار بنانے والی بات ہے۔ ورنہ اس نے تو ہر طرح کا بندوبست خود ہی کر رکھا ہے۔ انسان کو چاہیے بجائے اللہ کی اس رضا میں دخل دینے کے اس کے پیدا کیے ہوئے وسائل پر توجہ دے اور محنت و کوشش کو اپنا شعار بنائے۔

(6) ''زنا کے قریب مت جاؤ کہ یہ بے حیائی ہے۔'' (بنی اسرائیل:32)

یہاں یہ نہیں فرمایا کہ ''زنا نہ کرو'' بلکہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ ''زنا کے قریب مت جاؤ۔'' ''زنا کی طرف جانا'' یہ ہر اس قدم کی طرف اشارہ کرتا ہے جو معاشرے میں بے حیائی، مرد و زن کا کھلے عام ملنا جلنا، سرِ عام عورتوں کا کھلے منہ بے پردہ سج بن کر بازاروں میں، پارکوں میں، تفریح گاہوں میں، غرض گھر سے باہر بے مقصد نکلنا یہ سب انہی راستوں میں شمار ہوتا ہے جو بے حیائی کے راستے زنا تک پہنچاتے ہیں اور پھر زنا میں بے شمار صورتیں شامل ہیں۔ آنکھ، کان، ناک، دل، دماغ غرض جسم کا ہر وہ حصہ جو بے حیائی کی طرف بڑھے زنا میں شامل ہے۔ یہ دفعہ اسلامی نظام زندگی کی مضبوط بنیاد بنی، کیونکہ بے حیائی کے تمام راستے قانوناً سختی سے بند کر دیے گئے وہ اس طرح کہ اسلامی ملک میں زنا اور تہمت زنا کو فوجداری جرم قرار دیا گیا۔ پردے کے احکام جاری کیے گئے، شراب موسیقی اور تمام اخلاقی برائیوں پر پوری طرح بندش لگائی گئی اور پھر نکاح ایسے اچھے اور آسان طریقے کے وضع کر دیے گئے کہ یہ اخلاقی گناہ خود بخود ختم ہو گیا۔ اب اگر ہم اپنے اس معاشی، تمدنی اور معاشرتی دستور پر غور کریں تو یہ پرسکون ماحول ہمیں اسلامی ممالک میں ہی دکھائی دیتا ہے۔ اور یہ بہت بڑی رحمت ہے ہم مسلمانوں پر کہ اللہ نے اس اتنی بڑی خباثت، گناہ اور اخلاقی پستی سے بچا کر پرسکون راستہ دکھایا۔ آج اگر ہم غور کریں تو ہمیں اسلامی معاشرے اور غیر اسلامی معاشرے میں زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ ہمارے مرد، عورتیں اور بچے پرسکون پاکیزہ اور انتہائی خوبصورت زندگیاں گزار رہے ہیں جبکہ غیر

اسلامی ممالک میں سکون نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی کیونکہ ازدواجی اور خاندانی نظام اس قدر ناقص ہے کہ کسی کو نہ سکون ہے نہ آرام۔ وہ لوگ سکون کی تلاش میں نائٹ کلب، رقص و سرود اور نشہ آور مشروبات کا رخ کرتے ہیں۔ اور یہ راستے سوائے تنزل کے اور کہیں نہیں جاتے۔ اللہ ہم تمام مسلمانوں کو ان تمام بدکرداریوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہر طرح سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین ثم آمین۔

(7) قتل و غارت سے بچو۔ اللہ فرماتا ہے:

''اور جس جاندار کو مارنا اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے تم اس کو نہ مارو سوائے حق کے۔'' (بنی اسرائیل آیت:33)

قتل کے بارے میں سورۂ بقرہ میں کافی تفصیلات بیان کی جا چکی ہیں۔ یہاں ''حق کے ساتھ،، کی وضاحت مقصود ہے۔ اور اس میں قصاص، سزا اور جنگ اسلامی حکومت کو الٹنے کی کوشش اور پانچواں ارتداد شامل ہے۔ قتل بالحق انہی پانچ صورتوں میں جائز ہے۔ اسی طرح خودکشی بھی قتل کے گناہ میں شمار ہوتی ہے۔ کچھ صورتیں یوں بھی قتل کے گناہ میں شمار ہوتی ہیں مثلاً انتقام کے جوش میں مجرم کے علاوہ دوسروں کو بھی مار دینا، مجرم کو تکلیف دے دے کر مارنا، مار دینے کے بعد اس کی لاش کی بے حرمتی کرنا اور خون بہا لینے کے بعد پھر بھی اس کو قتل کر دینا۔ یہ تمام قتل کے گناہ میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ سب اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود ہیں جو اسلامی ممالک کو بے سکونی افراتفری اور جھگڑے فساد سے بچا کر ایک انتہائی پر سکون ماحول دیتی ہیں۔ قتل کے بارے میں سورۃ الانعام کی آیت 151 میں تفصیلاً گزر چکا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ شرک کے بعد قتل سب سے بڑا گناہ ہے۔

(8) یتیم کے مال کی حفاظت: اللہ نے فرمایا یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ، علاوہ اس راستے کے جو بہتر ہے۔'' (بنی اسرائیل آیت: 34)

یہ بھی اسلامی قانون کی ایک خاص ہدایت ہے۔ کیونکہ جب اسلامی حکومت قائم ہوئی تو یہ اصول قانونی طور پر نافذ کیا گیا کہ جو اپنے مال کی خود حفاظت نہ کر سکیں تو اسلامی ریاست اپنے ایسے تمام شہریوں کی حفاظت کی ذمہ دار ہے۔ اس کی تمام تفصیلات سورۂ نساء میں بیان کی جا چکی ہیں۔ بہرحال اسلامی دستور کی یہ بھی ایک بڑی بنیادی اور کارآمد شق ہے۔ جب اسلامی حکومت قائم ہوئی تو یتامیٰ کے حقوق کی حفاظت کے لیے انتظامی اور قانونی تدابیر اختیار کی گئیں۔

(9) عہد کی پابندی: اللہ نے فرمایا ''وعدے کو پورا کرو کیونکہ وعدے کے بارے میں ضرور باز پرس ہوگی۔'' (بنی اسرائیل آیت:34)

ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب لکھتے ہیں۔ ''ایفائے عہد کا مسئلہ انفرادی اخلاقیات کا نہیں بلکہ قومی، ملکی اور اجتماعی معاملات بھی اس کی زد میں آتے ہیں۔ اس مسئلہ پر ہم پاکستانیوں کو خصوصاً غور کرنا چاہیے کہ من حیث القوم (ایک قوم ہونے کی صورت میں) ہم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس برصغیر کی تقسیم کے وقت کیا عہد کیا تھا؟ اور اگر ہم نے ایفائے عہد نہیں کیا اور یقیناً ہم ایسا نہیں کر سکے تو ہم اللہ کے حضور کس طرح جواب دہی کے لیے کھڑے ہو سکیں گے۔؟'' (از انوار القرآن)

پاکستان بننے کے وقت ہم یہ نعرہ لگا رہے تھے۔ ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' سب کے سامنے ہے کہ ہم سب نے مل کر پاکستان کا کیا حال بنا دیا ہے، حالانکہ جب مدینہ میں اسلامی حکومت قائم ہوئی تو اسی دفعہ کو داخلی اور خارجی سیاست کی بنیاد بنایا گیا، پاکستان میں وعدہ کی پابندی کیوں نہیں کی گئی، جبکہ وعدہ کی پابندی کرنا آج بھی مسلمانوں کا امتیازی کردار سمجھا جاتا ہے۔

(10) وزن کو پورا کرنا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور جب کوئی چیز ناپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھرا کرو اور جب تول کر دو تو ترازو سیدھی رکھو۔'' (بنی اسرائیل آیت: 35)

تجارت کا شعبہ ایمانداری اور باہمی اعتماد پر ہی چلتا ہے۔ جس قدر سچائی اور دیانت داری سے کام لیا جائے اسی قدر تجارت بڑھتی ہے اور چمکتی ہے۔ یہ بھی ایک بنیادی اصول ہے جو قانون کی شکل میں نافذ کیا گیا، لہٰذا جب اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آیا تو یہ قانون حکومت کے فرائض میں شامل کیا گیا کہ حکومتی کارندے بذات خود منڈیوں اور بازاروں میں روائتی اوزان کی جانچ پڑتال کریں اور ہر قسم کی بے اعتدالی، بے ایمانی اور دھوکہ سے معاشرے کو بالکل پاک صاف کر دیں۔ تاکہ مسلمان کا کردار کھل کر سامنے آ جائے اور لوگ مسلمانوں سے تجارت کرتے ہوئے پورے اطمینان کا اظہار کریں۔ سورۂ اعراف میں آیا ہے کہ ناپ تول میں کمی بیشی کے باعث ہی قوم شعیب پر تباہی آئی تھی۔ اس بارے میں مکمل تفصیلات بیان کی جا چکی ہیں۔

(11) اعضاء کی حفاظت کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ یقیناً آنکھ، کان اور دل سب کی ہی پوچھ گچھ ہوگی۔''

اس دفعہ کے لگانے کا مقصد یہ ہے کہ وہ تمام معاشرتی برائیاں جڑ سے ختم کر دی جائیں جو کسی گھر محلے یا شہر یا ملک کی تباہی و بربادی کا سبب بنتی ہیں۔ ان کا تعلق انسان کے کان آنکھ اور دل سے بہت قریبی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ افواہیں پھیلانا، تہمت لگانا، بدگمانی اور بغیر تحقیق کے کوئی بھی بات کہہ دینا چاہے وہ کسی فرد کے بارے میں ہو جماعت یا ملک کے بارے میں ہو۔ ملکی، گھریلو، کسی خبر یا علمی نکتہ کے بارے میں ہو مکمل تحقیقات کے بغیر اس کے بارے میں صرف گمان یا شک کی صورت میں بول دینا بڑا سخت اخلاقی گناہ ہے اس سے کسی گھر میں، شہر یا ملک میں، خاندان میں، کئی قسم کی لڑائیاں، بدگمانیاں اور فساد پیدا ہو سکتے ہیں اسی لیے اسلامی قانون میں یہ شامل کر دیا گیا ہے کہ کسی کو محض شک کی بنا پر حوالات میں دے دینا، مار پیٹ کرنا بالکل ناجائز ہے۔ اور اوپر دیے گئے تمام احکامات پر سختی سے عمل کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور خبردار کیا گیا ہے کہ دنیا میں تو اس قانون شکنی کا جو دکھ اٹھانا پڑے گا وہ تو ہے ہی اس کے علاوہ جو محاسبہ آخرت میں ہوگا اس کا تو اندازہ ہی نہیں۔ اللہ رحیم ہے مگر جبار بھی ہے۔ اس کی پکڑ اور سزا معمولی نہ ہوگی۔ کان، آنکھ اور دل سے سوال کیا جائے گا کہ کیا اس نے سنا تھا، دیکھا تھا اور جانا تھا۔

(12) اترا کر، غرور سے اکڑ کر نہ چلو اللہ جل شانہ، فرماتے ہیں:

''زمین پر اکڑ کر نہ چلو کیونکہ تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔'' (بنی اسرائیل آیت: 37)

القصص:81 میں قارون کا دھنسا دینا مذکور ہے۔

چال بھی انسانی کردار کا آئینہ ہوتی ہے۔ اسی لیے اللہ رب العزت نے اپنے دیے گئے منشور میں متکبرانہ چال کو ناپسند فرمایا ہے۔ اس کے پیچھے بھی بے شمار اخلاقی برائیاں موجود ہیں جو نہ صرف ایک فرد پر ہی اثر ڈالتی ہیں بلکہ پوری قوم اس کی زد میں آجاتی ہے، لہٰذا مدینہ منورہ میں جو حکومت قائم ہوئی اس کے اسی منشور کی وجہ سے فرد سے لے کر فرماں روا، گورنر اور سپہ سالار تک سب کو عاجزی وانکساری سے رہنے کی تلقین کی گئی تھی حتیٰ کہ حالت جنگ میں فاتح کی حیثیت سے کسی شہر میں داخل ہوتے ہوئے کبھی بھی غرور، رعب داب اور فخر کا اظہار ہرگز نہ کرتے تھے بلکہ ان میں عجز وانکساری فقیری اور درویشی کے فضائل پائے جاتے تھے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے

خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

پھر آخر میں الہ العٰلمین وضاحت کرتے ہیں کہ سب کچھ اچھائی برائی وضاحت سے بیان کر دی گئی ہے اب جو لوگ احکام الٰہی کی نافرمانی کرتے ہوئے برائیوں کو اپنائیں گے وہ مقبول الٰہی کیسے ہو سکتے ہیں۔ اور پھر تاکیداً بتادیا گیا کہ تمام حکمت و دانائی وعظ ونصیحت کی باتیں اے نبی ﷺ ہم نے آپ کی طرف وحی کر کے بتائی ہیں، یعنی یہ کسی فرد کی خود بنائی ہوئی باتیں نہیں ہیں۔ جب ہم نے یہ سب کچھ غور سے پڑھ لیا تو یہ راز معلوم ہو گیا کہ آخر وہ کون سا راز تھا کہ مدینہ اتنی کم مدت میں اس قدر شاندار اور کامیاب اسلامی ریاست بن گئی۔ مودودی صاحب اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

''اسلام اور حکومت دو جڑواں بھائی ہیں۔ دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر درست نہیں ہو سکتا، پس اسلام کی مثال ایک عمارت کی ہے اور حکومت گویا اس کی نگہبان ہے۔ جس عمارت کی بنیاد نہ ہو وہ گر جاتی ہے اور جس کا نگہبان نہ ہو وہ لوٹ لیا جاتا ہے۔'' (از سید ابوالاعلیٰ مودودی)

عہد رسالت میں مدینہ کی ریاست میں کسی شخص کی حاکمیت کی بجائے اللہ کی حاکمیت تھی۔ حضرت محمد ﷺ ریاست کے سربراہ تھے مصلح اور معلم بھی تھے۔ اس وقت کوئی تحریری دستور نہ تھا لیکن قرآن کے احکام اور احادیث رسول کی روشنی میں زندگی کے تمام پہلوؤں کو سامنے رکھ کر ایک خاص ہدایت نامہ اللہ کی طرف سے نافذ کر دیا گیا تھا۔ عام طور پر حکومت عوام کی اخلاقی اصلاح کی طرف سے لاتعلق ہوتی ہے مگر مدینہ کی ریاست میں حکومت عوام کی اخلاقی اصلاح کی طرف خاص توجہ دیتی تھی وہ ایسے حالات پیدا کرنا چاہتی تھی جن میں انسان ایک کامل انسان بن سکے کیونکہ اس طرح ملک خود بخود ہی سیاست، معیشت، اخلاق، تعلیم، صنعت وحرفت، زراعت اور معاشرتی امور میں انتہائی مضبوط اور کامیاب ملک بن سکتا ہے۔ کیونکہ بہترین کردار کے لوگ بہترین کارنامے انجام دیتے ہیں، مثلاً جس معاشرے میں کفر وشرک، جھوٹ، بہتان، چوری، جوا، شراب، بے حیائی،

ناانصافی، بے ایمانی، قتل وغارت گری، زنا، بے پردگی اور فسق وفجور پر پابندی حکومتی سطح پر لگا دی جائے بھلا ایسا معاشرہ کیونکر نقصان اٹھا سکتا ہے۔ اور پھر سب سے بڑی بات خاندانی مضبوطی ہے۔ جہاں خاندان مضبوط ہوتے ہیں وہاں نظم وضبط اور اتحاد و تنظیم کی ہرگز کمی نہیں ہوتی۔ مسلمان کو حکم دیا گیا ہے کہ نکاح کریں تاکہ حرامکاری کا خاتمہ ہو سکے۔ کیونکہ یہ انسانیت کی سب سے بڑی ذلت کا نشان ہے۔ کوریا اور ویتنام امریکی فوجیوں کے ناجائز بچوں سے بھرا پڑا ہے۔ آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ یہ لاوارث بچے بڑے ہو کر کیا کچھ غلط کاریاں نہ کرتے ہوں گے۔ اسی طرح نسل کشی کا نقصان فرانس وغیرہ ممالک میں نظر آتا ہے۔ کہ انہوں نے ضبط تولید سے اپنی تعداد اس قدر کم کر لی تھی کہ جب جرمن فوجوں نے حملہ کیا تو نوجوان افراد فوجیوں کی اس قدر کمی ہو گئی کہ کوئی لڑنے والا ہی نہ تھا، یعنی لڑنے والوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ کیا یہ دانش مندی کہلا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ جب ہم یہ جان گئے ہیں کہ کفر وشرک کے علاوہ اخلاقی برائیاں بھی حکومتی سطح پر کنٹرول کی جانی چاہئیں تو پھر ہمارے ملک پاکستان یا تمام اسلامی ممالک میں اس طرف سے اس قدر کوتاہی کیوں کی جا رہی ہے۔ ویسے اپنے طور پر ہر مسلمان کو ان تمام ہدایات کو ہر وقت سامنے رکھ کر زندگی گزارنی چاہیے بلکہ دوسروں کو بھی اس راہ پر چلنے کی تلقین کرنی چاہیے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم تمام اقوام عالم پر فوقیت حاصل نہ کر سکیں اللہ ہماری مدد فرمائے مگر موجودہ مسلمان کے حالات کچھ یوں نظر آ رہے ہیں

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

تو ہمیں چاہیے کہ مذکورہ آیات یعنی آیت 23 تا 39 اپنی زندگی میں اچھی طرح فافذ کر دیں کہ یہ ہمارے خالق ومالک کی طرف سے بھیجا گیا ایک بہترین دستور ہے۔ جس کا بھیجنے والا وحدہٗ لاشریک ہے اور اگر ہم میں سے کوئی بھی اس کا شریک بنائیں گے تو ہمیں دھکے دے کر ذلت وخواری کی حالت میں جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی اور آخرت میں بھی نیکی دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔'' (البقرہ:201)

نزول قرآن کا مقصد

أَفَأَصْفَاكُمْ رَبُّكُم بِالْبَنِينَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِنَاثًا ۚ إِنَّكُمْ لَتَقُولُونَ قَوْلًا
عَظِيمًا ﴿٤٠﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ لِيَذَّكَّرُوا وَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا نُفُورًا ﴿٤١﴾ ع 4 10 4
قُل لَّوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذًا لَّابْتَغَوْا إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا ﴿٤٢﴾
سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا ﴿٤٣﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ
وَالْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ ۚ وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ

تَسۡبِيۡحَهُمۡ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيۡمًا غَفُوۡرًا ﴿۴۴﴾

ترجمہ: مشرکو! کیا تمہارے رب نے تم کو تو لڑکے دیے اور خود فرشتوں کو بیٹیاں بنایا کچھ شک نہیں کہ یہ تم بڑی نامعقول بات کہتے ہو۔(40) اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح کی باتیں بیان کی ہیں تاکہ لوگ نصیحت پکڑیں مگر وہ اس سے اور نفرت بڑھاتے جاتے ہیں۔(41) کہہ دو کہ اگر اللہ کے ساتھ اور معبود ہوتے جیسا کہ یہ کہتے ہیں تو وہ ضرور اللہ مالک عرش کی پہنچنے کا راستہ نکالتے۔(42) وہ پاک ہے اور جو کچھ یہ بکتے ہیں اس سے وہ بہت بلند رتبہ والا ہے۔(43) ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب اسی کی تسبیح کرتے ہیں اور مخلوقات میں سے کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے، لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ بے شک وہ بردبار اور معاف کرنے والا ہے۔(44)

تشریح: اللہ تعالیٰ تو ویسے ہی تمام رشتہ داریوں سے بالکل بے نیاز ہے۔ وہ بس اکیلا ہے ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا تو کفار کا یہ کہنا انتہائی نامعقول بات ہے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں نعوذ باللہ۔ قرآن پاک میں بار بار حکمت اور توحید کے بارے میں بتایا گیا ہے مگر یہ لوگ عقل کے اندھے اور بھی زیادہ گمراہی اور نفرت میں بڑھ جاتے ہیں۔ اگر اللہ کے سوا دوسرے معبود ہوتے تو دستور کے مطابق وہ ضرور اللہ سے جنگ کرنے کے لیے عرش کی طرف بڑھتے اور ضرور بغاوت کرتے۔ توبہ کرو کیونکہ الہ العلمین کفر وشرک سے بہت زیادہ بلند اور عظیم ہے۔ کیونکہ اس کے برعکس ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب مل کر اللہ کی تعریف کرتے ہوئے اپنے طریقہ سے تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ جس کو انسان سن اور سمجھ نہیں سکتے۔ بے شک اللہ تعالیٰ تحمل والا اور بخشنے والا ہے۔ سورۂ بقرہ میں پہاڑوں کے پتھروں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: پہاڑ کے بعض پتھر اللہ کے خوف سے نیچے گر جاتے ہیں اس سے پتھروں میں شعور اور اللہ سے خوف زدہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ایٹم سے لے کر بڑے بڑے اجرام فلکی تک سب ارتعاش میں ہیں یہی ارتعاش تسبیح کہلا سکتا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ ہر چیز حیوانات، جمادات اور نباتات غرض دنیا کی کل مخلوقات سوائے انسان کے اللہ کے اس بنائے ہوئے نظام کے تحت کام کر رہی ہے جو ان کے لیے اللہ نے مقرر کر کے ان کی فطرت میں پوری طرح مقرر کر دیا ہے۔ مثلاً سورج، چاند اور باقی تمام اجرام فلکی نے اسی طرح گردش کرنی ہے جیسے ان کے رب نے حکم دے دیا ہے وہ اس کے حکم کے بغیر ہرگز ایک سیکنڈ کے لیے بھی ادھر سے ادھر نہیں ہو سکتے یہ بھی اللہ کی تسبیح کی ایک شکل ہو سکتی ہے یعنی اپنے مالک اور خالق کی اس حد تک فرمانبرداری کہ ایک لمحہ کے لیے بھی اس سے غفلت نہ برتی جائے یہ حمد اور تسبیح نہیں تو اور کیا ہے۔ انسان بھی اللہ ہی کی مخلوق ہے مگر اس کو تسبیح وتقدیس کے لیے زبان اور طریقہ بتا کر اختیار دے دیا گیا ہے کہ چلو اب اپنی مرضی سے راہ اختیار کرو، پھر بعد میں تم سے حساب لیا جائے گا۔

اسی لیے انسان، باقی تمام مخلوقات کی تسبیح کا طریقہ اور آواز نہیں جان سکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ انسان کے کام کی ساخت

ایسی بنائی گئی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ 20 ہزار سائیکل فی سکینڈ کی آواز سن سکتا ہے جبکہ سائنس کی رو سے اجرام فلکی کا ارتعاش صفر سے لے کر بیس چکر فی سیکنڈ سے بھی زیادہ ہوسکتا ہے جو کہ انسانی سماعت سے باہر ہے، ہاں! البتہ کچھ حیوانات اس لحاظ سے قوت سماعت نسبتاً زیادہ رکھتے ہیں۔ جیسا کہ زلزلہ کی آمد کا احساس پرندوں کو اور کتوں وغیرہ کو بغیر کسی سائنسی آلہ کے بہت پہلے سے ہو جاتا ہے۔ یہ سب قدرت کے کمالات ہیں۔ ان سب کو پوری طرح سمجھ لینا انسان کے بس سے باہر ہے۔ سلطان بشیر محمود صاحب کچھ اس طرح وضاحت کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں: ''حقیقت یہ ہے کہ ساری سائنس کا دارومدار ہی اس بات پر ہے کہ اللہ کے قوانین اٹل ہیں اور کائنات کا ذرہ ذرہ ان سے آگاہ ہے، اور ان کی اتباع (پیروی) کرتا ہے اور یوں اپنے مالک حقیقی کا عبد (غلام) ہے۔''

(از قیامت اور حیات بعد الموت)

کیا خوب تعریف کی ہے موصوف نے واقعی اس کے کمالات کی حقیقت کو پوری طرح سمجھ جانا انسان کے بس سے باہر ہے، البتہ غور و فکر اور جستجو کا حکم اللہ نے ضرور دیا ہے اور فہم و فراست بھی عطا کی ہے۔ مگر پھر بھی عبد تو اسی خالق و مالک کا ہے جس نے انسان کو بنایا آسمان کو بنایا اور ان تمام چیزوں کو بنایا جو ان کے درمیان ہیں۔ سورۂ بقرہ آیت 74 اور سورۂ رعد آیت 13 اس بات کا ثبوت دے رہی ہیں کہ تمام مخلوقات اللہ کی تسبیح کر رہی ہے اسی سے خوف زدہ بھی ہے مگر انسان نہ اس کی تسبیح کی آواز سن سکتا ہے نہ اس کی تسبیح کے طریقے کا شعور رکھتا ہے۔

کفار کی گمراہی اور بدبختی

وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا ﴿٤٥﴾ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَّوْا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا ﴿٤٦﴾ نَّحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُونَ بِهِ إِذْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ وَإِذْ هُمْ نَجْوَىٰ إِذْ يَقُولُ الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ﴿٤٧﴾ انظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ﴿٤٨﴾

ترجمہ: اور جب آپ قرآن پڑھا کرتے ہیں تو ہم آپ اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے پردے پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔ (45) اور ان کے دلوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں کہ اسے سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں میں ثقل پیدا کر دیتے ہیں اور جب آپ قرآن میں اپنے خدائے واحد کا ذکر کرتے ہیں تو وہ بدک کر پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں۔ (46) یہ لوگ جب آپ

کی طرف کان لگاتے ہیں تو جس نیت سے یہ سنتے ہیں ہم اسے خوب جانتے ہیں اور جب یہ سرگوشیاں کرتے ہیں، یعنی جب ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایک ایسے شخص کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو کیا گیا ہے۔(47) دیکھیں انہوں نے کس کس طرح کی باتیں آپ کے بارے میں بنائی ہیں، سو یہ گمراہ ہو رہے ہیں اور رستہ نہیں پا سکتے۔(48)

تشریح ان آیات میں بھی کفار کی حجت بازیاں، اعتراضات اور الزامات کا ذکر کیا گیا ہے، وہ لوگ اکثر اوقات مختلف قسم کی باتیں آپ کے لیے کہتے رہتے تھے۔ مثلاً کبھی کہتے آپ شاعر ہیں، جادوگر ہیں، مجنون ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یعنی ان کو خود اس بات پر یقین نہ تھا کہ آپ کو کیا کہہ کر مسترد کریں۔ ان کی انہی گمراہیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت حاصل کرنے کی حس ہی بالکل فنا کر دی تھی، یعنی بالکل پکے کفار بن چکے تھے نہ ہدایت پسند کرتے تھے اور نہ ہی اللہ ان کے لیے ہدایت کے راستے کھولتا تھا۔

کفار اور مشرکین جب اکیلے اللہ کا ذکر سنتے تو بھاگ کھڑے ہوتے اور نفرت میں بڑھ جاتے۔ یہ بات صرف دور نبوی اور مکہ کے مشرکین کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ آج کل مشرکین کا بھی یہی حال ہے جو اپنے خطبوں اور تقاریر میں اکثر اولیاء اللہ اور بزرگوں کی کرامات اور تصرفات کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے سامنے جب اللہ کی توحید کا ذکر آئے تو ان پر بڑا گراں گزرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک کو انسانوں کے لیے شفاء بھی کہا گیا ہے تو اس لحاظ سے دشمنوں سے بچنے کے لیے ان کی نظروں سے چھپانے کا یہ ایک بہترین نسخہ ہے جیسا کہ چاروں قل جن و انس کی شرارت اور جادو کو دور کرنے کا بہترین نسخہ ہے۔ اور پھر نظر بد دور کرنے کے لیے بھی چند آیات کا ذکر کیا جاتا ہے اور چند کلمات نظر بد سے بچاتے ہیں مثلاً۔

خوبصورت چیز یا انسان کو دیکھ کر یہ پڑھنا چاہیے۔

''اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلَیْه'' یا ''مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ''

تو اللہ اپنے کلام کی برکت سے نظر بد سے محفوظ رکھتا ہے۔ نظر بھی برحق (سچ) ہے اور جادو بھی برحق ہے۔ جیسا کہ درس قرآن بورڈ میں درج ہے۔ ''لبید بن الاعصم یہودی کے سحر سے نبی اکرم ﷺ پر کچھ اثر ہونے لگا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے معوذتین نازل فرمائیں، جن کے پڑھنے سے وہ اثر بالکل جاتا رہا۔'' (از درس قرآن بورڈ چوتھی منزل صفحہ 35)

بہر حال کفار کا تو یہ حال تھا کہ ہر صورت اور ہر وقت اللہ کے خلاف نبی ﷺ کے خلاف اور قرآن کے خلاف تاویلیں کرتے رہتے تھے اگلی آیات ملاحظہ ہوں۔

کفار کا انکارِ قیامت اور اللہ کا جواب

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿٤٩﴾ قُلْ كُوْنُوْا

حِجَارَةً اَوْ حَدِیْدًا ۙ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا یَكْبُرُ فِیْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَیَقُوْلُوْنَ مَنْ یُّعِیْدُنَا ؕ
قُلِ الَّذِیْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَیُنْغِضُوْنَ اِلَیْكَ رُءُوْسَهُمْ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى
هُوَ ؕ قُلْ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ قَرِیْبًا ﴿۵۱﴾ یَوْمَ یَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ
وَ تَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۵۲﴾

اور کہتے ہیں کہ جب ہم مرکو بوسیدہ ہڈیاں اور چور چور ہو جائیں گے تو کیا ازسر نو پیدا ہو کر اٹھیں گے۔(49) کہہ دو کہ خواہ تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا۔(50) یا کوئی اور چیز جو تمہارے نزدیک (پتھر اور لوہے سے بھی) بڑی سخت ہو۔ جھٹ کہیں گے کہ بھلا ہمیں دوبارہ کون جلائے گا؟ کہہ دو کہ وہی جس نے تم کو پہلی بار پیدا کیا۔ تو تعجب سے تمہارے سامنے سر ہلائیں گے اور پوچھیں گے کہ ایسا کب ہوگا؟ کہہ دو امید ہے کہ جلد ہوگا۔(51) جس دن وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ جواب دو گے اور خیال کرو گے کہ تم دنیا میں بہت کم مدت رہے۔(52)

تشریح: کائنات کی ہر چیز ہمارے سامنے فنا ہو رہی ہے۔ انسان مر رہے ہیں اور انسان پیدا ہو رہے ہیں۔ کیا یہ سب کچھ کافی نہیں اس بات پر یقین کرنے کے لیے کہ ہم سب ضرور مر جائیں گے اور دوبارہ اللہ کی اسی قدرت سے زندہ کیے جائیں گے جس قدرت سے ہم پیدا کیے جاتے ہیں۔ کیا ہمارے پیدا ہونے کا عمل حیرت انگیز نہیں؟ زمین سے پیدا ہونے والی تمام خوراکوں کو کس طریقہ سے تمہارے والدین کے جسموں میں جمع کر دیا تاکہ تمہاری پیدائش کا سامان کیا جائے، پھر ماں کے پیٹ میں کس بہترین اور عجیب وغریب طریقہ سے تمہیں ایک مکمل انسان بنا کر ایک انتہائی پیچیدہ عمل سے گزار کر دنیا میں بھیج دیا گیا۔ اگر غور کریں تو یہ ثبوت دوبارہ زندہ کیے جانے کے لیے بڑا ثبوت ہے۔ جس طرح پہلے پیدا کیا گیا اسی طرح دوبارہ ضرور پیدا کیا جائے گا۔ اور پھر انسان بہترین مخلوق ہے اس دنیا کی تو کیا اس کو یونہی بے کار پیدا کر دیا گیا ہے؟ ہرگز نہیں اس کی پیدائش کا مقصد ہے۔ یہ کہ دیکھا جائے انسان کس حد تک حق وصداقت اور رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے اپنی عارضی اور فانی خواہشات کو قربان کرتا ہے۔ اور کس حد تک اخلاق و کردار میں بلند ترین درجات حاصل کرتا ہے۔ یہ عقیدۂ آخرت ہی ہے جو انسان کو انسانیت کی حدود میں مقید کرتا ہے۔ ورنہ انسانی فطرت تو یہ ہے کہ دوسرے انسان کو وہاں مارے جہاں سے اس کو پانی بھی نہ ملے (محاورہ ہے) انسان میں حسد، بغض، رقابت اور شرارت کے جذبات بہت زیادہ پائے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج جو فساد مسلمانوں میں دکھائی دیتا ہے وہ اسی عقیدۂ آخرت سے ناواقفیت یا عقیدہ کی کمزوری کا سبب ہے۔ جب ہم قرآن پاک میں بار بار یہ پڑھتے ہیں کہ "کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تمہیں یونہی بیکار پیدا کیا اور تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے؟ (سورۃ المومنون آیت 115)

ہرگز نہیں۔ موت انفرادی ہو یا اجتماعی ضرور آئے گی اور موت زندگی کا انجام نہیں بلکہ یہ ایک دوسری زندگی کا آغاز ہے۔ جو مرتے ہی شروع ہو جاتی ہے۔ اس عالم کو عالم برزخ کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے بعد قیامت آئے گی اور یوم الحساب اسی دن کو

کہتے ہیں۔ وہ دن بڑا سخت ہوگا۔ ظالم اور مظلوم علیحدہ علیحدہ کر کے سرکش لوگوں کی گردنیں توڑی جائیں گی، سچے لوگوں کو انعام اور جھوٹوں کو سزا ملے گی۔ وہ بہترین انصاف ہوگا جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ یہاں کئی بے گناہ سزا پاتے ہیں اور کئی گنہگار عیش کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "کیا ہم ایمان لانے والے اور اچھے کام کرنے والوں کو ان جیسا کر دیں۔ جو زمین میں بگاڑ پھیلاتے ہیں۔ یا ہم پرہیزگاروں کو نافرمان اور شریر لوگوں کے برابر کر دیں گے۔؟ (سورۃ ص آیت 28)

کون ہے جو یہ سب کچھ جان کر بھی کفر و شرک، جھوٹ، چوری اور فساد یعنی عبادات اور اخلاقیات سے سستی کرے گا؟

میرے خیال میں عقیدۂ آخرت کے بغیر اچھا، بہترین اور پاک صاف معاشرہ وجود میں نہیں آ سکتا۔ عقیدۂ آخرت کی حکمتیں اور فائدے اتنے ہیں کہ اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا اس کو یوں سمجھ سکتے ہیں کہ ایک طالب علم امتحان کی تیاری کو سامنے رکھتا ہے تو بہتر طریقہ سے پڑھائی کرتا ہے کہ کہیں فیل نہ ہو جاؤں اور پھر بہترین کامیابی کے لیے بہترین نتائج کو سامنے رکھتا ہے۔ اسی طرح جس انسان کو جس قدر عقیدۂ آخرت پر یقین ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ پرہیزگار، نیک، صالح اور کامیاب انسان ہوگا۔ یعنی انسان اور قوموں کو ترقی کی راہ پر چلانے کے لیے عقیدۂ آخرت پر یقین رکھنا ایک انمول اور لاجواب نسخہ ہے۔ ہمارے سامنے اسلام کے ابتدائی دور کی فتوحات، ترقیاں، کامیابیاں اور اشاعت و تبلیغ کا پورا نقشہ موجود ہے جس کی بنیاد یہی عقیدۂ آخرت ہی ہے۔ اسی کی وجہ سے انسان روحانی طور پر بلند ہوتا چلا جاتا ہے اور دنیا کی زندگی انتہائی شاندار مطمئن اور پر آسائش گزار سکتا ہے۔ اور آخرت اس سے بھی بڑھ کر اچھی۔ اس میں کوئی شک و شبہ کی بات نہیں کہ مسلمان نے جو کمزوری اور ذلت و خواری اختیار کر رکھی ہے وہ اسی عقیدۂ آخرت پر کمزوری کی وجہ سے ہے۔ اس وقت قرآن پاک کی تعلیمات کو انتہائی محتاط اور پر اثر طریقہ سے بہت زیادہ عام کرنے کی بے حد ضرورت ہے۔ کیونکہ یہی ہمارے بگاڑ کو سنوار سکتی ہیں۔ ہمارے بچے، ہمارے جوان اور بہت سے بزرگ بھی قرآنی تعلیمات سے بہت حد تک بالکل لاعلم ہیں۔ صرف مرنے کو ہی یاد رکھ لیں تو بے شمار برائیوں سے بچ سکتے ہیں۔ ہمارے سامنے دن رات یہ ہوتا رہتا ہے کہ ڈاکو مارا گیا، سمگلر مارا گیا، بددیانت اپنی حرام حلال تمام مال و دولت چھوڑ کر مر گیا اور ایک ایسا شخص جو صرف دولت کمانے کے لیے اللہ رسول اور دین و مذہب کو بھی بھول گیا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر فوت ہو گیا۔ سکندر اعظم نے وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو میرے دونوں ہاتھ کفن سے باہر رکھ دینا تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو کہ میں نے اتنی فتوحات کیں اور اب صرف خالی ہاتھ تن تنہا، اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں۔ قارون نے کیا کمایا سب کچھ اس کے ساتھ ہی زمین میں دھنس گیا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی زندگیوں کو ایک ایسے نظام کے مطابق بسر کرو جو بہترین ہو اور وہ ہے اللہ کا دیا ہوا نظام حیات۔ جس کو کھول کھول کر قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے اور پھر امیر ترین بننے کی ترکیب یہ ہے کہ قناعت کو اپنایا جائے۔ بندہ فقیر بازی کہتا ہے۔ "قناعت و حرص دو متضاد چیزیں ہیں۔ قناعت عظیم سعادت و رحمت ہے اور حرص دنیا بہت بڑی شقاوت و آفت ہے۔"

(از گلستان قناعت مصنف محمد موسیٰ روحانی بازی)

تمام ظاہری و باطنی بیماریاں اور خرابیاں صرف اس عقیدۂ آخرت کی کمزوری کی وجہ سے ہوتی ہیں۔

محمد موسیٰ روحانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ ''بعض حکماء سے پوچھا گیا کہ غنا (امیری) کس چیز کا نام ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ تیری تمنا اور آرزو کے کم ہونے اور بقدر کفایت رزق پر تیرے راضی ہونے کا نام غناء ہے۔'' (از گلستان قناعت)

یہ سب کچھ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ لیتے ہیں وہ سب سے زیادہ نقصان میں ہیں کیونکہ قرآن پاک میں صاف صاف بتا دیا گیا ہے۔ ''جس دن وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ جواب دو گے اور خیال کرو گے کہ تم دنیا میں بہت کم مدت رہے۔'' (سورۃ بنی اسرائیل آیت:52)

واقعی دنیا کی زندگی بہت مختصر اور امتحان کا کمرہ ہے۔ آخرت کی زندگی ہمیشہ کی زندگی اور انعام و سزا کا یعنی نتیجہ کا کمرہ ہے۔ ہر وقت اچھے اور بہترین نتیجہ حاصل کرنے کی فکر کرو۔

اللہ کا حکم نبی کے لیے

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿53﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ ؕ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ﴿54﴾

ترجمہ: اور میرے بندوں سے کہہ دو کہ ایسی باتیں کہا کریں جو بہت پسندیدہ ہوں۔ کیونکہ شیطان بری باتوں سے ان میں فساد ڈلوا دیتا ہے کچھ شک نہیں کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ (53) تمہارا رب تم سے خوب واقف ہے، اگر چاہے تو تم پر رحم کرے یا اگر چاہے تو تمہیں عذاب دے اور ہم نے تم کو ان پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجا۔ (54)

تشریح: ان آیات میں سخت کلامی سے منع کیا گیا ہے کیونکہ سخت بات کے بعد پھر جھگڑا کھڑا ہو سکتا ہے۔ آپ کو ہدایت کی گئی ہے کہ آپ ہدایت کا پیغام پہنچا دیں بس۔ اس کے بعد آپ کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔

انبیاء کی فضیلت کے پہلو، دعا اور اعمال کا وسیلہ، بستیوں کی ہلاکت

وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ وَّاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿55﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا ﴿56﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ

الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ
كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿57﴾ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ
مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿58﴾

ترجمہ: اور جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں آپ کا رب ان سے خوب واقف ہے اور ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر فضیلت بخشی اور داود کو زبور عطا کی۔(55) کہو کہ مشرکو! جن لوگوں کی نسبت تمہیں معبود ہونے کا گمان ہے، ان کو بلا دیکھو، وہ تم سے تکلیف کے دور کرنے یا اس کے بدل دینے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے۔(56) یہ لوگ جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کے ہاں قربت کا ذریعہ تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون ان میں اللہ کا زیادہ مقرب ہوتا ہے اور اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک آپ کے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔(57) اور کفر کرنے والوں کی کوئی بستی نہیں مگر قیامت سے پہلے ہم اسے ہلاک کر دیں گے یا سخت عذاب سے اس پر عذاب کریں گے یہ کتاب، یعنی تقدیر میں لکھا جا چکا ہے۔(58)

تشریح: یہاں اللہ کے علیم وخبیر ہونے کا ذکر ہے اور پھر حضرت داود علیہ السلام کا ذکر خاص طور سے کیا گیا کیونکہ ان کو ایسی بادشاہت ملی تھی کہ جیسی کسی اور کو نہیں ملی اور ان پر نازل ہونے والی کتاب زبور کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ پھر حکم ہوا کہ شرک کو چھوڑ دو کیونکہ یہ ظلم ہے اور پھر جب بھی چاہو تو ان معبودوں کو اپنی مصیبت ٹالنے کے لیے پکار کر دیکھ لو وہ کچھ نہیں کر سکتے بلکہ وہ تو خود اللہ کے محتاج ہیں۔ اور پھر قیامت سے پہلے ایسی تمام بستیاں تباہ کر دی جائیں گی جو کفر وشرک اور بداعمالیوں کا مقام ہوں گی۔ یہ سب کچھ ہو کر رہے گا کیونکہ عالم کا تمام انتظام لوح محفوظ (کمپیوٹر) میں محفوظ کر دیا جا چکا ہے۔ عذاب سے بچنے کا ذریعہ صرف قرآن پر عمل ہے۔ خشوع وخضوع سے عبادت کرنا۔ عبادت کی بنیاد تین باتوں پر ہے ایک رب کی وفاداری دوسرے رب کی اطاعت اور تیسرے مالک کا ادب اور اس کی تعظیم۔ جب ہم اس طریقہ پر اپنی زندگی گزارتے ہیں تو پھر ہماری زندگی کا ہر ہر عمل یہاں تک کہ سونا جاگنا، چلنا، پھرنا اور زندگی کا ہر کام عبادت میں شمار ہوتا ہے اور ہم مفت میں دہرا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ دنیا میں کامیاب اور آخرت میں بھی کامیاب۔ یہی اسلام ہے اور یہی مسلم کی شان ہے جو اس کو کفار سے افضل کرتی ہے۔ اس خالص عبادت کے بعد ہمیں دنیا میں آسمانوں سے لے کر زمین تک کوئی چیز کوئی مخلوق۔ ایسی نظر نہیں آتی جو اللہ کے مقابلہ میں عبادت کے لائق نظر آئے اور ایسے ہی سچے مسلمان اللہ کے مقبول ہوتے ہیں، ورنہ اللہ رزق تو کفار ومشرکین کو بھی دیتا ہے مگر ان کے بداعمالی اور گمراہیوں کی وجہ سے ان سے ناراض ہوتا ہے اور پھر جب وہ حد سے گزر جاتے ہیں تو پھر ان پر عذاب الٰہی ٹوٹ پڑتا ہے اور پوری پوری بستیاں پلک جھپکنے میں نیست ونابود ہو جاتی ہیں۔ باقی رہا قیامت کا مسئلہ وہ تو ایک علیحدہ نظام کے تحت آئے گی۔ کہ جب اللہ نے اس جہان کو ختم کرنے کا وقت مقرر کر رکھا ہے تو پھر اس کے نظام تقدیر کے مطابق یہ تمام جہان ختم کر دیا جائے گا ایک نئے نظام کو بنا دیا جائے گا۔ یہی اللہ کی حکمت ہے۔

انسان کی آزمائش کے طریقے

وَمَا مَنَعَنَآ اَنۡ نُّرۡسِلَ بِالۡاٰیٰتِ اِلَّاۤ اَنۡ كَذَّبَ بِهَا الۡاَوَّلُوۡنَ ؕ وَاٰتَيۡنَا ثَمُوۡدَ
النَّاقَةَ مُبۡصِرَةً فَظَلَمُوۡا بِهَا ؕ وَمَا نُرۡسِلُ بِالۡاٰيٰتِ اِلَّا تَخۡوِيۡفًا ﴿59﴾ وَاِذۡ قُلۡنَا لَكَ
اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلۡنَا الرُّءۡيَا الَّتِىۡۤ اَرَيۡنٰكَ اِلَّا فِتۡنَةً لِّلنَّاسِ
وَالشَّجَرَةَ الۡمَلۡعُوۡنَةَ فِى الۡقُرۡاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمۡ ۙ فَمَا يَزِيۡدُهُمۡ اِلَّا طُغۡيَانًا كَبِيۡرًا ﴿60﴾ ع 6

ترجمہ: اور ہم نے نشانیاں بھیجنی اس لیے بند کر دیں کہ پہلے لوگوں نے ان کو جھٹلا دیا تھا۔ اور ہم نے ثمود کو (صالح کی نبوت کی) کھلی نشانی میں اونٹنی دی تو انہوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم جو نشانیاں بھیجا کرتے ہیں تو وہ ڈرانے کے لیے بھیجتے ہیں۔ (59) جب ہم نے تم سے کہا کہ تمہارا رب لوگوں کو احاطہ کیے ہوئے ہے اور جو نمائش (واقعہ معراج) ہم نے تمہیں دکھائی وہ لوگوں کے لیے آزمائش تھی اور اسی طرح تھوہر کے درخت کو جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے، اس کو لوگوں کے لیے آزمائش بنایا اور ہم انہیں ڈراتے ہیں تو ان کو اس سے بڑی سخت سرکشی پیدا ہوتی ہے۔ (60)

تشریح: کفار مکہ آنحضرت ﷺ کو ہر وقت کہتے ہیں کہ ہمیں معجزہ دکھائیں جیسا کہ پچھلی قوموں کو دکھائے گئے۔ پہلے انسان بالکل ہی سیدھا سادھا تھا تو اس وقت کے مطابق ان کو معجزے دکھائے گئے، مثلاً حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کو اونٹنی کا معجزہ دیا گیا معجزہ دیکھنے کے بعد بھی ان لوگوں نے ایمان قبول نہ کیا اور یہ آخری حد ہوتی ہے، لہٰذا ان کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”کہ آپ کا معجزہ تو یہ ہے کہ ہم نے کہا کہ ”آپ کا رب لوگوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔“ (بنی اسرائیل:60)

اسی طرح ایک جگہ فرمایا:

”مگر یہ کافر جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں، اور اللہ نے ان کو ہر طرف سے گھیرے میں لے رکھا ہے۔“ (سورۂ بروج)

ان کو دکھائی نہیں دیتا کہ ہم نے کس طرح اپنے قول، ارادے، نظام اور کام کو مضبوط اور محفوظ کر کے کامیاب و کامران کر دکھایا ہے۔ یعنی آپ کو جو کہا کہ آپ اپنے کام میں لگے رہیں آپ کے ساتھ اللہ کی مدد ہے یہ کفار چاہے جو مرضی ہے کر لیں ایڑی چوٹی کا زور لگا لیں یہ نہ تو آپ کو روک سکتے ہیں اور نہ اسلام کی تبلیغ کو روک سکتے ہیں۔ ان کو سمجھ نہیں آتی کہ کس طرح ایک اکیلے بندے نے اتنی بڑی زبردست کفر و شرک کی طاقت سے مقابلہ کیا اور پھر ان کو اللہ کی مدد سے شکست پر شکست دی۔ کیا یہ کوئی معمولی بات ہے۔ اس سے بڑا معجزہ اور کیا ہوگا اور پھر دوسرا بہت بڑا اعزاز جو آپ کو اللہ نے عطا کیا وہ ہے جیتے جاگتے آسمانوں کی سیر۔ جو کہ معراج کے نام سے کافی تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ بھی صرف آپ ﷺ کو نصیب ہوا معراج کے موقع پر چند احکامات

مسلمانوں کو دیے گئے اور مسلمانوں کی تمام تعلیمات دو طرح سے فائدہ مند ثابت ہوتی ہیں ایک تو یہ انسانی زندگی کو سنوارتی ہیں اور دوسرے اللہ کی خوشنودی حاصل کر کے جنت حاصل کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں، پھر تھوہر کے درخت پر کفار ہنستے ہوئے کہتے ہیں کہ لو بھلا دوزخ کی آگ میں درخت کیسے ہو سکتا ہے۔ تو ان بے وقوف لوگوں کو اتنا بھی اندازہ نہیں ہو رہا کہ یہ درخت تو لعنتی لوگوں کے عذاب کا ایک ذریعہ ہیں جیسے لوگ اللہ کی رحمت سے دور ہو کر دوزخ میں جائیں گے اسی طرح ان کی خوراک کا پودا بھی اللہ کی رحمت سے بہت دور ہے اور اسی لیے وہ دوزخ کی تہہ میں آگ کی تپش میں آگ جیسی خصوصیات رکھنے والا پودا یا درخت ہے۔ یہ کونسی مشکل بات ہے اللہ کے لیے وہ جو چاہتا ہے کر سکتا ہے۔ معجزے اور عذاب یہ سب تو صرف لوگوں کو خبردار کرنے کے لیے ڈرانے کے لیے بھیجے جاتے ہیں مگر یہ لوگ اس قدر ہٹ دھرم اور فضول ہیں کہ جیسے جیسے ان کو نیکی کی طرف بلایا جاتا ہے یہ اور بھی ضد، ہٹ دھرمی اور گمراہی کا اظہار کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے تو دوزخ کا عذاب اور تھوہر کی خوراک بنائی گئی ہے۔

واقعہ معراج اور تھوہر کا درخت کفار کے لیے آزمائش بن گئے، باوجود اس کے کہ رسول کریم ﷺ نے بیت المقدس کے بارے کفار کے تمام سوالات کے جوابات دیے لیکن انہیں پھر بھی ایمان نصیب نہیں ہوا۔

واقعہ معراج النبی ﷺ

واقعہ معراج النبی واقعی بہت بڑا سچا اور علم وعرفان کا خزانہ اپنے اندر لیے ہوا ہے۔ یہ واقعہ 27 رجب ہجرت سے ایک سال قبل رونما ہوا۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک 53 سال تھی جب آپ ﷺ نے اس واقعہ کا ذکر کیا تو عام شخص اس پر ہرگز نہیں یقین کر سکتا تھا کیونکہ یہ معجزہ تھا۔ انسانی عقل سے ماورا، کیسے کوئی یقین کر سکتا تھا کہ ایک ہی رات میں انسان جسمانی وروحانی ساخت کے ساتھ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور پھر عالم بالا کی سیر کر کے واپس مسجد حرام پہنچ سکتا ہے مگر یہ ایک اٹل حقیقت ہے۔ اس واقعہ کی افادیت، مقصد اور حقیقت قرآن میں تقریباً 7 مقامات پر بتائی گئی ہے۔ اب یہ انسان کا فرض ہے کہ وہ اللہ کی دی گئی عقل وعرفان کو کس حد تک استعمال میں لا کر کائنات وقرآن سے کتنا کام لیتا ہے؟ یہ بھی اللہ کی دین ہے کہ وہ کس کام کے لیے کس کو چن لیتا ہے اور پھر وہ انسان جس قدر جوش جذبے محنت اور لگن سے کام کرے گا۔ اللہ اس کی اتنی ہی مدد کرے گا خواہ وہ سائنس سے تعلق رکھتا ہو یا کسی بھی عصری علوم سے تعلق رکھتا ہو۔ انسان کے لیے ان پر دسترس حاصل کرنا ایک فطری عمل ہے۔ چھان بین کرنا، غور وفکر کرنا اللہ کا حکم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کشف والہام کے ذریعہ بھی ایسے لوگوں کی بھرپور مدد فرماتا ہے۔ مثلاً واقعہ معراج النبی انسان کے لیے کیسے کیسے راز بیان کر گیا ہے۔ ذرا اس پر غور کرتے ہیں۔

”وہ ذات پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام، یعنی خانہ کعبہ سے مسجد اقصیٰ، یعنی بیت المقدس تک لے گیا جس کے ماحول کو ہم نے برکت دی ہے تاکہ ہم اسے اپنی نشانیوں کا مشاہدہ کرائیں، حقیقت میں وہی سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔“ (سورۃ بنی اسرائیل: 1)

سورۃ الذاریات: پارہ 26 آیت نمبر 7:''والسماء ذات الحبك'' ترجمہ: اور آسمان کی قسم جس میں ملتے ہوئے راستے ہیں ۔ یو آسمانی طبقات کے درمیان راستوں کا ذکر کر دیا ۔سائنسدانوں نے ان راستوں کو (Moving Wearmholes) کا نام دیا گیا ہے بہرحال نبی کریم ﷺ نے ان راستوں سے روشنی کی رفتار سے 30 ارب گنا زیادہ رفتار سے سفر معراج کیا، جس کا ذکر قرآن پاک میں بڑی وضاحت سے کیا گیا ہے ۔مثلاً سورۃ السجدہ کی آیت نمبر 5 میں رب العزت فرماتے ہیں ''دنیا کے معاملات ان کے پاس ایک دن میں پہنچتے ہیں اور وہ ایک دن انسان کی گنتی کے ایک ہزار سالوں کے برابر ہوتا ہے۔'' غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہم چاند کے ایک ہزار سال کے سفر کی ایک دن کے سیکنڈ پر تقسیم کریں تو وہ روشنی کی سپیڈ نکلتی ہے ۔یعنی ایک لاکھ چھہتر ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار بنتی ہے جبکہ چاند کا فاصلہ زمین سے 176000 میل ہے اور چاند سے روشنی زمین تک ایک سیکنڈ میں پہنچتی ہے، جیسا کہ سورۃ المعارج کی آیات 3 اور 4 میں رب العزت فرماتے ہیں: کہ وہ مالک ہیں کائنات میں ان راستوں کے جو کہ چڑھنے اور پھلانگنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں ۔فرشتے اور روحیں رب العزت کے پاس ایک دن میں پہنچتے ہیں جو انسان کی گنتی کے مطابق 50000 سال کے برابر ہے'' انسان تو اب ان راستوں کی کھوج میں سرگرداں ہے جبکہ رب العزت نے اپنے فرشتوں کے لیے وہ پہلے ہی بنا دیے ہیں ۔ایک دن کا تعین ہزار سال کے برابر ہے۔ یعنی روشنی کی سپیڈ سے 1000 گنا اور یوں ایک فرشتے کی رفتار 1000x50000=50000000 یعنی پانچ کروڑ گنا روشنی کی سپیڈ سے زیادہ بنتی ہے جب کہ کچھ فرشتے ایسے بھی ہیں جیسا کہ سورۃ الفاطر کی آیت ایک میں ذکر کیا گیا ہے کہ:''دو دو تین تین یا چار چار پر ہیں ہوسکتا ہے کہ ان کی رفتار عام فرشتوں سے دوگنا، تین گنا یا چار گنا ہو یعنی روشنی کی رفتار سے 10 کروڑ یا 20 کروڑ گنا زیادہ ہو۔احادیث شریف میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے 600 پر ہیں تو یوں پانچ کروڑ کو 600 سے ضرب دیں تو یہ روشنی کی رفتار سے 30 ارب گنا زیادہ بنتی ہے اور یوں معلوم ہوا کہ سفر معراج نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ان راستوں سے روشنی کی رفتار 30 ارب گنا زیادہ رفتار سے کیا ۔یہ سفر آپ ﷺ نے ہوش وحواس میں جسمانی ساخت کے ساتھ کیا کائنات کی وسعتوں میں ایسے ہی راستوں سے کیا جن کو سائنس دان (Moving hole) کا نام دیتے ہیں ۔سورۃ المومنون کی آیت نمبر 17 میں رب العزت فرماتے ہیں:''اور ہم نے تمہارے اوپر کی جانب سات راستے بنا دیے ہیں اور خلقت سے غافل نہیں ہیں ۔'' سورۃ المعارج میں معارج کہا گیا ہے یعنی (Elevatot Taype) راستے جو کہ کائنات کے طبقات میں تیز ترین سفر کے لیے بنائے گئے ہیں ۔یہ توتھیں سائنسی دریافتیں اب ذرا دینی لحاظ سے بھی بات ہو جائے اللہ تعالی نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا پھر محمد ﷺ کو افضل الانبیاء کا رتبہ دیا پھر آپ ﷺ کی امت کو بہترین امت کا شرف عطا کیا اسی طرح معراج النبی ﷺ تو ہر صورت افضل واکمل معراج ہے ۔یہ عظیم واقعہ رجب کی 27 تاریخ کی شب میں پیش آیا مسلمانوں کو دن میں پانچ وقت نماز کا تحفہ ملا۔تحفہ اس لیے کہ یہ نماز بھی معراج کی ہی حیثیت رکھتی ہے ۔جب ہم نماز کے لیے

کھڑے ہوتے ہیں تو خود کو اللہ کے دربار میں حاضر پاتے ہیں، اللہ سے باتیں کرتے ہیں، راز و نیاز کرتے ہیں، عجز و انکساری سے معافی مانگتے ہیں، اپنی حاجات پیش کرتے ہیں سب سے بڑی عزت افزائی یہ ہے کہ اللہ سے ملاقات کرتے ہیں کتنا بڑا اعزاز ہمیں معراج النبی کے حوالے سے حاصل ہوا۔ اللہ رب العزت نے اپنے پیارے بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ کو اپنے پاس بلایا اور اس کو سدرۃ المنتہی تک رسائی دی عالم بالا کی سیر کرائی اور وہا مختلف طبقات میں جلیل القدر انبیاء سے ملاقات کرائی۔ جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کروایا یہ سفر شروع ہوا جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصی لے گئے اور وہاں آپ نے جلیل القدر انبیاء کے ساتھ نماز ادا کی اور پھر ان راستوں سے عالم بالا تک جا پہنچے اور بے شمار نشانیاں دیکھیں اور تین چیزوں سے آپ ﷺ کو نوازا گیا۔

(1) پانچ وقت کی نمازیں۔

(2) سورۃ البقرہ کی آخری آیات۔

(3) اور اس مسلمان کی مغفرت کا وعدہ جو شرک کی آلودگیوں سے پاک ہوگا۔ (صحیح مسلم)

اسی طرح سورۃ النجم میں اور بھی وضاحتیں معراج النبی ﷺ کی مل سکتی ہیں ایک بہت بڑی فائدے کی بات یہ ملی کہ ان عجیب وغریب آسمانی راستوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو موجودہ دور کے سائنس دانوں کو کائناتی تحقیقات میں مدد ومعاون ثابت ہوسکتی ہے۔ سچ کہا ہے آئن سٹائن نے: ''سائنس مذہب کے بغیر لنگڑی ہے اور مذہب سائنس کے بغیر اندھا ہے''

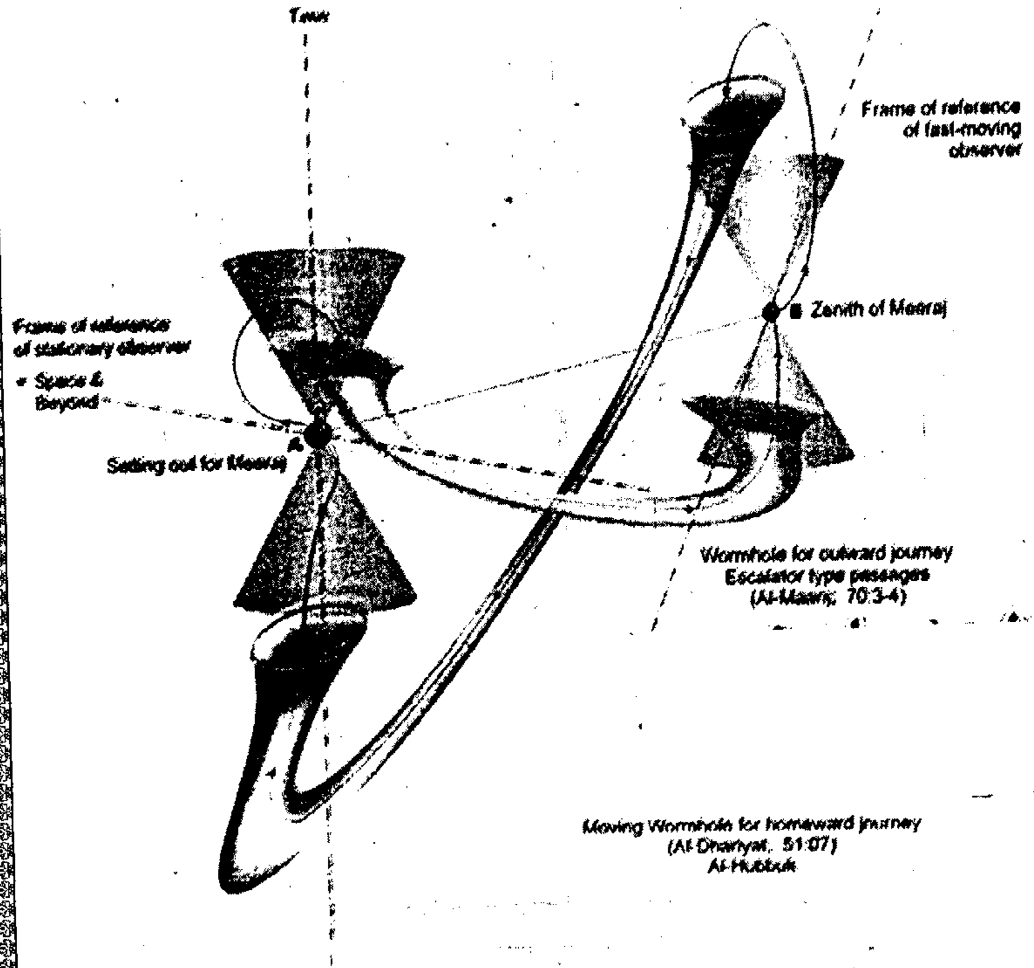
یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو عالم بالا پر بلوا کر انسان کو ستاروں اور پہاڑوں پر کمندیں ڈالنے کا اشارہ دے دیا۔ قرآن پاک میں بے شمار جگہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ: ''میری نشانیوں پر غور وخوض کرو ان میں عقل مندوں کے لیے نصیحت ہے۔'' غرض یہ کہ کائنات کی ہر چیز اس کی ہی نشانی ہے اور قرآن نصیحت سے بھرپور ہے۔ قرآن کتاب ہدایت ہے مگر ساتھ ہی ساتھ تمام عصری علوم کی جڑ بنیاد بھی اسی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ اپنے اسلاف کی پیروی کریں قرآن سے پورا پورا استفادہ کریں اور اپنی کھوئی ہوئی عظمت واقتدار کو حاصل کرلیں اور یہ ہمارا حق بھی ہے جس کو ہم نے چھوڑ رکھا ہے۔

((إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ)) صحیح مسلم (1934)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو عزت وسربلندی عطا کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو (جو اس پر عمل نہیں کرتے) ذلیل وخوار کرتا ہے۔

واقعہ معراج کے بارے میں

Prophet's PBUH Journey of Meerāj



*** Space & Beyond:**

Space or Cosmic Order (Our domain of expansion of the universe is the lowest skies (Al-Saffat 37:6))
Beyond in Cosmic Sway with six skies (With no gravitational element)

شیطان، اس کی چالیں اور اس کا دعویٰ

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴿61﴾ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۡ لَىِٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿62﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاۗؤُكُمْ جَزَاۗءً مَّوْفُوْرًا ﴿63﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿64﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿65﴾

ترجمہ: اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا بولا بھلا میں ایسے شخص کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ (61) (اور طنزیہ) کہنے لگا دیکھو تو یہی وہ ہے جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے اگر تو مجھ کو قیامت کے دن تک کی مہلت دے تو میں کچھ لوگوں کے سوا اس کی اولاد کی جڑ کاٹتا رہوں گا۔ (62) اللہ نے فرمایا یہاں سے چلے جاؤ، جو شخص ان میں سے تیری پیروی کرے گا تو تم سب کی سزا جہنم ہے اور وہ پوری سزا ہے۔ (63) اور ان میں سے جس کو بہکا سکے اپنی آواز سے بہکاتا رہ اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کو چڑھا کر لاتا رہ اور ان کے مال اور اولاد میں شریک ہوتا رہ اور ان سے وعدہ کرتا رہ اور شیطان جو وعدے ان سے کرتا ہے سب دھوکہ ہے۔ (64) جو میرے مخلص بندے ہیں ان پر تیرا کچھ زور نہیں اور (اے پیغمبر!) آپ کا رب کارساز کافی ہے۔ (65)

تشریح: جیسا کہ شیطان کی ابتدا ہوئی اللہ کی نافرمانی سے اور انسان کی ابتدا ہوئی اللہ کی رحمت سے اور یہ قصہ بڑی تفصیل سے سورۂ بقرہ آیات 30 تا 39، سورۃ النساء آیات 117 سے 121 الاعراف آیات 11 سے 25، الحجر آیات 26 تا 42 ابراہیم آیت 22۔ ان تمام سورتوں میں شیطان اور انسان کی ہمیشہ کی لڑائی کا سبب بیان کیا گیا ہے۔ پچھلی آیات میں اچھے اور نیک انسان کی صفات بیان کر دی گئی ہیں پھر دہرائے دیتے ہیں۔ جو بھی شخص اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے گا دنیا و آخرت میں بھلائی حاصل کرے گا، مگر جو اس کے علاوہ راستہ اختیار کرے گا تو وہ گویا شیطان کا دوست بن گیا اور وہ شیطان کے ساتھ دنیا میں بھٹکتا رہے گا اور آخرت میں جہنم میں جائے گا۔ اب یہاں نیکی اور بدی کی لڑائی ہر وقت انسان کے سامنے ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ بڑی پکی بات ہے کہ اکثر انسان کو بری راہیں اچھی اور خوبصورت لگتی ہیں یہاں پر اللہ کے دوست اور شیطان کے دوست ہونے کا فرق

صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ جو لوگ اللہ کے دوست اس کے فرمانبردار اور پاکیزہ ذہن رکھنے والے ہیں وہ تو اللہ کے سچے بندے ہوتے ہیں ان پر شیطان کا راستہ ہرگز کسی صورت بھی آسان نہیں ہوتا مگر اس کے علاوہ کمزور مسلمان پر شیطان، یعنی برائی، بے حیائی، گمراہی اور فسق و فجور کا قبضہ بڑی آسانی سے ہو جاتا ہے۔ اسی لیے تو بری صحبت سے بچنے کی ہر وقت تاکید کی جاتی ہے اور اچھی صحبت (دوستی) کو انسان کے لیے اللہ کی رحمت کہا گیا ہے، اسی لیے رب العزت فرماتے ہیں۔ ’’اے پیغمبر تمہارا رب کارساز کافی ہے۔‘‘ (بنی اسرائیل آیت:65)

بہرحال تواضع اور انکساری کے ساتھ ساتھ نیک لوگوں کی مجلس (دوستی) اختیار کرنا اور صالحین و بزرگان دین کی تعلیم و تربیت سے اپنے آپ کو آراستہ کرنا مسلمان کے لیے بہت بڑی سعادت ہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین

اللہ کی رحمتیں برکتیں اور انسان کی ناشکری

رَبُّكُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا ﴿۶۶﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَی الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِیْلًا ﴿۶۸﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَكُمْ فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰی فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ فَیُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا ﴿۶۹﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا ﴿۷۰﴾ ع 7/10/7

ترجمہ: تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لیے دریا میں کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اس کے فضل سے روزی تلاش کرو بے شک وہ تم پر مہربان ہے۔(66) اور جب تم کو دریا میں تکلیف پہنچتی ہے (ڈوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو جن کو تم پکارا کرتے ہو سب اس رب کے سوا گم ہو جاتے ہیں، پھر اللہ جب تم کو ڈوبنے سے بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہے ہی ناشکرا۔(67) کیا تم اس سے بے خوف ہو کہ اللہ تمہیں خشکی کی طرف لے جا کر زمین میں دھنسا دے یا تم پر پتھر برسانے والی آندھی بھیج دے، پھر تم اپنا کوئی بچانے والا نہ پاؤ۔(68) یا اس سے بے خوف ہو کہ تم کو دوسری دفعہ دریا میں لے جائے پھر تم پر

تیز ہوا چلائے اور تمہارے کفر کی وجہ سے تمہیں ڈبو دے پھر تم ہم پر اپنی طرف سے کوئی باز پرس کرنے والا نہ پاؤ۔(69) اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو جنگل اور دریا میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔(70)

تشریح: یہاں پھر ان تمام احسانات کا ذکر کیا گیا ہے جو انسانوں کی سہولت آرام و آسائش کے لیے اللہ نے انسان کو دے رکھے ہیں مثلاً اتنے بڑے بڑے پانی سے بھرے ہوئے موجیں مارتے دریا اور زبردست سمندر سب کو انسان کے لیے اس طرح مسخر (تابع) کر دیا کہ انسان اپنی عقل سے کام لے کر جو اللہ نے اس کو دی ہے بڑی بڑی کشتیاں اور جہاز بنا کر ان کے ذریعے سفر کرتا ہے، تجارت کرتا ہے، مگر پھر بھی اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا مگر کیونکہ فطرتاً انسان اللہ کو ہی رب مانتا ہے، اس لیے جب طوفان اور مصیبت میں گھر جاتا ہے تو پھر مدد کے لیے بے اختیار اللہ ہی کو پکارتا ہے اس وقت وہ اپنے کسی ایسے اللہ کو نہیں پکارتا جسے اس نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہوتا ہے۔ مگر انسان اس قدر ناقص عقل کا مالک ہے کہ جب طوفان سے بچ جاتا ہے تو پھر وہی پرانی گمراہی اور شرک کرنے لگتا ہے۔ حالانکہ مصیبت خشکی پر بھی آسکتی ہے سمندر میں سفر دوبارہ بھی ہوتا ہے مگر انسان اتنا ناشکرا ہے کہ مصیبت ٹلنے پر پھر وہی کفر و شرک یہ جو اللہ رحمت سے اپنے بندوں کو نوازتا رہتا ہے تو یہ صرف اس لیے کہ انسان اللہ کی بہترین تخلیق ہے۔ دنیا کی تمام مخلوقات، نباتات، حیوانات اور جمادات انسان کے سامنے کمتر ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ اللہ کی دی ہوئی ان تمام نعمتوں سے بھرپور فائدہ اٹھا کر اس مرتبہ کو بلند سے بلند تر ین کر کے واقعی ایک بہترین مخلوق ہونے کا ثبوت دے۔ یہی انسانیت کی کامیابی، فخر اور خوش نصیبی ہے۔ انسان کے لیے اللہ نے تمام دنیا اور اس کی ہر چیز بنائی کہ وہ آرام سے رہے اور دنیا میں انسان کو اس قدر عزت عطا کی کہ اس کو اپنا خلیفہ (نائب) بنا کر بھیجا ہے، تو کیا انسان کا فرض نہیں کہ اپنے اس مرتبہ کا خیال کر کے انتہائی خوبصورتی سے دنیا پر حکومت کرے اور ہر وقت اس مہربان قادر مطلق کا احسان مند رہے اور ہر وقت اس کا شکر ادا کرے اور ہر صورت اسی کی طرف اپنا رخ موڑے رکھے اور اس کی دی ہوئی ہدایات پر خلوص نیت سے عمل کر کے زندگی گزارے۔

یعنی اگر وہ والدین ہیں تو بہترین والدین، اگر اولاد ہے تو بہترین اولاد، اگر استاد ہے، ڈاکٹر ہے، وکیل ہے، عالم ہے، لیڈر ہے یا سربراہ مملکت ہے غرض جس عہدہ یا جس مقام پر بھی وہ زندگی گزار رہا ہو اس مقام کے تمام فرائض انتہائی ایمانداری، خلوص، محبت اور محنت سے اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق ادا کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ انسان کی نجات اس جہان میں اور آخرت میں بخیر و خوبی نہ ہو۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم مسلمان کے گھر پیدا ہوئے اور ہمیں دنیا کی بہترین کتاب قرآن پاک عطا ہوئی۔ ''اے ہمارے رب ہمارے دلوں میں صبر ڈال دے اور ہمارے پاؤں جمائے رکھ اور کفار کی قوم پر ہمیں غلبہ دیجئے۔''

(البقرہ آیت:250)

شیطان کے لشکر ہر وقت ہمارے سروں پر سوار رہتے ہیں ان سے ہوشیار رہنا چاہیے، اور اللہ سے مدد مانگتے رہنا چاہیے۔

انسان کا انجام

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿71﴾ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿72﴾

جس دن ہم ہر فرقے کو اس کے پیشوا کے ساتھ بلائیں گے تو جس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں ملا تو وہ لوگ اپنا لکھا ہوا پڑھیں گے اور ان پر ایک دھاگے کے برابر ظلم نہ ہوگا۔(71) اور جو کوئی اس جہان میں اندھا رہا تو وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا بلکہ راستہ پانے میں اندھے سے بھی زیادہ بھٹکا ہوا۔(72)

تشریح: ان آیات میں میدان حشر اور حساب کتاب کے دن کا نقشہ بڑے ہی ڈرا دینے والے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی بے شمار دفعہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ ہم مرنے کے بعد ضرور زندہ ہو کر اللہ کے حضور پیش کیے جائیں گے تو یہاں بھی اسی بات کو دہرایا جا رہا ہے کہ سب لوگ اپنے اپنے نبی یا اپنے پیشوا کے ساتھ حاضر ہوں گے اور پھر ان کے اعمال نامے جو کہ دنیا کی زندگی میں تیار کیے جا چکے ہوں گے ان کے ہاتھ میں دیے جائیں گے اور اسی وقت ان کا نتیجہ اس طرح سامنے آ جائے گا کہ اچھے لوگوں کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے جبکہ برے لوگوں کے اعمال نامے ان کے بائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے۔ ان کے اعمال نامے اس قدر ٹھیک ہوں گے کہ ایک ذرا برابر بھی ان پر ظلم نہ کیا جائے گا انتہائی مناسب اور صحیح ہوں گے اور وہ لوگ اسی طرح خوش ہوں گے جس طرح کوئی امتحان میں بہترین کامیابی پر اس دنیا میں خوش ہوتا ہے، مگر دوسرے لوگ جنہوں نے دنیا میں حق سچ اور نیکی کی راہ دیکھنے سے غفلت کی، یعنی اچھے راستے سے یوں منہ موڑے رکھا گویا اندھے ہیں اور ان کو دکھائی ہی نہیں دیتا تو ایسے لوگ دکھ، ناکامی اور رنج کی وجہ سے اندھوں کی طرح ادھر ادھر بھٹکتے پھریں گے۔ یہ کتنی بڑی راز کی بات اللہ نے ہمیں بتا دی ہے پہلے سے۔ ابھی وقت ہے اپنے کیے گئے گناہوں سے معافی مانگ کر اچھی، سچی اور ایمان کی راہیں اختیار کر لی جائیں تا کہ آخرت میں ہمیشہ والی زندگی میں اللہ کی طرف سے انعام و اکرام اور بہترین خبر کا تحفہ ملے۔ زندگی تو گزارنی ہی ہے تو اچھی زندگی کیوں نہ گزاری جائے۔ سوچنے کی بات ہے ایک نیک، سچا اور دیانتدار محنتی انسان جس قدر سکون آرام اور بے فکری کی زندگی گزارتا ہے ویسی زندگی ایک جھوٹا، چور، بددیانت اور سست انسان نہیں گزار سکتا۔ بس یہی حال میدان حشر میں اچھے اور برے انسان کا ہوگا۔ کسی پر ظلم ہرگز نہیں کیا جائے گا۔ "اس روز حقیقی بادشاہت صرف رحمٰن کی ہوگی۔ (سورۃ الفرقان آیت:26)

نبی کے لیے کفار کے فتنہ سے بچنے کا

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا
لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿73﴾ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ﴿74﴾
اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿75﴾
وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ
اِلَّا قَلِيْلًا ﴿76﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿77﴾ ع 8/7

ترجمہ: اور (اے پیغمبر! ﷺ) جو وحی ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے قریب تھا کہ یہ کافرلوگ آپ کو اس سے بہکا دیں تاکہ آپ اس کے سوا اور باتیں ہماری نسبت بنا لیں اور اس وقت وہ آپ کو دوست بنا لیتے ۔(73) اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو آپ ان کی طرف کسی قدر مائل ہونے ہی والے تھے ۔(74) اس وقت ہم آپ کو زندگی میں بھی عذاب کا دگنا اور مرنے پر بھی دگنا مزہ چکھاتے ، پھر آپ ہمارے مقابلے میں کسی کو اپنا مددگار نہ پاتے ۔(75) اور قریب تھا کہ یہ لوگ تمہیں اس زمین (مکہ) سے پھسلا دیں تاکہ تمہیں وہاں سے جلاوطن کر دیں اور اس وقت تمہارے پیچھے یہ بھی نہ رہتے مگر کم ۔(76) جو پیغمبر ہم نے آپ سے پہلے بھیجے تھے ان کا اور ان کے بارے میں ہمارا یہی طریقہ رہا ہے اور آپ ہمارے طریقہ میں تغیر و تبدل نہ پاؤ گے ۔(77)

تشریح: یہ آیات اس وقت نازل ہوئیں جب کفار مکہ نے آپ کو ہر قسم کا لالچ دے کر یہ کہا کہ قرآن میں کچھ آیات بدل دو جو ہمارے مفاد میں ، یعنی بت پرستی وغیرہ کے حق میں ہوں تو ہم تمہارا ساتھ دیں گے جو کہو گے دیں گے ، یعنی مال و دولت ، بیوی اور عزت و احترام ۔ آپ ﷺ دنیاوی راحتوں کو تو خیر کسی گنتی میں ہی نہیں لاتے تھے البتہ یہ خیال آیا ہو کہ اس وقت اگر ان کو تھوڑی سی رعایت دے دی جائے تو شاید بعد میں حق کی طرف آ جائیں تو اللہ تعالیٰ نے سختی سے حکم دیا کہ ہرگز کسی کافر کی رعایت دوستی یا مشورہ کا خیال مت کرنا ۔ یہ تمام مسلمانوں کے لیے بھی تنبیہ ہے کہ کبھی بھی کسی برے کافر اور مشرک کے مشورہ پر عمل کر کے نیکی کی راہ سے ایک ذرا برابر بھی ادھر سے ادھر نہ ہونا چاہیے ۔ کیونکہ اس کی پکڑ اور نقصان انسان کو بہت زیادہ اور سخت اٹھانا پڑے گا اور یہاں تک اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا مقبول ترین ، بہترین پیغمبر حضرت محمد ﷺ بھی اس لحاظ سے ہلکی سی لغزش کا شکار ہو جاتے تو ان کو بھی سزا سے کوئی نہ بچا سکتا بلکہ نبی ، پیغمبر کی سزا تو عام انسان سے دگنی ہوتی ہے ۔ پھر رب ذوالجلال نبی کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کیونکہ نیک پارسا بندوں کی حفاظت گمراہی سے ہم خود کرتے ہیں اور شیطان بھی ان پر قدرت نہیں رکھتا ، اس لیے آپ کو ہم نے کفار کی سازش سے بچا لیا اور آپ اپنے ارادہ میں مضبوط ثابت ہوئے اللہ کی مہربانی اور مدد سے ۔ پھر اللہ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے مزید فرمایا کہ ''اگر یہ لوگ آپ کو تنگ کر کے مکہ سے نکال بھی دیں تو فکر کی بات نہیں

یہ خود بھی چین سے نہ رہ سکیں گے۔ کیونکہ جو پیغمبر ہم نے آپ سے پہلے بھیجے تھے ان کا اور ان کے بارے میں ہمارا یہی طریقہ رہا ہے اور آپ ہمارے طریقہ میں تغیر و تبدل نہ پائیں گے۔" (بنی اسرائیل:77,76)

یہ تو اللہ کا دستور بالکل پکا ہے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جن قوموں نے اپنے نبیوں کو ملک سے نکال دیا وہ خود ضرور تباہ و برباد ہو گئے اور اللہ کے اس دستور سے کوئی سائنس دان، کوئی عالم دین، محقق اور ماہر طبیعیات بھاگ نہیں سکتے۔ سب اس دستور کے اندر قید ہیں۔ اللہ کی تقدیر کو بدلنا یا اس سے بچ جانا کسی کے بس میں نہیں۔ اسی لیے اللہ کے قوانین کی پابندی پر زور دیا گیا ہے مذکورہ بالا آیات میں سبق یہ دیا گیا ہے کہ ایمان پر ہر طرح مضبوطی سے قائم رہو اور کبھی بھی برے لوگوں کی دوستی اختیار نہ کرو کیونکہ ان کی چکنی چپڑی باتیں تمہارے دل میں کھوٹ پیدا کر سکتی ہیں۔ لہٰذا ان سے دور رہو اور اللہ کا ذکر اور اس کی مدد ہر وقت مانگتے رہو کہ وہی سب کا نگہبان ہے۔ اور وارث بھی وہی ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے

ے دیر و حرم کی کشمکش ہوگی کہیں یہاں نہیں

تیری قیام گاہ سے آگے کوئی جہاں نہیں۔

(انجم بدایونی)

اوقاتِ عبادت، نماز اور قرآن کی فضیلت

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ
كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿78﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ
مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿79﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ
وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿80﴾ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ
الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿81﴾ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ
وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿82﴾

ترجمہ: (اے نبی!) سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (ظہر، عصر، مغرب اور عشاء) کی نمازیں اور صبح کو قرآن پڑھا کرو، کیونکہ صبح کے وقت قرآن کا پڑھنا موجب حضور ملائکہ ہے۔ (78) اور بعض حصہ رات میں بیدار ہوا کریں اور تہجد کی نماز پڑھا کریں یہ رات کو جاگنا تمہارے لیے زائد (نماز) ہے، قریب ہے کہ اللہ آپ کو مقام محمود میں داخل کرے۔ (79) اور فرما دیں کہ اے رب العزت مجھے جہاں لے جا اچھی طرح لے جا اور جہاں سے نکال اچھی طرح نکال اور اپنے پاس میرے لیے

غلبہ اور امداد مقرر فرما۔(80) اور فرما دیں کہ حق آ گیا اور باطل چلا گیا بے شک باطل نابود ہونے والا ہے۔(81) اور ہم قرآن کے ذریعے سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے حق میں تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے۔(82)

تشریح: پچھلی آیات میں اللہ کی وحدانیت اور اس کے قادر مطلق ہونے کا ذکر ہے۔تو یہاں اس کی عبادت کے چند اصول بتائے گئے ہیں دعا کا طریقہ حق و باطل کا مطلب اور قرآن کی برکتیں بتائی گئی ہیں۔سب سے پہلے تو نماز کا ذکر ہے نماز کے فضائل تو کافی بیان ہو چکے ہیں یہاں نمازوں کی تعداد اور اوقات کا ذکر کرتے ہوئے اللہ نے حکم دیا کہ پانچ نمازیں، فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء فرض کی گئی ہیں۔فجر کی نماز میں تلاوت قرآن لمبی کرنے کا حکم ہے اور صبح کے وقت قرآن پڑھنے کی فضیلت بتائی گئی کہ اس وقت فرشتوں کے نازل ہونے کا وقت ہوتا ہے جو کہ بڑی قبولیت کا وقت ہوتا ہے، اس کے علاوہ اللہ رحیم و کریم تہجد کی نماز سے بہت خوش ہوتے ہیں۔کیونکہ نیند بھی انسان کی بڑی پیاری چیز ہے اور خاص طور سے صبح کی نیند، یعنی رات کے پچھلے پہر کی نیند بہت میٹھی ہوتی ہے۔اس وقت جو اٹھ کر اللہ کو یاد کرتا ہے گرم بستر اور میٹھی نیند کو اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لیے چھوڑتا ہے وہ مقبول الٰہی کیوں نہ ہو۔نبی کریم ﷺ تو آپ کے انتہائی مقبول اور خاص بندے تھے وہ تو اکثر راتوں کو کھڑے رہتے اور سجدے میں پڑے رہتے تھے۔اسی لیے ان کو مقام محمود کی بشارت دی گئی ہے۔مقام محمود کا مطلب ہے وہ رتبہ کہ جو قیامت کے دن امت کی سفارش کے لیے دیا گیا۔احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سوائے آپ کے کسی کو امت کی سفارش کی اجازت نہ ہو گی۔مطلب یہ ہے کہ تہجد کی نماز گو کہ فرض نہیں لیکن اس کا ثواب اور برکت بے حساب ہے۔اس کا درجہ بہت بلند ہے، حالانکہ یہ نفل نماز ہے۔اور پھر بہترین دعا کا طریقہ اس طرح بتایا گیا۔آیت 80 میں رب رحمان فرماتا ہے:

''اور کہو کہ اے رب العزت! مجھے جہاں لے جا اچھی طرح لے جا اور جہاں سے نکال اچھی طرح نکال اور اپنے پاس سے میرے لیے غلبہ اور امداد مقرر فرما۔'' (بنی اسرائیل:80)

یقیناً یہ ہجرت سے پہلے نازل ہونے والی دعا ہے۔جب کہ آپ بے حد پریشان اور رنجیدہ ہو گئے تھے کفار کی زیادتیوں اور مخالفت سے تب آپ کو یہ دعا پڑھنے کو کہا گیا۔اس دعا کی بڑی فضیلت ہے۔ہر مسلمان کسی بھی مصیبت اور پریشانی میں خشوع و خضوع سے یہ دعا پڑھے تو ان شاء اللہ اس کو بھی ایسے ہی نجات اور فتح و کامرانی حاصل ہو گی جیسی کہ اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے وقت رسول اللہ ﷺ کو عطا کی۔پہلے حبشہ کو ان کے لیے نجات کی جگہ بنایا اور پھر مدینہ میں ان کے حالات اتنے اچھے کر دیے کہ وہاں بڑے کم عرصہ میں بڑی مضبوط اسلامی ریاست قائم ہو گئی تب مسلمانوں کو فتح مکہ بھی حاصل ہوئی جو مسلمانوں کے لیے انتہائی سود مند فتح ثابت ہوئی یقیناً اسی فتح کا ذکر یہاں کیا گیا ہے۔کیونکہ جب مکہ فتح ہوا تو اس وقت خانہ کعبہ میں 360 بت پڑے ہوئے تھے۔آپ ﷺ اپنی چھڑی سے بتوں کو مارتے جاتے اور ساتھ فرماتے جاتے۔''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور باطل ہے ہی مٹنے والا۔''

پھر آیت 82 میں قرآن کی فضیلتیں اور برکتیں بیان کی گئی ہیں۔ کہ قرآن پاک میں انسان کے لیے اتنی اچھی اور پیاری باتیں بتائی گئی ہیں کہ جو انسان کو عمل کرنے پر روحانی، جسمانی اور ابدی (ہمیشہ رہنے والی) بیماریوں سے مکمل طور پر نجات دلاتی ہیں۔ کیونکہ قرآن سے دور ہو کر جو لوگ دنیاوی جدوجہد اور مال و دولت جمع کرنے اور حرص و طمع کے چکر میں زندگی گزار دیتے ہیں ان کو اس طرح زندگی گزارنے سے اندر ہی اندر کئی قسم کی بیماریاں آ چمٹتی ہیں جن کا علاج دواؤں سے تو کچھ نہ کچھ ہو جاتا ہے مگر طبیعت کی بے چینی کو صبر و سکون ہرگز نہیں ملتا اور اس دوڑ دھوپ میں جو وہ اللہ سے غافل ہو کر انتہائی غفلت کی الٹی سیدھی زندگی گزارتے ہیں اس کا حساب اور عذاب تو ان کو آخرت میں ضرور ہی ملے گا۔ جس سے ان کو کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ اور جو قرآن پڑھتے سنتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے تو ان کو دگنا عذاب ملے گا۔ آج کل کے مسلمانوں کی اکثریت اسی زمرہ میں آتی ہے۔
اسی لیے شاعر خبردار کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

کھول آنکھ زمین دیکھ، فلک دیکھ فضا دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ
اس جلوۂ بے پردہ کو پردوں میں چھپا دیکھ
ایام جدائی کے ستم دیکھ جفا دیکھ
بے تاب نہ ہو معرکہ بیم ورجاء دیکھ

(ڈاکٹر علامہ اقبال)

مشہور جرمن فلاسفر کانٹ کا قول ہے۔

''دو ایسی چیزیں ہیں کہ میں ان پر جتنا غور کرتا ہوں اتنی ہی میری حیرت بڑھتی جاتی ہے۔ ایک تاروں بھرا آسمان، دوسرا وہ عظیم اخلاقی اصول جن پر زندگی کی عمارت قائم ہے۔'' (از خدا موجود ہے صفحہ:240)

کئی غیر مسلم جن کو اللہ ہدایت دے جب قرآن کو غور سے پڑھتے ہیں تو ایمان لے آتے ہیں۔ قرآن میں بڑی رحمت ہے شفا ہے اور برکت ہے۔ قرآن جو کائنات میں تمام دانائیوں کا منبع (بنیاد) ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے وصال سے 12 سال کے اندر اندر عربوں کے قبضہ میں فارس، شام اور افریقہ کے چھتیس ہزار سے زیادہ شہر، قصبے اور قلعے آ گئے۔ چند ہی سالوں میں مسلمانوں نے قرآن مجید کی حکمرانی کو مشرق و مغرب میں ایک ہزار میل تک پھیلا دیا افریقہ کی طرح شام میں بھی کامیابیاں ہوئیں دمشق کی فتح کے بعد ہرقل کو فتح کیا۔ یروشلم، انطاکیہ، حلب، ٹائر طرابلس، ملک شام اور بحیرہ قلزم کی بندرگاہوں پر قبضہ ہوا، رھوڈس او قبرص کے جزیرے فتح ہوئے ایران اور شام پر مکمل طور پر قبضہ ہو گیا۔ یہ سب اس قدر تھوڑی مدت میں کیسے ہو گیا؟ یہ صرف قرآنی تعلیمات کی برکت سے ہو گیا۔ ہم بھی اپنے

آپ کو اتنا ہی مضبوط اور نا قابل شکست ضرور بنا سکتے ہیں اگر ہم قرآن پڑھیں، سمجھیں، سمجھائیں اور اس پر عمل کریں تو ہم کسی سے کم نہیں مگر شرط یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس معیار پر لے آئیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

''حقیقت میں مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے کہ پھر انہوں نے کوئی شک وتردد نہ کیا، اور اپنی جان مار کر اور مال لگا کر اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہی سچے اور راست گو ہیں۔'' (الحجرات آیت:15)

انسان کا رویہ

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا ﴿83﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿84﴾

ع 9/7/9

ترجمہ: اور جب ہم انسان کو نعمت بخشتے ہیں تو روگردانی کرتا ہے اور پہلو پھیر لیتا ہے اور جب اسے سختی پہنچتی ہے تو نا امید ہو جاتا ہے۔(83) کہہ دو کہ ہر شخص اپنے طریق کے مطابق عمل کرتا ہے تو تمہارا رب اس شخص سے خوب واقف ہے جو سب سے زیادہ سیدھے راستے پر ہے۔(84)

تشریح: اس مضمون کی تفصیلات سورۂ ھود کی آیات 9 تا 11 اور پھر اسی سورت کی آیات 121، 122 میں اچھی طرح بیان کی جا چکی ہیں۔ بہر حال یاد رکھنا ضروری ہے کہ ہر حال میں اچھے دوست بنانا چاہیں اور اللہ کے ذکر وشکر سے بھرپور زندگی گزارنی چاہیے۔ نیت کا خلوص اور عمل کی پاکیزگی اللہ سے ہرگز چھپی ہوئی نہیں۔ وہ علیم وخبیر ہے۔ (جاننے والا خبر رکھنے والا)

روح کی حقیقت

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿85﴾

ترجمہ: اور آپ سے وہ روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں فرما دیں کہ ''وہ میرے رب کی ایک شان (حکم) ہے اور تم لوگوں کو بہت ہی کم علم دیا گیا ہے۔(85)

تشریح: اس آیت کا شان نزول اس طرح ہے کہ یہودیوں نے کہا کہ ہم محمد ﷺ سے پوچھیں کہ روح کیا چیز ہے؟ اگر تو انہوں نے بتا دیا تو ٹھیک ورنہ پھر یہ سچے نہیں۔ جب انہوں نے آپ سے پوچھا کہ روح کیا چیز ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو کہہ دو کہ ''روح اللہ کا حکم ہے جو انسان کو طاقت عطا کرتا ہے کہ وہ حرکت کر سکے بس تم اتنا ہی سمجھ لو۔'' اس وقت کے لوگوں کے لیے یہی علم کافی تھا مگر اب تو روح کی اصلیت معلوم کرنے کے لیے سائنس دان پاگل ہو رہے ہیں۔ اصل میں جسم اور روح مل کر

انسان مکمل ہوتا ہے۔جسم کے اجزا تو معلوم کر لیے گئے مگر روح ڈالنا انسان کے نہ تو بس میں ہے اور نہ عقل میں آرہا ہے۔

انسانی جسم ایک فرض شناس مشین ہے جو کہ ایک سو چھبیس عناصر سے بنتی ہے یہ مشین انتہائی پیچیدہ اور لاجواب مشین ہے موٹی موٹی خاصیتیں، مثلاً یادداشت ایک ایسی لائبریری ہے جہاں بچپن کا ہر لمحہ محفوظ رہتا ہے۔خوشی اور غم کے جذبات میں بہنے والے آنسو مختلف ہوتے ہیں اسی طرح آنکھ، کان، ناک، معدہ، دل ہر حصہ اپنے طور پر ایک مکمل شعبہ ہے جو بڑی مستعدی سے کام کرتا ہے۔اور کوئی شور شرابا نہیں ہوتا۔لیکن اس مشین کا کنٹرول یعنی اصل انسان کیا ہے؟ وہ ہے روح۔اور اس کی تعریف تو سمجھ میں آ چکی ہے کہ یہ مشین انسانی حرکت کا موجب ہے اور یہ انسان کو ہمیشہ بلندیوں کی طرف متوجہ کرتی رہتی ہے۔روح جس قدر پاکیزہ ہوگی انسان اسی قدر بہترین صفات کا مالک ہوگا۔اس کی سوچ تعمیری ہوگی، فسق و فجور اور دنگا فساد سے دور رہے گا، ہمیشہ پرامن رہے گا اور دوسروں کو بھی آرام وراحت پہنچانے کی کوشش کرے گا اور یوں گوشت پوست کا پتلا، یعنی انسان اللہ کا مقبول بندہ بن کر اچھی زندگی گزارے گا، لیکن اگر کسی کی روح ہی بد ہو، کیونکہ نیک روح فرشتوں کی دوست اور بد روح شیطان کی دوست ہوتی ہے۔ظاہر ہے شیطان کی دوست روح انسان کو چین سے نہیں رہنے دیتی اور یوں ایک بے چین انسان پورے معاشرے کو بے چین کرتا رہتا ہے۔خود بھی جہنم نما زندگی گزار کر جہنم کا ایندھن بن جاتا ہے اور دوسروں کو بھی مشکلات میں ڈال کر حیران و پریشان کرتا رہتا ہے، مگر روح کی اجزائے ترکیبی سوائے اس کے اور کچھ معلوم نہیں ہوسکی کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور بس۔جب ماں کے پیٹ میں ایک جرثومہ داخل ہوتا ہے تو وہ زندہ ہوتا ہے اللہ کے حکم سے وہ اپنی جگہ پر پہنچ کر نشوونما پانے لگتا ہے اور پھر اللہ کے حکم اور مرضی سے دنیا میں آ جاتا ہے اور زندگی گزارنا شروع کر دیتا ہے، پھر اچھی یا بری جیسی بھی اس کو راہیں ملتی ہیں گزارتا رہتا ہے اور جب بھی اللہ کا حکم ہوتا ہے روح اللہ کی طرف چل پڑتی ہے اور جسم بے حس و حرکت اور بیکار ہو جاتا ہے اور انسان مردہ ہو جاتا ہے۔بڑے بڑے سائنسدان ربوٹ تو بنا رہے ہیں مگر وہ چلتے بجلی کی طاقت سے ہیں وہ ان میں روح ڈالنے سے بالکل قاصر ہیں۔یہ تو صرف اللہ کا حکم ہے اللہ کی شان ہے اور اسی کی قدرت میں ہے انسان تو اس کو سمجھنے سے بھی معذور ہے۔روح کا بنا لینا یہ تو ممکن ہی نہیں یہ پہلے بھی غائب کا علم تھا اور آج بھی غائب کا علم ہے۔

انسان نے خلا میں کئی تحقیقات کر لیں، چاند پر پہنچنا تو پرانی بات ہوگئی اب تو اس سے بہت آگے کی باتیں ہو رہی ہیں مگر روح کے راز سے انسان پردہ نہیں اٹھا سکا۔اور یقیناً کبھی بھی اٹھا نہ سکے گا یہ بھی اللہ کی مرضی اور حکم پر ہی منحصر ہے۔اس میں انسان بے بس ہے۔

اللہ کی قدرت اور قرآن کا معجزہ

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا

وَكِيلًا ﴿86﴾ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۚ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا ﴿87﴾ قُل لَّئِنِ
اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ
وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ﴿88﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ
مَثَلٍ فَأَبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ﴿89﴾

ترجمہ: اور اگر ہم چاہیں تو جو کتاب ہم آپ کی طرف بھیجتے ہیں اسے دلوں سے محو کر دیں پھر آپ اس کے لیے ہمارے مقابلہ میں کسی کو مددگار نہیں پائیں گے۔(86) مگر اس کا قائم رہنا آپ کے رب کی رحمت ہے، کچھ شک نہیں کہ آپ پر اس کا بڑا فضل ہے۔(87) فرمادیں کہ اگر انسان اور جن اس بات پر جمع ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہ لاسکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔(88) اور ہم نے قرآن میں سب باتیں طرح طرح سے بیان کر دی ہیں مگر اکثر لوگوں نے انکار کرنے کے سوا قبول نہ کیا۔(89)

تشریح: یہاں پر اللہ کی قدرت کاملہ کا یوں بیان دیا گیا ہے کہ اے نبی! اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنے کے لیے یہ بات بھی سامنے رکھو کہ ہم نے جو قرآن آپ کی طرف رشد و ہدایت کے لیے نازل کیا ہے اگر ہم چاہیں تو آپ کے ذہن سے بلکہ ہر ذہن اور تحریر سے اس کو بالکل ختم کر دیں اور ہم اس کی طاقت بھی رکھتے ہیں، مگر ہم ایسا نہیں کریں گے کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے آپ پر خاص فضل ہے کہ یہ اتنی عظیم الشان کتاب نازل کی گئی، پھر قرآن کی مضبوطی کی دلیل کے لیے فرمایا کہ ایسا بہترین کلام کوئی بندہ بشر بلکہ جن بھی بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے۔

انسانی روح اور وحی الٰہی دونوں رضائے الٰہی اور شان الٰہی کے ہی دائرے میں آتے ہیں۔ دونوں مطلب ہی اللہ کی قدرت، حاکمیت اور وحدانیت کو ثابت کرتے ہیں۔ دعا ہے:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں وہ اپنی ذات وصفات میں بے مثال ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں میں شامل کر دے اور پاکی حاصل کرنے والوں میں سے بنا دے۔'' آمین (ترمذی)

کفار کی حجت بازی اور ان کی سزا

وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنبُوعًا ﴿90﴾ أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ
مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا ﴿91﴾ أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا

زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿92﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ
زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ
قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿93﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ ع 10 10
جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿94﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ
مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿95﴾ قُلْ كَفٰى
بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿96﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ
فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ
سَعِيْرًا ﴿97﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَ النصف
اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿98﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى
الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿99﴾ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ
خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿100﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ع 11 7 11
فَسْئَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى
مَسْحُوْرًا ﴿101﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ
وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿102﴾ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ
وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ﴿103﴾ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ
وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ﴿104﴾ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ
اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿105﴾ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ وقف لازم
تَنْزِيْلًا ﴿106﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى

عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿107﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا
لَمَفْعُوْلًا ﴿108﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿109﴾ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ
ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا
تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿110﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا
وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿111﴾ ع 12 11 12

ترجمہ: اور کہنے لگے کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ آپ ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری نہ کر دیں۔(90) یا آپ کے لیے کھجور اور انگور کا باغ پیدا ہو جائے اور آپ اس کے بیچ میں نہریں بہا دیں۔(91) یا جیسا آپ کہا کرتے ہو ہم پر آسمان سے ٹکڑے لا گراؤ یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ۔(92) یا آپ کا سونے کا گھر ہو یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں، پھر بھی ہم ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ کوئی کتاب ہمارے لیے لے کر نہ آئیں ایسی کتاب جسے ہم پڑھ بھی لیں۔ فرما دیں کہ میرا رب پاک ہے میں تو صرف ایک پیغام پہنچانے والا بشر ہوں۔(93) اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آ گئی تو ان کو ایمان لانے سے اس کے سوا کوئی چیز مانع نہ ہوئی کہ کہنے لگے کہ کیا اللہ نے آدمی کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟(94) فرما دیں کہ اگر زمین میں فرشتے ہوتے کہ زمین میں چلتے پھرتے اور آرام سے بستے تو ہم ان کے پاس فرشتے کو پیغمبر بنا کر بھیجتے۔(95) فرما دیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے وہی اپنے بندوں سے خبردار اور ان کو دیکھنے والا ہے۔(96) اور جس شخص کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے اور جن کو گمراہ کرے تو آپ اللہ کے سوا ان کا مددگار نہیں پائیں گے اور ہم ان کو قیامت کے دن اوندھے منہ اندھے، گونگے اور بہرے بنا کر اٹھائیں گے اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جب اس کی آگ بجھنے کو ہو گی تو ہم ان کو عذاب دینے کے لیے اور بھڑکا دیں گے۔(97) یہ ان کے لیے عذاب ہے، اس لیے کہ وہ ہماری آیتوں سے کفر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جب ہم مر کر بوسیدہ ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا از سر نو پیدا کیے جائیں گے؟(98) کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اس بات پر قادر ہے کہ ان جیسے لوگ پیدا کر دے اور اس نے ان کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا ہے جس میں کچھ بھی شک نہیں تو ظالموں نے انکار کرنے کے سوا اسے قبول نہ کیا۔(99) فرما دیں کہ اگر میرے رب کی رحمت کے خزانے تمہارے ہاتھ میں ہوتے تو تم خرچ ہو جانے کے خوف سے ان کو بند کر رکھتے اور انسان دل کا بہت تنگ ہے۔(100) اور ہم نے موسیٰ کو نو کھلی نشانیاں دیں تو بنی اسرائیل سے دریافت کر لو کہ جب وہ ان کے پاس آئے تو فرعون نے ان سے کہا کہ موسیٰ! میں خیال کرتا ہوں کہ تم پر جادو کیا گیا ہے۔(101) انہوں نے کہا کہ تم یہ جانتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے رب کے سوا اس کو کسی نے نازل نہیں کیا اور یہ بھی تم لوگوں کے سمجھانے کو اور اے فرعون! میں خیال کرتا

ہوں کہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔(102) تو اس نے چاہا کہ ان کو مصر سے نکال دے تو ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو ڈبو دیا۔(103) اور اس کے بعد بنی اسرائیل سے کہا کہ تم اس ملک میں رہو پھر جب آخرت کا وعدہ آ جائے گا تو ہم تم سب کو جمع کر کے لے آئیں گے۔(104) اور ہم نے اس قرآن کو سچائی کے ساتھ نازل کیا ہے اور وہ سچائی کے ساتھ نازل ہوا اور (اے نبی!) ہم نے آپ کو صرف خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔(105) اور ہم نے قرآن کو جزو جزو کر کے نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کر سناؤ اور ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اتارا ہے۔(106) فرما دیں کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ یہ بذات خود حق ہے۔ جن لوگوں کو اس سے پہلے علم کتاب دیا گیا ہے جب وہ ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔(107) اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے بے شک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔(108) اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور روتے جاتے ہیں اور اس سے ان میں اور زیادہ عاجزی پیدا ہوتی ہے۔ (109) فرما دیں کہ تم اللہ کو اللہ کے نام سے پکارو یا رحمن کے نام سے، جس نام سے پکارو اس کے سب نام اچھے ہیں، اور نماز نہ بلند آواز سے پڑھو نہ آہستہ، بلکہ اس کے بیچ کا راستہ اختیار کرو۔(110) اور فرما دیں کہ سب تعریف اللہ ہی کی ہے جس نے نہ تو کسی کو بیٹا بنایا ہے اور نہ ہی اس کی بادشاہی میں کوئی شریک ہے۔ اور نہ اس وجہ سے کہ وہ عاجز و ناتواں ہے کہ کوئی اس کا مددگار رہے اور اس کو بڑا جان کر اس کی بڑائی کرتے رہو۔(111)

تشریح: کفار نے جو معجزات کا مطالبہ کیا تو وہ ایسے ہی تھا، جیسے بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا وہ 9 معجزات دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہ لائے۔ تو جو لوگ ایمان لانے والے ہوتے ہیں وہ تو ویسے ہی سچائی کو دیکھ کر ایمان لے آتے ہیں ان کو معجزے دیکھنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہوتی۔ پھر حجت یہ کہ انسان نبی نہیں ہو سکتا۔ یہ مضمون سورۃ الانعام میں بڑی تفصیل سے گزر چکا ہے۔ یہاں ان لوگوں کو خبردار کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا کہ کہہ دو ''میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے کیونکہ وہ ہی اپنے بندوں کو دیکھنے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔'' پھر کفار و مشرکین کو بڑی سخت سزا کا پیغام دیا گیا۔ اور نبی کریم ﷺ کا درجہ بتایا گیا کہ وہ انتہائی محترم و مکرم رسول ہیں اور انہیں ڈرانے والا گناہ اور عذاب سے اور نیکوکار لوگوں کو جنت اور انعامات کی خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا گیا اور پھر قرآن کی عظمت و اعجاز کا بیان ہے اور اس کو سن کر رونے والے اور سجدہ میں گر جانے والے ان متقی مسلمانوں کا ذکر ہے جو قرآن کی تلاوت سن کر روتے تھے اور یوں ان کے ایمان میں اور بھی پختگی اور روح میں پاکیزگی اور بلندی پیدا ہو جاتی اور وہ اللہ کے اور بھی قریب ہو جاتے۔ اس کے بعد اس بات کی وضاحت کی گئی کہ اللہ رحمن و رحیم سے مراد ایک ہی اللہ ہے یہ اس کے دو صفاتی نام ہیں، کیونکہ عرب کے لوگ اس وقت اللہ کے صفاتی ناموں سے واقف نہ تھے جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کے منہ سے اللہ کے لیے رحمن و رحیم کے الفاظ سنے تو وہ کہنے لگے کہ ہمیں تو کہتا ہے اللہ ایک ہے اور خود اللہ کے دو نام لیتا ہے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ اللہ عرش پر موجود ہے اور وہ ہر چیز کو دیکھتا اور ہر قول کو سنتا ہے، وہ بڑی قدرت اور رحمت

والا ہے اور اس کے خزانے سب کے لیے برابر کھلے ہوئے ہیں وہ سب کو بڑی فراخی سے روزی رزق اور تمام آسائشیں دیتا ہے، پھر نماز پڑھنے کے آداب بتائے کہ نہ تو بالکل آہستہ پڑھو اور نہ ہی بہت بلند آواز میں بلکہ درمیانی آواز میں نماز پڑھا کرو اور آخر میں اس رب العلمین وحدہٗ لاشریک، مالک الملک، رحمن ورحیم کی وحدانیت کی شہادت دی گئی ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ ''اس کو بڑا جان کر اس کی بڑائی بیان کرتے رہو۔'' (بنی اسرائیل:111) تو ہی مالک، تو ہی خالق، تو ہی آقا، تو ہی مولا۔

تعارف سورۂ کہف

یہ سورت اٹھارھویں ہے۔مکی سورت ہے اس میں ایک سودس آیات اور بارہ رکوع ہیں۔اس میں اللہ کی وحدانیت اور حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی اوران پر اترنے والی کتاب قرآن پاک کوحق کتاب اور آخری کتاب اور رشدوہدایت کی کتاب ثابت کیا گیا ہے۔اسی سلسلہ میں قریش نے یہود کے کہنے پر نبی اکرم ﷺ سے تین ایسے سوال کیے جو عام وخاص تمام لوگوں کے علم سے باہر ہیں۔ایک سوال تو روح کے بارے میں تھا جو سورۂ بنی اسرائیل میں وضاحت سے بیان کیا جا چکا ہے اس سورۂ میں دوسرے دوسوال اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں پوچھا گیا۔جس کی تفصیلات اس سورت میں بیان ہوئی ہیں اور پھر دنیا وآخرت کی زندگی کا موازنہ اور سزا وجزا کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

قرآن کی شان اور غلط اعتقاد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ﴿1﴾ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ﴿2﴾ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ﴿3﴾ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴿4﴾ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ﴿5﴾

ترجمہ: سب تعریف اللہ ہی کی ہے جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر یہ کتاب نازل کی اوراس میں کسی طرح کی کجی اور پیچیدگی نہ رکھی۔(1) بلکہ سیدھی اور آسان اتاری تاکہ لوگوں کو سخت عذاب سے جو اس کی طرف سے آنے والا ہے ڈرائے اور مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں خوشخبری سنائے کہ ان کے لیے ان کاموں کا نیک بدلہ (بہشت) ہے۔(2) جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔(3) اوران لوگوں کو بھی ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے بیٹا بنالیا۔(4) یہ ان کو اس بات کا کچھ بھی علم نہیں اور نہ ہی ان کے باپ دادا کو ہی تھا۔یہ بڑی سخت بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے اور کچھ شک نہیں کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں محض جھوٹ ہے۔(5)

تشریح: قرآن پاک اوراس کے نازل کرنے والے کی تعریف اور جس پر نازل کی گئی ان سب کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں:

نزول قرآن کا اصل مقصد نفس انسانی کی تہذیب، باطل عقائد (جھوٹے عقیدے) اور فاسد اعمال (برے کام) کی تردید ہے قرآنی نقطہ نظر سے حیات ایک وحدت ہے۔ اس لیے تعلیمات قرآنی جسم وروح کے تمام تقاضوں پر محیط (گھیرے ہوئے) ہے۔ تمام کائنات میں خدائی قانون (اللہ کے قانون) کی بالا دستی ایک بنیادی حقیقت ہے اور اس کا اطلاق (جاری ہونا) تمام انسانوں پر رتبہ، قوت، رنگ، زبان اور جغرافیائی تفریق کے باوجود یکساں طور پر ہوتا ہے۔ (از الفوز الکبیر)

شاہ صاحب نے بڑی ہی خوبصورت وضاحت کی ہے، جس پر یہ قرآن نازل ہوا، یعنی مقبول الٰہی، محسن انسانیت اور آخری نبی، یعنی نبی آخرالزمان۔ کسی صحابی نے آپ کے اخلاق کے بارے میں حضرت عائشہؓ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا:

''آپ کا اخلاق تو قرآن ہی ہے۔'' (مسند امام احمد)

یہ دونوں چیزیں کس قدر بڑی اور فائدہ مند نعمتیں ہیں جو رب ذوالجلال، مالک وخالق کائنات نے انسانوں کو عطا کی ہیں یہ الہ العٰلمین ہمیں دکھائی نہیں دیتا، اس کا مقام اور رتبہ اس قدر بلند ہے کہ ہماری آنکھ ان کو ہرگز دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتی تو پھر ہم اللہ کا تصور کس طرح کر سکتے ہیں۔ وہ اس طرح کر سکتے ہیں کہ جب ہم اپنے جسم کی بناوٹ پر غور کریں اور پھر چاروں طرف کائنات پر نظر دوڑائیں تو ہم دیکھتے ہیں ہمارے جسم کی بناوٹ کس قدر عجیب ہے اور پوری کائنات کس قدر حسین ہے۔ دریا، ہوائیں، پہاڑ، گھٹائیں، سمندر، پھل، پھول اور تمام مخلوقات یہ سب اگر ہمیں اللہ کی پہچان نہیں کروا سکے تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ پھر ہم نہ مسلمان ہیں اور نہ ہی مرنے کے بعد جنت کے حق دار ہو سکیں گے۔ اس جنت میں جانا اور پھر اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنے کا وعدہ بھی اللہ نے کیا ہے۔ مگر ان لوگوں کے لیے بھی بڑی بری خبر ہے جو اللہ کو نہیں مانتے یا یہ کہتے ہیں کہ ''اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے۔'' یہ اشارہ یہود ونصاریٰ کی طرف ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے رسولوں کی تعلیمات کو بدل کر کسی نے تین خدا بنا لیے اور کسی نے اپنے نبی کو اللہ کا بیٹا بنا دیا۔ اور پھر اس غلط بات پر اس قدر سختی سے پابند ہو گئے کہ یہ انتہائی غلط اور جھوٹ بات نسل در نسل ان میں چلتی چلی آ رہی ہے۔ یہ بہت بڑا جھوٹ اور شرک ہے اور شرک بہت بڑا ظلم ہے جو یہ لوگ اپنے اوپر کر رہے ہیں۔ جب کہ قرآن پاک میں صاف صاف بتا دیا گیا ہے۔ اللہ نے فرمایا:

''بھلا وہ کون ہے جو تخلیق کا آغاز کرتا ہے اور پھر اسے دہراتا ہے؟ وہ کون ہے جو زمین وآسمان سے تمہیں رزق پہنچاتا ہے؟ کیا اللہ کے سوا اور خدا بھی ہیں؟ انہیں کہیے کہ اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔'' (سورۃ النمل آیت 64)

یہ تو بڑی عام سی بات ہے کہ اللہ تو ایک ہی ہے اگر دو یا چار اللہ ہوتے تو ضرور ان میں لڑائی ہوتی اور جب لڑائی ہوتی تو یہ نظام کائنات اس قدر مناسب اور ایک ہی طریقہ پر یوں ہمیشہ نہ چلتا رہتا۔ اور اللہ کی سلطنت یوں قائم ودائم نہ رہتی کچھ نہ کچھ کھلبلی تو ضرور پیدا ہوتی۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے۔

''تم اللہ رحمٰن کی صفت کے اندر کوئی کسر نہ پا سکو گے، اپنی نگاہ دوڑاؤ، کیا پاتے ہو کوئی رخنہ؟ پھر بار بار نظر دوڑاؤ،

تمہاری نگاہ تھک کر پلٹ آئے گی مگر کوئی رخنہ نہ پا سکے گی۔" (سورۃ الملک آیت: 3-4)

پھر فرمایا "بے شک اس کے اندر یاد دہانی ہے، اس کے لیے جس کے پاس بیدار دل ہو، یا وہ پوری طرح متوجہ ہو کر بات سنے۔ (سورۂ ق آیت: 37)

جو لوگ اللہ سے انکار کرتے ہیں یا اللہ کے ساتھ کسی کو اس کا شریک بناتے ہیں یہ سمجھ تو رکھتے ہیں کہ یہ غلط بات ہے مگر مانتے نہیں۔

لوگوں کے ایمان نہ لانے پر رسول ﷺ کا افسوس

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝

ترجمہ: (اے پیغمبر! ﷺ) اگر یہ اس کلام پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے رنج کر کے اپنے آپ کو ہلاک کر دیں گے۔ (6) جو چیز زمین کے لیے ہے ہم نے اس کو زمین کے لیے آرائش بنایا ہے تاکہ لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے؟ (7) اور جو چیز زمین پر ہے ہم اس کو ختم کر کے چٹیل میدان کر دیں گے۔ (8)

تشریح: ان آیات میں ایک بہترین انسان کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ کہ وہ کس حد تک فرض شناس، محسن انسانیت، خلقت رحمٰن سے پیار کرنے والا ان کو ہر مصیبت اور پریشانی سے بچانے والا، ہمدرد، مخلص اور مہربان ہے ان کی بھلائی کے لیے ہر وقت بے چین اور بے سکون رہتا ہے ان کو دنیا و آخرت کی مصیبتوں سے بچانے کے لیے دن رات محنت اور کوشش کرتا رہتا ہے اور یہ محبوب الٰہی کون ہو سکتا ہے؟ یہ ہیں پیارے رسول ﷺ اللہ ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ آپ کیوں اس قدر فکرمند ہو رہے ہیں کہ اپنی جان تک کو تنگ کر رکھا ہے۔ آپ کا کام صرف اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے آگے ان لوگوں کا اپنا کیا اپنے کام آئے گا۔ آپ ان کے اعمال کے ذمہ دار ہرگز نہیں۔ اس طرح کی تسلی کے الفاظ قرآن پاک میں کئی دفعہ آ چکے ہیں۔ پھر الہ العلمین اپنے طریق کار کا ذکر اس انداز میں کرتے ہیں کہ زمین کی آرائش کا سامان ایک تو انسان کے فائدہ کے لیے اور دوسرے اس کی آزمائش کے لیے کیا گیا ہے۔ آرائش سے مراد پھل پھول، ندی نالے، پہاڑ، صحرا اور بے شمار حسین مناظر جو صبح کے طلوع اور شام کے غروب ہوتے وقت دیکھے جاتے ہیں ایسے ایسے حسین منظر دیکھنے میں آتے ہیں کہ جن کو مصور اپنے ہاتھوں سے تصویر کشی کر کے شہرت کماتا ہے اور پھر کبھی ان کو کیمرے کی آنکھ سے محفوظ کر لیتا ہے۔ تو اللہ نے یہ تمام حسن و آرائش زمین کو بے مقصد عطا نہیں کیے بلکہ لوگ ان تمام چیزوں سے بے شمار فائدے اٹھاتے ہیں اور اللہ کا یہ دستور ہے کہ وہ انسان کو ہر نعمت دے کر آزماتا

ہے۔انسان کو چاہیے کہ ہر صورت اللہ کی رضا سے شکر ادا کرتے ہوئے اس کی ہر نعمت کو انتہائی احتیاط اور ایمانداری سے بالکل مناسب طریقہ سے یوں استعمال کرے کہ نہ تو ضائع ہو اور نہ ہی ناجائز جگہ پر استعمال ہو۔مثلاً سبزے کو اللہ نے زمین کا زیور کہا ہے۔ہمارے کئی مہربان جنگل سے درخت چوری کرتے ہیں اور پھر جنگل میں آگ لگا دیتے ہیں۔ان کو نہ تو اللہ کا خوف آتا ہے اور نہ ہی ملکی اور انسانیت کے اس نقصان کا خیال آتا ہے جو وہ اپنے چھوٹے سے گناہ کو چھپانے کے لیے ماچس کی ایک تیلی سے کر دیتے ہیں۔ان کو ذرا خیال نہیں آتا کہ وہ اس قدر ظلم اور بربادی کر رہے ہیں۔یہ درخت جو کئی سالوں کے بعد جوان ہو کر ملکی سرمایہ بنے تھے یوں جل کر راکھ ہو گئے ہیں۔یہ تو ایک چھوٹی سی مثال ہے اسی طرح بے شمار طریقوں سے انسان زمین کے حسن کو برباد کرتا ہے اور اپنے لیے عذاب کا سامان مہیا کرتا رہتا ہے۔ہر شخص کو اس قسم کے ظلم اور گناہ سے خود بھی بچنا چاہیے اور دوسروں کو بھی بچاتے رہنا چاہیے۔اللہ ہم سب پر رحم کرے۔آمین اور پھر اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا ہے کہ اس کی قدرت اور عذاب سے ڈرو کیونکہ جب چاہے گا اس زمین کی تمام رونقیں اس کا تمام حسن ملیامیٹ ہو جائے گا اور یہ زمین چٹیل میدان کی طرح بے آب وگیاہ و ویران اور بنجر ہو جائے گی۔اللہ کا خوف اور گناہوں سے بخشش مانگتے رہنا چاہیے۔انسان کی اتنی ہی حیثیت ہے اور اسی میں خیر و برکت ہے۔

اصحاب کہف کا قصہ

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝9 اِذْ اَوَى
الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا
رَشَدًا ۝10 فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝11 ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ
ع 12/13 اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۝12 نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ
اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝13 وَّرَبَطْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا
رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰـهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ۝14
هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ ۭ فَمَنْ
اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا ۝15 وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ
فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ
مِّرْفَقًا ۝16

ترجمہ: کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ غار اور لوح والے ہماری نشانیوں سے عجیب تھے؟(9) جب وہ جوان غار میں جا رہے تو کہنے لگے اے ہمارے پروردگار! ہم پر اپنے پاس سے رحمت نازل فرما اور ہمارے کام میں درستی کے سامان پیدا کر دے۔(10) تو ہم نے غار میں کئی سال تک ان کے کانوں پر نیند کا پردہ ڈالا، یعنی ان کو سلائے رکھا۔(11) پھر ان کو جگا اٹھایا تاکہ معلوم کریں کہ کتنی مدت وہ غار میں رہے؟ دونوں جماعتوں میں سے اس کی مقدار کس کو خوب یاد ہے؟(12) ہم ان کے حالات ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں، وہ کئی جوان تھے، جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے۔ اور ہم نے ان کو اور زیادہ ہدایت دی تھی۔(13) اور ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا، جب وہ اٹھ کھڑے ہوئے تو کہنے لگے کہ ہمارا رب آسمانوں اور زمین کا مالک ہے ہم اس کے سوا کسی کو معبود سمجھ کر نہ پکاریں گے اگر ایسا کیا تو بے وقوفی کی بات کی۔(14) ہماری قوم کے لوگوں نے اس کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں بھلا یہ ان کے الٰہ ہونے پر کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے؟ تو اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھے۔(15) اور جب ہم نے ان مشرکوں سے اور جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کنارہ کر لیا تو اب اس غار میں جا بیٹھو تمہارا رب تم پر اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے معاملہ میں تمہارے واسطے آسانی پیدا کر دے گا۔(16)

تشریح: قرآن پاک قصہ کہانیوں کی کتاب نہیں بلکہ اس کے ایک ایک لفظ سے حکمت و دانش، دانائی اور ہدایت کا سبق ملتا ہے اسی طرح اصحاب کہف کا واقعہ توحید، ایمان، توکل اور اللہ کی قدرت کاملہ کا اظہار کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ''کیا تم خیال کرتے ہو کہ اصحاب کہف ہماری نشانیوں میں سے عجیب تھے،،؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ لوگ صبر، دعا اور ایمان کی مضبوطی کی مثال پیش کر رہے ہیں۔ ہوا اس طرح کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی تبلیغ کی وجہ سے یہودی علماء ان کے دشمن ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان کو سولی پر چڑھانے کا منصوبہ تیار ہو گیا مگر اللہ نے ان کو زندہ اوپر اٹھا لیا۔ قرآن میں اسی طرح بتایا گیا ہے۔ تو اس طرح دین مسیح تقریباً ختم ہو گیا۔ مگر کچھ ان کو ماننے والے لوگ باقی موجود تھے جو اندر ہی اندر اپنے دین کی تبلیغ کرتے رہتے تھے ان کی وجہ سے کچھ گروہ ایسے بن گئے جو اللہ کی توحید، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت اور قیامت پر یقین رکھتے تھے، مگر ملک میں رومی حکمران تھے اور وہ بت پرست تھے، اس لیے بڑی تعداد بت پرستوں کی ہی تھی، لیکن 248ء کے آخر میں جب ڈیسیس روما کے تخت کا مالک بنا تو اس نے مکمل طور پر مسیحی دین کو ختم کرنے کا ارادہ کر لیا۔

انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا جلد 7 صفحہ 120 پر لکھا گیا ہے کہ اس بادشاہ نے مسیحیت کو جڑ سے نکال پھینکنے کی پوری کوشش کی۔ ایشیائے کوچک بھی اسی ظلم و ستم اور عیسائیوں کے قتل و غارت گری کی زد میں آ گیا۔ ڈیسیس کا گزر ایک دفعہ ایشیائے کوچک کی بستی افیسس پر ہوا۔ تو اس نے عیسائیوں کو قتل و غارت گری کا نشانہ بنایا تو اس وقت کچھ عیسائی نوجوان اپنے ایمان کو بچانے کے لیے قریب ہی ایک وسیع غار میں جا چھپے اور اللہ رب العزت سے اپنی اور اپنے ایمان کی سلامتی اور حفاظت کے لیے گڑگڑا کر دعائیں کرنے لگے۔ اللہ نے ان کی فریاد سنی اور ان پر نیند طاری کر دی۔ اس غار کا منہ شمال کی طرف تھا، اس لیے اس میں دھوپ تو

داخل نہ ہوتی مگر ہوا اور روشنی کا گزر بہت اچھی طرح ہو جاتا۔ اللہ کی قدرت سے وہ بغیر جسمانی نقصان اٹھائے قدرتی نیند میں پڑے رہے بلکہ وہ ایسے پہلو بدلتے جیسے سویا ہوا انسان پہلو بدلتا ہے۔ ان کے ساتھ ایک کتا بھی ہولیا جو اللہ کی حکمت کی نشانی ہے۔ اس سارے راز سے تو اللہ ہی واقف ہے۔ قرآن پاک میں اصحاب کہف کے زمانے، تاریخ اور جگہ کے بارے میں بالکل کوئی وضاحت موجود نہیں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ کہف ایک وسیع غار کو کہتے ہیں اور الرقیم کے بارے میں بہت کچھ اختلاف ہے سب سے مناسب اس کا مطلب یہی لگتا ہے کہ وہ تانبہ کی تختی جس پر ان اصحاب کے نام لکھے ہوئے ہیں اور وہ محفوظ کر دی گئی ہے ایک مناسب وقت تک کے لیے۔ ایک خاص جملہ ''بس ہم نے ان کے کان بند کر دیے۔'' یہ نیند کی اس کیفیت کا اظہار ہے جو گہری نیند میں ہوتی ہے۔ ہلکی نیند میں آنکھیں بند ہو جاتی ہیں لیکن کان اپنا کام جاری رکھتے ہیں، یعنی آواز کا سگنل اپنے متعلقہ محکمے کو پہنچاتے رہتے ہیں، پھر نیند کا غلبہ اس حد تک بڑھتا ہے کہ ہلکی پھلکی آواز کان رسیو نہیں کرتے بہت زور کی آواز ہو تو پھر کان کام کرتے ہیں، مگر یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''ہم نے ان کے کان بند کر دیے۔'' یعنی وہ مرے نہیں لیکن اتنی زبردست گہری نیند میں ہیں کہ ان کے کان بھی کام نہیں کر رہے۔ انسان کا یہ سارا سسٹم اسی کا بنایا ہوا ہے۔ وہ اپنی حکمت سے اگر اس میں کوئی تبدیلی کرنا چاہے تو وہ مالک ہے وہی اس پر قدرت رکھتا ہے۔ اس نے ان جوانوں، یعنی اصحابِ کہف کو اس حالت میں کیوں رکھا؟ یہ سب کچھ انسان کے علم سے بالکل باہر ہے، اس لیے اس کی تحقیق میں زیادہ جانے کی ضرورت نہیں، بس اتنا جان لینا کافی ہے کہ اگر اس وقت کے مسلمانوں پر یا آج کے مسلمانوں پر کوئی مصیبت ایمان کی وجہ سے پڑتی ہے تو انہیں گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ ایمان کی سلامتی اور حفاظت کے لیے اصحاب کہف کی طرح قربانی دینی چاہیے، جیسے انہوں نے ایمان کی حفاظت اور سلامتی کے لیے زندگی کی تمام آسائشیں آرام اور رشتہ داریوں، یعنی عزیز و اقارب سب کو چھوڑ کر صرف ایک غار کو اپنا ٹھکانا بنا لیا اور پھر اس حال میں ایمان کی سلامتی کے لیے اللہ سے دعا کی تو ان کی دعا اللہ نے اس طرح قبول فرمائی کہ وہ عام فطری زندگی کے برعکس ایک عجیب و غریب زندگی گزارنے لگے۔ تو یہ صلہ ہے ان کے اس عقیدے اور بے خوفی اور اللہ پر توکل کا جو انہوں نے بڑی دلیری سے تمام بااثر لوگوں کے سامنے اعلان کیا۔ اور کہا کہ اللہ ایک ہے، پوری دنیا اسی کی ملکیت ہے بلکہ ساری کائنات اسی کے حکم سے چل رہی ہے۔ وہی مالک ہے وہی خالق ہے رازق ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور جو لوگ اس کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے ہیں وہ بالکل غلط لوگ ہیں گنہگار ہیں اور اللہ کے ناپسندیدہ لوگ ہیں۔ اصحاب کہف کی اسی حق پرستی اور اللہ سے محبت کے بدلہ میں اللہ نے فرمایا: ''تو اب اس غار میں جا بیٹھو، تمہارا رب تم پر اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کاموں میں تمہارے واسطے آرام بنا دے گا۔'' (سورۃ کہف آیت 16:)

جیسا کہ اگلی آیات میں بتایا گیا ہے۔ یہاں تک کا حال مختصراً دوبارہ بیان ہو جائے تو اچھا ہے۔ اصحاب کہف بادشاہ کے ملازم تھے بادشاہ مشرک تھا بلکہ اپنے آپ کو سجدہ کرواتا تھا جبکہ یہ نوجوان اللہ کی وحدانیت حضرت عیسیٰ کی رسالت اور آخرت

پر ایمان رکھتے تھے۔ تو اس لیے انہوں نے شرک وکفر کی دنیا سے اپنے آپ کو علیحدہ رکھنا چاہا تو پھر انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ایمان کی سلامتی یہاں ان لوگوں کے ساتھ رہ کر ممکن نہیں، لہٰذا کہیں دور کسی غار میں چھپ کر زندگی گزاری جائے ایمان کی سلامتی کے ساتھ۔ غار میں گئے تو اللہ نے ان کو دنیاوی ضروریات سے بے نیاز کرتے ہوئے گہری ترین نیند سلا دیا پھر بڑے طویل عرصہ کے بعد وہ جاگے تو بھوک مٹانے کے لیے بازار کا رخ کیا۔ ان اصحاب کہف نے آپس میں پوچھا کہ کتنی دیر سوئے ہوں گے تو انہوں نے کہا کہ شاید ایک دن یا دن کا کچھ حصہ سوئے ہوں گے۔ بہر حال بازار میں ان کا اتنا پرانا سکہ اور لباس دیکھ کر شور مچ گیا۔

غار کا بہترین بندوبست

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ
ع 2/5/14 اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿17﴾ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا
وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ
بِالْوَصِيْدِ ؕ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿18﴾

ترجمہ: اور جب سورج نکلے تو تم دیکھو کہ دھوپ ان کے غار سے داہنی طرف سمٹ جائے اور جب غروب ہو تو ان سے بائیں طرف کترا جائے اور وہ اس غار کی کھلی جگہ میں ہیں۔ یہ سب اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں جس کو اللہ ہدایت دے وہ ہدایت پا جاتا ہے اور جس کو گمراہ کرے تو تم اس کے لیے کوئی مددگار راہ بتانے والا نہ پاؤ گے۔ (17) اور تم ان کو خیال کرو کہ جاگ رہے ہیں، حالانکہ وہ سوتے ہیں، اور ہم ان کو دائیں اور بائیں کروٹ بدلاتے ہیں اور ان کا کتا چوکھٹ پر دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے اور اگر تم ان کو جھانک کر دیکھو تو پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہو اور دہشت میں آ جاؤ۔ (18)

تشریح: ان آیات میں اللہ کی طرف سے ان کی حفاظت کا خاص بندوبست بتایا گیا ہے۔ پہلا تو یہ کہ وہ گہری نیند سوئے پڑے ہیں اور جب بندہ سو جاتا ہے تو سکون میں ہو جاتا ہے نہ کسی قسم کی فکر نہ پریشانی اور نہ ڈر۔ دوسرا یہ کہ غار کا منہ کیونکہ شمال کی طرف ہے اس لیے دھوپ کسی بھی موسم میں اندر نہیں پہنچتی اور وہ لوگ اس کی سختی سے بچے رہتے ہیں جب کہ ہوا اور روشنی برابر ان کو پہنچتی رہتی ہے۔ یہ بھی اللہ کی قدرت کی بہترین نشانیاں ہیں۔ نیک فطرت لوگوں کے ایمان کو اللہ اور بھی بڑھا دیتا ہے اور بد فطرت کو تو کوئی بھی ہدایت نہیں دیتا یہاں تک کہ اللہ بھی ان کے لیے نیکی اور راستی کے دروازے نہیں کھولتا۔

کیونکہ یہ سب فطرت کے خلاف کام ہے اس لیے کوئی بھی اندر جا کر تحقیق کرنے کی ہمت ہرگز نہ کرتا تھا بلکہ باہر سے

جھانک کر ہی دہشت میں آ جاتے کہ یہ سب کیا ہے۔ غار میں لوگ سو رہے ہیں اور کتا دہلیز پر ہاتھ پھیلائے بیٹھا ہے۔ اور یوں یہ راز راز ہی بنا رہا۔

اس سورت میں جہاں بہت سے اخلاقی پہلوؤں پر زور دیا گیا ہے وہاں کچھ تعمیراتی اور جسمانی نکات بھی بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً ان کے غار کا رخ اس قدر موزوں تھا، یعنی غار کا منہ شمال کی طرف تھا، جب سورج مشرق سے نکلتا تو دھوپ بجائے غار کے اندر جانے کے غار کے داہنی طرف سے ہو کر گزر جاتی اور جب سورج غروب ہوتے ہوئے مغرب کی طرف ہوتا تو دھوپ پھر بجائے اندر داخل ہونے کے غار کے منہ سے بائیں طرف ہو کر گزر جاتی اور یوں غار کے اندر دھوپ کی روشنی اس طرح داخل ہوتی ہے کہ غار کا اندر کا ٹمپریچر بڑا نارمل رہتا گرم زیادہ نہیں ہوتا اور اندر کا ماحول دھوپ کی افادیت بھی حاصل کر لیتا اور ہوائیں بھی کیونکہ عموماً شمالاً جنوباً چلتی ہیں اس لیے تازہ ہوا بھی مستقل طور پر اندر پھرتی رہتی اور یوں اندر کا ماحول بڑا ہی مناسب رہتا۔ اگر یہی رخ یعنی غار کا منہ شرقاً غرباً ہوتا تو اندر کا ٹمپریچر نسبتاً گرم ہوتا جو کہ اندر رہنے والوں کے لیے نامناسب ہوتا۔ آج کل جب بھی گھر کا نقشہ بنایا جاتا ہے تو اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ گھر کا مین دروازہ شمال کی طرف ہو۔ اور جو گھر اس بات کو مدنظر رکھ کر بنائے جاتے ہیں وہ ہر طرح سے آئیڈیل، یعنی بہت مناسب گھر ہوتے ہیں۔ اصحاب کہف کی غار کا رخ اللہ رب العزت نے ایسا ہی آئیڈیل رکھا کہ دھوپ اندر جا کر ان کو تنگ نہ کرے اور وہ دھوپ کی روشنی مناسب حرارت اور ہوا سے پوری پر طرح مستفید ہو سکیں اور اندر کا ماحول نہ تو گرم ہو اور نہ ہی سیلن ہو یعنی نمی کے اثرات پیدا ہوں کہ جس کی وجہ سے ان کو تکلیف ہو۔ کس قدر بڑی اور حیرت انگیز نشانیاں ہیں؟ یہ سب رب رحمن و رحیم کی قدرتیں اور حکمتیں ہیں۔ اس وقت کا انسان ان باریکیوں کو کہاں سمجھتا تھا۔ ابھی بھی اصحاب کہف کا یوں اتنا طویل عرصہ تک گہری نیند میں پڑے رہنا، کس قدر عجیب بات ہے، کیونکہ نیند کا انتظام جو اللہ نے ایک نارمل انسان کے لیے کر رکھا ہے وہ کچھ یوں ہے کہ نیند بے ہوشی کی وہ حالت ہے جس سے انسان کی جسمانی صحت اچھی ہوتی ہے اور اس کو جگایا جا سکتا ہے، کیونکہ نیند کے دو مرحلے ہوتے ہیں۔ ہلکی نیند اور گہری نیند۔ ہلکی نیند سونے کے پہلے گھنٹے میں ہوتی ہے اور جسم کو آرام پہنچاتی ہے پھر یہی نیند گہری ہو جاتی ہے اور یہ ایک جوان آدمی کی نیند کا 25% حصہ ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ نیند ہر 90 منٹ کے بعد ساڑھے پانچ منٹ کے لیے ہلکی نیند میں تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ اس گہری نیند میں تمام جسم کے مسلز (Museles) ریسٹ (آرام) کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ دل اور پھیپھڑے بھی کچھ بے ترتیب ہو جاتے ہیں۔ بلڈ پریشر، سانس اور جسم میں ہونے والی توڑ پھوڑ 30% سے 10% تک کم ہو جاتی ہے۔ یہ نیند موت کے مشابہ ہوتی ہے مگر موت نہیں ہوتی۔ بیشک اس حالت میں انسان کو ارد گرد کی کوئی ہوش نہیں ہوتی مگر اسکو جگایا جا سکتا ہے وہ نیند کے غلبے سے باہر لایا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ اصحاب کہف کو ایک طویل مدت کے بعد اللہ نے اپنی قدرت سے اٹھا کھڑا کیا۔ یہ تو اللہ کی نشانیوں میں سے ایک تھی۔ کیونکہ عام حالات میں انسانی جسم کی ساخت ایسی نہیں کہ اس قدر طویل عرصہ بغیر کھائے پیئے اس قدر گہری نیند سویا رہے اور پھر اٹھ بھی کھڑا

ہو۔ یہ تو صرف اس لیے ہوا کہ اللہ نے اپنی نشانیاں لوگوں کو دکھائی تھیں۔ کہ اگر اس قدر لمبے عرصے کے بعد کوئی اللہ کے حکم سے زندہ سلامت آ کر کھڑا ہو سکتا ہے تو پھر بھلا آخرت میں اللہ کے سامنے دوبارہ لوگوں کا زندہ ہو جانا کیسے ناممکن ہے۔ اس وقت شہر میں یہی شور ہو رہا تھا کہ دوبارہ زندہ ہونا ممکن نہیں تو اللہ نے اصحاب کہف کے ذریعہ ان کو یہ یقین دلا دیا کہ اللہ کے لیے یہ کام ہرگز کوئی مشکل کام نہیں۔ وہ جو چاہے کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ وہ ضرور لوگوں کو دوبارہ زندہ کرے گا اور ضرور حساب کتاب لیا جائے گا۔ اور سزا و جزا ضرور دی جائے گی۔

اصحاب کہف کا جاگنا اور اللہ کی حکمت

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ قَالَ قَاۗىِٕلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿19﴾ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿20﴾ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿21﴾

نصف القرآن باعتبار عدد الحروف بان التاء بعد الیاء من التصف الاول واللام الثانیۃ من النصف الاخیر 12

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے ان کو اٹھایا تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھیں، ایک کہنے والے نے کہا کہ تم یہاں کتنی مدت رہے؟ انہوں نے کہا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم۔ انہوں نے کہا کہ جتنی مدت بھی تم رہے ہو تمہارا رب ہی اسے خوب جانتا ہے۔ تم اپنے میں سے کسی کو روپیہ دے کر شہر بھیجو وہ دیکھے کہ عمدہ کھانا کون سا ہے تو اس میں سے کھانا لے آئے اور اسے نرم رویہ اختیار کرنا چاہیے اور تمہارا حال کسی سے نہ کہے۔ (19) اگر وہ تم پر قابو پالیں گے تو تم کو سنگسار کر دیں گے یا پھر اپنے مذہب میں شامل کر لیں گے اور پھر تم کبھی فلاح نہ پاؤ گے۔ (20) اور اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان کے حال سے خبردار کر دیا تاکہ وہ جانیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت کہ جس کا وعدہ کیا جاتا ہے اس میں کچھ شک نہیں۔ اس وقت لوگ آپس میں جھگڑنے لگے اور کہنے لگے کہ ان کے غار پر عمارت بنا دو۔ ان کا رب ان کے حال سے خوب واقف ہے جو لوگ ان کے معاملہ میں غالب تھے وہ کہنے لگے کہ ہم ان کے غار پر مسجد بنائیں گے۔ (21)

تشریح: ان آیات میں اصحاب کہف کے دوبارہ جاگ جانے کی مصلحت بیان کی گئی ہے۔ جس طرح اللہ نے اپنی قدرت سے ان کو سلائے رکھا اسی طرح ایک طویل مدت کے بعد ان کو جگا بھی دیا۔ اس میں مصلحت یہ تھی کہ جب وہ لوگ جاگے اور کھانے کی تلاش میں بازار گئے تو شہر میں بت پرست روم کو عیسائی ہوئے عرصہ گزر چکا تھا۔ جب انہوں نے اس انتہائی پرانے طرز کے لباس میں اتنے پرانے سکے کے ساتھ اس آدمی کو دیکھا تو سارے شہر میں کھلبلی مچ گئی۔ تحقیقات شروع ہوگئیں تو معلوم کرلیا گیا کہ عرصہ دراز قبل جو لوگ غاروں میں جا چھپے تھے یہ وہی لوگ ہیں۔ اس میں اللہ کی حکمت یہ تھی کہ اس وقت لوگوں میں مرنے کے بعد زندہ ہونے میں بڑی سخت بحث چل رہی تھی۔ جب انہوں نے اس اتنے پرانے زمانے کے بندے کو دیکھا اور اس سے ان کو اس کے ساتھیوں کا بھی پتہ چلا تو یوں ان لوگوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوجانے کا بہت بڑا ثبوت مل گیا اور یوں اللہ رب العزت نے ان کے اس عقیدے میں ان کو بالکل پکا کر دیا کہ آخرت ضرور ہوگی دوبارہ زندہ ضرور کیے جائیں گے۔ یہ سب کچھ جان لینے کے بعد شہر والوں میں اس بات پر جھگڑا شروع ہوگیا کہ کوئی کہتا یہاں اس غار پر مسجد بنانی چاہیے کوئی کہتا یادگار بنانی چاہیے بہرحال اصحاب کہف کا ان کو بھی کچھ سمجھ نہ آیا تو بولے کہ ان کا حال بھی اللہ ہی جانتا ہے۔

ان آیات سے قبروں پر مساجد اور مزار بنانے کا ہرگز ثبوت نہیں ملتا، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں یہ بات بار بار ارشاد فرمائی کہ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ (صحیح بخاری)

نیز آپ نے اللہ سے دعا کی اے اللہ میری قبر کو عید گاہ نہ بنانا، لہٰذا قبروں پر مسجدیں اور مزار تعمیر کرنا حرام ہے۔

❀❀❀

اصحابِ کہف کی تعداد اور غار میں ٹھہرنے کی مدت

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا
بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ؕ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا
يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۬ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۠ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ
مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿22﴾ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿23﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ
اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا
رَشَدًا ﴿24﴾ وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿25﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ
بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ

مِنْ وَّلِيٍّ ؗ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ﴿26﴾ وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ
رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿27﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ
الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ
عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا
وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿28﴾ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ
وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ
يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَآءَتْ
مُرْتَفَقًا ﴿29﴾

ترجمہ: بعض لوگ کہیں گے کہ وہ تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا اور بعض کہیں گے کہ وہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا، اور بعض کہیں گے کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ فرما دیں کہ "میرا رب ہی ان کے شمار سے خوب واقف ہے، ان کو جانتے بھی ہیں تو تھوڑے لوگ جانتے ہیں تو آپ ان کے معاملہ میں گفتگو نہ کرنا، مگر سرسری سی گفتگو۔ اور نہ ان کے بارے میں ان سے کچھ دریافت ہی کرنا۔ (22) اور کسی کام کی نسبت نہ کہنا کہ میں اسے کل کر دوں گا۔ (23) مگر ان شاء اللہ کہہ کر (اگر اللہ چاہے تو کروں گا) اور جب اللہ کا نام لینا بھول جاؤ تو یاد آنے پر لے لو اور کہہ دیں کہ امید ہے کہ میرا رب مجھے اس سے بھی زیادہ ہدایت کی باتیں بتائے۔ (24) اور اصحاب کہف اپنے غار میں نو اوپر تین سو سال رہے۔ (25) کہہ دیں کہ جتنی مدت وہ رہے اسے اللہ ہی خوب جانتا ہے اسی کو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں معلوم ہیں وہ کیا خوب دیکھنے والا اور کیا خوب سننے والا ہے۔ اس کے سوا ان کا کوئی کارساز نہیں اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے۔ (26) اور اپنے اللہ کی کتاب کو جو تمہارے پاس بھیجی جاتی ہے پڑھتے رہا کرو۔ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور اس کے سوا تم کہیں پناہ بھی نہ پاؤ گے۔ (27) اور جو لوگ صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا کے طلبگار ہیں ان کے ساتھ صبر کرتے رہو اور تمہاری نگاہیں ان میں سے گزر کر اور طرف نہ دوڑیں کہ تم آرائش زندگی یعنی دنیا کے خواستگار ہو جاؤ، اور جس شخص کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا کام حد سے بڑھ گیا ہے اس کا کہنا نہ ماننا۔ (28) اور کہہ دو کہ لوگو! یہ (قرآن) تمہارے رب کی طرف سے برحق ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر رہے ہم نے ظالموں کے لیے دوزخ کی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں ان کو گھیر رہی ہوں گی اور اگر فریاد کریں گے تو ایسے کھولتے ہوئے پانی سے ان کی دادرسی کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح گرم ہوگا جو مونہوں کو بھون ڈالے گا۔ ان کے پینے کا پانی بھی برا اور آرام گاہ بھی بری۔ (29)

تشریح: ان آیات میں مزید کچھ نکات اور نصیحتیں بیان کی گئی ہیں جو نبی اکرم ﷺ کے ذریعے ہمیں بتائے گئے ہیں۔ پہلے تو یہ نصیحت کی گئی کہ جو کچھ علم اللہ نے دیا ہے بس اسی کو سمجھو جن باتوں کو اللہ نے واضح نہیں کیا ان کے کھوج میں مت لگو، یعنی اللہ نے اصحاب کہف کے ذریعے سے جو سبق دینے تھے ان پر غور کرو۔ ان کی تعداد جگہ اور زمانے کو اللہ نے واضح نہیں کیا اس لیے جتنا جانتے ہو بتادو۔ دوسری نصیحت یہ کی کہ جو بھی بات آئندہ کے لیے کہو تو اس کے لیے ان شاء اللہ ضرور بولو، کیونکہ مستقبل کا کسی کو علم نہیں، سوائے اس کے جو اللہ نے چاہا۔

غریب اور مخلص مؤمنوں یعنی صحابہ کرام کے ساتھ آپ کو وابستہ رہنے کی ہدایت دی گئی، جو صبح وشام اللہ کا ذکر کرنے والے اور اللہ کی رضا چاہنے والے لوگ ہیں اور ان سے مراد سیدنا بلال، سیدنا صہیب رومی، سیدنا خباب، سیدنا عبداللہ بن مسعود اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں جو آپ کی صحبت میں رہتے تھے۔

یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اللہ رحیم وکریم ہے تو ساتھ ہی جبار ومنتقم بھی ہے۔ اور پھر یہ کہ پیارے نبی کو بھی خبردار کر دیا گیا ہے کہ اللہ کی وحدانیت قدرت کاملہ اور علم الیقین اور کارساز کل مالک کون ومکان ہونے کے بارے میں جو کچھ ان آیات میں بیان کیا گیا ہے ان پر سختی سے عمل کرنا اور بڑی احتیاط سے زندگی کو سادگی، صفائی اور پاکیزگی سے اسی طرح گزارو جس طرح اللہ نے قرآن میں بتا دیا ہے۔ کیونکہ قرآن ایک مکمل ہدایت نامہ ہے انسانوں کے لیے زندگی کی بہترین راہوں کے بارے میں قرآن بتاتا ہے یہ اللہ کی بھیجی ہوئی سچی اور پکی نہ بدلنے والی بہترین کتاب ہے۔ اس کے بعد نافرمان، گمراہ اور کفار و مشرک لوگوں کے انجام اور آخرت میں ان کے عذاب کا ذکر بڑے ہی ہولناک الفاظ میں کیا گیا ہے۔ اللہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین۔ جیسا کہ عذاب کے ساتھ ہی انعام کا ذکر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کرتے ہیں اگلی آیات خوشخبری کی ہیں ملاحظہ ہو:

مؤمنوں کے انعام

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿30﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۭ نِعْمَ الثَّوَابُ ۭ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿31﴾

ع 4/9/16

ترجمہ: اور جو ایمان لائے اور کام بھی نیک کرتے رہے تو ہم نیک عمل کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ (30) ایسے لوگوں کے لیے ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن میں ان کے محلوں کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ باریک دیبا اور اطلس کے سبز کپڑے پہنا کریں گے اور تختوں پر تکیے لگا کر بیٹھا کریں گے کیا خوب بدلہ اور کیا خوب آرام گاہ ہے۔ (31)

تشریح: ذرا آنکھیں بند کر کے تصور کریں کیا خوبصورت نقشہ کھینچا ہے رب العلمین نے جنت کا۔ کون ہے جو اس خوبصورت ہمیشہ والی زندگی کے لیے اس عارضی زندگی کا سب کچھ قربان نہ کر دے گا۔

''کسی حکیم اور دانا شخص سے پوچھا گیا کہ آپ کا مال کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اپنے ظاہر کو اوصاف جمیلہ (بہترین کردار) سے آراستہ کرنا اور جو چیز لوگوں کے پاس ہے اس کی توقع نہ رکھنا، میرا سرمایہ اور مال ہے۔'' (از گلستان قناعت صفحہ 82)

مزید لکھتے ہیں:

آج کل مسلمان توکل علی اللہ کے وصف (صفت) سے یا تو بالکل محروم ہیں یا یہ وصف ان میں نہایت کم ہے۔ ہمارے سلف صالحین میں یہ وصف بطریق اکمل (بہت زیادہ) موجود ہوتا تھا۔

اور یہی وصف انسان کو دنیا کی محبت سے دور اور آخرت کی محبت کے قریب کرتا ہے۔ دیکھا جائے تو قناعت ہی جنت کا راستہ دکھاتی ہے کیونکہ یہ بے شمار اخلاقی برائیوں سے بالکل بچا کر تقویٰ کی راہ پر لگا دیتی ہے گویا تقویٰ ہی جنت کی کنجی ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ کام کاج چھوڑ کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاؤ۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مال کی طلب اور مستقبل کی فکر تمہارے اوپر اس قدر سوار نہ ہو جائے کہ اللہ سے روز آخرت سے، اور جنت و دوزخ کے خیال سے ہی غافل ہو جاؤ۔ دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دے بیٹھو۔ بس یہی غلط ہے۔ چاندی، سونے اور بال بچوں کا نام دنیا نہیں۔ دنیا تو اللہ سے غافل ہو جانے کا نام ہے۔ بے شک اللہ کا ذکر دلوں کو سکون دیتا ہے اور سکون روح کو تازگی اور جسم کو توانائی دیتا ہے۔

سبق آموز کہانی اور نیکیوں کا بدلہ

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا
بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿32﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ
شَيْئًا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿33﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ أَنَا
أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّأَعَزُّ نَفَرًا ﴿34﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ أَظُنُّ
أَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ أَبَدًا ﴿35﴾ وَّمَآ أَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ إِلٰى رَبِّيْ لَأَجِدَنَّ
خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿36﴾ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ أَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ
تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿37﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ أُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ
أَحَدًا ﴿38﴾ وَلَوْلَآ إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ۚ إِنْ

تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿39﴾ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ
وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿40﴾ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا
غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿41﴾ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ
اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿42﴾
وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿43﴾ هُنَالِكَ
ع 5 13 17 الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿44﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا
تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿45﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿46﴾

ترجمہ: اوران سے دوآدمیوں کا حال بیان کریں جن میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ دیے تھے۔ اوران کے گرد کھجوروں کے درخت لگا دیے تھے اوران کے درمیان کھیتی پیدا کر دی تھی۔(32) دونوں باغ خوب زیادہ پھل لاتے اوراس کی پیداوار میں کسی طرح کی کمی نہ ہوتی اور دونوں میں ہم نے ایک نہر بھی جاری کر رکھی تھی۔(33) اوراس طرح اس آدمی کو ان کی پیداوار ملتی رہتی تھی۔ تو ایک دن جب وہ اپنے دوست سے باتیں کر رہا تھا کہنے لگا "میں تم سے مال ودولت میں بھی زیادہ ہوں اور جمعیت کے لحاظ سے بھی تم سے زیادہ عزت والا ہوں۔(34) اورایسی شیخیوں سے اپنے حق میں ظلم کرتا ہوا اپنے باغ میں داخل ہوا اور کہنے لگا میں نہیں سوچتا کہ یہ باغ کبھی تباہ ہو۔(35) اور نہ خیال کرتا ہوں کہ قیامت برپا ہو۔ اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی جاؤں تو وہاں ضرور اس سے اچھی جگہ پاؤں گا۔(36) تو اس کا دوست جو اس سے بات چیت کر رہا تھا۔ کہنے لگا کہ کیا تم اس اللہ سے کفر کرتے ہو جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر تمہیں پورا مرد بنایا۔(37) مگر میں تو یہ کہتا ہوں کہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔(38) اور بھلا جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تو تم نے مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کیوں نہ کہا؟ اگر تم مجھے مال اولاد میں کم تر دیکھتے ہو۔(39) تو عجب نہیں کہ میرا رب مجھے تمہارے باغ سے بہتر عطا فرمائے اور تمہارے اس باغ پر آسمان سے آفت بھیج دے، تو وہ صاف میدان ہو جائے (برباد ہو جائے)۔(40) یا اس کی نہر کا پانی گہرا ہو جائے تو پھر تم اسے نہ لا سکو۔ (پانی خشک ہو جائے)۔(41) تو اس کے پھل تباہ ہو گئے۔ (عذاب نے آگھیرا) اور وہ اپنی چھتریوں پر گر کر رہ گیا۔ تو جو مال اس نے اس پر خرچ کیا تھا، اس پر ہاتھ ملنے لگا اور کہنے لگا کہ کاش میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتا(42) اس وقت اللہ کے سوا کوئی جماعت اس کی مدد نہ کر سکی اور نہ وہ بدلہ لے سکا۔(43) یہاں سے ثابت ہوا کہ حکومت پوری کی پوری سچے اللہ کی ہے اسی کا صلہ بہتر ہے اور اسی کا بدلہ

اچھا ہے۔(44)اوران سے دنیا کی زندگی کی مثال بھی بیان کردو، وہ ایسی ہے، جیسے پانی۔ جسے ہم نے آسمان سے برسایا تو اس کے ساتھ زمین میں رلا ملا سبزہ نکلا، پھر گل سڑ کر چورا چور ہو گیا اور ہوائیں اسے اڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔(45) مال اور بیٹے تو دنیا کی رونق اور زینت ہیں اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وہ ثواب کے لحاظ سے تمہارے رب کے ہاں بہت اچھی اور امید کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں۔(46)

تشریح: ان آیات میں بھی اللہ کی حاکمیت، قدرت کاملہ اور وحدانیت کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ ہر انسان کو روزی رزق دیتا ہے تو انسان کا فرض ہے اس کی نعمتوں کو حاصل کر کے فخر وغرور نہ کرے اور اس قدر بدمست نہ ہو جائے کہ اللہ کے وجود اور قیامت کا انکار کردے اور نعمتوں کا شکر ہی ادا نہ کرے اور دوسروں کو حقارت سے دیکھنے لگے۔ یہ سب انسانیت کے خلاف اور برے رویے ہیں ہمارا مذہب اسلام ان تمام اخلاقی برائیوں سے منع کرتا ہے، یعنی کسی کو حقیر سمجھنا اور شکر الٰہی ادا نہ کرنا۔ پھر حکم دیا گیا ہے کہ جب بھی کسی نعمت یا خوبصورت چیز کو دیکھو یا کامیابی حاصل کرو تو اس کو دیکھ کر مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ضرور کہو۔ اس طرح انسان اللہ کی ناراضگی شیطان کی شرارت اور نظر بد سے بچ جاتا ہے اور یوں انسان اللہ کی حفاظت میں آ جاتا ہے۔ کیونکہ نقصان دینا اور نقصان سے بچانا یہ کسی بھی بندۂ بشر کے اختیار میں ہرگز نہیں کیونکہ اس سارے انتظام کا مالک صرف اللہ ہی ہے۔ یہ دنیا اور اس کی ہر چیز اور خود انسان بھی سب کچھ فنا ہو جانے والا ہے۔ باقی رہنے والی اگر کوئی چیز ہے تو وہ صرف انسان کے اس دنیا میں کیے گئے اعمال ہیں باقی سب کوڑ کباڑ ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان شدہ اس واقعہ کو غور سے پڑھنا اور اس سے حکمت کی باتیں سمجھ لینی چاہیں۔

آیت 32 میں اللہ تعالیٰ نے زراعت کا ایک صول بتایا ہے کہ ایک وقت میں تین فصلیں بھی حاصل کی جاسکتی ہیں۔ جیسا کہا گیا ہے کہ باغ کے گرداگرد کھجور کے درخت ساتھ میں انگور کی بیلیں جو کہ اوپر چڑھادی جاتی ہیں اور درمیان میں جو جگہ بچی تو اس میں کسی بھی قسم کی فصل یا سبزی کاشت کی جاسکتی ہے۔ بہر حال انسان کا کام ہے کاشت کرنا۔ پھول پھل دینا اور اس کے لیے تمام ذرائع کا بندوبست کرنا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے اسی کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔ محمد موسیٰ روحانی رحمہ اللہ صاحب لکھتے ہیں: پس شکر کا تقاضا یہ ہے کہ دل ہر قسم کے حسد، بغض، کینہ، حب (محبت) دنیا جاہ وغیرہ خباثتوں اور برے اعتقادات و خیالات سے خالی اور پاک ہو اور جملہ انواع صفات حمیدہ (بہترین کردار) اوصاف سعیدہ (بہترین اعمال) یعنی حب اللہ، حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ایمان کامل، خشوع، تواضع، خوف خدا، انابت الی اللہ اور صحیح اعتقادات سے متصف ہو۔ از (گلستان قناعت صفحہ 225)

غرض ذکر، شکر، قناعت اور عبادت دنیا میں جنت، اور آخرت میں بھی جنت، سب اسی کے اندر پوشیدہ ہے۔ جبکہ غفلت، ناشکری، لالچ اور اللہ سے دوری دنیا میں بھی جہنم اور آخرت میں بھی جہنم کا ہی راستہ آسان کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔(اے آخرت کے مسافرو!) ''زادِ راہ ساتھ لے لو، اور بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔'' (البقرہ:197)

میدانِ حشر کا منظر

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ
اَحَدًا ﴿47﴾ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ۭ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۢ بَلْ
زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿48﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ
مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا
كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿49﴾ ع 6/18

ترجمہ: اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تم زمین کو صاف میدان دیکھو گے اور ان لوگوں کو ہم جمع کر لیں گے تو ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔ (47) اور سب تمہارے پروردگار کے سامنے صف باندھ کر لائے جائیں گے تو ہم ان سے کہیں گے جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح آج تم ہمارے سامنے آئے، لیکن تم نے تو یہ خیال کر رکھا تھا کہ ہم نے تمہارے لیے قیامت کا کوئی وقت ہی مقرر نہیں کیا۔ (48) اور عملوں کی کتاب کھول کر رکھی جائے گی تو تم گنہگاروں کو دیکھو گے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہوگا اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے ہائے شامت! یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو، کوئی بات بھی نہیں مگر اسے لکھ رکھا ہے، اور جو عمل کیے ہوں گے سب کو حاضر پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ (49)

تشریح: یہ آیات ایک بہت بڑے واقعہ کو لوگوں کے لیے بڑے ہی سادہ مگر خوفناک انداز میں بیان کر رہی ہیں، جیسا کہ آخرت پر ایمان مسلمان کے عقائد کی تکمیل کا نام ہے، تو اسی صورت حال کو اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا آیات میں بیان کر رہے ہیں اور بار بار یاددہانی کروا رہے ہیں کہ ایک دن زمین بنجر اور وسیع و عریض ہوگی اور وہاں لوگ ہر طرف سے بھاگتے ہوئے اللہ کے حضور جمع کر دیے جائیں گے کہ ان کے دنیا میں کیے گئے اعمال کا بدلہ بڑے انصاف اور انتہائی سچائی کے ساتھ دیا جائے اور اس منظر کو قرآن پاک میں بے شمار دفعہ دلیلوں کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے۔ اور وہ تمام لوگ اس دن دیکھ لیں گے اللہ کے وعدے کو جو ہمیشہ موت کے بعد زندگی اور حساب کتاب کے بعد جزا وسزا سے انکار کرتے ہیں۔ اور یہ سب اس وقت بالکل بے کار ہوگا۔ اسی لیے تو قرآن پاک کو رحمت بھی کہا گیا ہے کہ اس انہونی بات پر یقین کر لیں اور اس کے مطابق اس دنیا میں نیک اعمال کر کے پوری تیاری کر لیں۔

اللہ نے بتا دیا ہے کہ لوگ ضرور مریں گے اور دوبارہ ضرور زندہ کیے جائیں گے۔ حساب کتاب ضرور ہوگا اور جنت یا دوزخ ضرور ملے گی۔ یہ سب اللہ نے بتا دیا ہے۔ ہمیں اس آنے والی زندگی کی تیاری کر لینی چاہیے۔

شیطان اور اس کے دوستوں کے کردار سے بچو

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿50﴾ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿51﴾

ترجمہ: اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا وہ جنات میں سے تھا تو اپنے رب کے حکم سے باہر ہو گیا، کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو؟ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں اور شیطان کی دوستی ظالموں کے لیے اللہ کی دوستی کا برا بدل ہے۔(50) میں نے ان کو نہ تو آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے کے وقت بلایا تھا اور نہ خود ان کے پیدا کرنے کے وقت، اور میں ایسا نہ تھا کہ گمراہ کرنے والوں کو مددگار بناتا۔(51)

تشریح: اللہ تعالیٰ انسان کا خالق، رازق اور رحیم و کریم ہے جب کہ شیطان تو شروع دن سے انسان کا دشمن ہے اس کی وجہ بتا دی گئی ہے۔ اب اگر عقل سمجھ کو انسان کام میں لائے تو اس کو پتہ چل جائے گا کہ اللہ کی قربت یا دوستی اچھی ہے یا کہ شیطان کی دوستی اچھی ہے؟۔

مشرکوں کا انجام

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿52﴾ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿53﴾ ع 7/4/19

ترجمہ: اور جس دن اللہ فرمائے گا، اب میرے شریکوں کو جن کو تم اللہ کے شریک مانتے تھے، بلاؤ۔ تو وہ ان کو بلائیں گے۔ مگر وہ ان کو کچھ جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے بیچ میں ایک ہلاکت کی جگہ بنا دیں گے۔(52) اور گنہگار لوگ دوزخ کو دیکھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ وہ اس میں پڑنے والے ہیں اور اس سے بچنے کا کوئی رستہ نہ پائیں گے۔(53)

تشریح: قیامت کے دن مشرکوں اور ان کے جھوٹے خداؤں کو اللہ ان کے انجام تک ضرور پہنچا دے گا۔ جو بڑا ہولناک ہوگا۔ دوزخ کا ذکر بے شمار دفعہ قرآن پاک میں آچکا ہے اور یہ حقیقت بالکل سچ ہے۔

ہدایت واضح ہوجانے کے بعد ایمان نہ لانے والوں کا انجام

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ
شَيْءٍ جَدَلًا ﴿54﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا
رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿55﴾ وَمَا نُرْسِلُ
الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ
لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿56﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ
بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً
اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿57﴾
وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ
لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ﴿58﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا
وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿59﴾

ترجمہ: اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو سمجھانے کے لیے طرح طرح کی مثالیں بیان کی ہیں۔ لیکن انسان سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔(54) اور لوگوں کے پاس جب ہدایت آ گئی تو ان کو کس چیز نے منع کیا کہ ایمان لائیں اور اپنے رب سے بخشش مانگیں۔ سوائے اس کے کہ اس بات کے منتظر ہوں کہ انہیں بھی پہلوں کا سا معاملہ پیش آئے یا ان پر عذاب سامنے موجود ہو۔(55) اور ہم جو پیغمبروں کو بھیجا کرتے ہیں تو صرف اس لیے کہ لوگوں کو (اللہ کی نعمتوں کی) خوشخبریاں سنائیں اور (عذاب سے) ڈرائیں اور جو کافر ہیں وہ (باطل) جھوٹا جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس سے حق کو ٹلا دیں اور انہوں نے ہماری آیتوں کو اور جس چیز سے ان کو ڈرایا جاتا ہے ہنسی بنالیا۔(56) اور اس سے ظالم کون جس کو اس کے رب کے کلام سے سمجھایا گیا تو اس نے اس سے منہ پھیرلیا، اور جو اعمال وہ آگے کر چکا اس کو بھول گیا۔ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے کہ اسے سمجھ نہ سکیں اور کانوں میں ثقل پیدا کر دیا ہے کہ سن نہ سکیں اور اگر آپ ان کو رستے کی طرف بلائیں تو کبھی رستے پر نہ آئیں گے۔(57) اور آپ کا رب بخشنے والا مہربان ہے، اگر وہ ان کے عملوں پر ان کو پکڑنے لگے تو ان پر جھٹ عذاب بھیج دے مگر ان کے لیے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے کہ اس کے عذاب سے کوئی پناہ کی جگہ نہ پائیں گے۔(58) اور یہ بستیاں جو ویران پڑی ہیں جب انہوں نے کفر سے ظلم کیا تو ہم نے ان کو تباہ کر دیا اور ان کی تباہی کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا تھا۔(59)

تشریح: قرآن سو فیصد انسان کے لیے رحمت، نعمت اور برکت ہے۔ اور پیغمبر جو یہ نعمت لے کر بندوں کے پاس آئے وہ بھی انسان کے لیے بہت بڑی رحمت اور فضل ہے، مگر انسان فطرتاً جھگڑالو ہے۔ اتنا کچھ لینے اور سمجھنے کے باوجود بھی بے وقوفی اور نااہلی کا ثبوت دیتا ہے۔ کبھی شیطان کا دوست بن کر شیطانی کام کرنے لگتا ہے اور یوں اپنے لیے دنیا کی زندگی کو عذاب بنا لیتا ہے کیونکہ برے کاموں کا برا ہی نتیجہ ہوتا ہے۔ جو دوسروں کے لیے گڑھا بناتا ہے وہ خود بھی اس میں گرتا ہے۔ ایک چور کی زندگی جس پریشانی اور مصیبت میں گزرتی ہے وہ ایک نیک صالح اور متقی کی زندگی کی طرح پر سکون بے خوف اور کامیاب زندگی کی طرح ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ چور کو ہر وقت بندوں کا خوف ہوتا ہے جو اس کا سکھ اور چین ختم کر دیتا ہے جب کہ پرہیز گار نیک بندے کو صرف اللہ کا خوف ہوتا ہے۔ اور اس خوف کے وقت وہ اللہ کو یاد کرتا ہے اس سے دعا کرتا ہے۔ اس سے معافی مانگتا ہے اور یوں اللہ کی پناہ میں آخر کار تمام دکھ درد اور فکر سے آزاد ہو جاتا ہے اور یوں دنیا میں خوش اور آخرت میں خوش۔ کیونکہ ایسے لوگوں کے لیے اللہ نے قرآن پاک میں بار بار جنت کی خوشخبریاں دی ہیں۔ جبکہ شیطان کے دوستوں کے لیے بار بار جہنم کی خبر دی گئی ہے جو کہ بڑی خوفناک خبر ہے۔ اب جب کہ انسانوں کو قرآن پاک میں بڑی وضاحت سے ہدایات دے دی گئی ہیں کہ وہ زندگی کیسے بسر کرے تو پھر جو لوگ ان پر عمل نہ کریں تو ان کے لیے ایسی قوموں اور ایسے لوگوں کے واقعات مثال کے طور پر بیان کیے گئے ہیں تاکہ ان کے برے انجام سے سبق حاصل کریں اور نیک اعمال کریں، پھر بھی جو ہوش سے کام نہ لیں تو پھر کیا کہا جائے۔ ایسے لوگ پھر جائیں جہنم میں۔ گو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بے پناہ محبت کرتا ہے ہر وقت بندوں پر اپنی رحمتوں کی بارش کرتا رہتا ہے نافرمان لوگوں کے لیے وہ ہدایت کی رحمت بھی بند کر دیتا ہے۔ دنیا میں بھی ان سے ناراض ہوتا ہے اور آخرت میں تو ان کے لیے ایسے ایسے عذاب کا ذکر اللہ نے قرآن پاک میں کیا ہے کہ اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ دنیا و آخرت میں خوشی حاصل کرنے کا بہت بڑا نسخہ ہے قرآن پاک۔ تقویٰ اور استغفار اللہ کو اس قدر پسند ہے کہ اللہ فرماتا ہے:

''جو تقویٰ اختیار کرے اور اپنی حالت درست کرے، ایسے لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ حزن۔'' (الاعراف:35)

غلط، برے، مشرک اور کافر لوگوں پر بھی اللہ اپنے رزق کے دروازے بند نہیں کرتا۔ انہیں بھی دنیا کی تمام نعمتیں دیتا ہے مگر ان کی نافرمانی پر ان کو مقررہ وقت کے مطابق دنیا میں عذاب دیتا ہے اور آخرت میں بھی اپنے مقرر کیے گئے اصول کے تحت عذاب ضرور دے گا۔ مگر یہ سب کچھ فوراً نہیں ہوتا بلکہ ان لوگوں کو پوری طرح مہلت دی جاتی ہے اور پھر جب وہ ہر حد سے باہر نکل جاتے ہیں تو پھر ان کی پکڑ بڑی سخت ہوتی ہے اور پھر اللہ کی اس پکڑ سے ان کو کوئی طاقت ہرگز بچا نہیں سکتی۔ ان کو پھر سزا ضرور ملتی ہے اور آخرت میں بھی ضرور ملے گی۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے:

''کہ اس کے عذاب سے کوئی پناہ کی جگہ نہ پائیں گے۔'' (آیت 58 کہف)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا خضر علیہ السلام کا قصہ اور کئی نصیحتیں

وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبۡرَحُ حَتّٰۤی اَبۡلُغَ مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَیۡنِ اَوۡ اَمۡضِیَ حُقُبًا ﴿60﴾
فَلَمَّا بَلَغَا مَجۡمَعَ بَیۡنِهِمَا نَسِیَا حُوۡتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیۡلَهٗ فِی الۡبَحۡرِ سَرَبًا ﴿61﴾ فَلَمَّا
جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۫ لَقَدۡ لَقِیۡنَا مِنۡ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿62﴾ قَالَ
اَرَءَیۡتَ
اِذۡ اَوَیۡنَاۤ اِلَی الصَّخۡرَةِ فَاِنِّیۡ نَسِیۡتُ الۡحُوۡتَ ۫ وَمَاۤ اَنۡسٰنِیۡهُ اِلَّا الشَّیۡطٰنُ اَنۡ
اَذۡكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِیۡلَهٗ فِی الۡبَحۡرِ ۖ عَجَبًا ﴿63﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبۡغِ ۖ فَارۡتَدَّا عَلٰۤی
اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿64﴾ فَوَجَدَا عَبۡدًا مِّنۡ عِبَادِنَاۤ اٰتَیۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا
وَعَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا ﴿65﴾ قَالَ لَهٗ مُوۡسٰی هَلۡ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤی اَنۡ تُعَلِّمَنِ مِمَّا
عُلِّمۡتَ رُشۡدًا ﴿66﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ مَعِیَ صَبۡرًا ﴿67﴾ وَكَیۡفَ تَصۡبِرُ عَلٰی مَا لَمۡ
تُحِطۡ بِهٖ خُبۡرًا ﴿68﴾ قَالَ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَاۤ اَعۡصِیۡ لَكَ اَمۡرًا ﴿69﴾
قَالَ فَاِنِ اتَّبَعۡتَنِیۡ فَلَا تَسۡـَٔلۡنِیۡ عَنۡ شَیۡءٍ حَتّٰۤی اُحۡدِثَ لَكَ مِنۡهُ ذِكۡرًا ﴿70﴾
فَانۡطَلَقَا ٚ حَتّٰۤی اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیۡنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقۡتَهَا لِتُغۡرِقَ اَهۡلَهَا ۚ لَقَدۡ
جِئۡتَ شَیۡـًٔا اِمۡرًا ﴿71﴾ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ مَعِیَ صَبۡرًا ﴿72﴾ قَالَ لَا
تُؤَاخِذۡنِیۡ بِمَا نَسِیۡتُ وَلَا تُرۡهِقۡنِیۡ مِنۡ اَمۡرِیۡ عُسۡرًا ﴿73﴾ فَانۡطَلَقَا ٚ حَتّٰۤی اِذَا لَقِیَا
غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلۡتَ نَفۡسًا زَكِیَّةًۢ بِغَیۡرِ نَفۡسٍ ؕ لَقَدۡ جِئۡتَ شَیۡـًٔا نُّكۡرًا ﴿74﴾

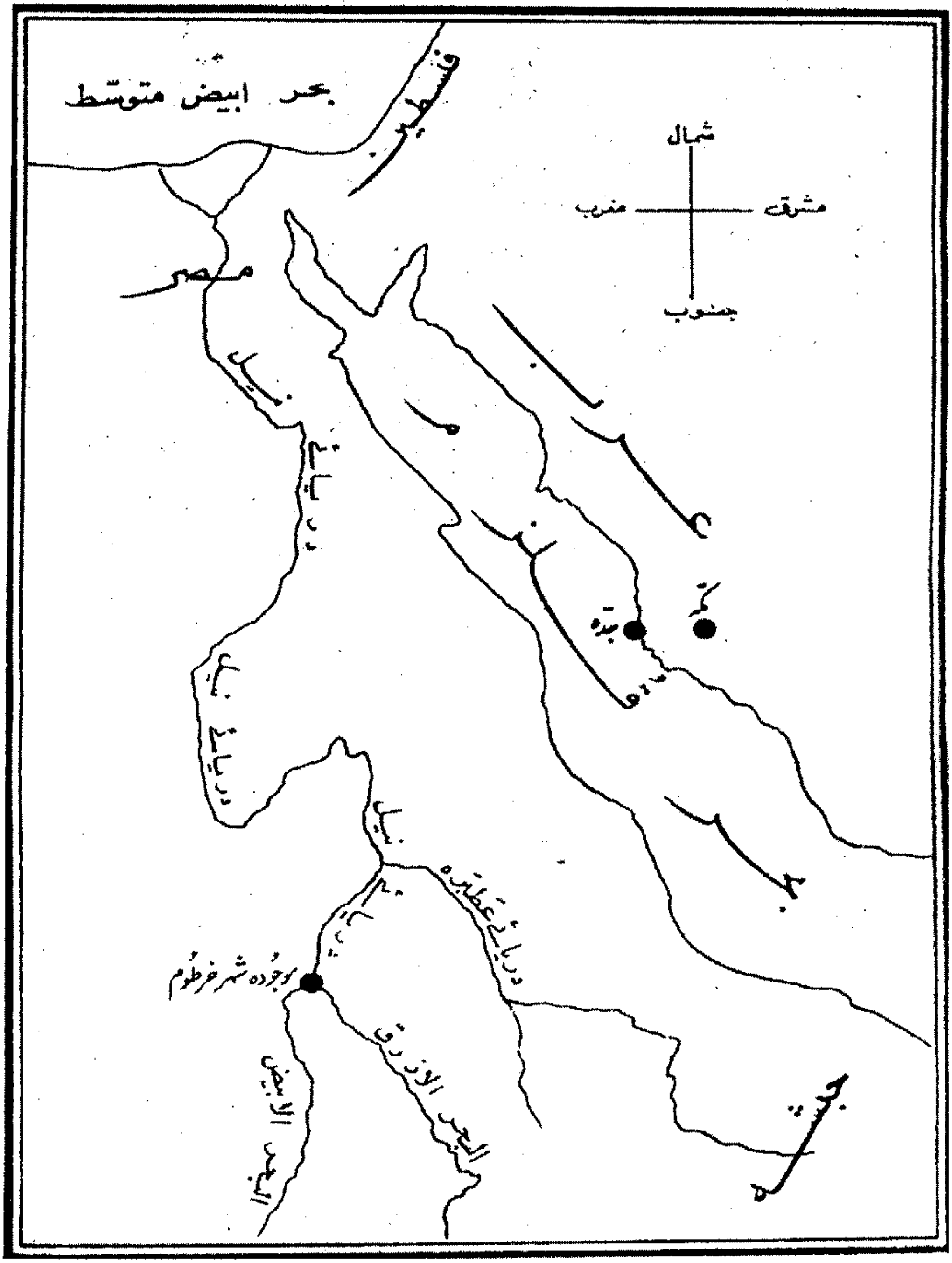
ترجمہ: اور جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا جب تک میں دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ تک نہ پہنچ جاؤں ہٹنے کا نہیں، خواہ مدتوں چلتا رہوں۔(60) جب ان کے ملنے کے مقام پر پہنچے تو اپنی مچھلی بھول گئے تو اس نے دریا میں سرنگ کی طرح اپنا راستہ بنا لیا۔(61) جب آگے چلے تو موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا ہمارے لیے کھانا لاؤ اس سفر سے ہمیں بڑی تھکان ہوگئی ہے۔(62) اس نے کہا بھلا آپ نے دیکھا کہ جب ہم نے پتھر کے ساتھ آرام کیا تھا تو میں مچھلی وہیں بھول گیا، اور مجھے آپ سے اس کا ذکر

کرنا شیطان نے بھلا دیا، اوراس نے عجب طرح سے دریا میں اپنا راستہ لیا۔(63) موسیٰ نے کہا یہی وہ مقام ہے جسے ہم تلاش کرتے تھے۔تو وہ اپنے قدموں کے نشانات کو دیکھ کر لوٹ گئے۔(64) وہاں انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو دیکھا، جس کو ہم نے اپنے ہاں سے رحمت عطا فرمائی تھی اور اپنے پاس سے علم سکھایا تھا۔(65) موسیٰ نے اس سے کہا جو علم اللہ کی طرف سے آپ کو سکھایا گیا ہے اگر آپ اس میں سے کچھ بھلائی کی باتیں مجھے سکھائیں تو میں آپ کے ساتھ رہوں۔(66) اس نے کہا آپ میرے ساتھ ہرگز (نہ ٹھہر سکیں گے) صبر نہ کر سکیں گے۔(67) اور جس بات کی تمہیں خبر ہی نہیں اس پر صبر کیسے کر سکتے ہو۔(68) موسیٰ نے کہا اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں آپ کے کہنے کے خلاف نہیں کروں گا۔(69) (خضر) بولا پھر اگر میرے ساتھ رہنا ہے تو شرط یہ ہے، مجھ سے کوئی بات نہ پوچھنا، جب تک میں خود اس کا ذکر تم سے نہ کروں۔(70) تو دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو اس نے کشتی میں سوراخ کر دیا۔موسیٰ نے کہا کیا آپ نے اس لیے سوراخ کر دیا ہے کہ

سواروں کو غرق کر دیں یہ تو آپ نے بڑی عجیب بات کی ہے؟(71) اس نے کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے۔(72) موسیٰ نے کہا کہ جو بھول مجھ سے ہوئی اس پر پکڑ نہ کیجئے اور میرے معاملہ میں مجھ پر مشکل نہ ڈالیے۔(73) پھر دونوں چلے یہاں تک کہ راستہ میں ایک لڑکا ملا تو اس نے اسے مار ڈالا۔موسیٰ نے کہا کہ آپ نے ایک بے گناہ شخص کو ناحق بغیر قصاص کے مار ڈالا۔یہ تو آپ نے بری بات کی۔(74)

تشریح: اس قصہ کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ اہل عرب کے آنحضرت ﷺ سے تین سوالوں میں سے دوسرے کا جواب یہ تھا۔ پھر یہ کہ کوئی کام اللہ کی مرضی کے بغیر ہرگز نہیں ہوسکتا اس کام کے کرنے کے لیے اللہ چاہے کسی کو بھی وسیلہ بنا دے۔تیسرے یہ کہ ایک دینی اور اخلاقی قانون واضح کر دیا گیا کہ غلطی چاہے عام انسان سے ہو یا نبی سے ہو اللہ اس کی پکڑ ضرور کرتا ہے۔یہاں یہی سبق دیا گیا ہے کہ کبھی بھی اپنی بڑائی کا کلمہ منہ سے نہ نکالا جائے۔ہوا اس طرح کہ کسی اجتماع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کسی نے پوچھا کہ کیا آپ سے زیادہ کوئی دوسرا شخص عالم فاضل نہیں ہوسکتا؟ تو آپ نے سادگی یا لاعلمی میں کہہ دیا کہ ہاں مجھ سے زیادہ کوئی اور علم نہیں رکھتا۔تو اللہ کو یہ ناگوار گزرا اس لیے آپ کو خضر علیہ السلام کے پاس بھیج دیا تا کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ آپ سے زیادہ علم رکھنے والا بھی موجود ہے اور پھر سب سے بڑا علیم و حکیم تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے وہ جس کو جتنا علم دینا چاہے دے دیتا ہے اس میں کسی شخص کا اپنا کوئی کمال نہیں۔اسی لیے اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ دو دریاؤں کے سنگم پر جائیں تو وہاں ان کو ایک شخص ملے گا جو ان سے بھی زیادہ علم والا ہے۔اس شخص کا نام قرآن پاک میں نہیں بتایا گیا۔احادیث میں ان کا نام حضرت خضر علیہ السلام بتایا گیا ہے۔قرآن و احادیث کے دلائل سے یہی بات واضح ہوتی ہے کہ یہ اللہ کے نبی تھے، کیونکہ تعلیم کے لیے ایک نبی کو دوسرے نبی کی طرف ہی بھیجا جا سکتا ہے ویسے موسیٰ علیہ السلام صاحب تورات ہیں، اس لیے ان کی فضیلت خضر علیہ السلام سے کہیں زیادہ ہے۔مزید وضاحت 16 پارے میں کی جائے گی۔ان شاء اللہ

نقشہ بسلسلہ قصہ خضر و موسیٰ علیہم السلام



تعارف ومقاصد "بیت القرآن"

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب ہدایت ہے اور اسے اللہ تعالیٰ نے بہت آسان بنایا ہے۔ جس کا اظہار خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی بار فرمایا ہے:

﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴾ سورة القمر آیت 17

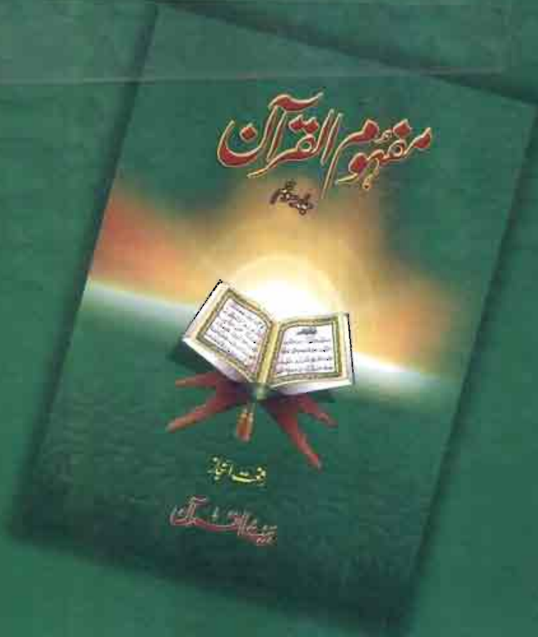
''اور یقیناً ہم نے اس قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان بنا دیا ہے، پھر کوئی نصیحت لینے والا ہے۔؟''

اب اسے ہر انسان تک پہنچانا اور اسکے متعلق اس تاثر کو دور کرنا کہ یہ بہت مشکل کتاب ہے تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ اسی ذمہ داری کو پورا کرنے کیلئے "بیت القرآن" کی بنیاد رکھی گئی ہے اور اس کے مقاصد درج ذیل ہیں:

1. قرآن مجید کے ترجمہ کو آسان فہم بنانے کی کوشش کرنا۔
2. قرآنی تعلیمات پر مبنی ایسی عام فہم کتب کی اشاعت کرنا جن سے قرآن فہمی میں مدد ملے۔
3. قرآنی گرامر کو آسان تر بنانے کی کوشش کرنا۔
4. قرآن مجید سے متعلقہ موضوعات پر مختلف سیمینارز منعقد کرانا۔
5. قرآن فہمی کیلئے شارٹ کورسز کا انعقاد کرانا اور ان میں گرامر کے بغیر صرف علامات کے ذریعے قرآن مجید کا ترجمہ سکھانا۔
6. قرآن فہمی کے لیے ٹیچر ٹریننگ کورسز منعقد کرانا۔
7. انٹرنیٹ کے ذریعے فہم قرآن میں مدد دینا۔ (www.bait-ul-quran.org)
8. عامة المسلمین کو احکام الٰہی کے مطابق اپنے نبیٔ محترم حضرت محمد ﷺ سے عقیدت ومحبت کے ساتھ آپ ﷺ کی مسنون زندگی کو اپنانے اور اس کی سیرت کو دنیا پر غالب کرنے کی کوشش کرنا۔

آپ بھی اس کار خیر میں شریک ہو سکتے ہیں اور جس کی بہترین صورت یہ ہے کہ آپ "بیت القرآن" کی مطبوعہ کتب خرید کر عوام الناس میں تقسیم فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا۔

الداعی الی الخیر: "بیت القرآن" لاہور، پاکستان



1 117371 110432

بیت القرآن
لاہور - پاکستان

BAIT-UL-QURAN